انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمس المعارف

۹

مکاتیب

قدوۃ العلما تاج العرفا حضرت قبلہ مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی

تزکیۂ نفس، تربیت اخلاق، احسان و عرفان اور تاریخ و ادب کا نادر علمی مجموعہ

مرتبہ

مولانا شاہ غلام حسنین قادری چشتی سلیمانی پھلواروی

مولانا شاہ محمد جعفر ندوی پھلواروی

ناشر

مرکز علوم اسلامیہ

۵- گارڈن - کراچی

سنہ طباعت ۱۹۶۹ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت

بارہ روپے

مطبوعہ

باب اسلام پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر

شفیق بریلوی

مؤسس

مرکز علوم اسلامیہ

پوسٹ بکس نمبر ۷۱۹۹، کراچی

فہرس

صفحہ	مکتوب بنام
۲۱۸	چودھری اظہر حسین
۲۲۱	خان بہادر حاجی محمد موسیٰ
۲۲۷	نواب سید نور الحسن خاں صاحب
۲۳۰	مولوی عبدالکریم صاحب علوی
۲۳۲	مولوی محمد عبدالغفور صاحب
۲۶۴	قاضی باقی شاہ صاحب وزیرآبادی
۲۷۴	صوفی خان یار محمد خاں صاحب
۲۸۷	حافظ عبدالغنی صاحب عظیم آبادی
۳۳۱	ملا عبدالرحیم اورئی
۳۳۶	حافظ عبدالکریم صاحب بریلوی
۳۴۰	حاجی عبدالشکور اورنگ آبادی
۳۴۴	حافظ علم الدین صاحب کانپوری

مکتوب بنام

مکتوب بنام	صفحہ

مکتوب بنام	صفحہ
محمد عبدالحفیظ عرف صاحب جان	۵۱۸
مولوی ابو محمدؒ عبدالحیٔ شاہ صاحب قادری چشتی	۵۲۱
جواب خطوط تعزیت حسن میاں مرحوم	۵۲۴
میاں قمرالدین صاحب	۵۲۹
محمد سعید صاحب گجراں والہ	۵۳۱
میاں عزیزالدین صاحب	۵۳۲
میاں عزیزالدین دیگر و میاں حفیظ اللہ صاحب	۵۳۴
حاجی سید مبارک علی شاہ صاحب سلیمانی	۵۳۶
مولوی حاجی شاہ شریف اعظم	۵۷۰
مولانا حاجی صوفی وصی الدین صاحب	۶۵۶

کچھ مکاتیب
اور
صاحبِ مکاتیب کے متعلق

صاحبِ مکاتیب کی شخصیت

جس کے اساتذہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی، میاں صاحب مولانا سید نذیر حسین محدث مونگیری ثم دہلوی مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، مولانا فاروق چڑیاکوٹی، مولانا مفتی میر محمد عباس لکھنوی اور مولانا حکیم عبدالحمید پریشاں صادق پوری عظیم آبادی وغیرہم ہوں، اور جو اپنے بڑھاپے کے اٹھتّرویں سال تک ایک جواں ہمت محنتی طالب العلم کی طرح کتب خانوں سے چمٹا رہا ہو۔

جس کے مرشدین مولانا شاہ علی حبیب نصر پھلواروی، مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی، مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وغیرہم ہوں، اور جو اپنی عمر کے آخری لمحات تک اپنے تمام معمولات کا سختی سے پابند رہا ہو،

جس کے قومی رفقائے کار سر سید احمد خاں، قاضی رضا حسین عظیم آبادی، جسٹس امیر علی، خدا بخش خاں، خواجہ الطاف حسین حالی، محسن الملک مہدی علی، وقار الملک مشتاق حسین، شبلی نعمانی، مولانا محمد علی مونگیری، مہاراجہ محمد علی محمد خاں محمود آباد، سر سلطان محمد آغا خاں ثالث، سید علی بلگرامی، مولانا ابراہیم آروی، مولانا محمد حسین الہ آبادی، مولانا لطف اللہ علی گڑھی وغیرہم ہوں، اور جس کی تقریروں نے برعظیم ہند کی ہر دینی، قومی، ادبی، علمی اور فنی تحریک کے پلیٹ فارم پر گونج پیدا کی ہو،

جس کے شاگرد درس گاہوں اور اداروں کے رہنما و مدرسین ہوں، اور جس کے مسترشد خانقاہوں

کے پیشوا و سجادہ نشین ہوں، اور جس سے استفادہ کرنے والوں کی فہرست میں سید سلیمان ندوی، قاضی سلیمان منصور پوری، علامہ اقبال، سر عبدالرحیم، سر عبدالقادر، سر علی امام، سید عبدالعزیز، مولانا آزاد سبحانی، خواجہ حسن نظامی، مولوی بشیر الدین مدیر "البشیر" اٹاوہ، اور سید جالب دہلوی وغیرہم، اور دوسرے خطباء و مصنفین کے نام آتے ہوں،

اس کی شخصیت، اس کا تبحر علم اور وسعت نظر، اس کی روحانی رفعت و بلندی، اور اس کی قومی و ملکی خدمات کا اندازہ کرنا زیادہ دشوار نہیں۔ ان سطروں میں ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ ایک لمبی تفصیل چاہتا ہے اور ان شاء اللہ وہ بھی ایک کتاب کی صورت میں آپ کے سامنے آجائے گی، اس وقت ان تمام گوشوں پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں۔ اس وقت تو صاحب مکاتیب کی زندگی کا صرف ایک پہلو پیش کرنا ہے، اور وہ بھی صرف اس حد تک جو پیش نظر مکاتیب کے اندر محدود ہے۔

مکاتیب کی اہمیت

اولیائے کرام اور بزرگان دین کی تعلیمات روحانی، ان کے سوانح حیات میں بھی ملتی ہیں لیکن اس کے سب سے بڑے ذریعے دو ہیں، ملفوظات اور مکتوبات۔ ملفوظات پر گفتگو اس وقت مد نظر نہیں۔ صاحب مکاتیب کے مختصر ملفوظات بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے طبع ثانی کے وقت ہم ملفوظات کی تاریخ و اہمیت پر بھی گفتگو کریں گے، اس وقت مکتوبات ہی ہمارے پیش نظر ہیں۔

مکتوبات میں دو مجموعے بہت زیادہ مقبول و مشہور ہیں، مکتوبات صدی اور مکتوبات امام ربانی، اول الذکر مجموعہ مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کا ہے جو آٹھویں صدی ہجری (عہد تغلق) کے غیر معمولی متبحر عالم و درویش ہیں، اور ثانی الذکر مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا ہے، جو اول الذکر کے کئی صدی بعد (عہد جہانگیری) کے امام تصوف و علم ہیں —— یہ دونوں کتابیں فارسی زبان میں ہیں۔ ترجمے دونوں کے شائع ہو چکے ہیں مگر ترجمے جس حد تک اصلی روح کی ترجمانی کر سکتے ہیں وہ کون نہیں جانتا!

یہ تیسرا ایڈیشن ہے

روحانی تعلیمات کے لیے بزرگان دین میں سے کسی کے مکاتیب کا مجموعہ اردو زبان میں موجود نہیں بجز ایک مجموعے کے جو آپ کے سامنے ہے۔ اس کا اصلی نام شمس المعارف ہے۔ مرحوم حضرت

اکبرالٰہ آبادی نے ان مکاتیب کو بالاستیعاب پڑھنے کے بعد چند شعر لکھ بھیجے تھے جن میں ایک یوں ہے :

مسخرؔ ہو نہ کیونکر اس سے دیو نفس انسانی
کہ اس کا ہر ورق گویا ہے اک نقش سلیمانی

اسی رعایت سے ہم نے اب اس کا نام شمس المعارف کی بجائے "نقش سلیمانی" رکھ دیا ہے۔ یہ مجموعہ دو بار پہلے بھی چھپ چکا ہے۔ ایک مرتبہ ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ء) میں مولانا صوفی وصی الدین اور مولوی شاہ شریف اعظم اور قاضی باقی شاہ صاحب وزیر آبادی نے مکاتیب جمع کیے اور اس مجموعے کو حاجی صوفی یار محمد خاں صاحب جہلم نے چھپوایا۔ دوسری مرتبہ ۱۳۳۴ھ میں مولانا حکیم عبدالمغنی صاحب امروہوی نے مکاتیب جمع کیے اور مولوی ابراہیم صاحب رئیس بنگلور نے اس مجموعے کو چھپوایا۔ پھر ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۷ء) میں اس کی تیسری جلد مولانا منظور الحق کے اہتمام سے نکلی جو مولانا شاہ شریف اعظم صاحب لکھنیہ، مولوی عبدالغفور صاحب رئیس بنگلور، مولوی ابراہیم صاحب، آنریبل جناب موسیٰ سیٹھ صاحب مدراس، حاجی صوفی یار محمد خاں صاحب جہلم، حضرت قدسی بھوپال، مولانا شاہ غیاث عالم منصف غازی پور، جناب مولوی ضمیر الدین صاحب، جناب کرشن چندر صاحب گورکھپور، اور حضرت قبلہؒ کے ایک اور مخلص مرید جناب ٹھاکر گورکھ پرشاد صاحب وکیل دیوریا کی توجہات کا نتیجہ تھی۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا منظور الحق کلیم اعظم گڑھی نے دونوں جلدوں کو دوبارہ چھپوا کر شائع کیا، اور اب تیسری مرتبہ ہم پیش کر رہے ہیں لیکن صرف ایک جلد میں —— اس میں بدعت ہم نے کوئی نہیں کی بجز اس کے کہ:

(۱) مکررات حذف کر دیے ہیں

(۲) ترتیب بدل دی ہے

(۳) ہر شخص کے نام کے مکاتیب یکجا کر دیے ہیں۔ مکاتیب کی تاریخ اگر محفوظ ہوتی تو ان میں بھی ترتیب قائم کر دیتے، اور احوال کی ترتیب واضح ہو جاتی۔ پھر بھی ہر شخص کے نام کے مکاتیب کے یکجا ہو جانے سے یہ سمجھنے میں آسانی ہوگی کہ کس سطح کے طالب کو کس انداز سے تعلیم دی گئی ہے۔

(۴) غیر ضروری اور بالکل نجی باتوں کو حذف کر دیا ہے، بجز ان باتوں کے جن میں کوئی خاص افادی پہلو ہو۔

(۵) جن عربی عبارتوں کا ترجمہ نہ تھا ان کا ترجمہ قوسین میں دیدیا ہے، یہ اقدام اسے عام فہم اور سہل بنانے کے لیے کیا ہے، لیکن ہمیں اعتراف ہے کہ ہم اس کو پوری طرح سہل اور عوامی نہیں بنا سکے۔

(۶) دوسرے ایڈیشن میں کتابت کی یا تصحیح کی بہت غلطیاں تھیں جن کو درست کر دیا ہے، مثلاً پرانے بزرگوں کی رسم کتابت یوں تھی کہ "اے عزیز" کو "العزیز"۔ "میرے فرزند" کو "میری فرزند"۔ "ان کان" کو "امکان"۔ "کتاب پڑھی" کو "کتاب پڑھے" وغیرہ لکھا کرتے تھے۔ یائے مجہول اور یائے معروف کا فرق عبارت کی ساخت خود پیدا کرتی تھی، اور پڑھنے والے اسی طرح اس کو صحت کے ساتھ پڑھتے تھے جیسے عربی جاننے والے زیر و زبر درج نہ ہونے کے باوجود عربی عبارت صحت کے ساتھ پڑھا کرتے ہیں۔ طبع ثانی میں بہت جگہ اسی قسم کی قدیم رسم خط ہے۔ اس کے علاوہ عربی و فارسی عبارتوں اور شعروں میں کتابت کی غلطیاں بھی رہ گئی تھیں، ہم نے حتی الامکان ان کو صاف کرنے کی کوشش کی ہے، تاہم اگر کہیں خود ہم سے چوک ہو گئی ہو تو امید ہے کہ ناظرین کا ذوق سلیم اسے خود درست کر لے گا۔

(۷) اسی طرح اس ایڈیشن میں علامات و نشانات (PUNCTUATIONS) کی بھی بڑی کمی تھی۔ کوما، فل اسٹاپ اور ڈیش وغیرہ کا تو کیا ذکر، یہاں تو پیراگراف کے معاملے میں بھی قدیم درسی کتابوں کی طرح خالی جگہوں سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ بات ختم ہو گئی تو دوسری بات وہیں سے شروع کر دی گئی ہے۔ سطر کے درمیان ہی مصرعہ یا شعر لکھ دیا گیا ہے اور وہ بھی بعض جگہ اس انداز سے کہ مصرعے کے کچھ لفظ اوپر کی سطر کے آخر میں اور بقیہ الفاظ دوسری سطر کے شروع میں، ظاہر ہے کہ قدیم طرز کا یہ انداز کتابت جدید طبائع کے ذوق پر بہت گراں گزرتا ہے۔

(۸) یہی حال اقتباسات (QUOTATIONS) کا ہے۔ موجودہ دور میں اسے نئے پیرے

میں نمایاں کر کے لکھا جاتا ہے۔ ہم نے حتی الامکان اس کا بھی لحاظ رکھا ہے۔

(۹) جن لوگوں کے نام یہ مکتوب ہیں ان میں بہتیرے ایسے ہیں جو بڑی اہم شخصیتوں کے مالک ہیں مثلاً علامہ اقبال، نواب وقار الملک، نواب سید نور الحسن خاں، خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی، مولانا انوار اللہ، مولانا سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلما، خان بہادر مولوی بشیر الدین احمد صاحب "البشیر" اٹاوہ، وغیرہم۔ ہم نے ان شخصیتوں کے حالات بھی مختصراً لکھ دیے ہیں۔ اس سے بھی کسی قدر اندازہ ہوگا کہ کس مذاق کے آدمی کو کس انداز کا مکتوب لکھا گیا۔

(۱۰) ہمارے پاس ایک قیمتی سرمایہ اور بھی ہے جس میں بعض اہم شخصیتوں کے وہ خطوط ہیں جو انھوں نے صاحب مکاتیب ہذا (حضرت قبلہ مولانا شاہ ... ان پھلواروی رح) کے نام لکھے تھے۔ مثلاً حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث مونگیری ثم دہلوی، علامہ اقبال، مہاراجہ محمود آباد، حکیم نور الدین قادیان، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا شبلی نعمانی، مولانا آزاد سبحانی، آنریبل سید عبدالعزیز، شاہ عظیم آبادی، مولوی بشیر الدین احمد البشیر اٹاوہ، مولانا عبدالماجد بدایونی، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں، مولانا سر رحیم بخش، بابو راجندر پرشاد (صدر جمہوریہ ہند) وغیرہم، اور ظاہر ہے کہ ان کے جوابات بھی ضرور گئے ہوں گے لیکن افسوس ہے کہ وہ مکاتیب ہمیں نہ مل سکے۔ ورنہ صرف یہی نہ ہوتا کہ علمی و روحانی ذخیرہ ہاتھ آجاتا بلکہ اس دور کے قومی و سیاسی احوال کا بھی سراغ ملتا۔ دو خط اس مجموعے میں خواجہ حسن نظامی صاحب کے نام کے ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں ان کے مخاطب علامہ اقبال ہیں، خواجہ صاحب اور علامہ اقبال کے باہمی اختلاف نظری کے موقع پر لکھے گئے جب کہ ان دونوں نے حضرت قبلہ سے استفسار کیا تھا، اور اس نزاع پر قول فیصل چاہا تھا۔ ہم ان ذخائر کی تلاش میں ہیں اگر اللہ نے موقع دیا تو جوابات کا جو کچھ ذخیرہ بھی دستیاب ہوگا اس کو ہم ان مقتدر حضرات کے اصل خطوط کے ساتھ (جو اس وقت ہمارے پاس اصلی شکل میں موجود ہیں) شائع کر دیں گے۔

اضافہ

جس طرح دوسری طباعت میں بہت سے دستیاب شدہ مکاتیب کا اضافہ ہوا تھا، اسی طرح

تیسرے ایڈیشن میں بھی کچھ نئے مکاتیب کا اضافہ ہوا ہے۔ اگرچہ تقسیم برعظیم کے بعد سے مکاتیب کی تلاش بہت دشوار ہو گئی ہے پھر بھی ایک مختصر مجموعہ ہمیں اور مل گیا ہے جس کو مکاتیب کی پانچویں جلد کہنا چاہیے۔

ضروری بات

ان مکاتیب کو پڑھنے سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لینا بہت ضروری ہے۔ یہ باتیں اگر پیش نظر نہ ہوں تو ممکن ہے کہ قاری کے دماغ میں الجھن پیدا ہو، اس لیے ہم ان اہم نکات کو یہاں نمبروار لکھتے ہیں:

(۱) سرسری مطالعہ کرنے سے ایسا محسوس ہوگا جیسے ان مکاتیب میں کچھ تناقض پایا جاتا ہے مثلاً ایک مسترشد کو لکھتے ہیں کہ "قوالی میں ضرور شریک ہوا کرو" اور دوسرے کو لکھتے ہیں کہ "اس سے پرہیز کرو" ــــ اسی طرح کسی کو لمبے لمبے وظائف بتائے گئے ہیں اور کسی کو ان سے روک کر کسب حلال میں منہمک رہنے کی ہدایت کی گئی ہے ــــ کسی جگہ "وہابی" نظر آتے ہیں اور کسی جگہ "بدعتی"۔ کہیں خشک ملا اور کہیں غالی صوفی۔ کسی مقام پر فضائل شیخین میں رطب اللسان ہیں اور کسی مقام پر اپنا سہارا ملجا و ماوی ائمہ اہل بیت کو قرار دیتے ہیں۔ کہیں محتاط حنفی فقیہہ دکھائی دیتے ہیں اور کہیں خود مجتہد نظر آتے ہیں، کہیں قدامت پسند اور کہیں آزاد خیال، بظاہر اس قسم کے کئی مقامات ان مکاتیب میں آپ کے سامنے آئیں گے جہاں ممکن ہے آپ کو کچھ الجھن محسوس ہو، اور یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو کہ صاحب مکاتیب کا اپنا اصل مسلک کیا ہے؟

انداز تربیت

بات دراصل یوں ہے کہ یہ مکاتیب تعلیمی ہیں، ان کا بڑا مقصد طالبین و سالکین کی تفہیم و تربیت ہے، تربیت کے وقت طالب کی ذہنی سطح اور اس کی فطری صلاحیتوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، بسا اوقات تو اپنے اصلی مسلک سے بھی قطع نظر کر لیا جاتا ہے، یعنی یہ نہیں بتایا جاتا کہ "میں کیا ہوں" بلکہ یہ بتایا جاتا ہے کہ "تمھیں کیا ہونا چاہیے"۔ ہم دیکھتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے چندے کے وقت صدیق اکبرؓ اپنی ساری پونجی اٹھا کر لے آئے تھے اور جب حضورؐ نے پوچھا کہ

اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑا تو انھوںؓ نے جواب دیا اللہ و رسولہ ۔ دنیا کی تاریخ میں اس قسم کا جواب پہلی بار سنا گیا تھا ، اور صدیق اکبرؓ کے اس جواب نے ان کا مرتبہ کتنا بلند کیا ، اس کا اندازہ بھی اللہ اور اس کا رسول ہی کر سکتا ہے ، لیکن ایک اور موقع پر جب کہ ٹھیک ایسا ہی واقعہ پیش آتا ہے اور ایک شخص اپنا سارا مال سونے کے ڈلے کی شکل میں لے کر حاضر ہوتا ہے تو حضورؐ اس پر سخت ناراض ہوتے ہیں اور سونے کا ڈلا اٹھا کر اس زور سے اس کی طرف پھینکتے ہیں کہ راوی کے بیان کے مطابق ، اسے کہیں لگ جاتا تو وہ زخمی ہو جاتا ، حضورؐ نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ "عجیب لوگ ہیں کہ جو کچھ گھر میں ہوتا ہے سب لے آتے ہیں اور پھر لوگوں سے مانگتے پھرتے ہیں (رواہ ابوداؤد عن جابر) ——— واقعات دونوں ایک جیسے ہیں ، ظاہری انداز بھی بالکل ایک ہے لیکن یہی انداز ایک کو سرافراز کر دیتا ہے اور دوسرے کو مورد عتاب بنا دیتا ہے ، یہ فرق کیوں ہے اس لیے ؏

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

ہر ایک کے احوال و ظروف الگ الگ ہوتے ہیں اور احکام بھی ان ہی کے مطابق مترتّب ہوتے ہیں ؏

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

حضور اکرمؐ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ! بہ حالت صوم اپنی بیوی سے چمٹنا کیسا ہے ؟ فرمایا کوئی مضائقہ نہیں ——— دوسرا آکر یہی سوال کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے نہیں ایسا نہ کرو ، (رواہ ابوداؤد عن ابی ہریرہ) ۔ سوال دونوں کا ایک ، مگر جواب مختلف ، اس واقعے کو بیان کر کے راوی نے خود بات صاف کر دی ہے کہ پہلا سائل بوڑھا تھا اور دوسرا نوجوان ، اُس سے فساد صوم کا کوئی خطرہ نہ تھا اور اس سے تھا ، یہ اختلاف ، تناقض نہیں ، عین تقاضائے فطرت اور عین مطابق حکمت ہے ، تا آنکہ طالب خود علم و بصیرت ، وسعت نظر اور اعتماد و اغتناء کے درجے پر پہنچ جائے ۔ آپ کے شہر میں اگر نوتپے کی گرمی ہو اور آپ کا کوئی مہمان خط استوا کے کسی ملک سے بذریعہ طیارہ آجائے تو شب کو اس کے لیے کمبل اور لحاف مہیا کرنا عین مہمان نوازی ہوگی لیکن کوئی مہمان اگر سائبیریا سے آپہنچے تو اس کے لیے خسخانہ و برفاب کا اہتمام

ہی تقاضائے ضیافت ٹھہرے گا، اور یہ تو پھر بھی دو مختلف شخصیتیں ہیں، بعض اوقات تو ایک ہی انسان کے اندر مختلف مواقع پر مختلف احوال وظروف پیدا ہو جاتے ہیں، ایک وقت طبیب اسے انڈا مچھلی کھانے سے روک دیتا ہے اور دوسرے وقت یہی چیزیں کھانے کی تاکید کرتا ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھیے بعض اوقات ایک ہی وقت میں ایک ہی انسان کے اندر دو شخصیتیں پیدا ہو جاتی ہیں، مثلاً آپ ہی اپنا ایک ہاتھ تیز گرم پانی میں اور دوسرا ہاتھ برفاب میں ڈال لیجیے اور پھر دونوں ہاتھ بیک وقت نکال کر فوراً معتدل پانی میں ڈال لیجیے، ایک ہاتھ اس میں ٹھنڈک محسوس کرے گا کیونکہ تیز گرم پانی سے نکلا ہے، اور دوسرا ہاتھ اسی معتدل پانی میں گرمی محسوس کرے گا کیونکہ برفاب سے باہر آیا ہے، انسان تو ایک ہی لیکن احساس کے فرق نے دو شخصیتیں بنا دی ہیں۔ غرض احوال وظروف کا یہ فرق صرف مختلف افراد ہی میں نہیں ہوتا بلکہ ایک ہی فرد کے حالات و مقامات بھی بدلتے رہتے ہیں اور احکام ان کے اپنے تقاضوں کے مطابق دیے جاتے ہیں، یہ لحاظ صرف شریعت ہی میں نہیں، طریقت میں بھی رکھا جاتا ہے، شریعت ہو یا طریقت، حقیقت ہو یا معرفت، سب ایک مقصود کے مختلف مدارج ہیں۔

صاحب مکاتیب جب کسی کو مخاطب کرتا ہے تو اپنے یا دوسروں کے احوال سے قطع نظر کر کے خود مکتوب الیہ کے حالات کے مطابق گفتگو کرتا ہے کیونکہ مقصود اسی کی تربیت ہے، صرف تحقیق مسائل مقصود نہیں ——— بسا اوقات تو یہ ہوتا ہے کہ مرشد جب کسی مسترشد کو کسی معاملے میں ایک سمت کی طرف حد سے آگے جاتے ہوئے دیکھتا ہے تو اعتدال کی طرف لانے کے لیے اس کو مخالف سمت کی طرف بلاتا ہے، کسی کی قساوت قلبی کو بھانپتا ہے تو اسے قوالی کی محفل میں بٹھاتا ہے اور جسے سماع میں آپے سے باہر ہوتے دیکھتا ہے اسے سماع سے روک دیتا ہے، وہ حسن عقیدت اور حلاوت وگداز پیدا کرنے کے لیے اولیائے کرام سے توسل واستمداد تک کراتا ہے اور جب یہ انہماک توحید میں مخل ہونے لگتے ہیں یا ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو اس سبق کو بدل کر اور ہی طرف لے جاتا ہے، کیونکہ یہ چیزیں ہر حال مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ ذریعہ ہیں کسی اور مقصد کا ——— غرض مرشد مختلف

مقامات سے طالب کو گذارتا ہے جو اس کے احوال کا تقاضا ہی نہیں ہوتا بلکہ رفتہ رفتہ شعوری اور غیر شعوری طور پر اسے بلندی کی طرف لے جاتا ہے جہاں تک بھی اس میں جانے کی صلاحیت موجود ہو۔ وہ اصل منزل مقصود کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔ وہ ان تعلیمات کے اندر جا بجا اپنی اقدار کو داخل کرتا چلا جاتا ہے تاکہ ذریعہ، ذریعہ اور مقصود، مقصود باقی رہے اور سالک اپنے "مقامات" ہی میں کھو کر رہ جانے سے محفوظ رہے۔

شیخ کا اپنا مسلک

اس کے باوجود شیخ کا اپنا مسلک بھی ہر جگہ نمایاں ہے، اہل درک اور اہل دل کو اس کی شناخت میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی، لیکن خوب یاد رکھیے کہ کسی ایک یا دو خط کو سرسری طور پر پڑھ کر صاحب مکاتیب کے مسلک کا فیصلہ کر لینا صحیح نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص پوری کتاب نہ پڑھنا چاہے تو کم از کم زیر نظر مضمون الامر مکاتیب میں جہاں جہاں بھی ہوں ان سب کو غائر نظر سے ضرور دیکھ لے، فہرست مضامین ہم نے اسی سہولت کی خاطر مرتب کی ہے۔

اعتراضات و شبہات کے پہلو

کسی ایک مضمون کو تمام مکاتیب میں پڑھ لینے کے بعد بھی کئی مقامات ایسے ملیں گے جہاں قاری چونکے گا، جھجکے گا، انھیں محل نظر سمجھے گا، اس کے دل میں شبہات یا اعتراضات پیدا ہوں گے، مثلاً تصور رسولؐ، تبرز خ شیخ، ندائے غیب، استمداد روحانی، غنار و مزامیر، بعض ظائف و اوراد، وحدت الوجود، مکاشفات و واردات، سجدۂ تعظیمی وغیرہ کی بحثیں، ان کو یا ان جیسے اور مسائل کو پڑھتے وقت ذہن میں یہ رکھیے کہ صاحب مکاتیب کورانہ تقلید کا قائل نہیں، نہ اس کا قائل ہے کہ آدمی نرا آزاد اور بے لگام ہو جائے، وہ خود ایک وسیع النظر عالم متبحر ہے وہ ہر جگہ علم و بصیرت، غور و فکر اور دلائل و براہین سے خود بھی کام لیتا ہے اور دوسروں کو بھی تلقین کرتا ہے کہ لیھلك من هلك عن بيّنة ويحيى من حيّ عن بيّنة زندگی بھی دلیل کے ساتھ ہونی چاہیے اور موت بھی دلیل کے ساتھ ہونی چاہیے۔ صاحب مکاتیب نے ہر مسئلے پر بار بار تدبّر و تفکر اور طلب صادق کو آواز دی ہے اور کہیں بھی اپنی بات بے دلیل

نہیں منوائی ہے، یہ رجحان ہی سرے سے موجود نہیں کہ من گفتم و محاورہ شد۔

صاحبِ مکاتیب کا امتیازِ خصوصی

یہی وہ مقام ہے جہاں آپ صاحبِ مکاتیب ہذا کو تمام متقدم و متاخر صاحبِ مکاتیب صوفیائے کرام سے نمایاں طور پر الگ پائیں گے اور یہ ایک خصوصی امتیاز ہے، عام طور پر بے علم یا کم علم صوفی اپنے مسلک کی کسی بات کے ثبوت میں یہ کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں سے ایسا ہی سنتے آئے ہیں یا بزرگوں کے وقت سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے، متوسط العلم صوفی اپنی تائید میں زیادہ سے زیادہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ فلاں کتاب میں فلاں بزرگ کا یہ خواب یا مکاشفہ یا واقعہ لکھا ہے، یا فلاں ملفوظات یا مکتوبات میں یوں لکھا ہے، اس سے انھیں کچھ بحث نہیں کہ اہل علم کے نزدیک وہ کتابیں کس درجے کی ہیں، صاحبِ مکاتیب ہذا نے جہاں اس قسم کی کوئی بات درج کی ہے وہیں ان کتابوں یا ملفوظات و مکتوبات یا افراد و اشخاص کا درجہ بھی بتا دیا ہے اور حیثیت بھی واضح کر دی ہے۔ یہ خصوصیت ان مکاتیب میں آپ کو ہر جگہ نمایاں نظر آئے گی، اور صاحبِ مکاتیب ہذا کو اس خصوصیت میں تمام اصحابِ مکاتیب سے ممتاز پانے کا سبب یہ ہے کہ محض کورانہ تقلید یا سطحی خوش اعتقادی کی گفتگو کہیں بھی نہیں کی ہے، بلکہ جو کچھ کہا ہے علیٰ وجہ البصیرۃ کہا ہے علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی کے اعلان کے ساتھ کہا ہے، آیت قرآنی پیش کی ہے تو مفسرین کی تشریحیں بھی درج کی ہیں اور جرح و تدقیق سے کام لیا ہے ورنہ فن رجال اور عقلی استدلال سے کسی پہلو کو ترجیح دی ہے، اسی طرح فقہی مسائل میں پہلے ائمہ فقہ کے اقوال نقل کیے، پھر اپنی رائے پیش کی ہے۔ یہی حال تاریخ میں، ادب میں، فلسفے میں، صرف و نحو میں، الٰہیات میں اور دیگر علوم و فنون میں ہے، اگر کسی مسئلے میں حوالے دیے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس کی شروح و حواشی تک پیش نظر نہ رہی ہو۔

صاحبِ مکاتیب ہذا کا انداز کسی مسئلے پر بحث کرتے وقت یہ نہیں ہوتا کہ ...... یہ میرے مواجید و مکاشفات ہیں، یا فلاں فلاں اولیائے کرام سے فلاں فلاں کتابوں میں یوں منقول ہے بلکہ یہ انداز ہے کہ "شاہ ولی اللہ یوں لکھتے ہیں، شیخ عبد الحق یوں فرماتے ہیں، ابن قیم کی یہ رائے ہے، شعرانی کی یہ تحقیق ہے، شوکانی اور ان کے استاد ابن تیمیہ نے یوں لکھا ہے،

ابن حزم کا یہ ارشاد ہے، مفسرین، محدثین، اور ائمہ فقہ اور پھر صوفیہ کی اس بارے میں یہ رائیں ہیں۔ اور یہ اختلافات ہیں، یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر پڑھنے والے کو اس سے پورا اتفاق ہو، لیکن اتنا تو بہر حال اس کو سوچنا ہی پڑے گا کہ جس بات کو ہم اپنی علمی بے بضاعتی کی وجہ سے بے معنی سمجھ رہے تھے وہ بے معنی ہرگز نہیں ہے اور کہنے والا جو کچھ کہہ رہا ہے وہ محض کورانہ تقلید یا نری خوش اعتقادی بھی نہیں۔ بلکہ وہ تو جو کچھ کہتا ہے علیٰ وجہ العلم والبصیرۃ کہتا ہے اور جن مستند شخصیتوں کو حوالے میں بطور دلیل پیش کرتا ہے ان کو نظر انداز کر کے کوئی شخص اہل علم نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا اب جو شخص صاحب مکاتیب کے خیالات پر تنقید کرنا چاہے وہ پہلے ان تمام محدثین و فقہاء اور مجتہدین و ائمہ دین کا جائزہ لینے کی کوشش کرے، اور جب ناقد نے یہ محنت و مشقت برداشت کر لی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے نفس مسئلہ کی تحقیق اپنی استطاعت بھر خود کر لی، پھر چاہے وہ جس نتیجے پر بھی پہنچے، یہ مراد حاصل ہوگئی کہ اس نے خود تدبر و تفکر سے کام لیا، پھر اگر طلب صادق میں اس سے کوئی چوک بھی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ اس قسم کی علمی تحقیقات ہر مکتوب میں نہیں، اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ ہر مکتوب الیہ کو اس کی ذہنی و علمی سطح کے مطابق ہی خطوط لکھے گئے ہیں، اس لیے ایک مضمون کے تمام مکتوبات پر نظر ڈال لینا زیادہ مفید اور مناسب ہوگا۔ اس سے صاحب مکاتیب کے تبحر علمی اور وسعت نظر کا بڑی حد تک اندازہ بھی ہو سکے گا کہ پھلواری شریف کے ایک شکستہ مکان میں کھپریل کی چھت کے نیچے کتابوں کے ڈھیر میں گھرا ہوا نحیف و نزار انسان کس طرح برعظیم اور بیرونی ممالک کے کتب خانوں کی مطبوعہ اور قلمی کتابوں کے حوالے دے رہا ہے۔

ایک اور ضروری بات

ان مکاتیب میں جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے، وہ سب کی سب عمومی نہیں ہیں، زیادہ تر ان کا تعلق مکتوب الیہ کی اپنی ذات سے ہے، یہی حال بہت سے مراقبات و اوراد و وظائف اور خاص خاص تصورات و تجربات کا ہے، ماثورہ دعاؤں کے متعلق تو اس قسم

کی تخصیص نہیں کی جا سکتی لیکن غیر ماثورہ اعمال و ادعیہ کو محض اس مجموعۂ مکاتیب میں دیکھ کر شروع کر لینے میں جہاں فائدے کا گمان ہے وہاں نقصان کا بھی احتمال ہے اس لیے ہماری دانست میں ایسے شیخ یا معتمدالیہ عالم و رہنما کی رائے کے بغیر ان چیزوں کو اپنے معمولات میں داخل کرنے سے اجتناب بہتر ہے، صوفیہ کے ہاں اجازت کا اصول اسی لیے رائج ہے، جو لوگ کسی کتاب یا بیاض میں کسی نسخے کو دیکھ کر کسی طبیب حاذق سے مشورہ کیے بغیر اس کا استعمال شروع کر دیتے ہیں وہ اکثر فائدے سے زیادہ نقصان اٹھاتے ہیں۔

مکاتیب کی اصل روح انابت الی اللہ ہے اور بعض مسائل کے متعلق وسیع علمی معلومات، اور اس سے انکار ناممکن ہے کہ اس لحاظ سے یہ تعلیمی مجموعۂ مکاتیب نہ صرف یہ کہ اردو زبان میں پہلی چیز ہے بلکہ وسعت معلومات کے اعتبار سے دوسری زبانوں کے مکاتیب سے کہیں آگے ہے۔

ایک شبہے کا ازالہ

متوسط یا مبتدی قسم کے نوخیز علماء بعض غیر ماثورہ دعاؤں کو دیکھ کر فوراً بدک جاتے ہیں اور ان کے دل میں یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آیات قرآنی اور احادیث کی دعائیں کافی نہ تھیں جو دوسری دعائیں یا وظیفے ایجاد کر لیے گئے، آیات یا ادعیۂ ماثورہ کے ہوتے ہوئے ان "بدعات" کی کیا ضرورت ہے؟

ہمارے نزدیک اعلیٰ مقام تو یہی ہے کہ کتاب اللہ یا احادیث نبوی کو محض "وظیفے اور عملیات" کی کتاب نہ بنایا جائے لیکن اگر "کچھ پڑھنا" بھی کوئی چیز ہے —— اور یقیناً ہے، خواہ اپنی زبان کو یاوہ گوئی سے بچانے کے لیے ہو یا یکسوئی پیدا کرنے کے لیے، ابتدائی مراحل سلوک طے کرنے کے لیے ہو یا ذکر و تذکیر کا اصل مقصد سمجھ کر اس کے مطابق زندگی ڈھلنے کے لیے، کچھ بھی ہو —— تو غیر ماثورہ دعاؤں کو بالکل بے معنی اور بدعت قرار دینا محل نظر ہے۔ ہم یہاں مشورہ دیں گے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب القول الجمیل اور نواب سید صدیق حسن خاں کی الداء والدواء کر دیکھ لینا چاہیے جن میں نہ فقط یہ کہ بے شمار غیر ماثورہ دعائیں بلکہ تعویذات و عملیات وغیرہ تک موجود ہیں،

ضروری نہیں کہ آدمی کسی کتاب کی ہر چیز بے چون وچرا تسلیم کر لے مگر یہ بھی ضروری نہیں کہ جن چیزوں کا صحیح طور سے علم نہ ہو ان کی تردید کی جائے۔ ہر چیز کو پہلے اچھی طرح سمجھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے فطرت سلیمہ کا تقاضا تو یہی ہے۔

ان سب باتوں سے قطع نظر ہم ایک بات اور عرض کریں گے کہ غیر ماثورہ چیزوں کا مقصد بھی (مخصوصاً جبکہ ان کے کلمات کا ماخذ آیات و احادیث ہوں) ماثورہ ہی تک بلکہ اس سے بھی آگے لے جانا ہوتا ہے، بعض مبتدیوں پر ایسے حالات بھی گذرتے ہیں کہ غیر قرآنی اور غیر ماثورہ کلمات بھی مفید ثابت ہوتے ہیں، اس کے لیے عربی زبان کے کلمات کا ہونا بھی شرط نہیں ہے، فارسی، ہندی یا دوسری زبان کے کلمات بھی کام دے جاتے ہیں، آپ کو بھی تجربہ ہوا ہوگا کہ ایک مریض کو ہزاروں روپے کی معجونیں فائدہ نہیں کرتیں اور دو پیسے کا کوئی چٹکلہ یا سفوف کی کوئی معمولی ورزش تندرست کر دیتا ہے، اس سے اس قیمتی معجون کی قدر و قیمت میں کوئی فرق نہیں آتا، فرق صرف تشخیص مرض اور تجویز دوا اور طبیب کی حذاقت کا ہے، از روئے حدیث ایک مرد مومن اپنی فراست سے رُقیہ (جھاڑ پھونک) ایجاد بھی کر سکتا ہے صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک سفر میں بعض صحابہ کرام کو ایک بیمار یہودی نے دعا کے لیے بلایا، انھوں نے کہا کہ ہم اتنی بکریاں لیں گے، اس نے شرط منظور کر لی، انھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اس کی تکلیف جاتی رہی، واپس آئے تو انھیں بکریوں کی حلت کے متعلق شبہ پیدا ہوا۔ حضورؐ نے پورا واقعہ سنا تو ہنس کر فرمایا کہ بکری میں میرا بھی حصہ ہے (انتہی مختصراً) صحابہ کے لیے اس وقت سورۂ فاتحہ کا یہ عمل کوئی ماثورہ طریقہ نہ تھا۔ انھوں نے یہ تجویز محض اپنی ایمانی فراست سے کی تھی جس کی حضورؐ نے مسکرا کر تائید فرمائی۔ (ف ابتسم تبسم فرمایا (کہ تم نے ٹھیک ہی کیا)۔ پس جو لوگ اس روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں ان کے لیے تو یہ سند ہے اس بات کی کہ آیات قرآنی اور کلمات حدیث سے اس قسم کے اعمال اپنی فراست سے تجویز کرنا درست ہے۔ اور غیر ماثورہ جائز کلمات کے لیے چونکہ کوئی ممانعت نہیں اس لیے ان سے بھی مناسب کام لیا جا سکتا ہے بشرطیکہ کام لینے کی صلاحیت موجود ہو۔

صوفیہ کے یہاں اوراد و وظائف کے بارے میں ایک اصول مسلمہ یہ ہے کہ طالب و سالک

کو انھیں میں الجھا کر رکھنا کسی طرح روا نہیں فمن شغلک عن الحق فھو طاغوتک اسی لیے شیخ اور مرشد تک کو سیر سلوک میں پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ ان مکاتیب میں آپ کو جا بجا اس چیز کی وضاحت بھی ملے گی کہ محض الفاظ کی تکرار کوئی شے نہیں، اصل مقصد اس کی روح کو اور مقصود کو سمجھنا اور اسے اپنے اندر جذب کرنا ہے، پھر یہ بھی جا بجا موجود ہے کہ محض وظیفہ خوانی اور مرشد کی محبت میں الجھ کر رہ جانا بڑی خامی ہے۔ طالب کو ہمیشہ آگے سے آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔

بہرکیف ان تمام باتوں کا صحیح اندازہ تو کتاب ختم کرنے کے بعد ہی بخوبی ہو سکتا ہے کہ اس میں کیا کچھ ہے۔ افسوس اس کا ہے کہ بے شمار مکاتیب دستیاب نہیں ہوئے۔ نہ جانے ان میں کیا کیا کچھ ہوگا اور کیسے کیسے مسائل حل ہوئے ہوں گے۔ موجودہ مکاتیب جن جن لوگوں کے مخاطب ہیں وہ مختلف المشرب اور مختلف المذاق ہیں، ان میں عربی خواں اور انگریزی داں بھی ہیں، طبیب بھی ہیں، منتہی علمائے کرام بھی ہیں، صوفیہ بھی ہیں، تاجر اور زمیندار بھی ہیں، لیڈر بھی ہیں، شاعر بھی ہیں، فلسفی بھی ہیں، عوام بھی ہیں خواص بھی ہیں، اہل حدیث بھی ہیں تفضیلی بھی ہیں، معاصرین بھی ہیں، مرید و شاگرد بھی ہیں، اور اپنی اولاد بھی ہے، غرض سبھی طرح کے لوگ ہیں، اس سے جہاں صاحب مکاتیب کی ہمہ گیر مرجع آفاق شخصیت کا پتہ چلتا ہے وہیں ایک خاص قابل ذکر بات یہ ہے کہ جن کو بھی مخاطب کیا گیا ہے اس کے مذاق و مشرب اور ذہنی سطح اور فطری دلچسپی کا پورا پورا خیال رکھ کر گفتگو کی گئی ہے۔ تکلموا الناس علیٰ قدر عقولھم کا آئینہ دار ہر خط ہے۔

پیش نظر مکاتیب کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ زمانے کا ہر دور ایک خاص انداز کا حامل ہوتا ہے۔ اسی لئے اس دور اور اس کے تقاضوں یا حرچوں کو ضرور پیش نظر رکھئے جس سے صاحب مکاتیبؒ کو سابقہ رہا ہے اس سے اس دور کے بہت سے تاریخی پس منظر سامنے آجائیں گے۔

آخر میں ہم یہ اظہار بھی ضروری خیال کرتے ہیں کہ اس مجموعۂ مکاتیب کی پہلی طباعت کی تمام ذمہ داری حاجی صوفی یار محمد خاں صاحب (جہلم)

نے لی تھی اور تیسری جلد کی اشاعت میں بھی وہ شریک تھے، موصوف ان چند بزرگوں
میں ہیں جو حضرت قبلہؒ کے مخلص ترین حلقہ بگوش اور آخری یادگاروں میں شمار ہوتے
ہیں پیش نظر اشاعت کا سارا سہرا بھی دراصل انہی کے سر ہے فجزاہ اللہ خیر الجزاء
لیکن درمیانی مراحل میں ایک فضل خداوندی یہ ہوا کہ کتابت کی تکمیل کے بعد
محترم جناب شفیق بریلوی مدیر ماہنامہ خاتون پاکستان نے تمام کاپیاں لے کر
اپنے مرکز علوم اسلامیہ سے اس کو شائع کرنے کا ذمہ لیا۔ موصوف سالہا سال سے ماہنامہ
خاتون پاکستان نکال رہے ہیں۔ مگر آخری دور میں ان کے رجحانات کا رُخ تجارتی
صحافت سے بدل کر خالص دینی و روحانی خدمت کی طرف منتقل ہو گیا اور انھوں نے
خاتون پاکستان کے کئی شاندار اور مفید خصوصی نمبر شائع کئے۔ جن میں ضخیم، قرآن مجید
نمبر، نزول قرآن نمبر، رسولؐ نمبر، حج نمبر اور غوث اعظم نمبر بے حد مقبول ہوئے
مرکز علوم اسلامیہ کی طرف سے یہ پہلا مفید مجموعہ آپ کے سامنے آرہا ہے اور امید ہے
کہ یہ مفید سلسلہ جاری رہے گا۔ ہم ان کے بھی شکر گزار اور ان کی کامیابی کے لئے دست بدعا
ہیں۔

محمد جعفر

(مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی)

حضرت قبلہ شاہ محمد سلیمان کون تھے؟

حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان پھلواروی اپنے عہد میں ایک امتیازی حیثیت[1] اور غیر معمولی جامعیت کے قدسی نفس بزرگ تھے۔ شریعت و طریقت دونوں کے امام، اسلامی سیاست کے معتقد[2]، رہنما، سحر البیان خطیب، بذلہ سنج ادیب[3]، مجسمہ علم و عمل۔ ساری عمر اسلامی سیاسیات سے گہری دلچسپی لیتے رہنے کے باوجود تمام پارٹیوں اور جماعتوں اور فرقوں کے یکساں معتمد علیہ رہے ان کی شخصیت مسلمانان برعظیم کیلئے دینی پناہ گاہ کی حیثیت رکھتی تھی ان کی ساری زندگی ملک و ملت کی خدمت و تعمیر میں بسر ہوئی پچاس ساٹھ سال تک برعظیم کا گوشہ گوشہ انکے دلگداز وعظ سے گونجتا رہا انکی زندگی ۱۸۵۷ء سے ۱۹۳۵ء تک کے سارے ملی نشیب و فراز، ساری قومی و ملی جد و جہد، جملہ مسائل و مہمات اور مراحل و مقامات کی مستقل تاریخ ہے[4]۔

پس منظر:- ۱۸۵۷ء کا عہد انقلاب مسلمانان برعظیم کی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اسی عہد میں ہماری قومی و ملی جد و جہد کا ایک باب بند ہوا اور دوسرے باب کا آغاز ہوا۔ اسی عہد میں انگریزوں کی وہ تمام کوششیں اپنی مراد کو پہنچیں جو مسلمانوں کے ملی و اجتماعی احکام کو ذہنی و فکری نظام کو حکومت، اقتدار اور قوت و اختیار کو تباہ و برباد کرنے کیلئے وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے سے کر رہے تھے پورے اٹھارہ مہینے یعنی ۱۸۵۷ء کی مئی سے ۱۸۵۸ء کے اختتام تک سارے برعظیم میں ایک تہلکہ برپا رہا، ایک آگ سی لگی رہی، مسلمانوں کا شیرازہ ملی بکھر گیا۔ ابتری و پراگندگی چاروں طرف پھیل گئی قتل و غارت کا بازار گرم ہوا قیامتوں پر قیامتیں ٹوٹیں اور پھر ٹوٹتی ہی رہیں مگر اس کے باوجود کہ اس قوم کو بڑی بے دردی سے تہس نہس کیا گیا اور اس کے باوجود کہ ایک مستقل پالیسی کے طور پر تعلیمی و معاشی اور تجارتی اعتبارات سے بلکہ ہر اعتبار سے اس کے اثر و اقتدار کو اور عزت و وقار کو گھٹایا جاتا رہا۔ اسکی جائدادوں پر، زمینوں پر، اس کے مناصب اور مراتب پر کاری سے کاری ضربیں لگائی جاتی رہیں[5]۔ ہندوؤں کو اس کے توڑ پر اکسایا، ابھارا اور بڑھایا جاتا رہا اور کوئی دقیقہ اس کی زندگی کو تنگ و تلخ کر دینے کا اٹھا نہ رکھا گیا[6]۔ یہ قوم مری بالکل نہیں اور خیر اگر اپنی سخت جانی سے زندگی تو یہ اندیشہ تو بہر حال تھا کہ

---

[1] تہذیب الاخلاق (سرسید) ۱۳۲۲ھ [2] روئداد ندوۃ العلماء، محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس و روئداد جمعیۃ العلماء ہند کانپور ۱۹۲۹ء [3] معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۳۵ء [4] خاتم سلیمانی از حضرت مولانا شاہ غلام حسین ندوی پھلواروی۔ [5] انڈین مسلمانس (ڈاکٹر ولیم ہنٹر)

[6] ڈسپیچز (لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل ہند)

ان حالات میں نہیں یا بجھ ہوکر رہ جائے۔ سو یہی نہ ہوا کیونکہ اسی عہد میں جو رحلیں جسم خاکی کا جامہ پہن رہی تھیں وہ اپنی بند مٹھیوں میں ملک و ملت کی گتھیاں سلجھانے والے ناخن تدبیر چھپائے لا رہی تھیں۔

ماحول: حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان پھلواروی اس عہد انقلاب میں پیدا ہوئے۔ یہ اس دادا کے پوتے تھے جو مجاہد اعظم نواب سراج الدولہ بنگال کا معتمد علیہ تھا۔ اس باپ کے بیٹے تھے جو سید احمد اللہ شاہ مدراسی کے رفقا میں اس گھرانے کے فرزند تھے جس کا مقصد حیات ہمیشہ اعلاء کلمۃ اللہ رہا ہے۔ مولانا حکیم شاہ محمد محبوب عالم قلواری ان کے دادا تھے اور مولانا حکیم شاہ محمد داؤد ان کے والد جو فیض آباد میں طبیب شاہی تھے۔ ۱۵ جون ۱۸۵۸ء کو جب سید احمد اللہ شاہ مدراسی دھوکے سے شہید کر دیئے گئے اور اکثر مجاہدین جیسے اکثر ذی نجیب شہید رحمت اللہ اور حضرت حاجی امداد اللہ چھپ چھپا کر راجپوتانہ کے راستے بمبئی اور بمبئی سے حجاز چلے گئے، تو یہ بھی روپوش ہو گئے اور پھر اسی روپوشی کے عالم میں گورکھپور رہتے ہوئے پھلواری پہونچے جہاں باون سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ پھلواری عظیم آباد پٹنہ سے ملحق ایک قدیم اور مشہور مردم خیز بستی ہے جس کی خاک سے ہر دور میں علماء و مشائخ اور شعراء پیدا ہوتے رہے ہیں۔ حضرت قبلہ کا گھرانہ اسی پھلواری کا ممتاز اہل علم صوفی گھرانہ تھا انھوں نے اسی سرزمین میں آنکھیں کھولی تھیں اور قمری حساب سے پیدائش کا مہینہ بھی محرم تھا۔ وہ دسویں تاریخ دن گزار کر شب کو پیدا ہوئے تھے[1]۔ پس اگر یہ صحیح ہے کہ انسانی فطرت و جبلت اور ذہن و فکر اور رجحانات و میلانات کی ساخت تیار کرنے میں گھرانے کی روایات اور گرد و پیش کے ماحول کا بڑا دخل ہوا کرتا ہے تو پھر انھوں نے جس زمانے میں اور جس فضا میں پہلی سانس لی جس گھرانے میں پیدا ہوئے اور جن روایات و ماحول میں پرورش پائی اس کا تقاضا اس کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا تھا کہ ان کی زندگی اسلام کے لئے اور ملک و ملت کی سربلندی کے لئے یکسر وقف ہو جائے۔ جہاد قومی کی لگن ان کو ورثے میں ملی تھی۔

سرسید اور حضرت قبلہ: ۱۸۵۷ء کی جنگ ختم ہوئی۔ انگریزوں کا اقتدار مستحکم ہو گیا۔ ۲۷ جنوری ۱۸۵۷ء کو بہادر شاہ ظفر پہلے باغی حیثیت سے انگریزی عدالت کے سامنے لائے گئے۔ اور ساری مسلمان قوم "باغی" قرار پا گئی۔ تو مسلم قوم کو بغاوت کے الزام سے بری ثابت کرنے کی جد و جہد میں مولانا سید احمد خاں نے دہلی و لندن کو ایک کر ڈالا۔ اپنی مشہور کتاب "اسباب بغاوت ہند" لکھ کر تمام الزامات خود انگریزوں کے سر تھوپ دیئے اور اس نازک دور میں جب زبان کھولنی بھی آسان نہ تھی وہ پوری ہمت و جرأت کے ساتھ مظلوموں اور محکوموں کی طرف سے لڑتے رہے مگر اس کے باوجود جب انھوں نے مسلمانوں کو سیاسی مصائب و آفات سے نکالنے کے لئے اور جدید

---

[1] خاتم سلیمانی۔ ملفوظات حضرت قبلہ۔ خاتم سلیمانی کے تذکرہ میں ہے۔

حالات کے تقاضوں کے مطابق مستقبل کی تعمیر کرنے کے لیے ۱۸۷۰ء میں ایک تعلیمی تحریک شروع کی تو مسلمان سخت برہم ہوئے اتنے برہم کے علماء کے فتاوے ان کے خلاف شائع ہونے لگے۔ آج اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ زمانہ کتنا شدید ہیجانی رہا ہوگا جس میں ایک قوم اور وہ بھی ایسی قوم جو صاحب حکومت رہی تھی یک لخت محکوم و مجبور اور ساتھ ہی نیست و نابود و برباد کی گئی منتشر و پراگندہ کر دی گئی۔ اس کے سارے ہتھیار چھین لئے گئے اس کے رہنماؤں کو تہ تیغ کیا گیا اور اس کے بیشتر افراد پر وہ کے مقدمات بغاوت قائم کئے گئے[۱] یہ حقیقت ہے کہ انگریزوں کے خلاف ان کے سینوں میں غیظ و غضب کی ایک بھٹی دہک رہی تھی اور کیفیت یہ تھی کہ ہر وہ اقدام جس میں ذرا سا بھی شائبہ انگریز دوستی کا پایا جاتا تھا اس سے نہ صرف یہ کہ ان کی طبیعت مانوس ہونے پر آمادہ نہ ہوتی تھی بلکہ اور اس کی طرف سے ایک تنفر پیدا ہو جاتا تھا اس کے علاوہ سرسید کی بعض تحریروں کی وجہ سے جو اصلاح مذہب و معاشرت کے نام سے شائع ہو چکی تھیں لوگ پہلے ہی بدگمان تھے اور برسوں سے کشاکش جاری تھی۔ ایسے موقع پر برعظیم کے قدیم علمی گھرانوں اور ممتاز مشائخ و صوفیہ کے خانوادوں سے پہلی آواز جو سرسید کی تعلیمی تحریک و تنظیم کی حمایت میں بلند ہوئی وہ حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان پھلواروی کی آواز تھی[۲]

یہ صحیح ہے کہ حضرت قبلہ کو سرسید کے جملہ خیالات و تصورات سے اتفاق نہیں تھا مثلاً تبلیغ مذہب کے بارے میں سرسید کی جو پالیسی اور نظریات تھے ان سے ہمیشہ ان کو اختلاف رہا سرسید کا خیال تھا کہ نئی دنیا کے سامنے اسلام کو بھی نئی صورت و شکل میں پیش کیا جائے۔ مگر حضرت قبلہ کا خیال تھا کہ اسلام کے روشن چہرے کو کسی زمانے میں بھی رنگ و روغن کی حاجت نہیں ہے اسلام ایک سیدھا سادا مذہب ہے اسے سیدھا سادا ہی رہنا چاہیے۔ اس مذہب کو کسی راجہ رام موہن رائے یا کسی کشب چندر سین کی مطلق ضرورت نہیں۔ لیکن یہ کبھی نہ ہوا کہ اس اختلاف کی وجہ سے انھوں نے سرسید کی دوسری خوبیوں اور مفید کاموں کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہوں جو کام اچھا تھا اسے بے تکلف اچھا کہا اور حمایت کی۔ جو کام برا تھا اسے بے دریغ برا کہا اور مخالفت کی۔ انگریزی تعلیم کو اور نئی تنظیم کو وہ بھی ملکی و سیاسی ترقی کے لئے بہت ضروری سمجھتے تھے کیونکہ ملکی حکومت کا جزو جو بن رہا تھا اس میں انگریزی زبان اور مغربی علوم و فنون سے بیگانہ رہ کر حصہ دار بننے کا کوئی امکان باقی رہتا اُدھر ہندو قوم ۱۸۱۶ء ہی سے اعلیٰ انگریزی تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت قبلہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد علماء و مشائخ پر اور مدارس پر جو ایک جمود طاری ہو گیا تھا اس کو توڑا جائے۔ ان مسائل پر ان کے مضامین اودھ اخبار لکھنؤ وغیرہ میں طالب علمی کے زمانے ہی سے چھپا کرتے تھے حضرت قبلہ عمر میں سرسید سے چھوٹے تھے مگر سرسید کے دل میں ان کا بڑا احترام تھا وہ ان کی بڑی قدر کرتے تھے سرسید نے اپنے رسالہ تہذیب الاخلاق میں ان کا تذکرہ بڑے اہتمام سے کیا ہے۔[۳]

۱؎ رپورٹ ڈاکٹر ہنٹر مقدمۂ بغاوت امبالہ و پٹنہ وغیرہ۔ ۲؎ البشیر اٹاوہ جولائی ۱۹۳۰ء ڈیلی انڈین نیشن پٹنہ یکم جولائی ۱۹۳۵ء نیز الامان دہلی انقلاب لاہور اور مدینہ بجنور۔ ۳؎ تہذیب الاخلاق محرم ۱۳۱۲ھ۔

جامع شخصیت:- آخری زمانے میں سب سے بڑے اور اہم مرکز علم و فضل اور سرچشمہ فیض تین تھے۔ لکھنؤ میں حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی۔ سہارنپور میں حضرت مولانا احمد علی محدث اور دہلی میں حضرت میاں صاحب مولانا سید نذیر حسین محدث مونگیری۔ حضرت قبلہ نے ان تینوں سرچشموں سے باقاعدہ فیض کمال کیا تھا[1] علوم دینیہ کے علاوہ اردو فارسی اور عربی زباندانی اور شعر و ادب، منطق و فلسفہ اور تاریخ و عمرانیات نیز طب یونانی، ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی وغیرہ سارے علوم انھوں نے حاصل کئے تھے اور اس دور کے ائمۂ فن اور ارباب کمال سے حاصل کئے تھے۔ شیوخ حدیث کی تعداد تو ساٹھ ستر سے بھی متجاوز ہے۔ ادب عربی میں وہ مولانا احمد اللہ صادق پوری خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے صاحبزادے علامہ حکیم عبدالحمید عظیم آبادی کے شاگرد تھے۔ علوم باطنی کی تعلیم و تربیت بھی اپنے عہد کے باکمال بزرگوں سے پائی تھی۔ پہلے اپنے خسر اور پیر و مرشد مصباح الطالبین حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر پھلواروی سے، پھر شیخ زمانہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے اور پھر قطب عالم حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ۱۳۰۴ھ میں جب حج کو گئے تو وہاں کافی عرصے تک حاجی صاحب کی خدمت میں رہے۔ مثنوی کے درس میں شریک ہوئے، فیوض و برکات اور توجہات خصوصی سے سرفراز ہوئے اور اجازت و خلافت پائی۔ اجازت و خلافت انھیں حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بھی حاصل تھی[2]۔ نیز تصوف کے وہ تمام سلسلے جو برّ عظیم میں اور برّ عظیم سے باہر رائج ہیں انھوں نے اکابر شیوخ سے حاصل کئے تھے۔ اس طرح وہ علوم ظاہری اور علوم باطنی دونوں لحاظ سے جامعیت کے مالک تھے۔

بہ علم و عمل علامۂ بے مثال ۔۔۔ بہ صدق و صفا فرد بے اشتباہ

سحر البیان خطیب:- حج سے واپس آئے تو ایک ولولۂ تازہ لے کر آئے مجاہد کبیر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ارشاد تھا کہ "تذکیر کیا کرو"[3] چنانچہ مرشد کے اس حکم کی تعمیل میں انہوں نے اللہ کا نام لے کر پوری قوت کے ساتھ تذکیر کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا۔ علماء کو ان کے فرائض منصبی اور زعماء و عوام کو ان کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں یاد دلانی شروع کیں۔ پھر تو کوئی جلسہ کوئی محفل اور کوئی اجتماع ایسا نہ تھا جہاں ان کے وعظ و تذکیر کا سحر اپنا کام نہ کر رہا ہو۔ وہ اپنی بے مثال خطابت اور روح پرور وعظ و پند کے اعتبار سے سارے برّ عظیم میں یگانۂ عصر تھے ان کی سحر بیانی ضرب المثل بن گئی تھی۔ بات بات پر کوئی نشتر کی طرح چبھتا ہوا شعر، پھر مثنوی کا سوز و گداز اور ترنم

---

[1] معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۳۶ء۔ عربی ماہنامہ الضیاء لکھنؤ ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ۔

[2] خاتم سلیمانی۔ [3] ملفوظات حضرت قبلہ

[4] روئداد ندوۃ العلماء، روئداد محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن حمایت اسلام لاہور۔

کی وجد انگیزی الگ لوگ سنتے تھے سر دھنتے تھے، روتے تھے، تڑپتے تھے اور جب اپنے اپنے گھروں کو جاتے تھے تو اپنے ماضی وحال کا جائزہ لیتے تھے اپنے گفتار و کردار کا محاسبہ کرتے تھے۔ دل سینے میں پگھلا ہوا ہوتا تھا، فکر وخیال کی صورت نکھری ہوئی ہوتی تھی، صحیح راستہ ڈھونڈنے میں یا پانے میں کوئی دیر نہ لگتی تھی۔ اور نہ جانے اس طرح کتنوں کی زندگی کی راہیں بدل گئیں اور کتنوں کے اخلاق سنور گئے۔ ان کے وعظ و تذکیر کے جلسوں میں علماء بھی ہوتے تھے مشائخ و صوفیہ بھی جدید پسند بھی ہوتے تھے قدامت پسند بھی، خواص بھی ہوتے تھے اور ان پڑھ بھی بھی ہوتے تھے اور اثر و گداز اور دعا نیت کی دولت سبھی یکساں سمیٹتے تھے اور ایک پائدار کسک سب کے دل میں گھر بنا لیتی تھی۔[1]

ندوۃ العلماء: یہی وہ تذکیر تھی جس نے ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی۔ یہی وہ تلقین امداد اللٰہی تھی جس نے مجلس ندوہ کا روپ اختیار کیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کے خلیفہ و مجاز مولانا شاہ سلیمان پھلواروی، مولانا شاہ محمد علی مونگیری نے سر جوڑا اور پھر اپنے ہم مشرب مولانا احمد حسن کانپوری شارح مثنوی مولانائے روم سے سرگوشیاں کیں۔ جنہوں کا گڑھ کانپور تھا اور مدرسہ فیض عام کانپور ان کا اپنا مدرسہ تھا۔ انہیں تینوں ذکی نفس صوفیوں نے نقشہ مرتب کیا۔[2] اور چند ہم خیال علماء کو ساتھ لے کر ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں ایک مجلس کی سرپرستی کے لئے ایک مبارک نام بھی اس وقت تھا کس کا نام؟ ایک مجاہد کا۔ ایک قطب دوراں کا یعنی اپنے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا۔ فیض و برکت کی خاطر نہیں ۔۔۔ فیض و برکت ہی کی خاطر نہیں بلکہ اس لئے بھی کہ اس مجلس کو اور اس کے مقاصد حقیقی کو اس نام نامی کے ساتھ ایک ربط باطنی اور قلبی و روحانی علاقہ تھا۔ قیام ندوہ کی خبر پڑھ کر مسلمانوں میں ایک نئے جوش و خروش کی لہر دوڑ گئی اور علماء ہر طرف سے آ کر شریک ہونے لگے اور بقول علامہ سید سلیمان ندوی اس صدا پر سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں ایک علامہ شبلی بھی تھے۔[3] دوسرے سال وسیع پیمانے پر دعوت نامے جاری کئے گئے اخباروں میں خوب اعلانات ہوئے مدارس عربیہ کے مہتمموں سے ربط پیدا کیا گیا اور ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں مجلس ندوۃ العلماء کا وہ پہلا اجلاس عام منعقد ہوا

---

[1] مضامین علامہ سید سلیمان ندوی و مولانا عبد الماجد دریا بادی و مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی (معارف و صدق و منادی)، جون ۱۹۳۶ء روزنامہ ہند، جدید کلکتہ (مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی) ۲ جولائی ۱۹۳۵ء [2] مقالات حسن مثنی ندوی ترجمان "فقہ اسلامی کی تشکیل جدید" روزنامہ امروز کراچی مورخہ ۲۵ جون ۱۹۵۱ء اور شبلی کی حیات معاشقہ ہفت روزہ چٹان ۱۳ اگست ۱۹۵۱ء [3] روداد ندوۃ العلماء۔

[3] حیات شبلی از علامہ سید سلیمان ندوی

جس کی سارے زمانے میں دھوم مچی اور اس قدر کہ آج تک اکثر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ندوۃ العلماء کی بنیاد اسی اجلاس میں پڑی تھی اس اجلاس میں سارے برعظیم کے ہر مکتب خیال ہر جماعت اور ہر فرقے کے علماء و مشائخ اور مجتہدین نے شرکت کی اور اجلاس کی صدارت ایک دوسرے مجاہد بزرگ حضرت مفتی عنایت احمد کے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی نے فرمائی۔ اس مجلس کے قائم ہوتے ہی سر سید نے نواب محسن الملک نے اور دوسرے زعمائے ملک و ملت نے اس کا پرجوش خیر مقدم کیا[1]

ایک اہم تحریک: مجلس ندوہ ایک مستقل تحریک تھی اور گہری تحریک تھی فکر و نگاہ تو دی کے ساتھ ملک میں ایک انقلاب عظیم برپا کرنے والی۔ مادیت و روحانیت کا خوشگوار امتزاج پیدا کرنے والی۔ قدیم و جدید کے فرق و امتیاز اور تعصبات کو مٹانے والی ملت کے اس پراگندہ شیرازے کو از سر نو سمیٹ کر تعمیر جدید کرنے والی جو ۱۸۵۷ء میں بکھر گیا تھا۔ "باب العلم" اور "مدینۃ العلم" کے ڈگر پر لگانے اور رہے جلنے والی۔ ہر سال کسی نہ کسی شہر میں اس کا سالانہ اجلاس دھوم دھام سے ہونے لگا۔ اس نے علماء و مشائخ کو ان کی خلوتوں سے نکال نکال کے پھر خدمت ملک و ملت کی جلوتوں میں پہنچا دیا۔ گروہ بندیوں فرقہ سازیوں، کفر بازیوں اور باہمی الزام آرائیوں کی دیواریں گرنے لگیں جدت طلبوں اور قدامت پسندوں کے درمیان جو خلیج روز بروز بڑھتی جا رہی تھی وہ کم سے کم تر ہونے لگی۔ اب ہر سر میں ایک ہی سودا تھا "تعلیم تعلیم" اور ہر سمت ایک ہی آواز تھی تعمیر تعمیر[2]

فقہ اسلامی کی تدوین جدید: فقہ اسلامی کی تدوین جدید کی ضرورت آج ہمارے دور میں بڑی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ ہمارے تاریخ ساز و صاحب بصیرت رہنما اس سے غافل نہیں تھے۔ آج سے کوئی بہتر سال پہلے ندوۃ العلماء کے اجلاس دوم میں حضرت قبلہ نے تدوین فقہ جدید کی ضرورت پر زبردست تقریر کی تھی[3]۔ اور پھر علمائے امت و زعمائے ملک نے اس مسئلے پر صرف بحث ہی نہیں کی بلکہ یہ مرحلہ جانگداز طے بھی ہو گیا تھا کہ تدوین فقہ جدید ضروری ہے[4]۔ یہ کام اگر ہو گیا تو آج ہماری مشکلات نہ جانے کتنی آسان ہو چکی ہوتیں۔

ایجوکیشنل کانفرنس: سر سید کی تعلیمی تحریک کے کاموں کو آگے بڑھانے کے لئے یہ کانفرنس ۱۸۸۶ء

---

[1] ذکر شبلی از مولانا امین زبیری۔ روداد محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس (ز ایڈریس خیر مقدم پیش کردہ نواب محسن الملک) اور علیگڑھ کالج میگزین۔

[2] روزنامہ خلافت بمبئی (مولانا شوکت علی) ۲ جولائی ۱۹۳۵ء۔

[3] تقریر حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان پھلواروی بعنوان "فرائض علماء" اجلاس دوم ندوۃ العلماء۔

[4] روداد اجلاس ندوۃ العلماء ۱۹۲۶ء بہ صدارت مسیح الملک حکیم اجمل خاں۔

میں قائم ہوئی تھی۔ یہ ندوۃ العلمائے سے عمر میں سات سال بڑی تھی اور حضرت قبلہ اس کے بھی ویسے ہی شیدا تھے۔ وہ ندوہ اور کانفرنس کو نمازِ جنگ کی "دو رکعتیں" قرار دیتے تھے "اس جنگ کی جو بے علمی جہالت اور تاریکی کے خلاف لڑی جارہی تھی اور وہ اس نماز کے "امام" تھے۔ ایجوکیشنل کانفرنس کی ایک تقریر میں فرمایا کہ[1]

صاحبو! جنگ کی نماز ہمیں یوں تعلیم کی گئی ہے کہ کچھ لوگ میدان کارزار میں مخالفوں سے نبرد آزما ہوں اور کچھ لوگ امام کے ساتھ ایک رکعت میں شریک ہوں، پھر وہ میدان میں چلے جائیں اور دوسرے باقی ماندہ آکر دوسری رکعت میں شریک ہو جائیں۔ بس اسی طرح آج ندوہ اور کانفرنس کے ساتھ میں نے دو رکعت قومی نماز تمام کی ہے فرق یہ ہے کہ پہلی رکعت میں میرے مقتدی زیادہ تر وہ لوگ تھے جو جبہ و عمامہ میں دکھائی دیتے تھے اور اب جو سلام پھیرتا ہوں تو بالکل ورکنگ وارڈ دکھائی دیتا ہے۔

یہ لال لال ٹوپیاں اور کالے کالے بوٹ   انہا ذی ہے طرز تو باستی بزودق سوٹ

حضرات! اگر میں اس سے نہیں گھبراتا۔ دل کو درست کرو۔

درویش صفت باش و کلاہ تتری وار

میرے خیال میں لباس و پوشاک کچھ نہیں، اصل چیز جذباتِ دلی ہیں اور وہی قابلِ قدر و قیمت ہیں بقول مولانائے روم سے

ما بروں را ننگریم و قال را   ما دروں را بنگریم و حال را

اور اسی تقریر میں انھوں نے بے علمی و بد علمی اور جہالت و تاریکی کے خلاف کی جانے والی جنگ کے بارے میں فرمایا تھا کہ

"اگر سمجھو تو یہ جنگ اجنادین و فلسطین و یرموک سے کہیں بڑھ کر ہے"۔

ندوہ اور کانفرنس کی کامیابی اور مقبولیت کا ایک بڑا ذریعہ حضرت قبلہ کی ذات گرامی تھی "مگر ندوہ اور کانفرنس کے سالانہ جلسے اور مولانا کے وعظ لازم و ملزوم تھے نواب محسن الملک بڑے اصرار کے ساتھ انھیں کانفرنس کے اجلاسوں میں لے جاتے تھے"[2] کیونکہ جنگ الفتوں اور کفر کے فتووں کے سامنے حضرت قبلہ کی شخصیت سپر بن جایا کرتی تھی اور پھر ان کا توڑ کرتی تھی لیکن یہ تو کبھی مخالفت کی صورت میں نہ ہوتا تھا بلکہ شیریں مقالی

---

[1] روئداد ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ امرتسر۔

[2] صدق لکھنؤ (مولانا عبدالماجد دریابادی) ۱۷ جون ۱۹۳۵ء۔ معارف اعظم گڑھ

و نرم گفتاری سے ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ جیسا کہ علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ: "وہ جس جلسے میں ہوتے تھے ان کے سواہر آواز ماند پڑجاتی تھی اور جلسے کے اہم موقعوں پر ان کی طوطی گفتاری بڑی بڑی پیچیدگیوں کو حل کر دیتی تھی"[1] یہی جادو بیانی، یہی پر اثر خطابت اور چھا جانے والی کیفیت تھی کہ علامہ شبلی انھیں "شاہِ بے کلاہ" کہا کرتے تھے[2] حضرت قبلہ نے کانفرنس کے لئے۔ ندوۃ العلماء کے لئے علی گڑھ کالج کے لئے اور پھر علی گڑھ کالج کو مسلم یونیورسٹی کے درجے تک پہونچانے کے لئے سارے برعظیم کا بار بار دورہ کیا اور پشاور سے رنگون تک کی فضا میں ان کی آواز برسوں گونجتی رہی، مہاراجہ محمود آباد یعنی سر محمد علی محمد خاں مرحوم اور نواب وقار الملک اور نواب محسن الملک وغیرہ تو ان کے گرویدہ و معتقد ہی تھے کوئی وفد خواہ ندوہ کا ہو یا کانفرنس اور علیگڑھ کا ایسا نہ ہوتا تھا جس میں حضرت قبلہ کی شرکت لازمی نہ سمجھی جاتی ہو مسلم یونیورسٹی کے سلسلہ میں انھوں نے ہز ہائی نس آغا خاں ثالث کے ساتھ یوپی اور پنجاب کا اور نواب محسن الملک کے ساتھ رنگون کا اور مہاراجہ محمود آباد کے ساتھ سندھ کا دورہ کیا مہاراجہ محمود آباد کا یہ وفد جب کراچی آیا تھا تو اس مکان میں ٹھہرا تھا جہاں ہز ہائی نس آغا خاں ثالث پیدا ہوئے تھے[3]

یہ بات بے تکلف کہی جا سکتی ہے کہ ایجوکیشنل کانفرنس اور ندوۃ العلماء دراصل دو ہی بڑی اور اہم اجتماعی تحریکیں تھیں جنھوں نے ملک و ملت کے منتشر شیرازے کو جمع کیا اور ذہنی و فکری تربیت کی۔ بعد کی جملہ انجمنیں اور تحریکیں خواہ وہ مسلم لیگ ہو یا مولانا عبدالباری کی انجمن مؤید الاسلام، جمعیۃ العلماء ہو یا انجمن خدام الحرمین۔ خلافت کمیٹی ہو یا مسلم کانفرنس سب کا سلسلہ نسب تحریک علیگڑھ اور تحریک ندوۃ العلماء ہی سے ملتا ہے آج ندوۃ العلماء کا نام لیجئے تو عام طور پر لوگوں کے ذہن میں صرف "دارالعلوم ندوہ" ہی آتا ہے تحریک کہاں آتی ہے۔ اسی طرح علیگڑھ کا اور ایجوکیشنل کانفرنس کا نام باقی ہے۔

ماہر تعلیم:- حضرت قبلہ ایک وسیع النظر عالم، روشن ضمیر صوفی اور مقتدر رہنمائے ملت ہی نہیں تھے بلکہ ماہر تعلیم کی حیثیت سے بھی ان کا مقام بلند تھا۔ وہ کلکتہ یونیورسٹی سینیٹ کے رکن بھی تھے اور مدرسہ عالیہ کلکتہ کی مدرسہ کمیٹی اور نصاب کمیٹی کے رکن بھی۔ ڈھاکہ یونیورسٹی قائم کرنے کی جدوجہد میں بھی نواب سلیم اللہ

---

[1] (علامہ سید سلیمان ندوی) جولائی ۱۹۳۵ء نیز تقریر سر عبدالرحیم اجلاس شانزدہم ندوۃ العلماء منعقدہ مدارس۔

[2] رسالہ فاران بجنور جولائی ۱۹۲۵ء۔

[3] ملفوظات حضرت قبلہ اور مکاتیب مہاراجہ محمود آباد و نواب وقار الملک۔

کے معین و مددگار رہے اور پھر اس کی گورننگ باڈی اور نصاب کمیٹی کے بھی رکن منتخب ہوئے۔ علیگڑھ ایم۔ اے، او کالج کے بھی ٹرسٹی تھے اور مجلس ندوہ کے قائم کردہ دارالعلوم کے بھی معتمد تعلیم رہے۔ اس کے علاوہ اسلامیہ کالج لاہور، انبالہ مسلم ہائی اسکول، مسلم کالج پشاور، حلیم مسلم ہائی اسکول کانپور، یتیم خانہ اسلامیہ کلکتہ، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ، مدرسہ امداد دربھنگہ، مدرسہ وحیدیہ اور مدرسہ حنفیہ آرہ وغیرہ کتنے ہی چھوٹے بڑے مدرسوں اسکولوں اور کالجوں کے قیام و استحکام میں شریک و دخیل رہے اسی طرح انجمن حمایت اسلام لاہور، مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام، مدرسہ انوار الاسلام گیا، مدرسہ تکمیل العلوم کانپور، انجمن ترقی تعلیم اور نشر انجمن اسلامیہ پٹنہ، مرکزی جمعیۃ تبلیغ انبالہ، طبیہ وہاجیہ کالج لکھنؤ اور طبی کانفرنس اور رزمانہ تعلیم وغیرہ اداروں اور تعلیم گاہوں سے ہمیشہ گہری دلچسپی لیتے رہے[1]۔

اسلامی سیاست کے رہنما: سیاسی زندگی میں وجود ملی کی حفاظت و بقا، طلب حقوق اور اسلام کی سربلندی کے لئے جد و جہد جو کچھ بھی ہوئی اور جس جس طرح بھی ہوئی وہ سب میں شریک و سہیم رہے[2]۔ آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی تو اس کے ساتھ تھے اور عہد خلافت تک اس کی آل انڈیا کونسل کے رکن رہے۔ جمعیۃ العلماء سب سے پہلے صوبہ بہار میں خود انھیں کی صدارت میں قائم ہوئی تھی۔ اس کے بعد جمعیۃ العلمائے ہند کی بنیاد پڑی تو اس کے بھی حامی و مددگار اور رکن رکین رہے۔ مگر نہرو رپورٹ کے مسئلے میں جمعیۃ العلمائے ہند نے جب کانگریس کا ساتھ دیا اور ملی وجود خطرے میں پڑ گیا اور مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا محمد فاخر الہ آبادی، مولانا عبد الماجد بدایونی، مولانا قطب الدین عبد الوالی فرنگی محلی مولانا غلام بھیک نیرنگ، مولانا شفیع داؤدی، مولانا نذیر احمد خجندی، مولانا عبد العلیم صدیقی اور مولانا عنایت اللہ وغیرہ علماء و زعماء کی ایک بڑی تعداد نے جمعیۃ علمائے ہند سے مستعفی ہو کر کانپور میں ایک علماء کانفرنس مولانا محمد علی جوہر کی صدارت میں منعقد کی اور وسیع نظام کے ماتحت علماء کی نمائندہ حیثیت رکھنے والی جمعیت قائم کی تو اس کی صدارت و قیادت کے لئے بالاتفاق حضرت قبلہ ہی کی ذات گرامی منتخب ہوئی۔ اس جمعیت کے اہم ترین مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جغرافی وطنیت و قومیت کے طلسم سامری سے جو مغربی تہذیب کا سب سے زیادہ دلفریب مگر گمراہ کن تحفہ ہے مسلمانوں کی فکر

---

[1] خاتم سلیمانی ۔ [2] خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ دہلی ۲۰ مارچ سنہ ۳۲ء از انریبل سیٹھ عبد اللہ ہارون و تجویز تعزیت پیش کردہ صدر اجلاس۔

اسلامی کو اور اسلام کی عالمگیر اخوت کو متاثر و مغلوب نہ ہونے دیا جائے[1]۔ اسی کے بعد سنہ ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس علامہ اقبال کی صدارت میں منعقد ہوا اور اس اہم مقصد اور فیصلے کی پر زور تائید و توثیق کی گئی علامہ اقبال نے اسی کی بنیاد پر اپنی وہ اسکیم پیش کی جو بالآخر پاکستان کے نام سے ایک ٹھوس حقیقت بن کر سنہ ۱۹۴۷ء میں منصۂ شہود پر آئی[2]۔

خلافت اسلامیہ: حضرت قبلہ جغرافی وطنیت کے شدید مخالف تھے اور اسلام کی عالمگیر اخوت اور خلافت کے زبردست علمبردار تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد مغربی سیاست نے ترکوں کا خاتمہ کر دینے کی کوشش کی اور جنگ عظیم کی خلافت کمیٹی نے انگریزوں سے ترک موالات کا فیصلہ کیا تو خلافت اسلامیہ اور ترکوں کی حمایت میں حضرت قبلہ نے پر جوش تقریریں کیں۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں اتفاق سے کانگرس جمعیۃ العلماء اور خلافت کمیٹی سب کے اجلاس ایک ساتھ ایک ہی جگہ "گیا" میں ہو رہے تھے۔ خبر آئی کہ لوزان کانفرنس ٹوٹ گئی اور اب انگریزی غازی مصطفے کمال کی فتحمند فوج کے خلاف اعلان جنگ کرنے والے ہیں تو اس خبر کو سنتے ہی مسلمانوں میں ایک آگ سی لگ گئی شدید ہیجان برپا ہوا اور بی اماں[3] کی صدارت میں فوراً ایک جلسۂ عام ہوا جس میں حضرت قبلہ نے شعلہ بار تقریر کی۔ تقریر کیا تھی خطبۂ جنگ تھا۔ جب انھوں نے کہا کہ "میں تو حسین شہید کربلا کی اولاد ہوں اسلام اور امت کی راہ میں قربان ہو جانا تو ہمارے دادا کی عین سنت ہے، چاہے کوئی مسلمان اسلام کے اس نازک ترین موقع امتحان پر اپنے آپ کو پیش کرے یا نہ کرے، میں تو اپنی ساری ضعیفی، ساری کمزوری اور ساری ناتوانی کے باوجود خلافت ترکیہ اور اسلام کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔" تو یہ سن کر سارا مجمع بے اختیار چیخ پڑا اور پھر ایک ایک مسلمان نے مر مٹنے کی قسم کھائی[4]۔

ترک موالات: خلافت کمیٹی نے ترک موالات کی فہرست میں حسب تعلیمی اداروں کا مقاطعہ بھی رکھا تو حضرت قبلہ کا دل اس پر بہت کڑھا۔ عمر بھر وہ تعلیم ہی کا وعظ کہتے رہے تھے اور بڑی محنت و مشقت اور جانفشانی کے بعد اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کو آباد گلزار کیا تھا لیکن وہ زمانہ بڑا ہیجانی تھا جمہور امت کو اپنے کسی نقصان کی کوئی پروا نہیں تھی۔ ویسے بھی جب تک فیصلہ ہو نہ جائے آدمی کو لڑنے اور اپنی بات

---

[1] خاتم سلیمانی۔ روزنامہ انقلاب لاہور ۱۸ جون سنہ ۳۵ء روزنامہ وحدت دہلی ہمیہ اخبار لاہور ۱۹ جون ۳۵ء روزنامہ مسلم پٹنہ ۲۰ جون ۳۵ء
[2] اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ منعقدہ الہ آباد سنہ ۱۹۳۰ء کے لئے ط اقبال بنام جناح۔ [3] مولانا محمد علی جوہر کی والدہ ماجدہ محمدی بیگم
[4] مقالہ مولانا راغب احسن ایم اے انقلاب لاہور ۷ جون سنہ ۱۹۳۵ء

مشورے بجا اور درست ہے مگر جب فیصلہ ہو جائے تو پھر جمہور سے کٹنا غلط ہے اس لئے پھر انہوں نے اپنی بات پر مزید اصرار نہیں کیا البتہ اپنے وطن میں سرکاری مدارس سے نکل آنے والے طلبہ کے لئے ایک قومی اسکول خود اپنے "جماعت خانے" میں قائم کر دیا اور اس طرح قوم کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی کہ تعلیم گاہوں کا مقاطعہ تو کرو مگر سلسلۂ تعلیم کو منقطع ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ یہ سنہ ۱۹۲۰ء کا زمانہ تھا گاندھی جی، سوامی شردھانند اور ان کے ساتھ مولانا مظہر الحق، مولانا شوکت علی اور مولانا ابو الکلام آزاد وغیرہ حضرت قبلہ سے ملنے پھلواری آئے تو اس وقت اپنے قومی اسکول کا باقاعدہ افتتاح کیا اور افتتاح کی رسم مولانا آزاد کے ہاتھوں ادا کرائی۔[1] غالباً تعلیمی اداروں کے بائیکاٹ کے معاملے میں مولانا آزاد ہی سب سے زیادہ تیز و تند تھے۔ جوانی کا جوش تھا۔ اس افتتاح کے موقع پر حضرت قبلہ نے مولانا آزاد کے ہاتھ میں چابی دی تو فرمایا "یا عزیزی ذالک بذالک" یعنی آپ نے اپنے مدرسہ رانچی کا افتتاح مجھ سے کروایا تھا میں اپنے نیشنل اسکول کا افتتاح آپ سے کرواتا ہوں۔

صوفیہ کی اصلاح :- حضرت قبلہ کو صوفیوں اور مشائخ زادوں کی اصلاح کی فکر بھی شروع سے تھی وہ ان کو رسومات واہیہ کے گورکھ دھندوں سے نکال کر ملک و ملت کے لئے مفید کارآمد بنانا چاہتے تھے۔ صوفیوں کو منظم کرنے کی کوششیں بھی کئی مرتبہ ہوئیں، پہلا اجتماع ردولی (یوپی) میں ہوا تھا جس میں حضرت قبلہ کے ساتھ مولانا محمد حسین الٰہ آبادی، شاہ صوفی جان صاحب میرٹھی اور شاہ التفات احمد صاحب ردولوی بڑے سرگرم ارکان تھے۔ یہ اجتماع غالباً اوائل سنہ ۱۹۰۰ء یا اسی کے لگ بھگ ہوا تھا۔ پھر ایک عرصہ بعد خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے "حلقۃ المشائخ" قائم کیا تو حضرت قبلہ نے اس کی بھی سرپرستی کی۔ اور حضرت قبلہ کے بڑے صاحبزادے مولانا شاہ حسن میاں نے خانقاہوں کی تنظیم کے سلسلہ میں خواجہ صاحب کے ساتھ سارے صوبۂ بہار کا دورہ کیا اور رسالہ "نظام المشائخ" میں مضامین لکھے۔[2] اور سلسلۂ قادریہ نجیبیہ سہروردیہ کے عظیم المرتبت بزرگ شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردی کی سوانح حیات بڑی محنت سے اور نئے انداز سے لکھی۔ پھر تیسری کوشش مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی نے کی اور "بزم صوفیہ" قائم کی۔ اس بزم صوفیہ کا ایک آل انڈیا اجلاس انھوں نے حضرت قبلہ کی صدارت میں اجمیر شریف میں منعقد کیا اور ایک مدرسۂ تصوف کے قیام کی تحریک پیش کرتے ہوئے حضرت قبلہ سے استدعا کی کہ "اس تحریک کو آپ ہی دوبارہ اپنے ہاتھوں لے لیجئے"۔ دوبارہ اس لئے کہ یہ تجویز اصل میں مولانا محمد حسین الٰہ آبادی کی تھی اور کئی سال قبل ردولی

---

[1] حاتم سلیمانی۔ [2] نظام المشائخ دہلی۔

کے اجتماع میں زیر غور رہ چکی تھی لیکن پہلی مرتبہ تو یہ تجویز محمد حسین الہ آبادی کی رحلت کی وجہ سے التوا میں پڑ گئی تھی۔ دوسری مرتبہ مولانا عبدالباری اور مولانا شاہ سلیمانؒ کو ملکی وملی مصروفیات نے اپنی طرف کھینچ لیا اور کچھ عرصہ پھر اسی طرح گذر گیا جس کے بعد خواجہ حسن نظامی صاحبؒ نے مدرسہ تصوف قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ ان کو پوری امید تھی کہ وہ مدرسہ ضرور قائم کرلیں گے۔ انھوں نے حضرت قبلہ سے خط وکتابت کی اور یہ خواہش کہ مدرسے کے لئے ایک سہ سالہ نصاب تعلیم مرتب فرما دیجئے۔ حضرت قبلہ نے ایک نصاب تعلیم مرتب کرکے ان کے سپرد کردیا لیکن یہ اسکیم بھی روبہ عمل نہ آسکی۔ اس قسم کا کوئی مدرسہ اگر واقعی قائم ہو گیا ہوتا تو علم تصوف کی صحیح تعلیم سے لوگ آشنا ہو جاتے اور تصوف کے نام سے طرح طرح کے اوہام وخرافات جو حلقہ اہل تصوف میں جابجا رائج ہو گئے ہیں ان کا ازالہ ہو جاتا۔ علامہ اقبال نے جب تصوف اسلامی پر قلم اٹھایا تو قدیم وجدید مشرقی ومغربی محققین کی کتابوں سے پیدا ہونے والے شکوک وشبہات دور کرنے کے لئے اور وحدۃ الوجود کے بارے میں تفصیلی وحقیقی معلومات حاصل کرنے کے لئے انھوں نے بھی حضرت قبلہ سے خط وکتابت کی[1]۔ مختصر یہ کہ حضرت قبلہ کی ذات گرامی بجائے خود ایک ادارۂ طریقت اور درسگاہ تصوف تھی۔ نصف صدی سے بھی زیادہ عرصے تک انہوں نے ملک وملت کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ومنہمک رہ کر عملاً یہ بتادیا کہ ایک سرخیل تصوف کی اور ایک امام طریقت اور اہل طریقت کی زندگی کیسی اور کیا ہونی چاہیے۔ ان کی بیشتر تقریروں میں یہ شعر نت نئے انداز سے نظر آتا ہے کہ۔

بزرگی بہ از خدمت خلق نیست ❊ بتسبیح وسجادہ ودلق نیست

یعنی بار بار انھوں نے یہ نکتہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی اصل چیز خدمت ہے۔ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

اسر مئی ۱۹۳۵ء کو جمعہ کے دن صبح کی نماز کے وقت مخدوم زمانہ نے رحلت کی۔ اُن کی ساری زندگی ایک نمونہ تھی۔ تمام علمائے کے لئے بھی اور صوفیہ کے لئے بھی۔ انہوں نے ترک دنیا کبھی نہیں کیا۔ رہبانیت کا شائبہ بھی اپنی زندگی میں آنے نہ دیا۔ عام بندگان خدا سے کٹ کر کبھی نہ رہے۔ اور اپنے آپ کو بت بھی کبھی بننے نہ دیا۔ نہ ان کے انداز واطوار میں تکلف تھا نہ طبیعت میں تقشف اُن سے ملکر آدمی کو خوشی ہوتی تھی انبساط ہوتا تھا وہ ہر چھوٹے بڑے سے یکساں خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور چھوٹوں کو ہمیشہ آگے بڑھاتے تھے لوگ اپنی تقریروں میں بڑوں کا نام لیتے ہیں، وہ اکثر اپنے معاصرین کا اور چھوٹوں کا نام لیتے تھے اور اپنی شگفتہ بیانی سے اس نام کو ذہنوں میں بٹھا دیتے تھے۔ خطوں میں بھی جابجا تخاطب کا انداز ایسا تھا جیسے بہت بڑے آدمی کو مخاطب کر رہے ہوں۔ یہ انکی اصلاحی روح نفسیات تھی۔

---

[1] رسالہ ریاض کراچی ۱۹۵۵ء مضمون اقبال اور شاہ سلیمان پھلواروی۔ از حسن مثنیٰ ندوی

بیانِ سیرت: ان کی اصلاحات میں سے ایک "بیان سیرتؐ" بھی ہے۔ پہلے میلاد یا مولود کا جو طریقہ عام طور پر رائج تھا وہ بڑا فرسودہ کن تھا۔ میلاد خواں حضرات عموماً بے سروپا قصے کہانیاں پڑھ سنایا کرتے تھے اور ان محفلوں میں اکثر بے تکی قوالی یا نعت خوانی کی قسم کی چیزیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت قبلہ نے اس کی طرف بھی توجہ کی۔ ۱۳۰۳ھ میں سب سے پہلے اپنے گھر پر بیانِ سیرت کی تقریب قائم کی۔ ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں چاند رات سے بارھویں تک ہر روز بعد نماز عشاء قرآن مجید کی روشنی میں مستند احادیث و روایات اور تاریخ و مغازی سے سیرت نبوی بیان کرتے تھے اور سلسلہ وار سارے واقعات بتلاتے تھے[1] اور یہ تاکید بھی فرماتے تھے کہ بیانِ سیرت میں روحانیت اور سوز و گداز اور رسول پاکؐ کے ساتھ قلبی لگن کا ہونا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ یہ ساری باتیں خود ان کے وعظ و بیان میں بدرجہ اتم ہوتی تھیں اس لئے ان میں تاثیر بھی بہت ہوتی تھی۔ پھلواری شریف میں چونکہ ربیع الاول کے مہینے میں صوبے بھر سے لوگ کھنچ کھنچ کر عرس کے موقع پر جمع ہوا کرتے تھے۔ لہٰذا زبانی سیرت بیان کرنے کا یہ نیا طریقہ سارے صوبے میں عام ہوا اور حضرت قبلہ کی ذات گرامی سارے برعظیم میں پیمانے کی طرح دور میں رہتی تھی اس لئے ہر طرف ان کا اثر پھیلا۔ محرم کے مہینے وہ پانچویں سے دسویں تک مجلس شہادت بھی اپنے گھر پر منعقد کیا کرتے تھے جہاں سیرت امام حسینؓ اور واقعات کربلا کا بیان ہوتا تھا مگر وہاں بھی التزام تھا کہ تمام واقعات تاریخ و سیر کے مطابق بیان کئے جائیں اور معارف شہادت کے ذریعے سوز و گداز اور جذبۂ قربانی کی پرورش کی جائے۔[2]

مثنوی اور اس کا ترنم: حضرت قبلہ اپنی ہر تقریر اور ہر وعظ و بیان میں مولانا روم کی مثنوی کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ ان کے مثنوی پڑھنے کا انداز بھی بڑا کیف انگیز ہوتا تھا۔ آج کل جو مثنوی پڑھنے کا جو خاص لہجہ عام طور پر رائج ہے وہ انھیں کے مخصوص ترنم کی ایک کچی نقل ہے[3]۔ مثنوی اس ترنم سے سب سے پہلے انھیں نے پڑھی، یہ ترنم انھیں کا ہے جسے اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اب مثنوی کے ساتھ خصوصیں اس ترنم کے سوا اور کسی ترنم کا تصور کسی کے ذہن میں نہیں آتا۔ حالانکہ پہلے مثنوی شاہر جگہ حتیٰ کہ نوبزا آستانہ

---

[1] مولود خوانی کو صحیح رخ پر لگانے کیلئے حضرت قبلہ کے بڑے صاحبزادے مولانا شاہ محسن میاں نے "میلاد الرسول" کے نام سے ایک مختصر مگر مستند جامع کتاب لکھی اور ایک بسیط سیرت نبوی مرتب کرنی بھی شروع کی مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی بعد میں قاضی سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین اور پھر مولانا شبلی نعمانی و مولانا سید سلیمان ندوی کی سیرۃ النبی نے اس مقصد کی تکمیل کی۔

[2] خاتم سلیمانی۔ [3] خاران جنوری جولائی ۱۹۳۵ء و ملفوظات حضرت قبلہ (خاتم سلیمانی حصہ چہارم)

مولانائے روم میں بھی بالکل دوسرے انداز سے پڑھی جاتی تھی۔ مثنوی پڑھنے کا یہ لہجہ اور ترنم تو خیر سب نے لے لیا لیکن مثنوی کے اشعار کو اس کثرت سے ہر وعظ میں پڑھنے کا جو اصل نکتہ تھا اس کی طرف کسی کا دھیان بھی کا ہیکو جانا ہوگا۔ مثنوی مولانائے روم ایک فلسفیانہ منطقیانہ اور متکلمانہ دفتر منظوم ہے، یہ دراصل اثبات اسلام کے دلائل اور مخالفین اسلام کے اعتراضات و شبہات کی تردید کا مجموعہ ہے[1] اس میں بڑی نازک نازک بحثیں سیدھے سادے اور دلنشین لفظوں میں کی گئی ہیں۔ صوفیوں کے حلقے میں اس کا باقاعدہ درس ہوتا تھا۔ حضرت قبلہ اسے عوام میں لے آئے۔ وہ چاہتے تھے کہ عوام و خواص کی ذہنی و فکری تربیت بھی فلسفیانہ منطقیانہ اور متکلمانہ انداز سے ساتھ ساتھ ہوتی رہے جس کے لئے مثنوی کے اشعار سے بہتر کوئی دوسری چیز اور نہ ہو سکتی تھی۔ یہی سبب تھا کہ وہ مثنوی کے اشعار برجستہ و برمحل پڑھتے تھے اور ان کی تشریح و توضیح بھی اسی انداز سے کرتے تھے اور بات لوگوں کے دلوں میں اترتی چلی جاتی تھی۔

نکتہ آفرینی :- حضرت قبلہ کسی بات کو بیان کرنا چاہتے تھے تو انداز بیان اتنا سادہ اور انوکھا اختیار کرتے تھے کہ آدمی متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔ علم کی فضیلت اور حصول علم کی اہمیت ہمیشہ ہی بیان کی جاتی رہی ہے اور سبھی بیان کرتے رہے ہیں مگر دلائل و براہین کے پشتاروں کے عوض چند سادہ لفظوں میں جو باتیں انھوں نے ایک جلسے میں کہیں وہ ایسی ہیں کہ ہمیشہ کے لئے سننے والے کے ذہن و فکر پر مرتسم ہو کر رہ جائیں مثلاً انھوں نے کہا :-

"اسلام کے سب سے بڑے اور موذی دشمن عمرو بن ہشام کو آنحضرت نے "ابوجہل" کا خطاب دیا یعنی جہالت کا باپ کہا۔ "ابوالکفر" نہیں کہا۔ اور اسلام کے سب سے بڑے دوست علی مرتضیٰ کے بارے میں فرمایا۔ انا مدینۃ العلم و علی بابہا میں علم کا شہر اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

مسلمانو! اب یہ تم کو اختیار ہے کہ یا تو جاہل رہو اور اپنا سلسلہ ابوجہل سے ملا دو یا پڑھ لکھ کر صاحب علم بنو اور اپنا رشتہ علی مرتضیٰ سے جوڑ دو۔

شگفتہ مزاجی :- وہ جس طرح کسی اہم اور سنجیدہ بات کو دل نشین کروانے کے لئے کوئی انوکھا انداز بیان اختیار کرتے تھے اسی طرح کسی بڑی الجھن کی ابتلاء سے جلسہ عام کو نکالنے کے لئے ان کا صبر و تحمل خوش مزاجی

---

[1] علامہ شبلی نے اس کی طرف توجہ کی اور "مولانا روم" کے نام سے ایک کتاب لکھی اور عقائد اذکار پر مولانائے روم کے اشعار جمع کئے اور ان کی شرح کی۔

شگفتہ بیانی میں ڈھل جاتا تھا۔ دوسرا کرشمہ یہ تھا کہ بڑی بات اس ادا سے کہہ دیتے تھے کہ موقع کی سنجیدگی صاف گھل جاتی تھی اور بے ڈھنگی حرکت کرنے والے ایک خوشگوار ہدایت میں ڈوب جاتے تھے۔ ایجوکیشنل کانفرنس کا ایک اجلاس ڈھاکے میں ہو رہا تھا کچھ لوگوں نے کانفرنس والوں کے بارے میں کفر کا فتویٰ صادر کر دیا تھا شہر میں شدید ہنگامہ بپا تھا۔ موافق و مخالف بری طرح ایک دوسرے سے الجھ رہے تھے فضا بیحد خراب تھی حضرت قبلہ اٹھے اور فرمایا۔

صاحبو! کچھ مولویوں نے کانفرنس والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے لیکن نواب محسن الملک تو مہدی ہیں (ان کا نام مہدی علی تھا) مہدی کو بھلا کون مسلمان دجال کہے گا۔ اب رہا میں، تو بھی اب تمہارے سامنے دو دو فتوے ایک پر ایک رکھے ہیں ان میں سے جس کو چاہو بلا تکلف قبول کر لو تمہیں اختیار ہے۔ ایک فتویٰ مولوی صاحبان کا ہے اور دوسرا اللہ میاں کا۔ اور اللہ میاں فرماتے ہیں کہ وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا (سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا ہے")۔

یہ سنتے ہی مجمع بے اختیار ہنس پڑا اور نہ صرف ہنس پڑا بلکہ کفر کی گھٹا یک لخت چھٹ گئی۔[1]

چار سلیمان: ۔ ایک مرتبہ اتفاق سے ندوۃ العلماء کے اجلاس ۱۹۱۵ء میں چار چار سلیمان ایک ہی جگہ اکٹھے بیٹھے تھے یعنی فاضل سلیمان منصور پوری مصنف "رحمۃ اللعالمین" مولانا سلیمان اشرف بہاری استاد دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ۔ علامہ سید سلیمان ندوی اور خود حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان پھلواروی حضرت قبلہ تقریر کے لئے اٹھے انہوں نے فرمایا "بھی آج کل کئی سلیمان پیدا ہو گئے ہیں۔ سہ "پریاں نئی نئی ہیں سلیمان نئے نئے"۔ مجمع ابھی مسکرایا ہی تھا کہ ان کی آواز بلند ہوئی:۔ "لیکن سلیمان ابن داؤد میں ہی ہوں"۔

(حضرت قبلہ کے والد ماجد کا نام داؤد تھا) اجلاس گلزار ہو گیا۔ ان کی آواز اور بلند ہوئی۔

پہلے سلیمان "فرد" تھا (یعنی شعر فرد اور یعنی یکتا) اور اب "رباعی" ہے یہاں چار چار سلیمان جمع ہیں۔[2]

برجستگی: ۔ تحریک خلافت کے زمانے میں ایک مرتبہ گاندھی جی چھپرے حضرت قبلہ سے باتیں کر رہے تھے

---

[1] روئیداد ایجوکیشنل کانفرنس ڈھاکہ ’’مرتبہ سید ابو عاصم ایڈ جسٹ کراچی۔ (مضمون ازعلامہ سید سلیمان ندوی) [2] معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۳۵ء (از علامہ سید سلیمان ندوی)

گاندھی جی نے حضرت قبلہ کے پاؤں پکڑ لئے اور انتہائی سادہ لوحی برت کر کہا حضرت صاحب! مسلمانوں سے گائے کی قربانی چھڑوا دیجئے۔" حضرت قبلہ بھی اتنی سادگی کے ساتھ راضی ہو گئے کہ "اچھا، مگر ایک شرط ہے، آپ بھی اپنی قوم سے بت پرستی چھڑوا دیجئے۔" گاندھی جی ہنسنے لگے۔ بولے "اس کو کوئی نہیں مانے گا۔" حضرت قبلہ مسکرائے اور فرمایا "تو اس کو کوئی مانے گا۔"[1]

مرکز اتحاد: ۔ حضرت قبلہ جتنے بڑے عالم، جتنے بڑے عارف اور جتنے بڑے رہنمائے ملک و ملت تھے اتنے ہی سادہ مزاج، بے لوث، بے نفس، خلیق، دردمند اور زندہ دل بزرگ تھے۔ زندگی بھر انہوں نے کسی کی تکفیر نہیں کی، کسی کو برا بھلا نہیں کہا، نہ کبھی کسی سے مناظرہ پسند کیا۔ ان کی تعلیم "محبت" تھی اور ان کی تحریک "محنت"۔ وہ ہمیشہ جادۂ ہدایت کی اعتدال پر عامل رہے۔ یہی سبب تھا کہ ہر مکتب خیال کے لوگوں میں، قدیموں اور جدیدوں میں بھی یکساں مقبول و محترم تھے اور مختلف و متضاد عناصر کے درمیان ان کی حیثیت مرکز اتحاد کی تھی۔[2] اور آج ایسے ہی جامع الصفات اور شگفتہ مزاج علماء، ایسے ہی پاک باطن و حق آگاہ صوفیہ، ایسے ہی نکتہ رس اور صاحب بصیرت مقتداء، اور ایسے ہی سرجوش و عمل کوش اور سراپا اخلاص رہنما کی ضرورت ہے ملت اسلامیہ کو سارے عالم اسلام میں کہ۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

حسن مثنیٰ

(مولانا شاہ حسن مثنیٰ ندوی)

لہ خاتم سلیمانی، ملفوظات حضرت قبلہ

ٮ٢ حقائق لکھنؤ ماہ صفر ۱۳۷۴ھ و ماہنامہ الرضوان (عربی) لکھنؤ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ (بہ عنوان کانفرنس الاخوی) و رسالہ الضیاء (عربی) لکھنؤ ربیع الآخر ۱۳۵۴ھ (بعنوان الشاہ محمد سلیمان الفلواروی) و مقالہ علامہ خواجہ غلام الحسنین پانی پتی (بہ عنوان مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب مرحوم) مندرج خاتم سلیمانی۔

صاحبِ مکاتیب کے شیوخِ طریقت

حضرت قبلہؒ کے پیرِ بیعت آپ کے خسر حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر پھلواروی قدس سرہٗ تھے جن کے دستِ حق پرست پر سولہ سال کی عمر میں طریقۂ عالیہ قادریہ میں حضرت کی بیعت ہوئی۔

پیرِ بیعت کے علاوہ حضرت کے شیوخِ ارشاد کی فہرست طویل ہے۔ سفرِ حج کے موقع پر مسلسل چار مہینے قطب دوران حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں رہ کر اذکار و اشغال صابریہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مثنوی شریف مولانائے رومؒ کے درس میں برابر شریک رہے اور پھر اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے حضرت والا حاجی صاحب قدس سرہٗ کی توجہ خاص مبذول رہی۔ دعائے حزب البحر کی اجازت دی اور تحریر فرمایا کہ "یہ میرے پاس آپ کی امانت تھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک سر ہے۔ جدھر چاہتا ہے فیض پہنچاتا ہے۔" چنانچہ "حزب البحر" کی جس قدر زیادہ اشاعت ہمارے حضرت قبلہؒ سے ہوئی دوسرے بزرگوں سے کم ہوئی۔ حضرت اپنی ایک تحریر میں حضرت قبلۂ عالم حاجی امداد اللہؒ کے فیضِ صحبت کا تاثر اس طرح ظاہر فرماتے ہیں: "حضرت قبلہؒ[1] کی چند روزہ صحبت سے نسبت چشتیہ مجھ پر بہت غالب ہو گئی،

---

[1] یعنی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

اور میں اب تو چشتی ہی چشتی ہوں"

حضرت[1] ایک مدت تک یعنی زمانہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہ العزیز کی صحبت میں بیٹھے۔ بخاری شریف سنائی، ثبت حاصل کیا اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

بالنسبۃ شریف کا سلسلۂ قادریہ رزاقیہ اپنے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحی انصاری فرنگی محلی اور حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔

سلسلہ چشتیہ نصیریہ فخریہ کی اجازت حضرت کو ڈیرہ اسماعیل خاں کے ایک بزرگ مولانا شاہ قدرت اللہ رح سے پہنچی جو براہ راست آفتاب سلسلہ فخریہ حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔

لطائف ستہ کی پوری تعلیم حضرت مولانا فیض اللہ مئوی نقشبندی سے ہوئی۔ مولانا رح نے "القول الجمیل" اور "انتباہ" کی بھی اجازت دی۔ مولانا رح کو حضرت شاہ یعقوب رح سے اجازت تھی اور ان کو اپنے نانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح سے اجازت حاصل تھی۔

مراقبہ "دخلی کعبہ" کی تعلیم حضرت نے شاہ جہاں پور کے ایک نقشبندی بزرگ سے حاصل کی اور شغل (فنا در حقیقت محمدیہ) کی تعلیم مانک پور میں مداریہ طریقے کے ایک بزرگ سے حاصل کی[2]۔

طریقہ شاذلیہ ادریسیہ و طریقہ رفاعیہ کی اجازت حضرت نے اپنے شیخ حدیث الشیخ محمد صالح سے اور سلسلۂ شاذلیہ لجمیہ کی اجازت السید عبداللہ النہارمی الیمنی محدث سے حجاز میں حاصل کی۔

---

[1] یعنی مرشدنا حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ۔

[2] حضرت نے غالباً انہیں دونوں بزرگوں کی ہدایت کی بموجب ان کے اسمائے گرامی ظاہر نہیں فرمائے۔

حضرت کو اپنے خاندانی سلاسل کی تعلیم اور اجازتیں (جن میں رزاقیہ وشہابیہ، چشتیہ سراجیہ ونجیبہ ۔ سہروردیہ کبردیہ ۔ فردوسیہ وشہابیہ ۔ نقشبندیہ مجددیہ و ابوالعلائیہ ۔ قلندریہ ۔ مداریہ ۔ طیفوریہ ۔ امامیہ سبھی سلسلے ہیں) اپنے حقیقی ماموں مولانا شاہ صفت اللہ فریدیؒ ومولانا شاہ اشرف مجیب فریدیؒ سے نیز مولانا شاہ وحیدالحق منعمیؒ ومولانا شاہ یحییٰ نعمتیؒ سے بھی حاصل ہوئیں ۔ یہ سب حضرات رشتے میں حضرت کے بزرگ اور اپنے وقت کے شیوخ کاملین میں سے تھے۔

حضرت کی اہلیہ کے حقیقی ماموں مولانا عبدالرحمٰن جعفری پھلواروی نے بھی بلا طلب اپنے سلسلہ قادریہ وارثیہ حبیبیہ کی اجازت مع اصل مسودہ ملفوظات حضرت مولانا رسول نماؒ (جو اس خاندان کی تعلیمات روحانیہ کی منضبط دستاویز ہے) ہمارے حضرت کو عطا کی۔

حضرت شاہ عبدالرحمٰن موصوف اپنے برادر نسبتی حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر پھلواروی کے مرید وخلیفہ تھے اور آپ کو اپنے پیر کے اس خاص طریقہ قادریہ وارثیہ سے عشق تھا اور اس طریقہ قادریہ وارثیہ حبیبیہ کے سوا کسی اور سلسلے میں آپ نے کسی کی بیعت لی اور نہ کسی کو اجازت دی ۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی اور آپ کی دلی تمنا تھی کہ آپ کا یہ سلسلہ آپ کے بعد باقی رہے اور اس کے لیے آپ کی نظر انتخاب حضرت قبلہؒ پر پڑی اور حضرت نے بھی بطیب خاطر اس ہدیہ کو قبول فرمایا۔

حضرت جب اماکن مقدسہ کی زیارت کے لیے عراق گئے تو نقیب الاشراف السید عبدالرحمٰن المحض علیہ الرحمۃ سجادہ نشین آستانہ پاک حضور غوث پاکؒ کے مہمان تھے ۔ حضرت نقیب الاشراف بڑے عالم وفاضل اور سن رسیدہ بزرگ تھے ۔ آپ نے ہمارے حضرت کا بہت زیادہ اعزاز واکرام فرمایا اور حضرت نے تبرکاً وتیمناً آپ سے آپ کے سلسلہ قادریہ پاک کی اجازت لی ۔ حضرت اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

"عشق غوثیہ تو اپنے خمیر میں ہے ۔"

دل ربودہ از من جمال شیخ عبدالقادرم
این سر ما وخیال شیخ عبدالقادرم

غلام حسنین
(مولانا شاہ غلام حسنین پھلواروی)

مولانا شاہ حسن میاںؒ

حضرت قبلہؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۱۳۰۶ھ میں ولادت ہوئی۔ اور صرف پچیس سال کی عمر پاکر ۱۳۳۱ھ میں انتقال کیا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے عالم ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا ظہور احمد وحشی شاہجہان پوری ان کے ہم درس تھے۔ مولانا شاہ حسن میاں خوش بیان واعظ، ذاکر اور مناظر الاسلام تھے۔ اسلامی تحریکات سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ کم سنی ہی میں بیس پچیس کتابیں لکھیں۔ ان میں تذکرہ "ابوالنجیبؒ" (سلسلۂ سہروردیہ کی تاریخ)، غمِ حسین، شہادتِ حسین، (واقعات کربلا کی تفصیلات مدلل بحوالجات) اور میلاد الرسول کو (جس میں حضور اکرمؐ کی سیرت پاک اور اس جناب کے متعلق کتب سماویہ کی بشارتیں اور مستشرقین کے خواجہائے عقیدت کو عاشقانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے) خاص شہرت حاصل ہوئی۔ "غم حسین" کے پانچ ایڈیشن ہوئے۔ مولانا حسن میاں صاحب کو اسماء الرجال، اور تصوف کی کتابوں سے خاص ذوق تھا۔ حضرت نے ان کو اپنے بزرگ حضرت مولانا شاہ صفت اللہ فریدی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقۂ قادریہ سہروردیہ میں مرید کرایا۔ اور خود اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔ افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی ع

خوش درخشید ولے شعلہ مستعجل بود

مولانا سید شاہ حسن مثنیٰ ندوی آپ کے اکلوتے فرزند ہیں جو پدر بزرگوار کی وفات کے وقت صرف چھ مہینے کے تھے۔ آپ ندوۃ العلماء سے فارغ ہو کر لکھنؤ یونیورسٹی

سے فاضل حدیث ہوئے عربی، فارسی، اردو، انگریزی چاروں زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔ ایک زبان کے مضامین وتالیفات کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنا انکا دلچسپ مشغلہ ہے۔ حال ہی میں مصری ناول نویس فکری اباظہ کے ایک عربی ناول کا ترجمہ ان کے قلم سے "مریم" نامی شائع ہوچکا ہے۔ کئی سال تک دہلی میں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب مرحوم کے ہفتہ وار اخبار "منادی" کے نائب مدیر رہے۔ پھر کئی سال تک بنگلور سے روزنامہ "پاسبان" اپنی ادارت میں نکالتے رہے پھر کراچی سے "مہر نیمروز" نامی ایک معیاری علمی وادبی ماہنامہ اپنی ادارت میں نکالا جو پاکستان وہندوستان کے سنجیدہ ادبی حلقے میں مقبول ہوا۔ ان کے مضامین دوسرے معیاری پرچوں میں بھی اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جن میں خاص طور پر قابل ذکر ماہنامہ خاتون پاکستان کراچی ہے۔ اس رسالہ کی عام اشاعتوں میں جو قیمتی مضامین مولانا حسن مثنیٰ کے شائع ہوئے ہیں۔ وہ تو اپنی جگہ پر ہیں ہی حضرت رسولِ خدا کے فرزند، ابراہیم بن النبی علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ کی تحقیقات اہل علم کے خصوصی توجہ کی مستحق ہے، جس میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا، اُمّ المومنین تھیں، بلکہ امہات مومنین میں داخل تھیں۔ ان کے قابل قدر مضامین دیگر معیاری پرچوں میں بھی اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ الغرض اہل علم اور اہل قلم طبقہ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہم زد فزد۔

بنام مولانا شاہ حسن میاں مرحوم

(۱)

نورِ چشمِ من! وعلیکم السلام۔ بے شک تمہاری بیعت و ارادت حضرت قبلہ منجھلے ماموں صاحب[1] قدس سرہٗ سے صحیح ہے، اور اس ارادت پر تمہاری استقامت طریقۂ اقوم ہے۔ مگر اے فرزند وہ اُس عالم میں ہیں، اور تم اس عالم میں۔ پس بالنسبت قویہ وجاذبہ غیبیہ استفاضہ و افاضہ مشکل در مشکل ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ:

زندہ بلی مردہ شیر سے بہتر ہے

"گربۂ زندہ بہ از شیر مردہ" ؎

تو تا کے گورِ مرداں را پرستی
بگرد کارِ مرداں گرد رستی

اس لیے اس فقیر کی رائے ہے کہ تم نسبتِ رابطہ ہمیں لوگوں میں سے کسی سے پیدا کرو۔ مجھ میں اور تجھ میں بوجہ ابوت و بنوت افاضہ و استفاضہ بہت ہی جلد اور آسانی سے ہو سکتا ہے اور بارہا اس کا تم کو تجربہ بھی ہو چکا ہے۔ مگر میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تم میں اپنے نانا قدس سرہٗ کی نسبت کا غلبہ ہو جس کی جبلی صلاحیت بھی تم میں موجود ہے، اور یہ نسبت خاص کر جناب شاہ

---

[1] مولانا شاہ صفت اللہ پھلواروی۔

بدر الدین صاحب[1] میں مجھ سے اقویٰ ہے۔ پس تم کو لازم ہے کہ انھیں کے حلقے میں بیٹھو، اور انھیں سے نسبت رابطہ پیدا کرو، اور اس فقیر کو بھی اس نسبت میں مددگار سمجھو۔ مگر ابھی ابتدا میں یکسوئی درکار ہے آئندہ چل کر خود بول اٹھو گے ؎

ز ہر در کہ خواہم خدا را بہ بینم
براں در رخ مصطفےٰ را بہ بینم

دربھنگے کے منشی صاحب کی بیعت جو خانقاہ میں تم نے کرادی بہت بہتر کیا۔ کب تک وہ میرے منتظر رہتے، اور اطرافِ گورکھپور سے جو زن و مرد آئے تھے انھیں ناحق ایک ہفتے تک تم نے بٹھا رکھا۔ انھیں بھی بیعت سے مشرف کراکے جلد رخصت کردینا تھا۔ آئندہ ہمیشہ اس کا خیال رکھو۔ مجھ سے استفسار کی ضرورت نہیں۔

ہمارے نواب نور الحسن خاں صاحب روزانہ تم کو پوچھتے ہیں، اور تمھارے آنے کے منتظر ہیں۔ موقع ہو تو آجاؤ۔ بعض نادر کتابیں میں نے انھیں کے کتب خانے سے نکال کر رکھی ہیں۔ انھیں بھی دیکھو۔ میر غلام علی آزاد کا دیوان خاص انھیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور علامہ علی حزین کے ہاتھ کی بھی ایک خاص تحریر ہے۔

---

(۴)

نورچشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ حضرت خواجۂ خواجگان مودود چشتی قدس سرہٗ کا فیضان بہ عالم خواب تم کو مبارک ہو۔ الحمد للہ کہ یہاں قریب صبح میں نے بھی حضرت شیخ الکل ابوالنجیب سہروردی و حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ و حضرت غوث الثقلین و شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدست اسرارہم کو دیکھا اور ان کے فیوض کی لذت اب تک میرے دل میں ہے۔ یہ سب باتیں تمھاری کتاب کی مقبولیت

---

[1] حضرت قبلہ کے ہم زلف، سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری

کی دلیل ہیں۔

کتاب و سنّت بزرگوں کے اقوال پر مقدم ہے

فرزندمن! پیری و مریدی و بیعت و ارشاد کی توضیح جو بعض متاخرین بزرگان نے کی ہے اس کو کتاب و سنت پر پیش کرو جو موافق ہو اسے قبول کرو۔ میں ان اقوال کی تردید نہیں کرتا مگر اَلْحَقُّ اَحَقُّ بِالْاِتِّبَاعِ (حق اتباع کا زیادہ مستحق ہے۔ قدماء کے اقوال عوارف، آداب المریدین، مرصاد وغیرہم میں دیکھو۔ اسلم و اقوم طریقہ انھیں قدما کا ہے۔

بیعت کے معنیٰ بکنا نہیں

مجھے جہاں تک خیال ہے ان کتابوں میں پیری و مریدی یعنی مملوک و مالک کہیں نہیں لکھی ہے۔ عوام سمجھتے ہیں کہ مرید نے اپنے آپ کو پیر کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ یہ باتیں کتاب و سنت کے موافق نہیں ہیں۔ جس کے قبضۂ قدرت میں ہم ہیں اسی نے ہم جانبازوں کو خرید کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ۔

اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں

پس دوسرا کون ہمارا خریدار ہو سکتا ہے اور اس مالک حقیقی نے اپنے برگزیدہ لوگوں کو بھی اپنی مخلوق کے نفوس کا مالک بننا روا نہ رکھا جیسا کہ ارشاد ہوا:

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝

کسی بشر کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ اسے کتاب، حکمۃ، اور نبوّت دے اور وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ یہی کہے گا کہ ربانی بن جاؤ اس کتاب کے مطابق جس کی تعلیم تم دیتے ہو اور جس کی تعلیم حاصل کرتے ہو۔

پیری مریدی کا مطلب

پس اے عزیز! اسی رہبانیت کی دعوت اور اس کے لیے مستعدی ہی پیری مریدی ہے۔ پس مرید طالب رہبانیت ہے اور پیر مرد ربانی ہے۔ کبھی اس کا اظہار خرقہ و نام و شجرہ کے ذریعے سے ہوتا ہے کبھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر توبہ و استغفار کے ذریعے سے۔ اس لیے کہ ان امور کی سُنّتِ سنیہ میں اصل موجود ہے۔ اے عزیز! بیعت اگرچہ باع کا مصدر ہے مگر یہاں ادنیٰ مشابہت کی وجہ سے بیعت کا اطلاق ہے۔ نہ یہ کہ حقیقت میں بیع و شرا ہوتا ہے۔

بیعت کے متعلق ابن خلدون کی تصریح

علامہ ابن خلدون مقدمے میں کہتے ہیں:

اعلم ان البیعة هی العهد علی الطاعة فکان المبایع یعاهد امیرہ علی انه یسلم له النظر فی امر نفسه وامور المسلمین ان لا ینازعه فی شیٔ من ذلك ویطیعه فیما یکلفه به من الامر علی المنشط والمکرہ۔ وکانوا اذا بایعوا الامیر وعقدوا عهدہ جعلوا ایدیهم فی یدہ تاکیداً للعهد فاشبه ذلك فعل البایع والمشتری فسمی بیعةً مصدر باع وصارت البیعة مصافحةً بالاید ای هذا مدلولها فی عرف اللغة ومعهود الشرع وهو المراد فی الحدیث بیعة النبی صلعم لیلة العقبة وعند الشجرة وحیثما ورد هذا اللفظ الخ۔

یہ سمجھ لو کہ بیعت کے معنی ہیں طاعت کا عہد کرنا گویا بیعت کرنے والا اپنے امیر سے اس بات کا معاہدہ کرتا ہے کہ خود اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے معاملات کی نگرانی وہ اس کے سپرد کرتا ہے اور وہ ان معاملات میں اس سے جھگڑا نہیں کرے گا۔ اور جس گوارا و ناگوار بات کا وہ اسے پابند کرے گا وہ اس کی فرمانبرداری کرے گا۔ لوگ جب امیر کی بیعت کرتے تھے اور اس عہد کو پکا کرتے تھے تو اس معاہدے کی توثیق کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاتے۔ خرید و فروخت کا نام بھی اسی مشابہت کی وجہ سے بیعت رکھا گیا ہے۔ جو باع کا مصدر ہے اور

ہاتھوں سے مصافحہ کرنا بیعت ٹھہرا۔ لغت عرفی اور مفہوم شرعی میں بیعت کا یہی مدلول ہے۔ اور احادیث میں جہاں جہاں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ مثلاً حضورؐ کا شب عقبہ میں، یا شجرۃ الرضوان کے پاس بیعت لینا وغیرہ اس کا یہی مطلب ہے۔

علامہ کی اس تحریر سے عرف ولغت وشرع سب معلوم ہوگیا۔ غلامی پر بیعت اور واقعی بیع وشرا بالکل عقل ونقل کے خلاف ہے۔ قرآن پاک میں تین جگہ بیعت کا ذکر ہے، اوّل:

قرآن پاک میں بیعت کا ذکر

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا

اے نبی! جو لوگ تمہاری بیعت کر رہے ہیں وہ دراصل اللہ کی بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جو شخص اسے توڑے گا وہ اپنی جان پر آفت توڑے گا۔ اور جو اس عہد کو جو اس نے اللہ سے کیا ہے، پورا کرے گا اسے جلد ہی اللہ اجر عظیم دے گا۔

اس میں بیعت کرنے والوں کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ ہونا فرما کر فرمایا جو عہد پورا نہ کرے گا اس کا وبال اس کے نفس پر اور جو پورا کرے گا اس کو اجر عظیم عطا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ بیعت معاہدہ ہے اللہ تعالیٰ سے نہ کہ کسی شخص کے ہاتھ اپنے کو فروخت کرنا۔ پھر فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ،

اللہ ان مومنین سے راضی ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے اللہ نے ان کے دلوں کی بات معلوم کرلی اور ان پر سکینت نازل فرمائی۔

اس میں بیعت کنندگان سے اپنی رضامندی اور ان پر نزول سکینہ کا ذکر فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ بیعت جہاد پر ثابت قدمی اور عدم فرار پر ہوئی تھی۔ پھر عورتوں سے بیعت لینے کی نسبت فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے نبی! تمہارے پاس مومنہ عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ وہ کسی شے کو اللہ کا شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ تراشیں گی جس کو آگے پیچھے پھیلائیں اور کسی معروف بات میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو تم ان کی بیعت لے لو اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرو۔ اللہ بے شک غفور و رحیم ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں شرک باللہ، چوری، زنا، قتل اولاد، بہتان، افترا اور نافرمانی امر معروف میں نہ کرنے کا عہد ہے کہ ان کے لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم ہوا۔ ان آیات متبرکہ میں غلامی و مملوکیت اور اپنے نفس کی بیع و شرا کا معاہدہ اشارۃً و کنایۃً بھی مذکور نہیں۔

اب احادیث صحیحہ کی جانب رجوع کرو اور صحاح کو دیکھو ابواب اقسام بیعت مذکور ہیں "باب البیعۃ علی اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ" شرک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، زنا کاری سے بچنا، راستبازی پر قائم رہنا، کسی سے سوال نہ کرنا، دینی معاملات میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا، مسلمانوں کا خیر خواہ رہنا، نوحہ نہ کرنا، عہد پورا کرنا، وغیرہ وغیرہ موجود ہے۔ مگر اپنے آپ کو بیچنا اور دوسرے کی ملکیت میں دینا یہ کہیں بھی مذکور نہیں۔ خلفائے راشدین سے جو بیعت کی گئی وہ بھی علی السمع والطاعۃ تھی۔

بیعت کے معنی بکنا بنی امیہ کی ایجاد ہے

ہاں ظَلَمۂ بنی امیہ یہ سمجھتے تھے کہ جن سے ہم نے بیعت لی ان کے ہم مالک ہو گئے۔ انھیں ہم بیچ سکتے ہیں۔ چنانچہ عامۂ کتب تاریخ میں یہ موجود ہے کہ یزید کا عامل حرمین میں اور نیز عبدالملک کا گورنر حجاج عراق و حجاز میں لوگوں سے بہ اکراہ اسی تصریح کے ساتھ بیعت لیتا

تھا۔ طبری و کامل وغیرہما میں بہ تفصیل اس قصے کو پڑھ جاؤ۔

(ناتمام)

---

(۳)

گناہ ایک حجاب ہے

نورِ چشم من سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ گناہ اور وہ گناہ جس پر وعید سخت ہو بے شک شغل و ورود کی حضوری میں حجاب سخت پیدا کرتا ہے۔ مگر اس کا علاج کیا ہے؟ وہ بھی سنو! اوّل اظہارِ ندامت توبہ و استغفار کے ذریعے سے۔ پھر بکمال خضوع و خشوع حضور صلعم سے طلب مغفرت کا خواستگار ہونا۔ اے فرزند! جب صحابہ کو حکم ہوا کہ گناہوں پر روتے پیٹتے حضور کے یہاں آؤ اور مغفرت کے خواستگار ہو تو پھر ہم ایسا کیوں نہ کریں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

اگر وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے آپ کے پاس آکر اللہ سے مغفرت چاہیں اور رسول بھی اُن کے لیے مغفرت چاہے۔

اور جب حضور صلعم ہمارے لیے طلب مغفرت کریں تو پھر کیونکر خداوندی رحمت و مغفرت ہم سے ہم آغوش نہ ہوگی۔ "لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" (تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت والا پائیں گے) فرمایا گیا ہے۔ ہم نے مانا کہ ہمیں لقائے صوری نہیں مگر لقائے معنوی کے جذبات ہمارے کیوں کم ہوں گے ؎

اُجِلُّكِ يا ليلى عن العين انما
اراكِ بقلبٍ خاشعٍ لكِ خاضعٍ

اے لیلیٰ میں تجھے آنکھوں کی گرفت سے بالاتر سمجھتا ہوں اور تجھے ایسے دل سے دیکھتا ہوں جو تیرے آگے جھکا ہوا ہے۔

اے عزیز! اس فقیر کا یہ معمول ہے کہ میں اپنے مراقبۂ درود یہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اکثر تجدید بیعت کرتا ہوں، اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ سے اپنا حصہ بھی لیتا ہوں۔ الغرض طالب حضوری کو چاہیے کہ حجاب کو جلد دور کرے ورنہ زیادہ حجاب سے پھر یہ شغل جمنا اور برزخ قائم رہنا محال ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تُحْرِمْنِیْ عَلٰی رُؤْیَتِہٖ طَرْفَۃَ عَیْنٍ"

اے خدا پل بھر کے دیدار سے بھی محروم نہ رکھ۔

والدعا

---

(۴)

کرامات کی حقیقت

نور چشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ ہمارے نواب صاحب یہ فرماتے ہیں کہ حقائق و معارف میں تو بہت کچھ کہہ سکتا ہوں، ہمیں تصرف و خرق عادات درکار ہے" تو اے عزیز! حقیقت یہ ہے کہ ان کو محض غلط فہمی ہوگئی ہے حافظ و جامی کے کسی شعر کے معنی و مطالب یا ظاہر آیات قرآنی و احادیث سے کوئی نکتہ یا لطیفہ پیدا کرنا حقائق و معارف نہیں۔ حقائق و معارف وہ ہیں جو سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ میں مدرکات ہوتے ہیں۔ یا ان مجددیوں کی اصطلاح کے قاعدے پر سیر آفاقی و انفسی کے درمیان حقائق اشیاء و فنا و بقا و قرب و معیت، و حضور و صفات و ذات جناب باری کے متعلق جو رموز منکشف ہوتے ہیں وہ معارف ہیں۔ پس ان کے مقابلے میں خرق عادات و تصرفات کی کیا ہستی ہے۔ ان کا تعلق مخلوق سے ہے اور ان کا خالق سے۔ فضیلت انبیاء و اولیاء اللہ کے مدارج اور ان کا تفاضل انھیں معارف الٰہی سے ہے نہ خرق عادت و تصرفات سے تمام اکابر نے اس کی تشریح کر دی ہے۔ عوارف وغیرہ مطالعہ کرو۔ ہاں بعض اکابر اظہار خوارق تصرفات کو نیت پر مامور من اللہ ہوتے ہیں جیسے حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی

رضی اللہ عنہ۔ ان کے معارف باعتبار ان کے تصرفات اور خوارق کے بہت کم منقول ہیں اس لیے کہ وہ اس کے اظہار پر مامور نہ تھے اور نیز ان کے معارف میں ایسی اعلیٰ درجے کی تنزیہ تھی کہ عامۂ اولیا اسے درک بھی نہیں کر سکتے تھے الا ماشاء اللہ۔

اے عزیز! میں نے فقط حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن قدس سرہٗ کو دیکھا کہ وہ عارف باللہ تھے، اور خرق عادات و فی الجملہ تصرف ان کو حاصل تھا۔ ان کے بعد پھر ایسا کامل متصرف اب تک نہیں ملا۔ اخفیا سے کچھ بحث نہیں۔ باقی رہے مشائخ مشہورین و صاحبان سلسلہ تو یہ لوگ اپنے خاندانی رسومات عرس و نیاز و تزئینِ ختمات و زیارات و مجالس سماع و حال و قال و وجد و جوش و خروش وغیرہ ہی کو عرفان سمجھتے ہیں، اور اسی کو درویشی خیال کرتے ہیں۔ بعضے ان میں عابد و زاہد ہیں۔ بعضے حزب البحر، دعائے حیدریؒ حرز یمانی، و قصیدۂ غوثیہ و شجرہ وغیرہ کے عامل ہیں۔ فی الجملہ ان عزائم کا اثر ان میں جو تلبیہ شفائے مرضی و فتح مقدمات و رجوع خلائق و کثرت فتوحات ان کو نصیب ہے۔ عوام اس کو کرامت سمجھتے ہیں۔ مگر "دارد دل دیوانہ ام سودائے لیلائے دگر" میں اسی خیال میں ہوں کہ مجھے ادراک معارف درکار ہے۔ "آں ایشانند و من چنینم یارب"۔

"اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی" والسلام

مولانا شاہ حسین میاںؒ

حضرت قبلہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم دینیہ کے علاوہ انگریزی تعلیم بھی پائی، اور اس برصغیر کے ایک نہایت خوش بیان و مشہور مقرر تھے۔ قومیات میں بڑی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ۱۹-۱۹۱۸ء میں تحریک خلافت میں نمایاں حصہ لیا۔ اپنے "سفرنامہ عراق" میں وہاں انگریزوں کے مظالم کی تفصیل لکھی جسے آل انڈیا خلافت کمیٹی بمبئی نے بڑی تعداد میں سارے ملک میں تقسیم کیا۔ پھر جب آل انڈیا مسلم کانفرنس ہز ہائی نس سر آغا خاں کی قیادت میں قائم ہوئی تو اس میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ مرکزی جمعیۃ علمائے ہند (کانپور) کی تحریک میں سرگرم رہے۔ پھر تحریک مسلم لیگ میں بہت زیادہ سرگرمی دکھائی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن اور صوبائی لیگ کے سربرآوردہ قائد تھے۔ آپ کی اس زمانہ کی اہم خدمتیں جو ملک کے انگریزی و اردو جرائد میں شائع ہوئی تھیں انھیں ایک رپورٹ کی شکل میں مجتمع کرکے شائع کیا جاچکا ہے۔ تحریک مسلم لیگ کے عروج کے وقت آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے اعزہ کے پاس جن اعاظم کے تعزیتی پیغامات آئے ان میں گاندھی جی، قائداعظم، شہید ملت لیاقت علی خاں، الحاج خواجہ ناظم الدین، سر سید سلطان احمد، راجہ صاحب محمود آباد، ڈاکٹر سید محمود، وغیرہم کے اسماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مولانا شاہ حسین میاںؒ اپنے والد ماجدؒ کی وفات کے بعد ۱۳۵۴ھ میں سجادہ نشین خانقاہ سلیمانیہ ہوئے۔ اس سجادہ نشینی کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ سارے برصغیر

کی مشہور ترین آستانوں سے سجادگی کی دستاویزیں آپ کو پیش کی گئیں۔ ۵ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ کو ۸۴ سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ سے سلسلہ سلیمانیہ کی اشاعت بالخصوص صوبۂ بہار کے مختلف اضلاع میں بہت کافی ہوئی۔ آپ کو بیعت، تعلیم، اجازت و خلافت سب حضرت قبلہؒ سے تھی۔

اب آپ کے جانشین آپ کے برادر حقیقی ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے سید علی اکبر شاہ قاصد جو اعلی التعلیم سے مزین اور اعلیٰ ادبی ذوق کے حامل ہونے کے ساتھ کراچی میں تحریک امداد باہمی کے سرگرم رکن اور متحدہ ہاؤسنگ یونین کے پہلے ایگزیکٹو آفیسر بھی تھے ۱ اپریل ۱۹۶۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اب ہاؤسنگ یونین کراچی کے ایک گوشہ میں مرحوم کی بیگم اور ان کے فرزند، عمران سلمہٗ فروکش ہیں۔

(۱)

نورچشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ آج چہارشنبہ ۱۹ / جولائی کو خط تمہارا ملا۔ فی الجملہ رفع تعلق ہوا۔ یہاں سے خط کم سے کم پانچ دن میں آتا جاتا ہے۔ اس لیے کسی فوری امر کے لیے بجز تار کے اور کچھ چارہ نہیں ہے مگر ہر کام کے لیے آخر کہاں تک تار دیے جائیں اس لیے مجبور رہتا ہوں۔ لنگر وغیرہ کے بارے میں جو میری تاکید ہے وہ اس لیے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:

رمضان میں فیاضی ضروری ہے

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس وکان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبرائیل وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ (بخاری شریف)

حضور یوں تو تھے ہی سخی ترین۔ خصوصاً رمضان میں جب جبرئیل ملتے تو اور زیادہ فیاض ہو جاتے۔ جبرئیل رمضان کی ہر شب میں ملتے اور قرآن کا دور

کرتے۔ حضور رسالتؐ فیاضی میں تیز رفتار ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہوتے۔

اے عزیز! اب عامۂ مومنین کے لیے ماہِ مبارک میں جبریلؑ تو نہیں آتے مگر مومن صائم خود ملکی صفت ہو جاتا ہے اور اس کے قلب پر نور کی بارش ہوتی ہے اور نزولِ سکینہ سے ممتاز ہوتا ہے۔ پس سخائے محمدی اور جودِ احمدی سے کیوں وہ اپنا حصہ نہ لے گا پس ہر مومن صائم کو حسبِ استطاعت رمضان میں دریا دلی کرنا چاہیے، اور مساکین و غربا کی خدمت لازم سمجھنا چاہیے۔

مقاصدِ صوم

ہمارے بھوکے پیاسے، کمزور اور ناتواں رہنے کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ جو لوگ غریب، بھوکے، فاقہ مست، عاجز و ناتواں ہوں ان پر ہم کو رحم آئے۔

اللہ تعالیٰ نے روزے کے متعلق "متقون"، "تشکرون"، "ترشدون" فرمایا ہے۔ پس روزے کا نتیجہ تقویٰ و پرہیزگاری اور رشد و ہدایت اور شکرگزاری ہونا ہونا چاہیے، اور شکرگزاری کی عملی صورت یہی ہے کہ جس پر خدا کا کرم ہو وہ اس کے بندوں پر کرم کرے، اور شکرگزاری کی بدولت نعمت بالائے نعمت پائے اس لیے کہ وعدہ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ "یعنی تم اگر میری نعمتوں پر شکرگزار ہوگے تو نعمت کو ہم اور بھی زیادہ کریں گے۔

مدارسۂ قرآن

اب رہا مدارسۂ قرآن تو ہندوستان میں اس کا رواج نہیں مگر حرمین شریفین اور ہندوستان کے سواحل پر مسلمان اس کو بھی ادا کرتے ہیں یعنی شب کو جب مسجد سے واپس آتے ہیں تو دو چار آدمی بیٹھ کر ایک ایک رکوع یا زیادہ باری باری قرآن پڑھتے ہیں جس سے جس قدر ہو سکے۔ یہ رواج حقیقت میں اسی مدارسۂ محمدی جبریلی کی یادگار ہے۔ حرم مکہ معظمہ میں دن کو بھی حفاظ و مقرئین بکثرت مدارسۂ قرآن کرتے ہیں۔ کَثَّرَ اللّٰہُ اَمْثَالَہُمْ فِیْنَا۔ (اللہ ان جیسے بہت سے ہم میں پیدا کرے)۔

الحمد للہ کہ حافظ حیدر سلمہ اللہ تعالیٰ میرے ہمراہ ہیں اور شب کو اور دن کو دونوں وقت

مدارسہ ہوا کرتا ہے۔ اگرچہ قاری میں اور وہ ہوتے ہیں مگر میرے عزیز مودیان بھی سماعت میں شریک ہوتے ہیں۔ ایک ختم ہوچکا ہے اور دوسرا نصف ہوا ہے۔ اب ہمارے مولانائے روم کا ایک شعر سنو ؎

صوم ظاہری اور صوم معنوی

ہست ظاہر روزہ امساک طعام
روزۂ معنی توجہ داں مدام

یعنی روزہ بہ ظاہر تو فاقہ کشی کا نام ہے مگر حقیقی مطلب اس کا دوام توجہ ہے یعنی ہر دم خدا سے لَو لگی رہے۔ والسلام:

---

(۲)

نورِ چشمانم و سرورِ دیدہ و راحتِ جانم نور اللہ قلبک! از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیۂ سلام و دعا پذیرا نمایند۔ اما بعد، چند روز کے انتظار کے بعد آج تمھارا خط ملا نہایت ہی مسرت ہوئی۔ دو خط کا ایک لفافے میں جانا شاید عزیزم غفور کی غلطی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اس کو راہ راست پر لائے اور خلوص و تقویٰ عنایت کرے۔ آمین:

نسبت قادری کا ظہور

تم نے حضرت غوث الاعظم کو دیکھا یہ تمھاری خوش بختی ہے۔ اے میاں! سالک کے کام اکثر اپنی مناسبت جبلی سے ظہور میں آتے ہیں۔ تقویٰ و طہارت و اشغال و اوراد فقط حجاب کے ہٹا دینے والے ہیں اور علم و دانش کی اس مناسبت کا ادراک ہوتا ہے۔ تمھیں خاص طور پر حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی جناب سے مناسبت جبلی ہے، اور ابتدا سے تمھیں انہی طرف لگایا بھی گیا ہے، اس لیے خاص کر گھوم گھام کر تمھیں خواہ مخواہ ادھر آنا ہی پڑے گا اور کشود کار تمھارا ہمیشہ اسی سرکار سے ہو گا، چاہے تمھیں اس کا ذوق ہو یا نہ ہو ؎

چند روزے ہر کجا خواہی برد　　　باز گشتہ آخریں کارت منم

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ تمھیں مجھ سے مناسبت ہے۔ پس جب میری نیازمندی اس سرکار میں ہے تو اس کا انعکاس تمھاری طرف ضرور ہو گا۔

اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے طلبی جو تم نے خواب میں دیکھی وہ ظاہر ہے کہ باپ کو بیٹے کے ساتھ ایک جوشِ خون کی محبت ہے۔ بیٹا کسی طرح کا نالائق ہو مگر باپ کو وہ جوشِ خون و بے ساختگیٔ الفت اس سے کبھی نہیں جاتی۔ پس ایسا ہی سمجھو روحانی مربی میرے حضور ہیں۔ میں ہزار نالائق سہی مگر وہ جوشِ روحانی ان کو خواہ مخواہ مہربانی و نوازش کرنے پر مجبور کرتا ہے ؎

مسکیں حسن می گویدت کاے بخت عشاق تو خوش
گر من از ایشاں نیستم در کار ایشاں کن مرا
اے ماہ خوباں یک شبے با خویش مہماں کن مرا
وز آفتاب روئے خود چوں صبح خنداں کن مرا

صرف میلاد نہیں سیرت بھی

سال گذشتہ کا ربیع الاوّل تمھارا جیسا بسر ہوا تم اسے خود سمجھ سکتے ہو اس سال اس کی مکافات ضروری ہے۔ چاند رات سے مست ہو جاؤ، درود شریف کی کثرت اور ہر آن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ رہو۔ میلاد شریف بہت مبارک ہے مگر فقط اسی پر اکتفا نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح عمری پڑھو جیسے ہم پڑھا کرتے ہیں۔ یعنی بائیس برس نبوت کے واقعات سنہ کے حساب سے ذکر کرو۔ مدارج النبوۃ، و روضۃ الاحباب و مواہب لدنیہ اس فن کی مشہور کتابیں ہیں انھیں سے بیان کرو۔ مسلمان! افسوس ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال سے کم واقفیت رکھتے ہیں یا غلط طور سے آگاہ ہیں۔ غرض تم اسی طرف متوجہ رہو۔ نویں شب تک اس تقریب کو تمام کرو۔ ۹ر تاریخ کو کسی وقت ضرور وہاں سے روانہ ہو جاؤ اور میاں شریف اعظم ایک وقت تم سے پہلے روانہ ہوں۔ دسویں شب کو بعضے میرے خاص احباب پٹنے سے آتے ہیں، اس دن تم لوگوں کی معیت مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے اور آٹھویں کو جمعہ ہے۔ میاں شریف کو تو

مدرسے کا کام اس دن نہ ہوگا۔ قاضی باقر علی وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ سے آنے والے ہیں، اور شاید کوئی بریلی سے بھی آئے۔ تم عنایت اللہ خاں کو ایک خط لکھو اور دیگر اضلاع سے بھی تمھارے اخوانِ طریقت انشاء اللہ تعالیٰ آئیں گے۔ شاہ عبدالحسیب صاحب کا شاید ارادہ نہیں ہے۔ مجھے ان کے نہ آنے کا افسوس ہوگا، اور نورِ چشم صدیق اللہ تو اب خط بھی نہیں لکھتا۔

اگر آپ سب لوگ، دسویں شب تک پہنچ گئے تو ۱۰ر تاریخ کو درود شریف کا ایک ختم کرنے کا میرا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ اسے پورا کرے۔

میاں حنیف الرحمٰن جانی پور آئیں گے تو بہتر ہوگا، وہاں سے ہم انھیں گرفتار کرلیں گے مجھے ان کے ساتھ بہت ہی محبت ہے۔ تم بھی اس کا خیال رکھو۔ میرے سب عزیز ان و احباب کو سلام کہو۔ حاضر الوقت عبدالغفور کی طرف سے بخدمت شریف آداب و تسلیم قبول ہو۔

---

(۱۳)

خواب میں شیخ الشیوخ سے ملاقات

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ میں بحمد اللہ مع الخیر بارہ بجے دن کو یہاں پہنچ گیا۔ باوجود گرمی کی شدت کے ہر طرح کا آرام ہے۔ نماز جمعہ کے بعد کھانا کھا کر قیلولہ کیا، آنکھ لگی تو خواب میں، دیکھا کہ میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کے مزار مبارک (واقع بغداد) پر حاضر ہوں۔ مزار اندرون گنبد ہے مگر بالکل بند ہے۔ ایک سیاہ غلاف سامنے کی طرف ہے۔ دیر کے بعد اس کے کتابہ کی طرف میں متوجہ ہوا۔ ایک عمدہ پتھر پر کچھ لکھا ہے اور مجھے اس سے سرور و وجد ہے۔ پھر دیکھا کہ قبر مبارک کھل گئی اور وہ جناب قبر مبارک کی فصیل پر آرام فرماتے ہیں۔ نہایت ہی منور ہیں۔ پائجامہ اور جبہ اور شاید عمامہ ملبوس جسم شریف ہے۔ آنکھیں شاید بند ہیں۔ پھر دیکھا کہ وہ آنکھیں کھل گئیں اور آپ نے اس فقیر سے باتیں شروع کیں۔ عجیب اسرار تھے اور پر لطف باتیں تھیں اور میں نہایت ہی

ادب سے خاشع و خاضع ہوں۔ آپ نے فرمایا تمھیں دو فیض ہیں۔ ایک میرا اور ایک خواجہ معین الدین چشتی کا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ہاں اور سمجھ گیا کہ میرا طریقہ قلندریہ قادریہ تو انھیں کے توسط سے ہے۔ پس میرے تمام فیوض قادریہ کے برزخ یہی بزرگ ہیں۔

مجھ پر حضرت خواجہ کے فیض کی نسبت بھی غالب ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ سے اور آپ سے ملاقات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بغداد میں خوب گرما گرم صحبت رہی ہے اور اجمیر میں بھی ان سے ملنے آیا تھا۔ مجھے انھوں نے محبت سرائے یا حبیب سرائے تک آ کر رخصت کیا۔ اسی درمیان میں کچھ اور لوگ بھی آ گئے۔ مجاور نے دروازہ مقفل کھول دیا۔ حسن مثنٰی سامنے نظر آیا۔ میں نے عرض کیا حضرت قبلہ اس کے والد نے حضور کے خاندان کے احوال میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں حضور کا بھی تذکرہ ہے، اور میں چاہتا تھا کہ تذکرہ پیش کروں مگر اس وقت موجود نہ تھا پھر بھی حضور کی خوشنودی اور انبساط کا ظہور رہا۔ ایک گھنٹے کے قریب عالم خواب میں حضرت قدس سرہٗ کے حضور میں حاضر رہا اور انواع فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

پھر دیکھا کہ وہ در اقدس بند ہو گیا اور ہم لوگ باہر دوسرے محلوں میں گئے۔ واپسی پر پھر اس مقدس آستانے پر پہنچے۔ دیکھا کہ ایک چھوٹا در کھلا ہے اور بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے ہیں۔ ہم لوگوں کو نہایت ہی تعجب ہے۔

اے فرزند! اس خواب کی وہ لذت ہے کہ اس وقت تک اسی سے سیراب ہوں۔ بعد مغرب فاتحۂ پیران طریقت میں ایک مستقل فاتحہ اس جناب کا بھی پڑھا اور اب انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ کو یہ معمول کر لوں گا۔ نورچشم وزیر حسن حضرت سلطان العارفین شیخ شاہی مُوتاب بدایونی قدس سرہٗ کے مزار پر برابر حاضر ہوتے ہیں اور ان سے مستفیض ہوتے ہیں اور وہ سہروردی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ استفاضہ میرا ان جناب سے نورچشم وزیر کے لیے خاص کر رہے۔ اس خط کی نقل ایک میاں وزیر اور ایک میاں شریف اعظم کے پاس بھیج دو تاکہ روزانہ فاتحہ حضرت شیخ الشیوخ کا وہ لوگ التزام کریں۔ از پرتاب گڈھ

مولانا شاہ غلام حسنین صاحب ندوی پھلواروی

حضرت قبلہ کے تیسرے فرزند۔ سال ولادت ۱۳۱۷ھ ہے۔ ۱۹۱۹ء میں بی۔اے میں پڑھتے تھے، جب کہ گاندھی جی نے خلافت کمیٹی سے مل کر تحریک ترک موالات کا آغاز کیا اور بہار کے دورہ پر مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا شوکت علی، سوامی شردھانند اور دیگر رفقا کے ساتھ حضرت قبلہ کے مکان پر پھلواری تشریف لائے۔ حضرت کا دلی میلان اگرچہ تعلیمی بائیکاٹ کی طرف نہ تھا مگر رائے عامہ کے خلاف اصرار نہ فرماتے ہوئے اپنے صاحبزادوں شاہ غلام حسنین اور شاہ محمد جعفر صاحبان کو علی الترتیب کالج اور سکول سے نکال لیا اور انگریزی تعلیم ترک کرا کے علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھیج دیا۔

وہاں ان کے ان جیسے چند اور ترک موالات کر کے آنے والے ذی عمر طلبا کے لیے ایک اسپیشل کلاس کھول دی گئی، اور شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ صاحبؒ پرنسپل ندوہ کے زیر نگرانی اساتذہ نے ایک ایک فن کی تعلیم اپنے ذمے لے لی۔ چنانچہ چھ سات برس کے عرصہ میں شاہ غلام حسنین صاحب، شاہ محمد جعفر صاحب اور دوسرے رفقاء نے سند فراغ حاصل کی۔ اب شاہ غلام حسنین صاحب ندوی اپنے والد بزرگوار کی خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ عربی و انگریزی دونوں علوم کا مجموعہ ہیں۔ تحریر و تقریر دونوں میں امتیاز خاص رکھتے ہیں۔ حضرت قبلہ کی سوانح حیات "خاتم سلیمانی" کے نام سے پانچ سو صفحات پر مشتمل

لکھ کر شائع کی جو ایک دقیع دستاویز ہے۔ اقتصاد سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ علم فرائض میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ اب پورا ذوق تصوف کی طرف ہے، اور شیخ میں فنا رہتے ہیں۔

(۱)

نورچشم من میاں غلام حسنین سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تم طالب العلم ہو اور ہر طالب العلم کو اپنی اخلاقی حالت درست رکھنی چاہیے۔ اور اگرچہ تم دنیوی علوم حاصل کرتے ہو مگر جب مسلمان ہو تو ارکان اسلام کی پابندی ضروری ہے۔ اسلام دین (آخرت) و دنیا دونوں پر حکمراں ہے۔

سحر خیزی و عبادت

پس اے فرزند! نماز پنجگانہ کا بہت خیال رکھو اور تا بہ مقدور مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھا کرو۔ اور سحر خیزی اپنے اوپر لازم کر لو۔ صبح کے سونے سے ذہن خراب ہو جاتا ہے اور علم کی برکت کم ہو جاتی ہے اور ماشاء اللہ تم تو خانقاہ ہی میں رہتے ہو۔ خانقاہ درویشوں کے عبادت خانے کا نام ہے۔ پھر یہاں تو کبھی عبادت کو نہ بھولنا چاہیے۔

اور یہ بھی تم کو بتائے دیتا ہوں کہ یہ خانقاہ اگرچہ شہر پٹنہ میں ہے مگر درحقیقت تمہارے بزرگان پھلواری کی خانقاہ ہے۔ اس مقدس خانقاہ کی نسبت حضرت خواجہ عمادالدین قلندر قدس سرہٗ کی جانب ہے جو تمہارے جداعلیٰ حضرت شاہ مجیب اللہ قلندر قدس سرہٗ کے پھوپھی زاد بھائی اور پیر و مرشد تھے۔ پس تم پھلواری سے دور نہیں، بلکہ پھلواری ہی میں ہو، اور اپنے ہی بزرگوں کے زیر سایہ ہو۔

دست بوسی

جناب حضرت مولانا شاہ رشید الحق صاحب مدظلہ العالی اس خانقاہ کے صاحب سجادہ و زینت نشین ہیں۔ ان کی خدمت میں نہایت ادب و احترام سے حاضر ہوا کرو۔

اور مصافحے کے ساتھ ان کا ہاتھ بھی چوما کرو۔ بزرگوں کا ہاتھ چومنا مستحب ہے۔ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ علماء متقی و پرہیزگار لوگوں کا ہاتھ چومنا ان کے ادب و تعلیم کے لحاظ سے بہتر ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ بعض صحابہ نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہاتھ بلکہ قدم مبارک بھی چوما ہے، اور حضرت عمرؓ کا ہاتھ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے چوما تھا۔ اور حضرت علی نے اپنے چچا حضرت عباس کا ہاتھ چوما۔ باوجود اس کے کہ حضرت علی علم و فضل اور دینی شرف میں اپنے چچا سے بہت زیادہ تھے۔ مگر رشتے اور سن و سال کی وجہ سے ان کی بزرگی کا ادب کرتے تھے تو ہم لوگوں کو بھی اپنے بڑے بوڑھے رشتے داروں کا ادب کرنا چاہیے۔ بالخصوص جو عالم و فاضل و درویش ہوں وہ ہر طرح سے واجب التعظیم ہیں۔ ہاں چند دنوں سے ہماری پھلواری کا دستور ہو گیا ہے کہ وہ بجز اپنے پیر اور پیرزادوں کے کسی دوسرے مقدس بزرگ کا ہاتھ نہیں چومتے۔ یہ محض ناواقفی یا تعصب کا سبب ہے ورنہ شریعت میں تو کہیں بھی پیرزادوں اور پیر کے ہاتھ چومنے کا ذکر نہیں ہے۔ پیر و پیرزادہ اگر عالم و متقی و پرہیزگار ہے تو بے شک اس کا ہاتھ چومنا جائز ہے ورنہ جائز نہ ہوگا۔ تم ان آداب کا بہت خیال رکھو۔

از خدا خواہیم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از فضل رب

وہاں خانقاہ میں عرس و زیارت و مجالس سماع بھی ہوا کرتی ہیں۔ تم زیارت میں شریک ہوا کرو۔ ایسے آثار شریف جہاں کہیں بھی ہوں چونکہ رسول اللہ صلعم تک مسلسل سند اس کی نہیں ہے اس لیے ہم یقین کامل اس پر نہیں کر سکتے مگر پھر بھی حسن ظن کافی ہے۔ بالخصوص اگر مقدس اور اہل علم کے خاندان میں یہ آثار شریفہ ہوں تو زیادہ تر نیک ہی گمان کرنا چاہیے اور شرف زیارت حاصل کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ زیارت کے وقت درود و سلام پڑھا کرو۔

قوالی

قوالی کی مجالس اور حال و قال میں شریک نہ ہوا کرو۔ وجد و حال عابد و زاہد کا سبب

شاغل باخدا لوگوں کا کام ہے۔ عوام الناس اور طالب العلموں کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ اور وقت ضائع کرنا ہے۔ حسب معمول سورۂ مزمل بعد نماز صبح روزانہ پڑھا کرو، اور شام کو ایک تسبیح درود شریف کی۔ مکان پر جب آیا کرو تو بڑے حضرت قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر حاضری ضروری ہے اور نماز مغرب حضرت شاہ بدرالدین صاحب کی معیت میں پڑھا کرو۔ مجھے خطوط بضرورت لکھا کرو۔

والدعا

---

(۲)

نورچشم من میاں گلو! اللہ تعالیٰ تمھیں گل مراد عطا فرمائے۔ بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ میاں حسین کے خط سے معلوم ہوا کہ تم نے ختم درود شریف سے فراغت کر لی۔ میں تمھاری اس محنت کی داد دیتا ہوں کہ باوجود مشاغل مدرسہ تم نے اس حصول سعادت دینی میں بھی کوتاہی نہ کی۔ جزاك الله فی الدارین خیرا۔

عبادت کیا ہے

اے عزیز! انسان صاحب جسم و جان ہے۔ پس جس طرح جسم کی ترقی و پرورش غذا سے ہوتی ہے اسی طرح جان کی ترقی و بقا عبادت سے ہوتی ہے، اور یہ عبادت روحانی غذا ہے۔ درود شریف وہ اعلیٰ عبادت ہے کہ یاد الٰہی کے ساتھ رسول صلعم کی بھی اس میں یاد ہے۔ پس درود شریف میں مضمون لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دونوں ہی ہیں پھر اس کی سعادت و برکت کو کیا پوچھتے ہو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا
تَسْلِيْمًا ط

اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر

صلوٰۃ وسلام بھیجو۔

درود کو صلوٰۃ کہتے ہیں اور نماز کو بھی صلوٰۃ کہتے ہیں۔ پس اے عزیز فرزند! ہمارے اس معزز و محترم دودمان علیہ نجیبیہ وارثیہ محمدیہ میں انھیں دو چیزوں سے سالک منزلِ مقصود کو پہنچتا ہے۔ درود و نماز کی ابتدا درود سے ہوتی ہے اور انتہا اس کی اسرار نماز پر ہوتی ہے۔ درود سے دل منور ہوتا ہے اور نماز سے عرش کا نور دکھائی پڑتا ہے اور اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ کا انکشاف ہوتا ہے۔

اے فرزند! تم نے ختم درود شریف کیا۔ زبان تمھاری پاک ہوگئی، اور اس میں برکت کا نور آگیا۔ اب اس برکت اور نور کو دل میں اتار لاؤ۔ یعنی فقط دل سے درود کو ادا کرو۔ اور حضورؐ کو بہیئت حلیہ شریفہ اپنے سامنے خیال کرو۔ اور اس مبارک خیال کے ساتھ اگر زبان بھی حرکت کرنے لگے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر دل سے یاد نہ جائے ؎

ہم ہوں ان کے سامنے اور وہ ہمارے سامنے

طالب العلمی کا زمانہ ہے ابھی اس شغل میں زیادتی کی ضرورت نہیں۔ شیئًا فشیئًا۔

مولانا شاہ محمد جعفر صاحب ندوی

حضرت قبلہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ ۱۳۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں بہ سلسلۂ ترک موالات انگریزی تعلیم ترک کر کے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے، اور وہیں اس سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اور اس کے بعد سے برابر تبلیغی وعلمی خدمتوں میں منہمک رہے۔ ایک بلند پایہ خطیب و ادیب ہیں۔ اردو اور عربی زبانوں پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ سابق مہاراجہ کپورتھلہ آنجہانی نے انھیں اپنی تاریخی شاہی مسجد کا خطیب و امام مقرر کیا تھا۔ جب تقسیم پنجاب کے بعد قتل عام شروع ہوا تو کسی طرح جان سلامت لے کر لاہور پہنچے، اور وہیں مستقل اقامت اختیار فرمائی۔ اس وقت مرکزی حکومت پاکستان کی معاونت سے تصنیف و تالیف کا جو آزاد ادارہ "ثقافت اسلامیہ" کے نام سے قائم ہے اس کے رکن رکین ہیں۔ ان کی پانچ بلند پایہ تصنیفیں "ریاض السنۃ"، "الدین یسرٌ"، "مقام سنت"، "ازدواجی زندگی کے لیے اہم قانونی تجاویز" اور "اسلام اور موسیقی" اس ادارہ کی جانب سے چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ متعدد تصنیفیں اس سے پہلے بھی چھپ چکی ہیں اور کئی زیر طبع ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے ایک بے تعصب قاری یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ شاہ جعفر کا شمار اس دور کے علمائے مفکرین میں ہے، اور مسائل اسلامیہ پر ان کی نگاہ مجتہدانہ پڑتی ہے۔

لاہور ریڈیو سے ان کی مذہبی و اصلاحی تقریریں اکثر نشر ہوتی رہتی ہیں۔ بیعت، تعلیم، اجازت و خلافت سب آپ کو اپنے پدر بزرگوار سے ہے۔ مثنوی شریف مولانا روم سے

بڑا ذوق ہے اور خاص اپنے والد محترم کے لہجے میں پڑھتے ہیں۔

(۱)

صلی الالہ علی النبی محمد — والطیبین الطاہرین الرشد

والآل والابرار عداد ما احصی — والرمل والقطر الذی لم یعدد

اللہ اپنے نبی محمدؐ پر، پاک صاف ہدایت یافتگان پر، آل پر، نیکو کاروں پر درود بھیجے، ان کنکریوں، ریت کے ذروں اور پانی کے قطروں کی تعداد کے برابر جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

نور چشم من سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمھارا خط پہنچا۔ اتنے مختلف مضامین ہیں کہ ان کے جواب میں ایک بہت بڑا رسالہ مجھے ارسال کرنا چاہیے۔ معہذا بعض بعض اشتباہات پر ہم تنبیہہ کیے دیتے ہیں، اس پر غور کرو۔

تفضیل شیخین اور مبالغہ آرائی

اہل سنت کا جمہوری مسئلہ تفضیل الشیخین ہے مگر متاخرین نے بضد الروافض اس میں بہت کچھ مبالغہ کیا ہے اور ایک ہنگامہ برپا کر دیا ہے۔ یہ سب بالکل اعتدا ہے اور حق یہ ہے کہ بوجہ تبلیغ و اشاعت اسلام و تکمیل سیاسیات محمدیہ حضرات شیخین اور ان کے مثوبات کو کوئی نہیں پا سکتا، اگرچہ ایک جماعت کو اس میں بھی لا نُعم ہے۔ مگر اس کی وجہ سے مسلمانوں میں باخود ہا منافرت نہ تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث کی ایک کتاب "تفہیمات الٰہیہ" ہے اس میں عجیب اسرار و نکات ہیں۔ حضرت شیخ صدر العالم اس زمانے میں اجلۂ علمائے کاملین میں سے تھے انھوں نے اپنے مدرکات عرفانیہ میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کو دیکھا اور واقعۂ رویت شق القمر سے مشرف ہوئے اور لوائے محمدی کو پایا۔ پس انھوں نے مناقب جناب امیر المومنین میں ایک بہت بڑا رسالہ لکھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کلیہ کو ثابت کر دیا۔ اس رسالے کا نام "معارج العلیٰ" ہے۔ لکھنؤ کے بعض کتب خانوں میں موجود ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث

سکے وہ اقران سے تھے۔ انھوں نے وہ رسالہ ان کے پاس بھیج دیا۔ شاہ صاحب نے اس کے جواب میں ان کی خدمت میں یہ اشعار لکھ کر بھیج دیے ؎

شاہ ولی اللہ کا دلچسپ قصیدہ

دعاك الله یا صدر الموالی
وطول الدھر کان لك البقاء

اے صدر بزم احباب! اللہ آپ کی طرف متوجہ ہو اور ہمیشہ کے لیے آپ کو بقا حاصل رہے۔

لقد اوتیت فی الآباء فخرًا
وبالابناء یرتفع العلاء

آپ کو اپنے آباء واجداد کی طرف سے بھی فخر حاصل ہے اور آپ کی اولاد سے بھی آپ کے مرتبے کو بلندی حاصل ہوگی۔

وجدك آیته لاریب فیھا
وبحر لاتکدرہ الدلاء

آپ کے دادا ایک نشان تھے جس میں کوئی شک نہیں، وہ ایسا دریا تھے جس کو ڈولوں کی کثرت گدلا نہیں کر سکتی۔

وفی کشف المعارف کان فردًا
وما فی القوم کان له کفاء

معارف کے انکشاف میں وہ یکتا تھے اور قوم میں ان کی کوئی نظیر نہیں۔

لقد کوشفت ما کوشفت حقا
وفضل الله لیس له انتھاء

آپ کو جو مکاشفہ ہوا ہے وہ بھی صحیح مکاشفہ ہے اور فضل الٰہی کی کوئی انتہا بھی نہیں۔

اتاك الثلج والاتقان لما
رایت الشق وانکشف اللواء

جب آپ نے شق قمر کا مشاہدہ کیا اور لوائے محمدی کا انکشاف ہوا تو آپ کے دل کو ٹھنڈک اور یقین حاصل ہونا ہی تھا۔

واذ بادناك سیدنا علیؓ
باکرام وعلم ما یشاء

اور جب حضرت علی نے آپ کو جتنا چاہا عزت اور علم سے نوازا۔

تولف فی مناقبه کتابًا
وعند الله فی ذاك الجزاء

تو آپ نے ان رضؓ کے مناقب میں ایک کتاب تالیف فرمائی اور اس کا اجر اللہ ہی کے ذمے ہے۔

ومکثر مدح مولانا علیؑ — مقلٌّ لا یکون له الوفاء

اور ہمارے مولا علی کی تعریف کتنی ہی زیادہ ہو وہ دراصل کم ہی ہوگی اور پوری نہ ہوگی۔

ومامن مشهد الا وفیه — لهٗ فخرٌ کبیرٌ وازدهاء

کوئی معرکہ بھی تو ایسا نہیں جس میں حضرتؑ کا کوئی بڑا قابلِ فخر کارنامہ موجود نہ ہو۔

ومامن منهل الا وفیه — لهٗ شرب عظیم وارتواء

اور کوئی چشمہ بھی ایسا نہیں ہے جہاں سے آپ جی بھر کے سیراب نہ ہوئے ہوں۔

وللقران تنزیلٌ وظهرٌ — یقابلهم علیه الانبیاء

قرآن پاک میں ایک تو الفاظ ہیں اور ظاہری معنی ہیں جن پر انبیاء بحث کرتے ہیں۔

وللقران تاویل وبطن — یخاصمهم علیه الاوصیاء

نیز قرآن کی تفسیر اور باطنی معانی ہیں جن پر اوصیاء گفتگو کرتے ہیں۔

قبول الناس للتنزیل فیه — سیاسات له منها نماء

لوگوں کے محض ظاہر الفاظ اور معنی کے قبول کر لینے میں ایسی سیاستیں ہیں جن میں ارتقا کی بالیدگی ہوتی ہے۔

فمنها ردّ تحریف ومدٌّ — لاسباب لهٗ منها انتشاء

اسی سیاست میں تحریف کی تردید بھی ہے اور ایسے اسباب کا مہیا کرنا بھی ہے جن سے ترقی ہو۔

وصلح واختصام وائتلاف — باقوام قلوبهم هواء

نیز اس میں صلح و جنگ بھی ہے اور ان لوگوں کی تالیف بھی جن کے دل اڑے ہوئے ہیں۔

لهذا التفهم اسرار عظام — وللشيخين فيه اعتلاء

قرآن کے اس پہلو میں بڑی بڑی باریکیاں ہیں اور اس چیز میں شیخین کو سربلندی حاصل ہے۔

وفی علم النبوة ان هذا — ملاك الامر ليس به خفاء

اور اس نبوی علم میں بھی (سربلندی حاصل ہے) جو دین کا نچوڑ ہے اور یہ کوئی راز نہیں (بلکہ حقیقت ہے)۔

وما زال الصحابه عارفيه — يقينا مثل ما طلعت ذكاء

صحابہ اس چیز سے عام طور پر واقف تھے اور یہ ایسی حقیقت ہے جیسے سورج کا طلوع ہونا۔

واثبت ذاك للشيخين واختر — من الاوصاف من حاما تشاء

اس فضیلت کو تو شیخین کے لیے باقی رکھو اس کے بعد اور جو تعریفیں چاہو حضرت علی کے لیے) اختیار کرو۔

دلائل الخیرات درود شریف

اے عزیز! درود شریف اور شغل درود بمنزلہ مرشد کامل ہے اور اس کے ذریعے سے اشراق نورانی بدرجۂ اتم ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب "القول الجمیل" میں ہر خاندان کے اشغال و اوراد کو نقل کیا ہے، پھر درود شریف کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں فمنها وجدنا ما وجدنا اور یہ فقیر بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اور ان کا ہم زبان ہو کر یہ کہتا ہے فمنها وجدنا ما وجدنا (جو کچھ پایا سو اسی سے پایا)۔ مگر یہ جب ہے کہ درود کا طریقہ عارفانہ ہو نہ کہ عامیانہ۔

فاذا قلت اللهم صل على محمد فكانك حضرت بين يدى النبى صلى الله عليه وسلم وانت تجاهه فرأيت النبى صلى الله

علیہ وسلّم فی صورۃ البشریۃ النورانیۃ وعلیک التذکر وایاک والغفلۃ

جب تم نے اللھم صلّ علیٰ محمد کہا تو گویا تم حضورؐ کے سامنے حاضر ہو گئے اور تم حضورؐ کے مواجہے میں ہو گئے اور آپؐ کو آپؐ کی بشری اور نورانی شکل میں دیکھ لیا۔ اس نکتے کو پیش نظر رکھو اور غفلت سے بچو۔

اے عزیز! یہ مراقبہ تھوڑے دنوں کے بعد مشاہدہ و معائنہ ہو جاتا ہے اور انوار و تجلیات پیش نظر ہوتے رہتے ہیں۔ پھر آگے چل کر وعلیٰ آلہ و اصحابہ میں بھی ان حضرات کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ میں سفر میں تھا اور ایک تنہا مکان میں بعد نماز صبح شغل درود شریف میں مصروف تھا تو "وعلیٰ ازواجہ" کا مراقبہ ایسے انکشاف تام کے ساتھ ہوا کہ تمام امہات المومنین یک جا کھڑی نظر آئیں مگر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے کی زمین بالکل چاندنی کی طرح چمکتی تھی۔ اسی مراقبے میں مجھے منکشف ہوا کہ یہ آپ کی فقاہت کے انوار ہیں اور یہ بات بھی واقعی ہے کہ صحابہ و اہل بیت میں بجز ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے، فقاہت میں کوئی بھی حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کے لگ بھگ نہیں ہے کما اعترف غیر واحد من المحدثین وارباب الدرایۃ۔ (جیسا کہ بہت سے محدثین اور ارباب درایت نے تسلیم کیا ہے)۔

ہاں ایک اور بات یاد آئی چونکہ شغل درود میں نزہت زیادہ ہے اس لیے آلائش ذنوب و آثام سے جلد وہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ شغل درود کے لیے دل کو کینہ و بغض و حسد وغیرہ سے بالکل پاک ہونا چاہیے۔ معصوم کے انوار کا انعکاس دلِ پاک اور قلب بے غش پر باحسن وجوہ ہوتا ہے۔ باقی فضل ہی فضل ہے ؎

کہ مستحق کرامت گناہگار انند

دلائل الخیرات کی عربیّت

اس کے مؤلف سید محمد بن سلیمان جزولی مغربی ہیں جہاں کی عربیت پر کوئی حرف نہیں لا سکتا اور مؤلف نے تمام صیغ درود ماثورۃ عن النبی صلعم والصحابۃ والتابعین

والائمۃ المتبوعین والاولیآء العارفین۔ کو جمع کیا ہے۔ حزب اوّل میں امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کا درود شریف ہے "اللّٰھم داحی المدحوات" الخ یہ ہندوستانی نحوی کو بہت ہی مغلق معلوم ہوتا ہے اور اس کے ربط دینے میں دقت ہوتی ہے۔ مگر یہ تو افصح البلغاء کی بلاغت ہے اس کو کوئی غیر فصیح قرار نہیں دے سکتا۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں فی الجملہ اس کی تشریح کی ہے اور سخاوی محدث نے مواہب لدنیہ میں اور زرقانی ادیب محدث نے شرح مواہب میں اس پر بہتر روشنی ڈالی ہے۔ اور فاسی محدث نے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں نہایت ہی وضاحت کی ہے۔ مطالع المسرات کانپور محلہ فراش خانہ مولوی سلیمان تاجر کتب مصری کے یہاں سے منگوا لو۔ ایک یا دو روپے میں مل جائے گی۔ اس کو از اوّل تا آخر مطالعہ کرو اس سے معلومات میں بہت اضافہ ہوگا، اور یہ کتابیں بہترین استاد و مرشد ہو جائیں گی۔ افسوس تم ایسی جگہ ہو جہاں کتب خانہ نہیں۔ اور کتابوں کی سیر کا تمہیں چنداں شوق بھی نہیں۔ فیا اسفا۔

قرآن شریف

مخدرات سراپردہائے قرآنی　　　چہ دلبرند کہ دل می برند پنہانی

فیوضات انوار قرآنیہ کے لیے غایت درجے کی تنزیہ درکار ہے۔ علائق بشریت کے ساتھ ان کا ادراک مشکل ورشکل ہے "الا من افاض اللّٰہ علی قلبہ من فضل النعیم" (بجز اس کے جس کے قلب پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل کا خاص فیضان فرمائے)۔ قرآن پاک کی تلاوت میں تواجد باعتبار حکمات بشریہ کے کم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ وجیہ امام غزالی نے احیاء العلوم کی کتاب السماع میں لکھی ہے۔ احیاء العلوم اگر مل جائے تو اس کو بغور پڑھو۔

اے عزیز! سالک کے لیے مختلف زمانے ہیں۔ پس ہر چیز کا ایک وقت ہے۔ دفعۃً طلب ہونا "طلب الکل فوت الکل" ہے پس تارۃً فتارۃً اور شیئاً فشیئاً کو مد نظر رکھو۔ ابھی تم شغل درود میں مصروف رہو ؎

اما الصلوٰۃ علی النبی فسیرۃ　　　مرضیۃ تمحیٰ بھا الأثام

حضور پر صلوٰۃ بھیجنا ایک ایسی پسندیدہ سیرت ہے جس سے گناہ دھل جاتے ہیں

وبھا ینال المرء عز شفاعتہ　　　　یعنی بھا الاعزاز والاکرام

اور اسی کی بدولت انسان شفاعت کی وہ سرفرازی حاصل کرتا ہے جو اعزاز و اکرام کی بنیاد ہے۔

کن للصلوٰۃ علی النبی ملازماً　　　　فصلواتہ لک جنۃ وسلام

حضور پر پابندی سے صلوٰۃ بھیجتے رہو تو یہ صلوٰۃ تمہارے لیے سپر اور سلامتی بن جائے گی۔

خدا کرے درود شریف سے ایسا قرب و حضوری حاصل ہو کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہو کر قرآن پاک پڑھو اور خدا کا کلام رسول خدا کو سناؤ۔ فافہم ولا تعجل و سوف ترئ ما تری (لا سے سمجھو اور عجلت سے کام نہ لو، جو کچھ نظر آتا ہے وہ جلد ہی نظر آجائے گا)۔ کاتب نہیں ملتا اس لیے جواب خط میں تاخیر ہوتی ہے۔ مولوی نیک محمد ایک مولوی صاحب ہیں جو مجھے صحیح بخاری سناتے ہیں اور میرے خطوط بھی لکھ دیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ گلو میاں کو پرسوں شدید بخار آگیا تھا اب اچھے ہیں مگر ضعف بہت ہے۔ حسین میاں مع الخیر ہیں اور ان کی دلہن اور بچے سب یہاں بخیر آگئے۔ مولانا عزالدین ایک ہفتے کی فرصت لے کر یہاں جلوہ افروز ہیں۔

اجمیر شریف کا ابھی تک کوئی پروگرام طے نہیں کیا ہے۔ وَلَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔ حضرت خواجہ کا فیض ذات مجھے بہت حاصل ہوا۔ الحمد للہ علی ذٰلک۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز اور عرس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بھی مضمون تیار ہے۔ کاتب سے صاف کرا کے عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ ارسال کروں گا۔ حضرت امام ربانی کے مزار اقدس کی حاضری اپنے اوپر ضروری کر لو۔ نور محمد سیٹھ بلگام کا انتقال ہو گیا۔ دعائے مغفرت کرو۔ میرے حلقے میں کاسب و شاغل شخص تھے۔

والسلام۔ ۶ جمادی الثانی، دوشنبہ، ۱۹ اکتوبر

---

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمہارا کارڈ بنام گلو میاں و حسین میاں سلمہما اللہ پہنچا۔ تمام مضامین پر ہماری طرف سے مندرکات کا اس پر اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس کو غور سے پڑھو۔

سلطان پور

پنجاب میں یہ ایک تاریخی شہر ہے۔ ملّا عبداللہ سلطان پوری یہیں کے رہنے والے تھے جو زمانۂ اکبر میں جلیل القدر عہدے پر ممتاز تھے۔ ان کے اقبال کا مدوجزر واقعات تاریخ اکبری میں منقول ہے۔ ملّا عبدالقادر بدایونی کی تاریخ میں بھی ان کے عجیب و غریب واقعات مندرج ہیں۔

گرو نانک کی دکان

تم کو اس تاریخی یادگار پر بہت تعجب ہے۔ سنو! میں نے مکۂ معظمہ میں حضرت ابوبکر صدیق کی دکان دیکھی ہے جس پر حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہم جمع ہوا کرتے تھے، اور ابتدائے اسلام کا سودا یہیں فروخت ہوتا تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یہ جواہرات پیش ہوتے تھے۔ اب اس دکان کی دیوار داخل مسجد حرام ہے۔ میں وہاں پر کھڑے ہو کر یوں کہا کرتا تھا ؎

نہ تن بیچتا ہوں نہ جاں بیچتا ہوں
میں ہستی کی اپنی دکاں بیچتا ہوں

اور حقیقت میں وہ دکان بک بھی گئی اِنَّ اللہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ الخ (اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا)۔

گرو نانک شاہ

ان بزرگوں کے ساتھ اسلامی واقعات اتنے وابستہ ہیں کہ مشائخ ان کو عارف باللہ

کہنے پر مجبور ہیں۔ عارف باللہ والرسول کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مولویوں کے دفتر میں بھی ان کا نام موجود ہو ؎

اے زمشکیں طرہ ات در ہر دمے بندے دگر　　　رشتۂ جاں را بہر موئے تو پیوندے دگر

میں بغداد شریف میں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے مزار پر حاضر ہوا تو وہاں ایک حجرہ دیکھا جہاں پتھر رکھا ہوا تھا اور دیوار پر گورمکھی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ جناب گرونانک کا یہ چلّہ اور نشست گاہ ہے مجھے اس پر کوئی تعجب نہ ہوا بلکہ دل نے یوں کہا ؎

نہ من بر آں گل رعنا غزل سرایم و بس　　　کہ عندلیب تو از طرف ہزار انند

اے عزیز! ہمارے اہل عرفان درویشوں کی عجب گرم بازاری ہے۔ کہاں کہاں سے سودا لاتے ہیں اور کدھر کدھر بیچتے ہیں لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ (انھیں نہ مال تجارت ذکر الٰہی سے غافل کرتا ہے نہ خرید و فروخت)۔ طرح طرح کے مصائب و آلام میں بھی ان کی گرم بازاری بدستور رہتی ہے۔ حضرت احمد جام نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

بر سر بازار صرافانِ عشق　！　زیر ہر دارے دکانے دیگر است

مگر ہائے افسوس اب وہ دکانیں کہاں اور وہ سودا کہاں؟ ؎

تہی خم خانہا کردند و رفتند

ہمارے حضرت قبلہ مولانا فضل رحمٰن قدس سرہٗ یہ مصرع بہت پڑھا کرتے تھے ؎

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

ازالۃ الخفاء

یہ عجیب و غریب کتاب ہے فارسی و عربی لٹریچر تارۃً فتارۃً۔ ایک عجیب لطف و سرور پیدا کرتا ہے۔ جناب شاہ ولی اللہ محدث دونوں زبانوں میں عجیب قدرت رکھتے تھے۔ ایسی عبارت نویسی ہندوستان میں شاید ہی کسی مولف کو نصیب ہوئی ہو۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ اور تمہید و مقدمات کے تو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز بادشاہ ہیں۔ ان کی تمہید و مقدمات سے اصل مسئلے پر اتنی روشنی پڑجاتی ہے کہ پھر اس پر غور و فکر کی ضرورت ہی نہیں۔ اردو ترجمے میں یہ خوبیاں کہاں؟ بالخصوص مولویوں کا اردو

ترجمہ نہایت کمزور ڈائلوشن ہوتا ہے جو اصل عبارات اور مضامین کو بالکل پھیکا اور کمزور کر دیتا ہے۔ درحقیقت علمی کتابوں کا ترجمہ دیکھنا اپنی علمی لیاقت کو بھی کمزور کرتا ہے۔ "فالحذر ثم الحذر" (اس سے بچتے رہو بچتے رہو)۔

الاکتفاء سے ماخوذ

اب رہا شاہ صاحب کا ماخذ اور مقتبس تو بے شک زیادہ تر الریاض النضرہ اور استیعاب ابن عبدالبر ابو عمر واندلسی ہے جس کا جا بجا پتہ بھی دیتے ہیں، مگر یہ روایت کشتی ان کی تمام تر علامہ یمنی کی کتاب "الاکتفاء" سے ماخوذ ہے۔ "الاکتفاء" ایسی نادر کتاب ہے کہ لکھنؤ میں مولوی ناصر حسین صاحب کتب خانے میں بھی موجود نہیں ہے۔ مگر الحمد للہ کہ اس کا قدیم نسخہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے۔ تمہارے بڑے بھائی حسن میاں مرحوم نے اس کتاب کی خوب سیر کی ہے اور اس سے بہت سے مضامین نقل کر لیے ہیں۔ سچ ہے "الفضل للمتقدم" (فضیلت آغاز کرنے والے کے لیے ہے)۔

صرع

صرع کو ہندی زبان میں مرگی کہتے ہیں۔ اطباء یونان لکھتے ہیں "ھو عسر المبرء" بزرگانِ دین کے یہاں اس عارضے کے لیے تعویذ لکھے جاتے ہیں۔ مگر ہر چیز میں اللہ ہی پر بھروسہ ہے "نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ" القول الجمیل شاہ ولی اللہ محدث کی جس کا ترجمہ شفاء العلیل چھپ کر ہر جگہ شائع و ذائع ہے صرف تین چار آنے میں مل جاتا ہے۔ تم بھی منگالو اس میں باب عملیات میں صرع کا تعویذ بھی ہے۔ میں نے تم کو اس کی اور اس کے تمام عملیات کی اجازت دی۔ پس وہ تعویذ ایک تختی پر لکھ کر مریضوں کو دیا کرو اور توکل سے کام لو "وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ" مولوی نیک محمد صاحب عالم ساکن موتیہاری آج کل خانقاہ خرد میں درس و تدریس میں مشغول ہیں۔ صحیح بخاری وہ مجھ کو سناتے ہیں بس یہ ایک اچھا مشغلہ ہو گیا ہے، اور دیگر طلباء جو مولوی عزیر سلمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق تھے پھر مجھ سے پڑھنے لگے۔ اب مجھے ان سے بھی چھٹکارا ہو گیا۔ تم اپنے حالات سے مطلع کیا کرو اور خدا سے غافل نہ رہو۔

(۳)

پھلواری شریف۔ ۲۰ ستمبر

نورِ چشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا آیا خدا کا شکر ہے کہ تم آج کل صحیح و سالم ہو اور کپور تھلے میں تمہارے ساتھ تعلقات نہیں ہیں۔ یکسوئی کا بہت اچھا موقع ہے "وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا" پر عمل وہاں باحسن وجوہ ہو سکتا ہے۔ پس بقول حضرت مولانا رومی ے

قَالَ اَطْعِمْنِیْ فَاِنِّیْ جَائِعٌ
وَاعْتَجِلْ فَالْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ

اس نے کہا کہ مجھے کھلا، میں بھوکا ہوں اور جلدی کر کیونکہ وقت تو ایک کاٹنے والی تلوار ہے۔

ایک دعائے نور کی شرح

پس اے عزیز! وقت کی قدر کرو اور اس کو ضائع نہ ہونے دو۔ اور اپنی صحت و عافیت کے لیے اس دعا پر مداومت کرو "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

غالباً مجھ سے سن کر یہ دعا تم نے یاد کر لی ہے مگر خوب یاد رکھو کہ یہ دعا زبانِ فیض ترجمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلی ہوئی ہے اور ستر ملائکہ رکن یمانی خانۂ کعبہ پر مقرر ہیں کہ وہ دعا پڑھنے والوں کے ساتھ آمین کہیں۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وُکّل بالرکن الیمانی سبعون ملکًا فمن قال اللّٰھم انی اسئلك العفو والعافیۃ فی الدّین والدّنیا والاخرۃ اللّٰھمّ اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ قالوا اٰمین۔

حضور نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے اس لیے مقرر ہیں کہ جو شخص یہ دعا
یعنی اللّٰھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والاخرۃ
اللّٰھم اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار"
ادا کرتا ہے تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔

اب اس دعا کی عظمت وجلالت پر غور کرو، اور عفو وعافیت دین ودنیا وآخرت کی تفصیل شراح احادیث نے یوں کی ہے:

فی الدین ھو ان لا یھینہ حتی یقع فی المخالفات وان یحفظہ ویکلئہ ولا یکلہ الی نفسہ۔

دین میں عفو وعافیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی اہانت نہ کرے اسے محفوظ رکھے اور اسے نفس کے حوالے نہ کرے۔

اور دنیا کے معنی یہ لکھے ہیں:

ھو ان یصا فیہ من محنھا وشدا دھا۔

وہ یہ ہے کہ دنیا کی محنت وسختی سے محفوظ رکھے۔

اور آخرۃ کے معنی ہیں:

ھو ان لا یؤاخذہ بذنوبہ ولا یوبقہ باعمالہ

وہ یہ ہے کہ اس کے گناہوں کا مواخذہ نہ کرے اور اس کے اعمال کی وجہ سے اسے برباد نہ کرے۔

اس دعا کا ایک ٹکڑا دلائل الخیرات حزب یوم الخمیس میں موجود ہے مگر میں اکثر پوری دعا پڑھا کرتا ہوں، اور چونکہ حدیث شریف میں "ربنا" کی جگہ پر "اللھم اتنا" ہے، اس لیے میں "اللّٰھم" ہی پڑھا کرتا ہوں اور دعا سمجھتا ہوں۔

فضائل صدیق اکبر کی مجلس

مجلس فضائل امیر المومنین امام الصدیقین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہت مبارک ہے مگر فضائل کی کتاب تمہارے پاس کہاں؟ نہ تو تمہارے پاس ازالۃ الخفاء

ہے اور نہ الریاض النضرہ ٹھہری۔ یہاں کتب خانے میں یہ دونوں کتابیں ہیں۔ کہو تو بھیج دوں لیکن
مگر شرط یہ ہے کہ ان کو باطمینان پڑھو، اور آیات واحادیث پر غور کرو۔

فرقے بندی سے بچو

مگر دیکھو! بیان فضائل صحابہ میں فرقے بندی کی بُو نہ آنے پائے، جو پنجاب میں مروّج ہے۔ مخالفین کی دعوۃ حسن کلام اور قول لین سے ہونی چاہیے نہ کہ سخت کلامی اور عبوساً قمطریرا سے!

ہمارے حضرات صوفیہ صافیہ ہمیشہ سے اپنے قلبی جذبات ہی پیش کرتے آئے ہیں اور اسی سے کام لیتے رہے ہیں اور اسی کو علم سینہ بسینہ کہتے ہیں، جو سینہ جبریلؑ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ مبارک میں آیا اور اسی علم سینہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَاصَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّاصَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ۔

اللہ نے میرے سینے میں جو کچھ بھی ڈالا ہے وہ سب میں نے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا ہے۔

ہمارے حضرات صوفیہ اس فرمان کو حدیث صحیح مانتے آئے ہیں، چاہے خشک محدثین کے نزدیک مرفوعاً یہ حدیث صحیح ہو یا نہ ہو "وَلَنَا فِیْ شُیُوْخِنَا اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" (ہمارے لیے ہمارے شیوخ میں اچھا نمونہ ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبھی صحابہ مصاحب ورفیق تھے مگر حیات کے بعد وہ رفاقت بظاہر ختم ہو گئی۔ مگر یہ شرف شیخین ہی کو ہے کہ مرنے کے بعد بھی رفاقت نہ چھوڑی، اور قیامت تک قرب نبوی صلعم اور آغوش مصطفوی کا شرف حاصل ہے جو رحمت رحمۃ للعالمین پر نازل ہوتی ہے ان دونوں یاروں کا بھی اس میں کافی حصہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام امت کو بھی اپنی رحمت سے محروم رکھنا نہ چاہتے تھے اور شریک حال فرمایا کرتے تھے۔ پھر یہ دونوں رفیق اس رحمت سے کیسے محروم رہیں گے "اللّٰھُمَّ صل علی محمد وآلہ وعترتہ واصحابہ الکاملین المکملین"۔ دالے

اللہ محمد اور ان کی آل، اور کامل و مکمل مددگار و اصحاب پر صلوٰۃ بھیج) ؎

اصحاب نبی کہ فضل شان است جلی — بے شک ہمہ بودند سعید ازلی
زاں جملہ چہار عنصر دین متین — بوبکر و عمر شمار و عثمان و علی

سلام اللہ و رضوانہ علیہم اجمعین

تفضیل علی فضائل شیخین کا انکار نہیں

ہمارے حضرات صوفیہ جناب امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ کی محبت و تولا میں "غالی" مشہور ہیں۔ میں اس کو ایک حد تک تسلیم کرتا ہوں، مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے فضائل سے اندھے ہو جائیں اور ان کے مناقب سے بہرے ہو جائیں۔ حاشا و کلا۔ ہمارے مناد مدت دراز سے اس "غلو" کی نفی کرتے آئے ہیں۔ حضرت نظامی گنجوی سکندر نامے میں فرماتے ہیں ؎

بحب علی گرچہ محکم پیم
زعشق عمر نیز خالی نیم

اے فرزند! ہمارے بیاں مکاشفہ و مشاہدہ ہے، ہم اندھے اور کانے اور بہرے اور گونگے نہیں ہیں۔ ہم جب قرآن شریف تلاوت کرتے ہیں تو مہاجرین و انصار کے فضائل پڑھتے اور زبان سے بحکم خداوندی یوں ناطق ہوا کرتے ہیں:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ط

یہی ہیں جو واقعی مومن ہیں۔

اور پھر پڑھتے ہیں:

قُلْ لَّآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبَىٰ۔

کہہ دو اے پیغمبر کہ میں تم سے اس تبلیغ کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بجز قرابت کی محبت کے۔

ایک کان میں یوں آواز آئی کہ:

رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم الخ

اللہ ان مومنوں سے راضی ہے جب کہ وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے پھر اللہ نے ان کے دلوں کی باتوں کو جان لیا۔

اور دوسرے کان میں یہ آواز آئی :

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا

اللہ چاہتا ہے اے اہل بیت کہ تم سے پلیدی کو دُور کر دے اور تمھیں بالکل پاک کر دے۔

پس ہم صحابہ و اہل بیت دونوں کے ماننے والے ہیں، ان کے عاشق ہیں تو ان کے بھی شیدائی ہیں، ان کے غلام ہیں تو ان کے بھی خادم ہیں ؎

ہر دو زلفش کہ مد ظلّہما
بر سرم سایۂ حمایت اوست

اصل الاصول محمد رسول اللہ باقی سب فروع

مگر معاف کرو گے مستقل کسی کو نہیں مانتا۔ اصل اصول ہمارے سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ؎

سر خیل توئی و جملہ خیل اند
مقصود توئی ہمہ طفیل اند

صحابہ ہوں یا اہل بیت ہوں، حضرت ابوبکر ہوں یا حضرت علی مرتضیٰ ہوں ہم نے جس کو پہچانا اپنے سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے پہچانا ہے ؎

ہر گلِ نو کہ شد چمن آرا
اثر رنگ و بوئے صحبت اوست

والسلام

---

(۴)

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنا محمد بعدد من صلی وصام وقعد وقام۔

نورچشم من سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ ماہ مبارک میں وہاں تم کو "تبتل الیہ تبتیلا" پر عمل کا بہترین موقع ہاتھ آیا ہو گا۔ خانگی علائق جو سدِّ راہ ہیں ان سے تم کو وہاں نجات ہے۔ روزے دار کو دل دردمند کچھ نہ کچھ ضرور فائز المرام کرتا ہے۔ بالخصوص دعاؤں کا اثر ضرور بہت تیز ہو جاتا ہے۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ (میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں) اس میں عموم ہے مگر نزول اس کا اسی ماہِ رمضان سے متعلق ہے۔

پس اے فرزند! ہر شب و روز داعی رہو ع

کہ دعائے دردمنداں زسر نیاز باشد

لبیک کی جستجو نیازمندوں کا کام نہیں ؎

حافظا وظیفہ تو دعا کردن است وبس

در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

میرے اہل حلقہ ماہ صیام میں ختم دلائل الخیرات تمام و کمال روزانہ بعد عصر کیا کرتے ہیں تم بھی اس موقعے کو ہاتھ سے نہ دو۔ کانک تراھا (گویا کہ تم ان کے سامنے ہو) ؎

تصوّرِ رخِ جاناں مراقبہ ہے یہی

خیالِ یار میں رہنا مشاہدہ ہے یہی

گرچہ صد مرحلہ دور است از پیش نظرم وجھہٗ فی نظری کل غداۃ و عشی

مولوی شریف اعظم سلمہ اللہ تعالیٰ، پٹنہ اسپتال سے "چشم ما روشن دل ما شاد" ہو کر آئے ہیں اور اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں۔ تم کو سلام و دعا کہتے ہیں۔ جمعۃ الوداع کے حالات سے ضرور خبردار کرو۔ ۲۸ رجنوری، ۱۹ ماہ مبارک روز پنجشنبہ۔

---

(۵)

نورچشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا آیا

حالات معلوم ہوئے۔ احتیاطی ظہر جمعہ کے متعلق تم نے جو ظنون و شکوک وغیرہ کو لکھا تھا وہ ظن ہی ظن ہے۔ ایسے ظنیات و احتمالات پر مجھے رائے دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ عمل بالمشکوک وغیرہ کا مسئلہ فقہی کتابوں میں گڈمڈ ہے۔

ملفوظات سے فقط روحانی و اخلاقی فائدہ حاصل کرو

صحائف السلوک غالباً میں نے بھی دیکھی ہے مگر ملا فیظ میں میں نے اس کتاب کا تذکرہ نہیں دیکھا ہے اور نہ حضرت خواجہ خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کسی تذکرے میں پڑھے ہیں۔ حضرت مخدومنا نصیر الدین چراغ دہلی کا ملفوظ جس کا نام خیر المجالس ہے نہایت ہی معقول کتاب ہے اس کے پڑھنے سے ان کے زمانے کے حالات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے اور ان کے پند و نصائح سے قلب پر نزول سکینہ ہوتا ہے۔ اس کا ترجمہ اردو زبان میں چھپ کر شائع ہو گیا ہے۔ ابتدائی زمانے میں جب مسلمان ہندوستان میں آئے اور یہاں حکومت و سلطنت قائم ہوئی تو ہندوستان کی اسلامی دنیا کا علمی پیمانہ بہت مختصر تھا بالخصوص علوم عقلیہ سے معریٰ اور علوم عقلیہ میں بجز کتب فقہیہ اور دو تین تفسیر مثل کشاف و تفسیر زاہدی پھر تفسیر مدارک اور کتابوں کے درس و تدریس کا رواج نہ تھا، بالخصوص فن حدیث صحاح ستہ وغیرہ کا رواج بالکل نہ تھا۔ البتہ حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ نے مشارق الانوار جس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث بحذف الاسناد مجتمع ہیں پڑھی تھی اور اس کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت شیخ شیوخنا مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری جو اس جماعت صوفیۂ ہندوستان میں مسلم الثبوت عالم متبحر تھے ان کے بھی مکاتیب و ملا فیظ جب پڑھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتب علوم و فنون ان کے کتب خانے میں تھوڑی ہی تھیں۔ حکومت مغلیہ کے زمانے سے جب تمدن کا کچھ دورِ جدید شروع ہوا تو علوم و فنون کے یہاں بھی بہت چرچے شروع ہوئے۔ اور دیگر بلاد اسلامی کے محققین علماء بھی بکثرت تشریف لائے اور ذخائر کتب کی بھی بڑی کثرت ہوئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب ہمارے پیران و شیوخ

کے مکاتیب و ملفوظ مطالعہ کرو تو ان سے فقط اخلاقی و روحانی فائدے حاصل کرو فقہی مسائل اور صحت و ضعف احادیث وغیرہ ان باتوں کو ان کے ماہرین کی کتابوں میں دیکھو۔ لکل فن رجال" (ہر فن کے آدمی جدا جدا ہوتے ہیں) مثل مشہور ہے۔

حضرت غوث الثقلین

آپ کے مناقب و فضائل و کرامات میں علمائے محدثین و صوفیہ متبحرین نے بیسیوں کتابیں لکھی ہیں۔ سب سے پہلی کتاب جو حضرت کے زمانے کے سو برس بعد لکھی گئی ہے وہ بہجۃ الاسرار ہے جس میں ان سب باتوں کو مع الاسناد نقل کیا ہے اور "اخبرنا" کر کے بیان کیا ہے۔ "معنعنات" سے تمام کتاب معمور ہے۔

بڑھیا کی کشتی کا واقعہ بے اصل ہے

یہ "بڑھیا کی کشتی" اور ڈوبنے کے مدت دراز کے بعد نکلنا اور پھر سب کا زندہ اور صحیح سلامت رہنا وغیرہ سب عوام الناس کی من گھڑت اور مضحکہ خیز باتیں ہیں، کتب معتبرہ میں ہرگز ہرگز ان کا ذکر نہیں۔ حضرت غوث الثقلین کی اجل کرامات سے یہ ہے کہ مردہ دلوں کو آپ نے زندہ کیا۔ اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سنبھالا اور محی الدین والملت ہوئے۔ اسی لیے بزرگانِ دین یوں کہتے آئے ؎

مردہ دل گشتم و نام تو محی الدین است
مردہ را زندہ نما حضرت غوث الثقلین

اکابر اولیاء اقدام انبیاء پر ہوتے ہیں، حضرت غوث الثقلین علیٰ قدمِ النبیؐ محمد صلعم تھے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا ؎

وکل ولیٍّ لہٗ قدمٌ و اِنّی علی قدم النبی بدر الکمال

ہر ولی کے سامنے ایک نقش قدم ہوتا ہے اور میں نبیؐ کے قدم پر ہوں، وہ نبی جو بدر کمال ہے۔

حضور صلعم کے متعلق فرمایا گیا ہے:

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ۔

ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

پس اسی قدم پر حضرت غوث الثقلین تھے، آپ وعظ فرمایا کرتے تھے، اور قرآنی حکم بیان فرماتے تھے جیسا کہ آپ کے ملافیظ میں ہے۔

حضرت فاروق اعظم۔ دریائے نیل کا واقعہ بھی بے اصل ہے

دریائے نیل کا قصہ اور تجارتی جہاز وغیرہ کی داستان یہ سب مفتریات ہیں، کسی معتبر کتاب میں نہیں۔ ہاں نہاوند کا واقعہ اور اس میں آپ کا ساریہ کو پکارنا کہ "یا ساریۃ الجبل الجبل" صحیح ہے اور مشکوٰۃ شریف میں بھی موجود ہے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء میں حضرت فاروق کے کرامات کا بھی ایک باب باندھا ہے۔ اس میں ان باتوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ دریائے نیل جب سے رواں ہے رواں ہے۔ اتنا پتہ لگتا ہے کہ جب بارش نہیں ہوتی اور پہاڑی پانی اس میں گرتا ہے تو اس کی فیاضی کچھ رک جاتی ہے۔ ایسا ہوا ہے کہ ایسے وقت میں بزرگوں سے دعا کی درخواست کی گئی اور ان کی دعا سے بارش ہوئی اور پھر فیاضی اس کی بدستور جاری ہو گئی۔ غیر ازیں دگر ہیچ۔

---

(۶)

نورچشیم من سلکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ روح افزا نامہ پہنچا۔ احوال معلوم ہوئے۔

نائب امام کی تندرستی کا خیال رکھو اور وطن جلد آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اپنے اصہار کو ناراض نہ کرو، ان کی خوشنودی کسی طرح سے ہو گوارا کرنا چاہیے۔ محرم میں اگر رخصتی نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ آخر ماہ محرم میں یا وسط صفر ہی میں سہی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا کرم اور طمانیت قلبی کی ضرورت ہے وھو فعال لما یرید۔

مفتی محمد حنیف صاحب کا رسالہ "غذائے روح" اب تک میں نے نہیں دیکھا مل جائے تو بھیج دو۔ اب تک جتنے رسائل متاخرین کے میں نے پڑھے ہیں فریقِ مجوّزد فریقِ مانع دونوں کے رسائل لایعبأبہا (ناقابل توجہ) ہیں۔ اصل مسئلے پر روشنی ڈالنا کسی کا مقصود نہیں۔ ہاں امتناع اس مسئلے میں سب سے قدیم کتاب ہے۔ اس سے بہتر کوئی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی، اور جن لوگوں نے جواز یا عدم جواز میں استدلال کیا ہے وہ سب اسی کی خوشہ چینی ہے۔ حضرت حسن رسول نما قدس سرہٗ کے قلمی ملفوظات جو ان کے بعض خلفاء نے لکھے ہیں ان کا میں نے مطالعہ کیا ہے، حقائق و معارف سے مملو ہیں۔ اندھے مولوی جن کو نور بصیرت نہیں ہے، بے شک ان کے برکات سے محروم ہیں۔ "فواتح العرفان" جو میرے نام کی تمہارے پاس ہے وہ پوسٹ کر کے میرے پاس بھیج دو۔ حضرت حسن رسول نما سے مجھے نہایت ہی عقیدت ہے اور ان سے بہت کچھ استفاضہ کیا ہے۔ میرے مکتوبات میں اکثر ان کا ذکر ہے۔ پس وہ رسالہ ضرور بھیج دو۔

میں نے جو رسالہ سماع کے بارے میں لکھا ہے وہ درحقیقت ایک دیوبندی مولوی کے شبہاتِ رکیکہ کے جوابات ہیں مگر اس سے مسئلہ سماع اور مزامیر پر کافی روشنی پڑتی ہے اور بعض فقہاء حنفیہ کا تعصب وعناد اور صوفیوں کی طرف سے ان کی سوءظنی اور پھر ان کی بدزبانی ولعن وطعن یہ سب باتیں بھی اس رسالے سے خوب آشکارا ہو جاتی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ میرا وہ رسالہ نامکمل اور غیر صاف شدہ رہا۔ معہذا پھر بھی اسے تمہارے پاس بھیجے دیتا ہوں۔ اس سے بہت سے علمی مسائل تم پر ہویدا ہو جائیں گے۔

ظہر احتیاطی

احتیاطی ظہر خاص کر حنفی مذہب میں فرضیت جمعہ کے بارے میں بہت سے شروطِ وجوب وشروطِ ادا ہیں مع اختلافاتہم فیہا وفی معانیہا وفی حدودہا وتعریفاتہا کماھی مصرحۃ فی ذبرھم الفقھیۃ (جمعے کے شرط وجوب وشرط ادا ہیں) ان کے

محمل میں ان کی حدود و تعریفات میں فقہاء کا اختلاف ہے جو ان کی فقہی کتب میں مفصل موجود ہے)۔

پس انھیں وجوہات سے بعضے شرائط کے فقدان کی وجہ سے احتیاطی ظہر کا مسئلہ اختراع کیا گیا ولکن لا اثار من الکتاب والسنۃ وفیہ من المجتھدین (لیکن کتاب وسنت اور مجتہدین سے کوئی سند منقول نہیں)۔

بعضے اکابر علماء بھی اس احتیاط کو پسند کرنے لگے تھے، مگر علماء محققین متاخرین مثل علامہ طحطاوی وغیرہ نے اس احتیاطی ظہر کو محض لغو اور بے ضرورت سمجھا۔ یہ عبارت جو تم نے لکھ بھیجی ہے یہ بھی علاّمہ طحطاوی کی ہے اور ایسا ہی علاّمہ شامی نے در مختار کی شرح میں بھی لکھا ہے اور یہی مسلک ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ کا ہے۔ جیساکہ شواہد الجمعہ میں انھوں نے لکھا ہے اور اس فقیر کا بھی یہی مسلک ہے پس جہاں جمعہ فرض ہے ظہر بالکل ساقط ہے۔ فمن جمع بینھما فقد اختلط (جس نے ان دونوں (جمعے اور ظہر) کو جمع کیا اس نے غلط ملط کر دیا)۔

زکوٰۃ بنی ہاشم

اگرچہ بعضے متاخرین نے ان کے لیے جواز اخذ زکوٰۃ کا فتویٰ دیا ہے مگر میں اس سے متفق نہیں۔ بے ضرورت نص کی تاویل کرنا اور "ما ورد بہ الشرع" (جو شریعت میں وارد ہے) کو خواہ مخواہ معطّل قرار دینا میں پسند نہیں کرتا۔ ہاں امام ابو یوسف کی رائے کو ایک حد تک میں تسلیم کر سکتا ہوں اور اگرچہ میں حنفی ہوں مگر بنی ہاشم کے خمس کو اب تک ساقط اور منسوخ نہیں سمجھتا ہوں۔ قوم پر ضرور ان کا حق ہے۔

---

[1] مولانا جعفر میاں کی تحقیق اب ظہر احتیاطی کے متعلق بہت نرالی اور اقرب الی الصواب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ جمعہ اور ظہر دونوں کو اس شک کے ساتھ ادا کرتے ہیں کہ کوئی تو ہو جائے گی وہ بالکل غلط ہے۔ لیکن اگر دونوں کو فرض سمجھ کر پڑھے تو یہ احتیاط بہت بہتر ہے۔ بہت سے علماء اس بات کے قائل ہیں کہ جمعہ ظہر کو ساقط نہیں کرتا بلکہ جمعہ ظہر سے الگ ایک فریضہ ہے اور ہفتہ وار عید ہے۔

(۷)

نورچشم من سلکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمھارا محرم کا پروگرام کچھ معلوم نہیں۔ پنجاب میں سنیوں کے یہاں مجالس مصائب کا معمول نہیں ہے۔ کپورتھلہ بھی اسی وضع کا ہوگا۔ وہاں اس ذکر خیر کی کون قدر کرے گا۔ معہٰذا کم سے کم ہر جمعے کو خطبے ہی میں اس مصیبت روح فرسا کا ذکر کر لیا کیجیو۔ اور اگر موقع ہو اور پانچ چھ دن کی فرصت ہو تو پاک پٹن شریف چلے جاؤ۔ اگرچہ گرمی سخت ہوگی مگر حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کی زیارت کر لو اور ایک دن وہاں رہ کر ساتویں کو امرتسر آجاؤ۔ بڈھے شاہ صاحب سے ملو، اور پھر اپنے ٹھکانے پر آجاؤ۔

نورچشم مولوی عزیز صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی علالت نے تمام خاندان کو پریشان کر دیا ہے۔ حسین میاں کا ضروری سفر اسی وجہ سے ملتوی رہا۔ یہ مجبوری فی الجملہ رفع ہونے کے بعد آج دوپہر کو وہ نورچشم عزالدین و علی اکبر سلمہم اللہ تعالیٰ براہ لکھمنیہ مشکی پور روانہ ہو گئے۔ میرا ضعف اور قبض کی شکایت اور قلت غذا ہنوز تکلیف دہ ہے مگر بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ جمعے میں تو نہیں جاتا ہوں مگر فرض نماز پنج گانہ کھڑے ہو کر پڑھ لیتا ہوں۔

اپنی سسرال والوں کو تم ناخوش نہ کرو، ان کے ساتھ ایسا حسن سلوک برتنا چاہیے کہ ان کی اصلاح ہوتی رہے۔

استاد کی رائے سے اختلاف

احتیاطی ظہر پڑھنے کے بارے میں ہم نے جو خط میں لکھا ہے وہ کافی و وافی ہے اور یہی رائے صاحب بحر الرائق کی بھی ہے۔ البتہ شامی، اگلی فقہی روایات کی وجہ سے پڑھنے ہی کو "احوط" بتاتے ہیں اور انھیں عبارتوں سے ہمارے حضرت قبلہ مولوی[1]

---

[1] مولانا عبدالحی فرنگی محلی؟

صاحب نے بھی مجموعۂ فتاوائ اور عمدۃ الرعایہ میں اس مسئلے میں تھوڑی سی مناہلت کی ہے۔ میں اپنے حضرت قبلہ استاد کی رائے کے ساتھ، اس بارے میں موافق نہیں ہوں اور ایسے شک کی نماز کو خلاف حدیث و قرآن سمجھتا ہوں۔ ردالمحتار شامی جلد اوّل بحث جمعہ اگر وہاں مل جائے تو اس کو مطالعہ کرو۔ صاحب درمختار کا میلان بھی ہمارے ہی خیال کی طرف ہے۔ مگر شامی صاحب موافقت نہیں کرتے۔ والسلام

گرمی یہاں کم پڑتی ہے۔ پُروا ہوا چلتی ہے اور آندھی بھی آتی ہے۔

عاشورے کے دن (۱۰۵) بار یہ دعا ضرور پڑھا کرو:

بحرمة الحسين واخيه وامه وابيه وجده وبنيه فرج عما انا فيه وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد واله اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين

از کاتب حسن مثنیٰ سلام و قدم بوسی۔

یکم محرم الحرام ۱۳۵۰ھ - ۲۰ مئی ۱۹۳۱ء

۲

قرة عيني وراحة محبتي وسرور قلبي وفلذة كبدي قاري جعفر شاه اوصله الله ما يتمناه!

از فقیر محمد سلیمان قادری چشتی سلام و دعا پذیرا نمایند۔ اما بعد تمہارا مکتوب مسرت اسلوب وصول ہوا۔ نادیۂ نصاب حزب البحر سے دل کو بے حد مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تم کو اور عزیزم قاری صاحب مولوی سراج عطا سلونی سلمہ اللہ تعالیٰ دونوں کو فائز المرام کرے۔

قصیدۂ بردہ

قصیدۂ بردہ کا جو تم نے ذکر کیا ہے لا تعد برکاتها ولا تحصى فيوضاتها (اس کی برکتوں اور فیوض کا کچھ شمار نہیں)۔

امام بوصیری ابلغ البلغا وافصح الفصحا میں ہیں۔ ابن خلکان وغیرہ نے اس کی

تصریح کر دی ہے۔ عربیت کا فائدہ اس میں بے شمار ہے۔ حسن میاں مرحوم نے جناب مولوی فاروق صاحب چریاکوٹی سے یہ قصیدہ پڑھا تھا۔ علم عروض میں بھی مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی میں بتایا تھا۔ ہر شعر کی تقطیع فرماتے تھے اور غبن وغیرہ سے متنبہ کرتے جاتے تھے اور اس قصیدے سے بھی بہتر اور ابلغ جناب بوصیری کا قصیدۂ ہمزیہ ہے جس کی شرح ابن حجر مکی وغیرہ نے بھی کی ہے۔ اس سے سیرت رسول اللہ صلعم پر بھی کافی عبور ہو جاتا ہے۔ جب تم اس کو پڑھو گے تو بہت خوش ہو گے۔ قضائے حاجت کے لیے قصیدۂ بردہ کا یہ شعر بہت مشہور ہے۔ تین ہزار بار چالیس دن تک روزانہ پڑھا جاتا ہے ؎

هو الحبيب الذى ترجى شفاعته
لكل هول من الاهوال مقتحم

(وہی وہ حبیب ہے جس کی شفاعت کی امید ہے ہر بڑے ہول کے موقع پر)
اور جو لوگ شغل ورد میں مستغرق رہیں ان کے لیے اس شعر کا ورد اکسیر کا حکم رکھتا ہے

يا اكرم الخلق مالى من الوذ به
سواك عند حلول الحادث العمم

اے بزرگ ترین خلائق! کسی بڑے حادثے کے وقت تیرے سوا کوئی نہیں جس کی میں پناہ لوں۔

قرأته كثيرا وجربته مرارا فوجدته اكسيرا وفزت منه مافزته

میں نے اس کو بہت پڑھا ہے اور بارہا تجربہ کیا تو اسے اکسیر پایا اور اس کے ذریعے کامیابی حاصل کی۔

گرمی اور لو کی شدت یہاں بھی ہے اور غیر قابل تحمل ہے۔ نور چشم حسن مثنی و غلام حسین و شاہ یوسف بلخی و علی محمد سلیمانی و عبدالرشید اور ئی و مولانا تمنا مع ولدہ الاکبر و احمد ارمان وَرَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، مولوی تمنا دس آدمی معتکف تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے مقاصد میں کامیابی دے۔ دو دن یہ لوگ سخت گرمی سے محفوظ رہے۔ تیسرے دن بادسموم نے ان

لوگوں کا بھی فشار کر دیا۔ مگر بحمد اللہ کسی طرح سے ان لوگوں نے بسر کی۔ شب کو ایک دعوت بھی ہوئی۔ تقبل اللہ۔

سرہند جانے کا ارادہ تمھیں بہت مبارک ہے، وہاں نہایت ادب و احترام سے رہنا اور اپنے قلب کو بالکل خالی کر کے حضرت مجددؒ کے فیوض کے منتظر رہنا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ نفسہ وطیب رمسہ سے میری نسبت بہت قوی اور اقرب الوسائط ہے۔ ہمارے جد اعلیٰ تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قادری کو یہ نسبت مجددیہ حضرت سلطان بلیانیؒ سے پہنچی اور ان کو سید آدم بالنوری سے پہنچی اور اس جناب کو امام ربانی (روح اللہ روحہ وافاض علینا فتوحہ۔ اللہ ان کی روح کو راحت دے اور ان کے فیوض ہم پر نازل فرمائے) سے پہنچی اور دوسری نسبت میری حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب عطر اللہ مرقدہ الشریف سے پہنچی۔ الغرض حضرت مجددؒ میرے فیاض پیران طریقت سے ہیں اور ان کے مکتوبات شریف سے میری چشم بصیرت کو بہت کچھ نور افزائی ہوئی۔

تم جب سرہند شریف سے واپس ہو تو انبالے پہنچ کر ساڈھورا شریف بھی ضرور جاؤ۔ انبالے سے موٹر اور گاڑیاں جایا کرتی ہیں۔ ہمارے پیر طریقت قادریہ حضرت قمیص قادری کا وہاں مزار ہے اور نیز حضرت میاں صاحب کے پیر و مرشد حضرت سید فاضل قلندر کا بھی وہیں مزار ہے۔ ان دونوں جگہوں کا شرف زیارت حاصل کرو، اور ممکن ہو تو صاحب سجادہ سے بھی مل لینا۔

سردار محمد تم سے ملا، بہت مناسب ہوا۔ وہ میرا قدیم مرید و مخلص ہے، اور ذاکر و شاغل بھی۔ ریاست بہاولپور میں ملازم ہے سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اللہ کی رحمت درکار ہے۔ دعوا جدا والحمین۔

عزیزم قاری پیر سلونی صاحب کو سلام و دعا کہو۔ آج قنوج سے خط آیا ہے۔ سب خیریت ہے۔

از عزیزی نور چشم حسن مثنیٰ سلمہ سلام مسنون۔ ۱۹ رجون ۱۹۳۲ء

(۹)

نورچشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ دوسرے خط کے جواب میں اس وجہ سے دیری ہوئی کہ کتب خانے جانا اور کتابوں کا دیکھنا بوجہ ضعف کے امر دشوار ہے ....

صوفیہ کی ایک دعا اور اس کی سند تشریح

"الٰھی بحرمۃ الحسین الخ" جس طرح میں پڑھا کرتا ہوں وہ تو ہمارے صوفیائے کرام کے سلسلے سے منقول ہے، بعض محدثین نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ میں نے اس کو چند کتابوں میں تلاش کیا مگر پتہ نہ لگا۔ لیکن اصل عبارت جس سے اہل بیت کے ساتھ توسل وغیرہ ثابت ہے اور جس سے مقلدین ابن تیمیہ، ومن یحذو حذوہ۔ (اور جو ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں) سخت انکار کرتے ہیں، وہ روایت مع خواب ابو عیسیٰ ترمذی صاحب سنن، کتابوں میں موجود ہے۔ علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ شواہد الحق کے صفحہ ۸۳ میں فرماتے ہیں:

وذکر العلامہ ابن حجر فی کتابہ المسمی بالصواعق المحرقہ لاھل الضلال والزندقہ ان الامام الشافعی رضی اللہ عنہ توسل باھل البیت النبوی حیث قال:۔

علامہ ابن حجر اپنی کتاب "صواعق المحرقہ لاہل الضلال والزندقہ" میں ذکر کرتے ہیں کہ امام شافعی نے اہل بیت نبوی سے یوں توسل کیا ہے:

آل النبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی

آل نبی میرے لیے نبی تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں ـــــ ....

ارجوبھم اعطی غدًا بیدی الیمین صحیفتی

ان کے طفیل مجھے امید ہے کہ کل بروز حشر میرے داہنے ہاتھ میں میرا نامۂ اعمال دیا جائے گا۔

وذکر العلامہ السید طاھر بن محمد بن ھاشم باعلوی فی کتابہ

السنن مجمع الاحباب في ترجمة الامام ابي عيسى الترمذي صاحب السنن انه رأى في المنام رب العزة فسأله عما يحفظ عليه الايمان ويتوفاه عليه قال فقال لي قل بعد صلوة ركعتي الفجر قبل صلوة الصبح الهي بحرمة الحسين واخيه وجده وبنيه وامه وابيه نجني من الغم الذي انا فيه يا حي يا قيوم يا ذا الجلال والاكرام اسئلك ان تحيي قلبي بنور معرفتك يا الله يا الله يا ارحم الراحمين فكان الامام الترمذي يقول ذلك واصحابه بعد صلوة الصبح دائما مواضبا به ويحثهم على المواظبة عليه۔

علامہ سید طاہر بن ہاشم نے اپنی کتاب "مجمع الاحباب" میں جو صاحب سنن امام ابو عیسٰی ترمذی کے سوانح میں لکھی ہے ذکر کیا ہے کہ امام ترمذی نے رب العزت کو خواب میں دیکھا کہ رب العزت نے مجھ سے فرمایا کہ صبح کی دو رکعت سنّت کے بعد یہ پڑھا کرو: الٰهي بحرمة الحسين الخ یعنی اے اللہ! حسین اور ان کے بھائی کے طفیل، ان کے والد اور ان کی والدہ کے طفیل، ان کے جد اور ان کی اولاد کے طفیل مجھے اس غم سے نجات دے جس میں میں مبتلا ہوں۔ اے حی و قیوم! اے ذوالجلال و الاکرام! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اے اللہ اے اللہ! اے ارحم الراحمین! میرے قلب کو اپنے نور معرفت سے زندہ کر دے۔ امام ترمذی صلوٰۃ صبح (سنت صبح) کے بعد ہمیشہ یہ پڑھا کرتے تھے، اور اپنے ساتھیوں کو اس پر مداومت کرنے کی ترغیب و تاکید کرتے تھے۔

'صواعق محرقہ' شائع و ذائع مطبوعہ کتاب ہے۔ میرے کتب خانے میں بھی موجود ہے۔ اور مجمع الاحباب جس میں امام ترمذی کا ترجمہ ہے وہ میرے کتب خانے میں نہیں ہے مگر لکھنؤ میں مولوی ناصر حسین صاحب کے کتب خانے میں قلمی نسخہ موجود ہے اور ان کے والد نے اپنی کتاب "عبقات الانوار" میں اس کی اصل عبارت بھی نقل کی ہے۔

عزیز من! سید مبارک علی شاہ بحمد اللہ سفر حج سے واپس آگئے ہیں۔ کراچی سے

اترکہ اپنے بھائی کے پاس ضلع لائل پور میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب وہ لدھیانے آجائیں گے پھر تم سے ملاقات ہوگی۔ میری صحت بدستور ہے۔ ہفتے عشرے میں دورہ ہو جایا کرتا ہے۔

آج مولوی منظور الحق صاحب مع اپنے برادر نسبتی، اپنے اصلی وطن بی بی پور ضلع اعظم گڑھ سے یہاں آئے ہوئے ہیں، تم کو سلام و دعا کہتے ہیں۔ قنوج خیریت دریافت کرنے کو خط لکھا گیا ہے مگر ابھی جواب نہیں آیا ہے۔

حسن رسول نما قدس سرہٗ۔ درود رسول نما

آپ کے احوال میں جو کتاب لکھی گئی ہے اور تم نے مجھے بھیج دی ہے وہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ یہ بزرگ اکابر اولیاء اللہ اور افراد زمانہ تھے۔ ہندوستان کے مشرقی حصے میں ایک مدت تک زندگی بسر کی۔ بالخصوص الہ آباد، بنارس اور جونپور میں۔ آپ دیوان عبدالرشید صاحب جونپوری کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور اسی جونپور میں آپ برویتہ العین اولی اوّل رسول اللہ ﷺ سے مشرف ہوئے۔ وہ حجرہ اور مکان میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ہنوز موجود ہے۔ ہر طریقے کے لوگوں نے حضرت حسن رسول نما اور ان کی اویسیت کو قبول کر لیا تھا۔ ہمارے پھلواری کے خاندان میں بھی بعض اشغال اور دعائیں اس جناب کی پہنچی ہیں، اور حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ جس درود سے جناب موصوف مشرف بہ زیارت ہوئے تھے یا لوگوں کو مشرف کراتے تھے وہ درود یہ ہے اَللّٰھُمَّ صلّ علیٰ محمد و عترتہ بعدد کل معلوم لك (اے اللہ! محمد اور ان کی عترت پر اپنی تمام معلومات کی تعداد کے برابر صلوٰۃ بھیج)۔ ہمارے حضرت قبلہ مریدان کو روزانہ بارہ سو مرتبہ پڑھنے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ اس فقیر سراپا تقصیر کو بھی اس جناب سے اس درود کی اجازت ہے۔ آج میں تمھیں بھی اس کی اجازت دیتا ہوں۔ اگر روزانہ بارہ سو مرتبہ پڑھا کرو گے تو برکات درودیہ اور فیوضات محمدیہ خالصہ کی تم پر بھی بارش ہوا کرے گی۔ اَللّٰھُمَّ تقبل منا ولا تحرمنا من برکاتہ۔ (اے اللہ! ہمیں قبول فرما اور

ہمیں اس کی برکتوں سے محروم نہ فرما)۔

بس اسی قدر مختصر پر کفایت کرتا ہوں۔ دہلی جب کبھی جاؤ تو حضرت کے مزار اقدس پر ضرور حاضر ہو۔ وہاں عجیب فیوض و برکات ہیں۔ والسلام۔ ۲۶ر جون۔

---

(۱۰)

نور چشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمہارا کارڈ عزیزی غلام حسنین کے نام پہنچا۔ اس میں تم نے بعض علمی مسائل بھی ان سے دریافت کیے ہیں۔

اے عزیز! علمی مسائل کا تعلق بلا واسطہ مجھ سے رکھو . . . . .

امام شافعی کا شعر

تم نے دو باتیں دریافت کی ہیں:

۱۔ ان کان رفضاً حب آل محمد　　فلیشهد الثقلان انی رافض

یہ شعر عامۂ کتب مناقب اہل بیت میں حدیثاً و قدیماً علماء نقل کرتے آئے ہیں اور امام شافعی کے اس قول سے استشہاد کرتے ہیں۔ کتب مناظرۂ شیعہ و سنی مثل صواعق محرقہ ابن حجر مکی و منہاج السنۃ ابن تیمیہ اور تحفۂ اثنا عشریہ وغیرہ میں بہ تکرار کثیر منقول ہے۔ من شاء فلیرجع الیہا۔

طبقات کبریٰ امام سبکی، طبقات شافعیہ میں تمام دنیا میں مشہور ترین کتاب ہے۔ انھوں نے جلد اوّل صفحہ ۱۵۸ میں مع اسناد امام شافعی سے اس کو نقل فرمایا ہے۔ طبقات کبریٰ جلد اول صفحہ ۱۵۸ کی عبارت یوں ہے:

اخبرنا ابی تغمده الله برحمته اخبرنا احمد بن محمد بن الحسن بن الصوان بدمشق اخبرنا ابوالحسن علی ابن الحسین المواذینی عن القاضی ابی عبد الله محمد بن احمد بن محمد بن عمرو بن شاکر القطان حدثنی

الحسن بن علی بن محمد بن اسحق الحلبی، حدثنی جدی ابی محمد
واحمد وقالا سمعنا جعفر بن احمد بن الرواس بدمشق یقول سمعت الربیع
بن سلیمان یقول خرجنا مع الشافعی من مکة نرید منیٰ فلم ننزل
وادیا ولم نصعد شعبا الا و هو یقول:-

مذکورہ بالا سند سے روایت ہے کہ ربیع بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ امام شافعی کے ساتھ مکے سے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے تو ہمیں کوئی ایسی اترائی اور کوئی ایسی چڑھائی نہ ملی جہاں امام شافعی یہ اشعار نہ پڑھتے ہوں:

یا راکبا قف بالمحصب من منیٰ
واهتف بقاعد خیفها والناهض
سحرا اذا فاض الحجیم الیٰ منیٰ
فیضا کملتطم الفرات الفائض
ان کان رفضا حب آل محمد
فلیشهد الثقلان انی رافضی

اے سوار! محصب میں منیٰ کے پاس ٹھہر جا، اور وہاں خیف میں جو بیٹھا یا کھڑا ہے اسے آواز دے۔ صبح کے وقت (آواز دے) جب کہ متلاطم فرات کی موجوں کی طرح منیٰ کی طرف قافلے جا رہے ہوں (یہ آواز دے کہ) اگر آل محمد کی محبت رفض ہے تو جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

یہ امام سبکی اوّل صاحب شفاء السقام (جس کے مترجم مولوی عزالدین صاحب ہیں) ان کے فرزند ارجمند ہیں، اور علمی دنیا میں یہ دونوں مثل آفتاب و ماہتاب کے مشہور ہیں۔ صاحبان تصنیفات کثیرہ و مولفات عدیدہ ہیں۔

محصب و منیٰ وخیف اور وہاں حجاج کا تلاطم اور ابھار جو ان اشعار میں درج ہے، خدا تم کو حج کی توفیق دے جب تو اس کو پوری طرح سمجھو گے ورنہ لغوی معانی کتب لغات سے ہر شخص کے پیش نظر ہیں۔

اس شعر کی شانِ نزول

امام شافعی نے یہ اشعار کیوں کہے اور اس کی کیا وجہ ہوئی؟ یہ بھی کتب مناقب شافعیہ میں درج ہے۔ بنی عباس کے سُعاۃ اور ان کی خلافت مستقلہ کے دعاۃ اس زمانے میں ذرا سا بھی کسی شخص کو اہل بیت فاطمہ کا پاسدار سمجھتے تھے اس پر رفض کی تہمت لگا کر جیل خانے بھجوا دیتے تھے یا کام تمام کر دیتے تھے۔ چنانچہ امام شافعیؒ کے پاؤں میں بھی بیڑیاں پڑیں اور ہارون الرشید کے دربار میں لائے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو قہر و ظلم سے نجات دی۔ والقصۃ مشھودۃ فی التواریخ والمناقب (یہ پورا قصہ تاریخ اور منقبت کی کتابوں میں مشہور ہے)۔

اب رہا تمہارے دوسرے سوال کا جواب "الٰھی بحرمۃ الحسین واخیہ الخ" امام ترمذی محدث کے حالات میں جو کچھ بعض تواریخ میں مندرج ہیں ان میں یہ دعا بھی منقول ہے۔ اصل عبارتِ کتاب دوسرے خط میں لکھ بھیجوں گا۔ تم منتظر رہو۔ اور ہم لوگوں کو تو اس کی پابندی بھی نہیں ہے، ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی کچھوچھوی قدس سرہٗ العزیز نے لطائف اشرفی میں اس کو لکھا ہے اور مشائخ طریقت میں یہ دعا معمولات سے ہو گئی ہے۔

حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی قدس سرہٗ العزیز آٹھویں صدی کے اکابر اولیائے کرام اور قدوۂ علمائے ذوی الاحترام میں سے ہیں فنعم الاستاذ بسندہ الشریف وھی تکفینا۔ (یہ استاذ اپنی سند شریف کے ساتھ بہت خوب ہے اور یہ ہمارے لیے کافی ہے)۔

مکفّرین امّت سے احتراز کرو

لاہور کی جس انجمن کا تم نے ذکر کیا ہے، میں اس سے پہلے سے واقف ہوں۔ وہاں تمہارا جانا ہی غیر مناسب تھا۔ جنگ جو اور مکفّرین امت محمدیہ سے ہم لوگوں کو کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے۔ الحمد للہ جماعت خانے میں تین مجلسیں عظیم الشان ہوئیں اور نہایت ہی پُر اثر۔ اور گریہ و بکا پر شامل تھیں اور یہ جناب سید الشہدا کی کرامت تھی کہ مجھ جیسے

ضعیف و ناتواں اور کمزور سے یہ کام لیا گیا۔ اللہم ارزقنا رزقاً کثیراً واسعاً نافعاً غیر ضار واقض عنا دیوننا وانت خیر الراحمین (اے اللہ! ہمیں ایسی روزی دے جو کثیر ہو، وسیع ہو، نفع بخش ہو، اور غیر مضر ہو، اور ہمارے قرضوں کو ادا کر دے اور تو خیر الراحمین ہے)

والسلام۔ از پھلواری شریف، ضلع پٹنہ یکم جون ۱۹۳۱ء

---

(۱۱)

نورچشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! از فقیر محمد سلیمان قادری چشتی ہدیۂ سلام و دعا پذیرا نمایند۔ امابعد،

لقد طفنا کما طفتم سنینا
بھذا البیت طراً اجمعینا

اسی گھر کے گرد ہم بھی تمہاری طرح برسوں چکر کاٹ چکے ہیں۔

دلائل الخیرات کے اجازے

اے عزیز! ۱۲۹۹ھ سے میں نے دلائل الخیرات پڑھنا شروع کیا، اور اول اس کی اجازت مجھے استاذ العلماء الکرام قدوتنا مولانا الشیخ عبدالحی الانصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اور میری کتاب دلائل الخیرات پر اجازت لکھ دی اور بہت خوش ہو کر فرمایا، ماشاء اللہ تم بھی پڑھتے رہو۔ پھر ۱۳۰۳ھ اور ۱۳۰۴ھ میں حرمین شریفین زادھما اللہ عزاً وشرفاً میں شیخ الدلائل فی الحرم النبوی حضرت شیخنا سید محمد رضوان اور سید محمد امین رضوان اور دیگر محدثین حرمین سے حاصل ہوئی اور حضرت شیخ شیوخ العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ نے خاص کر اسی کی اجازت عطا فرمائی۔ یہ اجازت بحضور باطنی تھی۔ اور سید امین و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی اجازت گویا بحضور ظاہری تھی۔ لانھا کانت تجاہ الروضۃ النبویۃ فکانی حضرت لدیہ وصلیت وسلمت علیہ اللّٰھم

صلی وسلم و بارک علیہ کیونکہ یہ اجازت روضۂ نبوی کے سامنے دی گئی تھی۔ گویا میں حضورؐ کے سامنے حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرتا رہا۔ اے اللہ! ان پر صلوٰۃ وسلام و برکت نازل فرما۔

دلائل الخیرات میں چند صرفی ونحوی شبہات اور ان کا جواب

ابتدائے زمانہ میں میری بھی یہی حالت تھی جو آج تمہاری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں میرے علمی زمین وآسمان بہت مختصر تھے۔ صرف ونحو کو کافیہ وشرح ملا میں منحصر سمجھتا تھا پس ہر صرفی ونحوی قاعدے کو قاعدۂ کلیہ سمجھتا تھا۔ نہ سیبویہ اور فرّاء کے اختلافات سے آگاہی تھی اور نہ نحاۃ کوفہ وبصرہ کے مسالک متنوعہ سے خبر! آیاتِ قرآنیہ میں بھی خلجان پیدا ہوتا تھا۔ آیۂ پاک "ان ھذان لساحران" میں متحیر ہوتا تھا کہ تثنیہ کا الف بحالت نصب کیونکر قائم ہے۔ مگر جب کتب تفاسیر کی طرف رجوع کیا تو یہ کھٹک جاتی رہی۔ بالخصوص کتاب اتقان جلال الدین سیوطیؒ کو ایسے شبہات کے دفعیہ میں بہت زیادہ مفید پایا۔ پھر "اعراب القرآن" علامہ عکبری کا خوب مطالعہ کیا، تمام تراکیب اس سے حل ہو جاتی ہیں۔ اور اب تو فتاوائے نحویہ مثلاً "الکتاب سیبویہ" اور مفصل زمخشری اور اس کی شروع واقتراح اور اشباہ نظائر ومغنی اللبیب مع الشروح للسیوطی وغیرہ سب چھپ کر شائع وذائع ہیں۔ ان کو دیکھنے کے بعد سب نحوی قابلیت ہوا ہو جاتی ہے مگر افسوس تم ایسی جگہ ہو جہاں کتب خانہ نہیں ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرًا۔

اب اپنے شبہات کے اجوبہ کی طرف متوجہ ہو۔

ذاکروںک

یہ درود شریف جس میں یہ لفظ ہے امام ابو طالب مکی کی قوت القلوب میں بھی ہے۔ اس میں بحذف نون ہے لیکن دلائل الخیرات کے عموماً نسخ میں باثبات نون ہے سیبویہ کے نزدیک جمع اور تثنیہ کا نون بحالت اضافت وجر باقی رکھنا جائز ہے۔ علامہ فاسی محدث شرح دلائل میں اس بحث علمیہ کے بعد فرماتے ہیں:

فان ذھبت الیٰ ان الضمیر منصوب فی المثنّٰی والمجموع علی حدۃ حذفتہا انتھی ص ۱۴۷

اگر تم یہ راہ اختیار کرو کہ تثنیہ و جمع کے نون ایک علیحدہ چیز ہیں تو اسے حذف کر دو۔

مجریتہ و مرسیتہ:۔

یہ وہ الفاظ ہیں جو مختلف طور سے پڑھے جاتے ہیں اور سب کے لیے فی الجملہ وجوہات ہیں۔ علامہ فاسی مطالع المسرات میں فرماتے ہیں:

والبحار مجریتہ بضم المیم وکسر الراء وتشدید الیاء فی النسخۃ السھلیۃ علی نقل بعضھم وظاھر عند غیرہ انہ فیھما بضم المیم وکسر الراء و تخفیف الیاء و فی بعض النسخ المعتبرۃ بضم المیم و فتح الراء۔ و فی بعضھا بفتح المیم وکسر الراء و تشدید الیاء۔

یہ لفظ (مُجْرِیَّۃٌ) نسخہ سہیلیہ میں بعض لوگوں نے (مُجْرِیَّۃٌ (میم کے پیش، را کے زیر، اور ی کی تشدید کے ساتھ) لکھا ہے۔ اس کے علاوہ دوسروں کے نزدیک مُجْرِیَۃٌ (پیش م، زیر ر اور فتحہ ی کے ساتھ) ہے۔ دوسرے معتبر نسخوں میں (مُجْرَاۃٌ (پیش م، زبر ر کے ساتھ) ہے۔ بعض نسخوں میں (مَجْرِیَّۃٌ (زبر م، زیر ر اور تشدید ی کے ساتھ) ہے۔

پھر سب کے وجوہات بیان کرنے کے بعد تمہاری موجودہ قرأت کے متعلق فرماتے ہیں:

من اقامتہ مفعول مقام مفعل فمجریۃ المذکور بمعنی مجراۃ بالالف۔ ص ۱۹۴

یہ اس قاعدے میں داخل ہے جہاں مُفعِل کو مفعول کا قائم مقام قرار دیتے ہیں اور اس کے معنی وہی مجراۃ کے ہوں گے جو الف کے ساتھ ہے)۔

فارست

باب افعال نے اپنی تعدّی کی قسم نہیں کھائی ہے۔قد افلح وغیرہ کو مدنظر رکھو۔
معہذا اصح نسخوں میں "فرست" بحذف الالف ہے اور میں "فرست" ہی پڑھتا ہوں
توتم بھی یوں ہی پڑھو۔

عَظَمَتِكَ:۔

بہ تحریکات صحیح ہے اور بالسکون کاتبوں کی تصحیف ہے پھر اس کی تقلید استخوان فروشی
ہے۔

اَلاحیاء والاموات:

یہاں بھی طباعت کی غلطی ہے۔صحیح فتحہ ہے۔

اَجْمَعِيْنَ:

بعض نسخوں میں اَجْمَعُوْنَ ہے۔علامہ فاسی اجمعین کی وجہ میں فرماتے ہیں:

يحتمل انه منصوب على الحال من اهل او على التاكيد لضمير مقدر كانه قال اعينهم اجمعين او مخصوص على الجوار لطاعتك او للتناسب مع اجمعين قبله، او على لغة من يلتزم فى جمع المذكر السالم و حمل عليه الياء فى جميع الاحوال۔ ص ۱۸۹

ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ (اجمعین) لفظ اھل کا حال ہو یا ضمیر مقدّر یعنی اعینہم کی ضمیر ھم کی تاکید ہونے کی وجہ سے اجمعین ہوگیا ہو یا طاعتك کے لفظ کے اعراب جوار کی رعایت ہو، یا جو لفظ اجمعین اس سے پہلے آیا ہے اس کی مناسبت سے یہاں بھی اجمعین ہوگیا ہو یا ان لوگوں کے لغت کے مطابق ہو جو اس لفظ کو ہر حال (رفعی، نصبی اور جری) میں اجمعین ہی کہتے ہیں)۔

یہ پانچ وجہیں علامہ فاسی نے بیان کی ہیں اور مجھے یاد آتا ہے دسوقی شرح مغنی اللبیب میں بھی یہ بحث ہے۔میرے یہاں سے ایک جلد گم ہے اور ایک مولوی تمنا صاحب کے پاس ہے۔

والجبال موساۃ والبھار مجراۃ:۔

یہاں بھی اختلاف قرأت ہے اور دفع شبہ یوں ہے کہ مادہ و مصدر اس کا ثلاثی و رباعی دونوں ہے۔ قاموس وصحاح جوہری وصراح ومنتہی الارب مصباح المنیر سبھی میں رسوٌ رسوٌّ بالتشدید یعنی رباعی بھی لکھا ہے۔

اب اختلاف قرأت سنو۔ مطالع المسرّت میں لکھا ہے:

مُرسیۃ بضم المیم وسکون الراء ثم اختلفت النسخ المعتمدۃ ففی بعضنا مع فتح السین والالف مرساۃ وفی بعضھا بکسر یاء ویاء مفتوحۃ موسیۃ وکلاھما من ارسٰی الرباعی الاان مرسیۃ بالیاء اسم فاعل من ارسا اللازم ومرساۃ بالالف اسم مفعول من ارسی المتعدی۔ صـ۱۸۱

مرسیہ میم کے پیش اور ر کے جزم سے ہے۔ اس کے بعد مختلف معتبر نسخوں میں اختلاف ہے۔ بعض میں سین کے زبر اور پھر الف سے ہے یعنی مرساۃ اور بعض میں سین کے زیر اور یائے مفتوحہ سے ہے یعنی مرسیۃ اور یہ دونوں شکلیں رباعی یعنی ارسٰی کی ہیں فرق یہ ہے کہ مرسیہ اس ارسٰی کے ہے جو لازم ہے اور مرساۃ اس ارسٰی سے جو متعدی ہے

اور المصباح المنیر میں ہے:

رسا الشئی یرسو رسوًا ورُسّوًا ثبت فھو راسٍ وجبال راسیۃ وراسیات ورواسٍ وارسیّۃٌ بالالف للمتعدیۃ وکذا فی القاموس والصحاح ومنتھی الادب والصراح۔

رسا یرسو رُسُوًا و رسُوًا کے معنی ہیں قائم ہونا۔ اسم فاعل راسی ہے۔ جبال (بصورت جمع) کی صفت راسیۃٌ بھی ہے راسیات بھی، اور رواسی بھی۔ ارسٰی (الف کے ساتھ) متعدی ہے۔

اب اس تفصیل کے بعد لازم ومتعدی کا شبہ کچھ نہیں رہتا۔ خوب غور کرو۔

دوسرے خط کا جواب یہ ہے کہ گلو میاں کو اس قدر فرصت کہاں جو میری ادعیۂ لاتبۂ یومیہ

کو وہ نقل کرسکیں۔ مگر اس کا ایک مجموعہ حکیم عبدالمغنی اور مولوی شریف اعظم کے پاس لکھنئیہ
میں ہے۔ اگر کاتب مل گیا تو وہ لوگ نقل کرا کے بھیج دیں گے۔ مگر اجمالی طور سے میں خود
ایک مکتوب میں شامل کرکے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ احیاء العلوم اصل کتاب پڑھو۔
مذاق العارفین اس کا ترجمہ ہے۔ اس پر چنداں اعتماد نہیں ہو سکتا۔

قنوج سے خیریت کا خط آیا ہے۔ گلو میاں رجبی کے لیے آج بہار گئے، اور حسین میاں
چھپرے باڑھ پھر مشکی پور میاں سیرت و معراج کے لیے جائیں گے۔ تم نے بیان معراج کہاں
کیا؟ مطلع کرو۔

---

(۱۲)

قل اللّٰہ ثم ذرھم (ذکر قلبی کا ماخذ)

پس یہیں سے بزرگان دین نے ذکر قلبی "اللّٰہ اللّٰہ" استنباط کیا ہے۔ "تالو زبان سے
لگی ہو اور ذکر فقط قلب سے ہوتا ہے۔ ہمارے حضرات مشائخ نقشبندیہ اس کے ساتھ
ساتھ صورت مرشد کا ملاحظہ بھی نہایت ہی مفید بتلاتے ہیں اور تجربے میں بھی یہ بات آئی
ہے کہ مرشد کی صورت سامنے رکھنے سے خطرات اور خیالات کی نفی ہو جایا کرتی ہے اور
مقصود اس ذکر سے یکسوئی ہے۔ وگرنہ ہیچ ۔ الا کل شیٔ ما خلا اللّٰہ باطل

رہ عقل جز پیچ در پیچ نیست
بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست

پس سہ ہزارے میں لفظ "یا" کا اضافہ بھی نہ کرو۔ والسلام

از پھلواری شریف ضلع پٹنہ

۱۰ دسمبر ۱۹۳۶ء

مولانا شاہ محمد عزیز صاحب فریدی

حضرت قبلہ کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت نے انھیں ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں داخل کیا اور وہاں کے مشہور و معروف مدرس و عالم مولانا معین الدین علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید بن گئے۔ نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی مرحوم نے دستار فضیلت ان کے سر پر باندھی۔ فاتحہ فراغ کے بعد سے آج تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ شاگردوں کی تعداد بھی بہت وسیع ہے جن میں بہت سے صاحب درس علماء بھی ہیں۔ موجودہ دیوان صاحب آستانۂ اجمیر شریف بھی ان کے تلامذہ میں ہیں۔ اس وقت تقریباً پچیس سال سے مدرسۂ اسلامیہ موتیہاری (چمپارن بہار) کے صدر مدرس ہیں۔ سارے علاقۂ چمپارن میں ان کا مذہبی و روحانی اثر و رسوخ ہے۔ وہاں کے ہندو بھی ان کے گہرے معتقدوں میں ہیں۔ حضرت قبلہ کو ان سے دلی انس تھا اور اپنے کسی صلبی فرزند سے کم ان سے محبت نہیں کرتے تھے۔ ان کو ظاہری و باطنی دونوں تعلیم سے آراستہ کیا اور اپنے جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ بیعت ان کی بچپن ہی میں اپنے ماموں قبلہ حضرت مولانا شاہ عبید اللہ صاحب علیہ الرحمہ سے ہوئی تھی۔ جو حضرت قبلہؒ کے حقیقی ماموں زاد بھائی اور خانقاہ فریدیہ (پھلواری شریف) کے سجادہ نشین تھے۔

---

(۱)

نورچشم من سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمہارا خط اور کارڈ سب پہنچے، چونکہ کاتب نہیں ہے اس لیے جواب سے قاصر رہا۔ مرحوم حسن میاں کے انتقال سے ان مصائب کا سامنا ہوا۔

وَاللہِ لقد عظمت الرّزیۃ وجلّت المصیبۃ علینا۔

— بخدا اس کی وجہ سے ہم پر بہت بڑی آفت اور بہت عظیم مصیبت آپڑی ہے۔

اس پر طرفہ یہ ہے کہ بصارت میں ضعف ہوگیا ہے۔ بہرحال اپنے مولانا کا شکر کرتا ہوں،

"وھو نعم المولیٰ ونعم النصیر"

مسئلہ وحدت الوجود کا چسکا

اے عزیز! تمہارے انداز میں جوش و مستی بہت غالب ہے اور اپنے موقعے پر یہی ہونا بھی چاہیے۔ مگر اب خطوط سے یہ بھی مترشح ہوا کہ مسائل وجودیہ کی طرف بھی تمہارا میلان ہے۔ بے شک مقصود اصلی تو وہی ادراکِ حقیقت ہے مگر اس کا ایک زمانہ ہوتا ہے اور اس کے آثار ہیں۔ سالک پر جب انکشاف وحدت کا زمانہ آتا ہے تو مستی و جوش بالکل مفقود یا بہت ہی کم ہو جاتا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے۔ حضرت سید العلماء والعرفاء مولانا احمدی قدس سرہٗ اپنے بعض مکاتیب میں فرماتے ہیں:

" ظاہر است کہ چندانکہ تعداد زیادہ تر، جوش زیادہ تر، و چندانکہ وحدت مشہود تر، استغراق غالب تر۔"

پس اے عزیز! حضرات شیخ ابن عربی وغیرہ کے اشعار سے ایک لذت پیدا ہونا یا علمی تمہید سے اس وحدت کی لذت کو درک کرنا درحقیقت انکشاف نہیں ہے بلکہ یہ بھی حجاب ہے ؎

مغربی آمد حجاب راہ، جان مغربی

"واحد دیدن"

ہمارے طریقے میں اشغال درجہ بدرجہ اسی لیے رکھے گئے ہیں کہ اس کی مشاقی سے تھوڑا تھوڑا ادراک ومشاہدہ ہوتا رہے۔ سب سے آخر شغل "تعریہ" ہے کہ تمام اشیاء سے جو حقیقت میں مظاہر صفات ہیں تشخصات کو الگ اور فانی ومعدوم کردے۔ پھر مشاہدہ ہی مشاہدہ ہے جس کو حضرت جامی فرماتے ہیں ؎

مغرور سخن مشو کہ توحید خدائے
واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

مگر یہ تعریے کی مشاقی اور پھر اس کا ثمرہ کوئی آسان امر نہیں ہے۔ مدتوں پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔

میاں شریف سلمہ اللہ تعالیٰ مدتوں سے ان مراقبات میں مستغرق ہیں مگر اس سال اب ان کو ادراک تجلیات شہودی ہوا ہے اور دیگر عزیزان الٰہی جوش وخروش ومستی وشغل درود میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اللہ حاضری اللہ ناظری الخ کا مراقبہ مدتوں سے کرتے ہیں مگر ابھی تک جما نہیں۔ حقیقت میں یہ فضل محض ہے یجتبی الیہ من یشاء (وہ جسے چاہتا ہے اپنی طرف کھینچتا ہے)۔ یہ تمھاری حالت وادراک درحقیقت مشاہدہ حقہ نہیں ہے بلکہ محض مستی ہے۔ اس کو عین مقصود وانتہائے طلب نہ سمجھ لینا چاہیے۔ یہ علم الیقین ہے ابھی عین الیقین اور حق الیقین کے منازل تمھیں طے کرنے باقی ہیں۔ جب تم کتب درسیہ سے فارغ ہو جاؤ گے تو اشغال ومراقبات کے زینے سے درجہ بدرجہ اس قصر مقصود تک پہنچو گے۔ عجلت سے کام نہ لو۔

وجودیہ کا ترانہ

اس وحدت حقہ کے متعلق متقدمین ومتاخرین کے صدہا اشعار عربی وفارسی مجھے یاد ہیں۔ ہر شخص ایک عجیب مثال پیش کرتا ہے اور اس میں تفرد کا مدعی ہے مگر وَلِلّٰہِ المثل الاعلیٰ" (اللہ ہی کے لیے اعلیٰ مثال ہے) قَالَ بَعْضُھُمْ ؎

قال صوفیۃٌ من الفقرآء   عمۃ الصاعدین فی الحضراء

جو فقراء مراتب عالیہ رکھنے والے اور قابل اعتماد ہیں ان میں کے بعض صوفیہ یہ کہتے ہیں۔

انما الخلق مظهر البادی هو فی کل جزئه ساری

کہ مخلوقات تو اللہ تعالیٰ کا مظہر ہے اور وہ اس کے ہر جزو میں ساری ہے

أنا الفیت فیه تمثیلاً للصراط الدقیق تسهیلاً

مجھے اس بارے میں ایک ایسی مثال ملی ہے جو اس باریک راستے کے لیے آسانی پیدا کر دیتی ہے۔

ابصروا واحداً من الآحاد انه خارج من الاعداد

ایک کے عدد کو دیکھو کہ یہ تمام اعداد سے خود الگ ہے۔

وهو فی کلهن موجود وهو فی کلهن مشهود

اور پھر تمام اعداد کے اندر موجود و مشہود بھی ہے

فکذا اللہ خالق الاشیاء حاضر فی السماء والغبراء

اسی طرح خدائے خالق بھی ہے جو آسمان و زمین میں موجود ہے۔

وهو ربٌ علا عن الامکان

لیس من جنس هذه الاکوان

پھر بھی وہ رب ہے جو عالم امکان سے بالاتر ہے اور عالم کون میں داخل نہیں۔

شہودیہ کیا الاپتے ہیں

اور وحدت شہودیہ والے یوں بولے سہ

قال اهل الشهود تمثیلاً قال اهل القلوب تسهیلاً

اہل شہود ایک مثال اور اہل دل ایک آسان تمثیل پیش کرتے ہیں کہ

ان ذا الکبریاء والقِدَم لیس من جنس هذه العالم

وہ کبریائی اور ازلیت والا خدا اس کائنات کی جنس میں داخل نہیں

سالک سائر الی اللہ   صادحٌ طائرٌ الی اللہ

وہ سالک جو اللہ کی طرف جھکتا اور سیر کرتا ہوا جاتا ہے۔ وہ

یمحی فی جمالہ الاعلیٰ   ینجلی فی مثالہ الاعلیٰ

اس کے اعلیٰ جمال میں محو ہو جاتا ہے اور اس کی اعلیٰ مثال کا عکس بن جاتا ہے۔

فیریٰ انہ ھو اللہ   ویریٰ لیس ثمّ الّا ھُوَ

وہ یہ دیکھتا ہے کہ بس اللہ ہی اللہ ہے اور وہاں اس کے سوا کوئی شے نہیں۔

الحدید المخضیب فی النار   متقن صیغۃ من الساری

وہ لوہا جو آگ میں پڑ کر آگ کا رنگ اختیار کر چکا ہو؛

ان یقل انتی انا النار   فھو فی الادعاء مختار

اگر یہ کہے کہ میں آگ ہوں تو اسے اس دعوے کا اختیار ہے۔

لکن النار غیر ذی الخضب   مالرب السماء والترب

لیکن آگ اس رنگین لوہے سے جداگانہ شے ہے، کہاں آسمانوں کا رب اور کجا اہل زمین؟

نعرۂ انا الحق و سبحانی اسی غلبۂ شہود میں ہوتا ہے۔ انکشاف وحدت یعنی حق الیقین میں قیل و قال کہاں؟ "انا وانت وھو" اور یہ، وہ، کہاں؟ وہاں سب فنا، اور فنا کا خیال بھی فنا۔ ہاں اس مشاہدے سے نزول کے بعد کچھ بولتا ہے ؎

از دیدۂ خویش و دیگراں نیز   دیدیم ترا بہ جسم و جاں نیز

مستغرقِ تو ترا بہ بیند   بیرونِ جہان و در جہاں نیز

مستغرق کا لفظ صاف کہتا ہے کہ جب تک استغراق نہیں یہ مشاہدہ نہیں اور استغراق میں جوش و وجد کہاں۔ اگر ہو تو وہ استغراق نہیں۔ پیرزادے اور تمام مشائخ اس مقام میں بہت مغالطے میں پڑ جاتے ہیں اور توحیدی اشعار کے

مواجیہ کو وہ مشاہدہ سمجھتے ہیں ؎

وکل یدعی وصلاً للیلیٰ ولیلی لاتقر لھم بذاکا

ہر شخص وصل لیلیٰ کا دعویدار ہے لیکن خود لیلیٰ اس کی معترف نہیں

---

(۲)

نور چشم من سلمک اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ ایک مدت سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ خدا جانے سلسلۂ مکاتیبات کو تم نے کیوں منقطع کر دیا۔ ہر چند زبانی احباب و عزیزان سے خیریت برابر معلوم ہوا کرتی ہے مگر دل یہی چاہتا ہے کہ تمہاری زبانِ قلم سے یہ خیریت معلوم ہوا کرے۔

ربیع الاول شریف کے عرس میں اس دفعہ گزشتہ سال سے بھی زیادہ مجمع تھا۔ بعضے بیرونجات کے پیرزادے اور مشائخ بھی تشریف لائے تھے۔ خانقاہوں کی مجالس سماع میں بے حد گرما گرمی تھی، اور جوش و خروش کا تو ٹھکانا ہی نہیں تھا۔ مجھے بھی اس مصرع پر بہت مزا آیا ؏

دلِ ما با دلِ احمد تعلق ہر زماں دارد

رزقنی اللہ الحضور و کونی ابداً بین عینیہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ مجھے توفیق دے کہ میں ہر دم حضور کے سامنے حاضر رہوں

سماع عین تقرب نہیں

اے عزیز! تم دار السلام اجمیر میں ہو، جہاں وجد و حال کا دریا بہتا ہے۔ دیکھیں تم استغراق سے کیسے دُرِ بے بہا لاتے ہو۔ عوام مشائخ اور پیرزادے حال و قال وجد و ہا و ہو و رقاصی ہی کو دُرِ بے بہا سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس میں ہم خدا کو پا لیتے ہیں۔ "معاذ اللہ من ذالک" وسائط و مقصود میں فرق نہ کرنا کس قدر فاش غلطی ہے۔ سماع و وجد بطور آلۂ استفادہ ہے نہ کہ مقصود۔ کسی بزرگ نے بھی اس کو

قربت قرار نہیں دیا۔ شیخ الاسلام علی سبکی سے کسی نے رقص وجد و سماع کے متعلق سوال کیا کہ:

ایهما اجل هوا والغیبة؟

کون زیادہ گناہ ہے، رقص و سماع یا غیبت؟

امام سبکی کا فتویٰ

انھوں نے چند ابیات میں اس کا جواب دیا ہے ؎

یا صاحب الاحوال والزفرات — والذکر والتسبیح فی الخلوات

اے وہ صاحب حال جو تنہائیوں میں ذکر، تسبیح اور پاس انفاس کرتے ہو

اما اغتیاب الناس فهو محرم — قطعاً بنص الله فی الحجرات

غیبت کرنا تو سورۂ حجرات میں نص قطعی سے حرام ہے۔

فخذ ارمنه حذارا لاتعدل به — لهوا به نوع من الشبهات

لہذا اس سے بہت زیادہ بچو اور کسی ایسے کھیل کو جس میں کسی قسم کے شبہے ہوں اس کے برابر نہ کرو۔

واعلم بان الرقص والدف الذی — عنه سألت وقلت فی الاصوات

یہ خوب سمجھ لو کہ رقص دف اور گانے کے متعلق جو تم نے دریافت کیا ہے

فیه خلاف للائمة قبلنا — سرج الهدی ایة سادة السادات

اس کا حال یہ ہے کہ ان ائمہ کا اس میں اختلاف ہے جو ہم سے پہلے چراغ ہدایت اور سرداروں کے سردار تھے۔

لکنه لم تات قط شریعة — طلبة او جعلته فی القربات

یہ صحیح ہے کہ کوئی شریعت ایسی نہیں آئی ہے جس نے اسے تقرب کا ذریعہ بنایا ہو یا اس پر زور دیا ہو۔

والعارف المشتاق ان هو هزه — وجد بتقام محلیهم فی سکرات

اہل ذوق و شوق عارف جو وجد کی وجہ سے جھومنے لگے اور بیخودی

میں آکر رقص کرنے لگے۔

لا لوم یلحقه ویحمد حالهٗ　　　　یا طیب ما یلقی من اللذات

اس پر کوئی ملامت نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کی حالت قابل قدر ہے۔ خوشا وہ لذت جو وہ حاصل کرتا ہے۔

ان نلت ذا یوما فقد نلت المنیٰ　　　　وغنیت فیه عن فتاوی الفات

اگر کبھی تمھیں وہ لذت ملے تو سمجھ لو کہ تم نے بڑی دولت حاصل کرلی اور مفتیوں کے فتووں سے بے نیاز اور بالاتر ہو گئے۔

یہاں پر مقصود شعر ششم سے استشہاد ہے۔

اے عزیز! تم ہماری ان باتوں پر غور کرتے رہو۔ پھلواری میں اب علم وفضل و علمی مسائل کا کیا تذکرہ باقی رہا ہے، تم کو معلوم ہے مجھے وحشت رہتی ہے۔ آج کل یہاں موئے مبارک کا مناقشہ ہے مگر میرا دامن ان جھگڑوں سے پاک ہے۔ نہ ان باتوں کو علمی تحقیقات سے تعلق ہے نہ درویشی سے کوئی واسطہ ہے۔ انسانی شرف علم سے ہے نہ کہ متولی وتبرکات ورسمی سجادہ نشینی سے ؎

کمال الفتیٰ بالعلم لا بالمناصب　　　　ورتبۃ اھل العلم اعلی المراتب

کسی شخص کا کمال عہدوں کی وجہ سے نہیں بلکہ علم کی وجہ سے ہے، اور اہل علم کا مرتبہ تمام مرتبوں سے بلند تر ہے۔

مطلوب علم ہے اور علم سے عرفان

اے عزیز! ہمیں علم چاہیے اور علم سے عرفان۔ رسم ورسوم انھیں ظاہر پرستوں کو مبارک ہے۔ اپنے علمی وعملی مشاغل سے مفصلاً آگاہ کرو، اور حضرت غریب نواز کے آستانے پر میری جانب سے فاتحہ خوانی کے بعد یوں عرض کرو ؎

طفیل ساز وسامانے کہ داری
کرم بر فرد بے برگ ونوا کن

---

(۱۵)

نورِ چشم من! سلام علیکم۔ اما بعد سیدنا امیر المومنین علی بن ابی طالب، سلام اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

علماء، حکماء اور عرفاء کا فرق

العلم نهر والحکمة بحر، العلماء حول النهر یطوفون والحکماء وسط البحر یغوصون، والعارفون فی سفن النجاة یسیرون۔

علم نہر اور حکمت سمندر ہے، علماء نہر کے کنارے گھومتے رہتے ہیں، حکماء و فلاسفہ بیچ سمندر میں غوطے کھاتے رہتے ہیں اور عارفین مزے سے نجات کی کشتیوں میں سیر کرتے پھرتے ہیں۔

اب مجھے دیکھنا ہے کہ تم نہر ہی میں منڈلاتے ہو یا دریا میں غوطہ لگاتے ہو یا کشتیٔ نجات پر بیٹھ کر ہوا کھاتے ہو۔

وللناس فیما یعشقون مذاهب

جس چیز سے لوگوں کو عشق ہوتا ہے اس کی بہت سی راہیں ہوتی ہیں۔

مگر میرا دل یہی چاہتا ہے کہ تم میں بلند پروازی ہو اور ایسی کشتی پر بیٹھو جس میں روحانیت کی اسٹیم (بخار) ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وحدتِ حقہ کی ہوائے موافق ہو پھر تم کو رفعت و صعود ہو اور یہ گئی اور وہ گئی پھر پاؤ گے جو کچھ پاؤ گے اور دیکھو گے جو دیکھو گے اور یوں بولو گے ؎

ہئے باقیست کہ بے جام و سبو می نوشم
عکس ساقیست کہ در جام و سبو می بینم

میرا حال کس طرح بدلا

اے عزیز! میں اپنے شبابِ علمی کے زمانے میں حضرت شیخ محی الدین اکبرؒ کے ساتھ اچھا خیال نہیں رکھتا تھا بلکہ اس مذاق کے لوگوں کو برا کہا کرتا تھا۔ پھر وظیفہ خوانی و اشغال

اور اس نے ان لوگوں کا معتقد بنایا۔ مگر میرے حسن ظن کی انتہا علم الیقین تک تھی مشاہدات و مکاشفات یعنی علم الیقین وحق الیقین کی نسبت یہ خیال تھا کہ یہ دفتر بند ہے۔ مگر بحمد اللہ سفینۂ نجات پر سیر کرنے سے غلط صحیح ثابت ہوا اور محال ممکن نظر آیا۔

اب متنبیؔ کے یہ ابیات میرے حسب حال ہو گئے ہیں ؎

وعذلت اهل العشق حتی ذقته　　فعجبت کیف یموت من لا یعشق

وعذرتهم وعرفت ذنبی انّنی　　عیّرتهم فلقیت منه ما لقوا

میں عشق والوں کو ملامت کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ میں نے خود بھی اس کا مزا چکھا، پھر تعجب ہوا کہ جو عشق نہیں کرتا وہ کس طرح مرتا رہتا ہے۔ پھر میں نے اہل عشق کو معذور سمجھ لیا اور مجھے اپنا گناہ یہ معلوم ہوا کہ میں ان کو عار دلاتا تھا اور آخر کار مجھے بھی اسی میں مبتلا ہونا پڑا جس میں وہ مبتلا تھے۔

---

(۴)

نورچشم من سلکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا ملا۔ اے عزیز! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ۔

اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں آئی۔

اور نیز ارشاد فرمایا:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ

بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔

اگر یہ ہم پر جھوٹی باتوں کا افترا کرتا رہتا تو ہم اس کے دائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے اور پھر اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے۔

الہامات ومبشرات کا دروازہ بند نہیں

وحی نبوت اور الہام رسالت ومبشرات صادقہ ختم رسالت کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ مگر اولیائی الہامات ومبشرات ومکاشفات ومشاہدات کا در بند نہیں ہے ؎

ہنوز آں ابر رحمت دُر فشاں ست

اور کبھی سالک ناقص وعارف غیر کامل بھی اس شرف سے مشرف ہو جاتا ہے وَذٰلِكَ فضل اللہ علینا بکرمہ۔ پس کسی قسم کی وحی والہام ومبشرات کا دعویٰ اگر کذب ہے تو وہ افترا علی اللہ، اور موجب ہلاکی وبربادی ہے۔

کچھ اپنے واردات

اے فرزند! انہیں وجوہ سے میں اپنے الہامات خاصّہ وواردات ومبشرات بالکل بیان نہیں کرتا، حالانکہ بعض واقعات پر میں اس درجہ علم الیقین رکھتا ہوں کہ حلف شرعی کر سکتا ہوں۔ اس تمہید کے بعد اصل مقصود یہ ہے کہ سفر حج سے پہلے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی کہ "از شرق تا غرب تیری شہرت ہوگی، پنجاب تیرے زیر قدم ہوگا، توفیق کا سرچشمہ ہوگا۔" میں اس زمانے میں طبابت کرتا تھا۔ علی نعمت بھائی صاحب قدس سرہٗ سے اس بشارت کا ذکر کیا۔ انھوں نے بھی تعجب کیا۔ پھر میں یہ واقعہ بھول گیا اور میرے فیوض بڑھنے لگے اور پنجاب میرے معتقدین سے مملو ہو گیا تو میرے بھائی مولوی علی نعمت رحمۃ اللہ علیہ نے مبارکباد دی اور کہا کہ اب اس بشارت کا ظہور ہوا۔ پھر کئی بار ہاتف غیبی سے سنا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

اور ہم نے تیرا ذکر بلند کیا۔

اور ایک دفعہ عین نماز میں اس جملے کا ورود اپنے آپ پر معلوم ہوا۔ زیادہ حد ادب۔

اور سرکار غوث الثقلین رضؓ و غریب نواز و محبوب پاک اور دیگر بزرگان طریقت سے بھی انواع بشارات و فیوض بے شمار پائے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بارہا بہت کچھ نوازش فرمائی ہے۔ میرے خاص پیروں میں حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ اور حضرت قبلہ پیر و مرشد مولانائے نصر قدس سرہٗ اور حضرت قبلہ مولانا فضل رحمٰن قدس سرہٗ نے بھی عالم رویا و مراقبات میں عجیب عجیب بشارات مجھے دیے ہیں۔ آج شب کو یہ دیکھتا ہوں کہ حضرت قبلہ نصر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "محمد سلیمان کی ولایت شہر موصل میں ہے۔" اور شاہ بدر الدین صاحب نے عین مجلس سماع میں اس کا اعلان کیا۔ اس کی تعبیر ابھی منکشف نہیں ہوئی ہے۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ پھلواری میں دکان مشیخیت مجھے نہیں کھولنا چاہیے۔

وردودی تعلیم اسلم طُرق ہے

مختلف طُرق کے اشغال و اوراد کے برتنے سے اب مجھ میں ایک ملکۂ راسخہ مستقلہ پیدا ہو گیا ہے۔ گویا وہی اب میرا طریقہ ہے۔ مگر وردودیہ محمدیہ کی تجلی اس میں بہت زیادہ ہے اور یہی اس زمانے میں اسلم طُرق ہے۔ توحید ناب کی مستقل اشاعت میں جلالی تجلیات بہت ہیں اور ہر منزل میں الحاد و زندقہ کا کھٹکا بھی ہے۔ بخلاف وردودی تعلیم کے کہ اس میں درجہ بدرجہ مسالک کی سیر ہے اور آخر انکشاف وحدت ہے۔ اس طریقے میں جمال غالب ہے اس لیے الحاد و زندقہ کا بہت کم اندیشہ ہے، اور عارف وردودی کی منتہا پر محدیت کی تجلی ہوتی ہے "کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک الله" کا مراقبہ تارۃً فتارۃً اس کو ہوتا رہتا ہے۔ کبھی قرب نوافل اور کبھی فرائض۔ تمہارے نانا قدس سرہٗ کی نماز بہت اعلیٰ درجے کی تھی! وہ اسی وردودیت محمدیہ کی بدولت تھی۔

رسومات کا نام درویشی نہیں

اے فرزند! میرے قلب پر یہ بھی وارد ہوا کہ عموماً اس زمانے کے مشائخین و پیرزادگان کا موجودہ طریقہ جس کو وہ درویشی و عرفان سمجھتے ہیں مثلاً رسومات عرس و نیاز و نذر و حال و قال و جوش و خروش و زبانی الفاظ توحیدیہ وجودیہ وغیرہ وغیرہ، یہ ہرگز عرفان نہیں ہے،

اور یہ لوگ دھوکے میں پڑے ہیں یا دنیا داری کے پھندے میں پھنس گئے ہیں۔ مگر چونکہ "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" وارد ہے اس لیے ان میں سے کسی خاص فرد کو میں برا نہیں کہہ سکتا، اور نہ خاص طرح سے ان پر نکیر کر سکتا ہوں اور ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا پلٹا کھاتے ہیں۔

درویشی کو روٹی کا ذریعہ بنانا بدترین گناہ ہے اور اپنی مالیخولیائی واردات کا اعلان وجہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ میں داخل ہے۔

بہ لباس اہل دنیا یا معلمانہ و متعلمانہ طرز میں زندگی بسر کرنا اور دل کو روشن کرنا اصل درویشی یہ ہے۔ یہ میری باتیں اصل مقصود سے دور ہیں مگر فی الجملہ اس سے ربط ہے اس لیے ذکر کی گئیں۔

حافظ عبد الکریم بریلوی پیر مرد جو میرے قدیم یاران سے تھے اور قصیدۂ غوثیہ کے مترجم اور میرے شجروں کے ناظم تھے، اس جمعے کو راہی ملک عدم ہوئے نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ۔ اس سے پہلے عنایت اللہ خاں مرحوم بھی چل دیے۔ وہ بھی میرے قدیم یاران سے تھے یغفرلہ اللہ تعالیٰ بعد اللتیا والتی۔

اے فرزند! میرا یہ خیال ضرور تھا کہ بعض معارف توحیدی اور بعضے اشغال درودی جو خود بخود مجھ پر منکشف ہوئے ہیں میں تم کو القا کر دوں۔ مگر مصلحت نہیں سمجھتا۔ ہاں عند اللقا مجھ سے استفاضہ کیا کرو۔ اگر مجھ میں کچھ ہے تو اس کا انعکاس تم پر پڑے گا اور اپنے شیخ دست گرفتہ کی طرف متوجہ رہو، جو اس نے بتایا ہے اس پر عمل درآمد کرو اور اصل شیخ الشیوخ حضرت خواجہ نور اللہ مرقدہٗ کو سمجھو ؎

وظلام اللیل لہٗ سرجٌ حتی یغشاہ ابو السرج

رات کی تاریکیوں کے لیے چراغ اسی وقت تک ہوتے ہیں جب تک کہ سورج ان کو ڈھانپ نہ لے۔

آئندہ تمھاری مولویت تمھیں جدھر لے جائے۔ جب فارغ التحصیل ہو جاؤ تو بڑے میاں کے

آستانے پر حاضر ہو کر عرض کر لینا ؎

از مدرسہ بہ کعبہ روم یا بہ صومعہ!
اے خواجہ ام بگو کہ طریق صواب چیست

دیکھو بڑے میاں کیا بتلاتے ہیں اور کدھر سے جاتے ہیں۔ میں تمھارا ہاتھ پکڑ کر بڑے میاں کے ہاتھ میں دے کر یوں کہتا ہوں ؎

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اے فرزند! اس قدر لکھنے کے بعد مجھ پر خواجہ کی تولا بے حد غالب ہوئی اور میرے آنسو تمھارے خط پر ٹپک رہے ہیں گویا میں خواجہ کے سامنے ہوں اور تمھیں پیش کر رہا ہوں حق حق حق۔ تم نے مجھے اور برادرم مولوی شاہ عبید اللہ صاحب کو بالکل متحد پایا۔ سنو! ؎

نہ زمینم نہ آسمانم من — ہر چہ گوید کسے ہمانم من
پاک ز آلائش تعینہا — ہمگی جسم و جملہ جانم من

اور سنو!

چشم میں خلق کی گو مثل حباب آتا ہوں — عین دریا ہوں حقیقت میں بہا جاتا ہوں
کیف و کم میرے جو ہیں مثل حباب دریا — تجھ سے ہی اٹھتے ہیں اور میں ہی بہا جاتا ہوں

تعبیر اتحاد:

واعلمن یا ولدی انا غاب الواحد فی الآخرۃ فلم تر الا واحدا فھذہ غایۃ الوصلۃ وھی المعبر عنھا بالاتحاد۔

اے فرزند! یہ خوب سمجھ لو کہ اگر ایک شخصیت دوسرے میں فنا ہو جائے تو وہ تمھیں ایک ہی نظر آئے گی۔ یہی وصل کی انتہا ہے اور اسی کو لفظ اتحاد سے تعبیر کرتے ہیں۔

توھم واشینا بلیل مزارنا — فھم لیسعیٰ بیننا بالتباعد
فعانقتہ حتیٰ اتحدنا تعانقاً — فلما اتانا مارانی غیر واحد

ہمارے جعل خور کو ایک رات ہم دونوں کے ملنے کا گمان ہوا۔ اس نے چاہا ہم دونوں کے درمیان دوری پیدا کرنے کی کوشش کرے پس ہم دونوں ایک دوسرے کی گردن سے چمٹ گئے اور اس قدر کہ ایک ہو گئے۔ چنانچہ وہ جعل خور جب ہماری طرف آیا تو اسے ایک ذات کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔

تصوف کی تعریف

اے عزیز!

التصوف هو الانقطاع الی رب الخلائق والانقلاع عن جمیع العلائق۔

تصوف کا مطلب ہے رب العالمین کی طرف یکسو ہو جانا اور تمام علائق سے کٹ جانا۔

شیخ صرف ذریعہ ہے

پس شیخ سے فی الجملہ تعلق اس لیے کیا جاتا ہے کہ وہ تمام تعلقات ماسوی اللہ سے پاک کر دے نہ یہ کہ اپنے آپ سے الجھائے رکھے۔ ماشغلك عن الحق فهو طاغوتك (جو تمھیں حق سے غافل کر دے وہی تمہارا طاغوت ہے)۔

پس شیخ حق سے ایسا ملاتا ہے کہ مرید شیخ کو واسطہ محض سمجھ کر حضرت حق سے یوں کہتا ہے ؎

با تو بر آمیختنم آرزو است

واز ہمہ کس وحشت و بیگانگی

اب اس نور حق کو کسی ایک شیخ یا ایک طریقۂ خاص قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ و شاذلیہ وغیرہ میں محصور کرنا کس قدر ناحق شناسی ہے۔ مجنوں نے کیا خوب کہا ہے ؎

لا تقل دارها بشرقی نجد — کل نجد للعامریة دار

فلها منزل علی کل ارض — وعلی کل دمنة آثار

یہ نہ کہو کہ اس کا گھر صرف شرقی حصۂ نجد میں ہے۔ "عامریہ" کا گھر تو سارا

ہی نجد ہے، ہر زمین پر اس کی منزل ہے اور ہر گھر میں اس کے نشان ہیں۔
ولنعم ما قیل :-

نسمات ہواك لها أرج   تحیی وتعیش به المهج
وبنشر حدیثك یطوی الغم   عن الارواح ویندرج
وبهجة وجه جلالك   لکمال صفاتك ابتهج
لاکان فواد لیس یهیم   علی ذکراك وینزعج
ماالناس سوی قوم عرفو   ك وغیرهم همج همج

تیری طلب کے نرم جھونکوں میں ایسی خوشبو ہے کہ اسی کی وجہ سے زندگی قائم ہے۔ تیری باتوں سے دلوں کے تمام غم والم دور ہو جاتے ہیں۔ تیرے چہرۂ جلال کے سرور اور کمال اوصاف سے میں مست رہتا ہوں۔ وہ دل ہی نہیں جس میں تیری یاد کا سودا نہ ہو۔ انسان وہی لوگ ہیں جو تجھے جانتے پہچانتے ہوں، باقی لوگ گرے ہوئے اور احمق ہیں۔

وحدت وجود اور کلی طبیعی کی بحث

اے عزیز! تم نے لکھا ہے کہ مکتوب میں بعض اہل علم سے مراد شاید مولوی فضل حق مرحوم خیر آبادی اور مقدام المحققین مولوی عبد العلی بحر العلوم قدس سرہٗ ہیں اور پھر حاشیہ قاضی مبارک سے مسلک محقق فاضل خیر آبادی کا نقل کیا ہے۔ اقول وباللہ التوفیق۔
مولانا فضل حق رحمۃ اللہ متاخرین میں علوم عقلیہ اور بالخصوص امور عامہ میں بحر ذخار گذرے ہیں اور فن ادب میں اپنی نظیر آپ ہیں۔ علوم نقلیہ سے بھی باخبر تھے۔ بھلا وہ ایسی تمہید کیوں کریں گے جس سے واجب الوجود کا "کلی طبیعی" ہونا لازم آئے۔

بحر العلوم اور کلی طبیعی

اور ہمارے مولانا بحر العلوم قدس سرہٗ ؟

فحاشا جنابه عن ان یتفوہ بمثل تلك الخرافات کیف وقد
صرح فی المنهیة ان الواجب سبحانه موجود وهو

وجود بحت وهو الموجود بنفسه وما سواه ليس بشئٍ والعالم کلہ
شئون لہ تعالیٰ وتعینات لہٗ جل مجدہ وهو ظاهر فیه الخ۔
ان جناب کو اس قسم کی خرافات اور بکواس سے کوئی واسطہ نہیں "منفیہ"
میں انھوں نے وضاحت کر دی ہے کہ واجب الوجود موجود ہے اور
وہ وجود بحت ہے اور موجود بنفسہ ہے، اور ماسوا کی کوئی حقیقت
نہیں۔ یہ عالم سب کا سب اسی کی مختلف شانیں ہیں، اور اس ذات کے
تعینات ہیں جن میں وہ جلوہ نما ہے۔

بحر العلوم نے ہر قسم کے شبہات کا دفعیہ کیا ہے اور حشویات کو حذف کر کے ایک معقول تمہید کی ہے۔

شیخ محب اللہ الہ آبادی اور بحث کلی طبیعی

مگر اے عزیز! اس مسئلے کی تمہید میں ان سے بھی بڑے لوگوں کو ابہام پیش آیا اور ان کی تقریر میں ایسا ابہام ہے کہ الفاظ سے علیحدہ ہو کر تاویل کرنا پڑتی ہے، ورنہ ظاہر وہی کلی طبیعی اور معقول محض متبادر ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ جو ہم لوگوں کے علمی سلسلے اور خاص کر میرے عرفانی سلسلے کے بھی شیخ الشیوخ ہیں، اپنے رسالہ "تسویہ" میں کیا فرماتے ہیں:

فنقول ما اصل زید فان قلت الماء والدم نقول انه متعین مثله
فان قلت حقیقة نقول هذا هو الحق بل نقول انها متعینة
ممتازة عن وجوده حقیقةً نما اصلها فلا ینقطع السوال
الا اذا انجر الحرف الی الظرف اعنی الذی لا تعین لهٗ ولا
امتیاز عن شیٍٔ والعجب ممن یقول ان تعین الواجب
عینه وکذا الوجود کیف خفی علیه انه لا تعین لهٗ
ولا وجود فهو معقول محض کالجنس العالی فهو ماهیة محض ان
شئت قلت وجود محض فان المعنی واحد والعبارات متعددة انتهی

ہم دریافت کرتے ہیں کہ زید کی اصلیت کیا ہے؟ تم جواب دو گے کہ پانی اور خون ہے لیکن ہم پھر پوچھیں گے کہ یہ بھی تو اسی طرح کے تعینات ہوئے۔ ہاں اگر تم یوں کہو کہ زید ایک حقیقت ہے تو ہم کہیں گے ہاں یہ ٹھیک بات ہوئی، بلکہ اس سے آگے ہم یہ کہیں گے کہ خود یہ حقیقت بھی ایک تعین لگتی ہے اور اپنے اصلی وجود سے ممتاز ہے لہذا اب اس کی بھی اصل بتاؤ، یہ سوالات مسلسل اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک بات "ظرف" کی طرف نہ آجائے یعنی ایک ایسی ہستی کی طرف جو تعین سے بالاتر ہے اور امتیاز (عن شئی) سے بھی! بڑا تعجب ہے ان لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ واجب الوجود کی ذات ہی اس کا تعین اور وجود ہے۔ ان کی نگاہوں سے یہ بات کیوں پوشیدہ رہی کہ اس کا نہ کوئی تعین ہے، نہ (خارجی) وجود، بلکہ وہ "جنس عالی" کی طرح "معقولِ محض" ہے اور "ماہیت محضہ" ہے۔ یا چاہو تو یوں کہو کہ "وجود محض" ہے۔ بہرحال یہ سب مختلف تعبیرات ہیں اور مفہوم ایک ہی ہے۔

اب تم اس عبارت پر غور کرو کلی طبعی نہیں تو کیا ہے۔ قبلہ مولوی عبدالحلیم صاحب نے اس رسالے کی شرح میں اور دیگر اکابر نے کیا کچھ تاویل نہیں کی ہے۔ غالباً یہ رسالہ جناب مکرمی مولوی معین الدین صاحب دام مجدہٗ کے پاس ہوگا۔ تم ذرا اسے پڑھ جاؤ۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کی بھی ایسی عبارات "فتوحات" میں بہت ہیں مگر مؤوّل ہیں۔ غرض کتب علمیہ صوفیہ کا محقق وسیع النظر اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ ان کی عبارات سے کلی طبعی ہونا مترشح ہے۔ ــــــــ ولکنھم بمعزل عنہ۔ اور مولوی فضل حق صاحب مرحوم کی عبارت جو حاشیہ قاضی سے تم نے نقل کی ہے اس میں نہ تو کوئی نئی تمہید ہے نہ جدید انشا پردازی! بلکہ بجنسہٖ شرح سلم، ملا حسن کا مضمون اور وہی طرز عبارت ہے۔ ملا حسن فرماتے ہیں:

ملا حسن اور کلی طبیعی

الاول مذهب الصوفية الصافية وبيانه على وجه الاجمال انه ليس في عالم الكون الا ذات واحدة بسيطة وهي الوجود ليست بكلية بمعنى القابل للتكثر حقيقة ولا جزئية بمعنى ان لا تقبل التكثر اصلا بل تلك الذات تتطور بتطورات اعتبارية انتزاعية واقعية فبقي بذاته منشأ لانتزاع التعينات الغير المتناهية ويترتب الآثار والاحكام المختلفة على تلك التعينات الواقعية المنتزعة عن الذات الواحدة۔

فالمتعين بكل تعين هو الممكن والمعرى عنه هو الواجب فعلمه تعالى انما ينطوي في علم الذات اذ ذاته ليست مغايرة للممكنات بالذات بل بالاعتبار الواقع وليس مشهد بيانه ههنا على التفصيل انتهى۔

پہلا صوفیہ صافیہ کا مسلک ہے۔ مختصراً وہ یوں ہے کہ اس عالم کون میں بجز ایک ذات کے اور کچھ بھی نہیں اور وہ ذات بسیط ہے اور وہی اصل وجود ہے لیکن وہ ذات نہ تو ایسی کلی ہے جو حقیقۃً کثرت کو قبول کرے اور نہ ایسی جزئی ہے جو کثرت کو قبول ہی نہ کرے۔ بلکہ وہی ذات الگ الگ اعتباری صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس کی ذات سرچشمہ ہے جس سے لامتناہی تعینات کا صدور ہوتا رہتا ہے اور ان تعینات پر جو ایک ہی ذات سے واقعۃً ظاہر ہوتے رہتے ہیں مختلف احکام مترتب ہوتے ہیں۔ پس جو متعین شے اپنے پورے تعین کے ساتھ موجود ہے وہی "ممکن" ہے اور جو اس سے بالکل معرا ہے وہ "واجب" ہے۔ پس علم کا مطلب اس کی ذات کا علم ہے۔ کیونکہ اس کی ذات ممکنات سے حقیقۃً مغائر نہیں بلکہ اعتباری مغائرت رکھتی ہے۔ یہ موقع اس کو بہ تفصیل بیان کرنے کا نہیں۔

---

(۵)

نور چشم من نور اللہ قلبک بالعرفان السلام علیکم

اعتکاف کی برکات

اما بعد - درسی کتابوں میں کب تک زور لگایا کرو گے، یہ ماہ مبارک رمضان ہے اسے شہر اللہ بھی کہتے ہیں۔ پس سب کاموں کو چھوڑ دو۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

حضرت ملک العلماء مولانا عبد العلی بحر العلوم قدس سرہٗ کا معمول تھا کہ ۲۰ شعبان کو وہ داخل مسجد ہوتے اور رویت ہلال عید کے بعد باہر تشریف لاتے۔ اس چالیس ذات اور دن میں بجز تلاوت قرآن و مراقبہ کوئی کام نہ کرتے اور سکوت و صموت میں زندگی بسر کرتے۔ نتیجہ اس اربعین کا جو ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہ آپ بحر توحید کے اعلیٰ درجے کے شناور ہیں۔ سچ ہے جو چند دن کے لیے بھی اپنے دل و دماغ کو علوم کسبیہ سے معرّا کرتا ہے اس پر علوم وہبیہ کی بارش ہوتی ہے اور عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا ۔ اور اسے ہم نے اپنی طرف سے علم سکھایا، کا در اس پر کھول دیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

من اخلص للہ اربعین یوماً جرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ۔

جو شخص چالیس دن اللہ کے لیے خالی کر دے اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری ہو کر زبان پر آنے لگیں گے۔

پس اے عزیز! اربعین وغیرہ اور اس کے شرائط تو اس زمانے میں بمشکل انجام پا سکتے ہیں مگر کم سے کم اس ماہ مبارک میں تبتّل تو ہونا چاہیے۔ تلاوت قرآن شریف مع تدبر معانی اور مراقبہ سکوتی سے زیادہ کام لو۔ اعتکاف ایام عشرہ کیا کرو مع مراقبات درود و الفناء فی ذات صلی اللہ علیہ وسلم پھر دیکھو کیا کچھ منکشف ہوتا ہے۔ ایک رباعی سنو!

یارب بطفیل قدم پاک رسول ۔۔۔ یارب بطفیل قدم زوج بتول
عرفان کا دے مجھے وہ عالی درجہ ۔۔۔ جو کچھ کہ پڑھا لکھا ہو جاؤں سب بھول

قدم نبوّت اور قدم ولایت

اے عزیز! جو کچھ ہوتا ہے اسی قدمِ نبوّت اور قدم ولایت کی عزت افزائی سے ہوتا ہے۔ ددونہا قوط القتاد ـــ (اس کے علاوہ سب جھک مارنا ہے)۔

حسن میاں مرحوم کا معمول تھا کہ وہ جب کسی کتاب میں عمدہ مضمون یا اشعار دیکھتے تو اپنے مجموعۂ انتخاب میں نقل کر لیتے۔ آج ایک مجموعۂ انتخاب ان کا میری نظر سے اتفاقاً گذرا اس میں ان دونوں مبارک قدم کے متعلق یہ اشعار اور مضمون لکھا ہوا پایا۔ مجھے بے حد پسند آیا تم بھی ان سے محظوظ ہو دھو هتی البعصتہم:۔

یا رب بالقدم التی اوطاتھا ۔۔۔ من قاب قوسین المحل الاعظما

پروردگار اس قدم کا صدقہ جسے تو نے قاب قوسین سے گذار کر بلند ترین مقام پر پہنچایا۔

وبحرمۃ القدم التی جعلت لھا ۔۔۔ کتف المؤید بالرسالۃ سلّما۔

اور اس قدم کا صدقہ جس کے لیے تو نے صاحب رسالت کے دوش کو زینہ بنایا۔

ثبت علی متن الصراط تکرما ۔۔۔ قدمی وکن لی منقذاً او مسلّماً

میرے قدم کو اپنے فضل سے پل صراط پر ثابت و قائم رکھ اور مجھے گرنے سے سلامتی کے ساتھ بچائے۔

واجعلھما ذخری فمن کانا لہ ۔۔۔ ذخراً فلیس یخاف قط جھنما

اور ان دونوں مذکورہ قدموں کو میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنا، کیونکہ جس کے لیے یہ دونوں قدم ذخیرہ بن جائیں اسے جہنم کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔

خفّاجی کی تصریح

قال العلامۃ الخفاجی القدم الاولیٰ قدمہ صلعم والثانیۃ قدم علیؓ لما قال لہ صلعم یوم الفتح اصعد للکسر اصنام الکعبۃ فصعد علی کتفہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

علامہ خفاجی کہتے ہیں کہ یہاں ان اشعار میں پہلا قدم تو حضورؐ کا ہے اور دوسرا حضرت علیؑ کا کیونکہ حضورؐ نے فتح مکہ کے دن ان سے فرمایا تھا کہ کعبہ کی بت شکنی کے لیے اوپر چڑھ جاؤ اور حضرت علیؑ حضورؐ کے دوش مبارک پر چڑھ گئے۔

(نسیم الریاض للخفاجی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ مطبوعہ استامبول)

میری رائے

اول۔ شعر اول کا تعلق قصۂ معراج محمدی سے ہے جس کی روایتیں بکثرت طرق احادیث میں وارد ہیں۔ اور شعر ثانی کا تعلق معراج علوی سے ہے۔ یعنی دوش مبارک محمدیؐ پر حضرت علی کا قدم رکھنا۔ اور یہ روایت بھی خصائص نسائی وغیرہ میں کئی طرق سے وارد ہے۔ اور شعرائے عرب وعجم نے اس واقعے پر عجیب عجیب پُر بہار گلفشانیاں کی ہیں میر غلام علی آزاد کی یہ رباعی مجھے زیادہ پسند آئی ؎

آں شاہ کہ با رسول یکتا گردید | بر دوش شریف جلوہ پیرا گردید
در گلشن دین ز بسکہ جوشید بہار | نخل قد احمدی دو بالا گردید

اللھم صل علی محمد و عترتہ بعدد کل معلوم لک

(۱۱۱)

مبارک باد

نور چشم من ۔ السلام علیکم۔ اما بعد کتب درسیہ تمہاری ختم ہوئیں۔ فاتحۂ فراغ تم نے کیا، اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ میں بھی "دستار فضیلت بر سر" کی مبارک باد دیتا ہوں۔ نہ فقط اسی قدر بلکہ یوں کہتا ہوں کہ تمامی علوم و فنون تم کو مبارک، "تحقیقات و تدقیقات علمیہ" تم کو مبارک، مناقشات لفظیہ مع "فیہ ما فیہ" تم کو مبارک، تہذیب کا "ضابطہ" مبارک، قطبی کے "مختلطات مبارک، مختصر معانی و مطول کی بحث "ما انا قلت" مبارک، زاہدین کی بحث "علم حضوری و حصولی" مبارک. حواشی ملا غلام یحیٰی بہاری اور مولانا بحر العلوم کی

"بعدیتِ ذاتی و زمانی کی مہا بھارت" تم کو مبارک، حمد اللہ کی بحث "وجود رابطی وہیاتِ بسیطہ و عاقبۃ الورود" تم کو مبارک، قاضی مبارک کی "بحثِ موضوع" مبارک، صدرا کی "متناۃ بالتکریر" تم کو مکرّر مبارک، شمس بازغہ کے "مباحثِ حدوث، دہری" مبارک؛ امورِ عامہ میں "علم و وجود و امکان کی وسعت و احاطت" تم کو مبارک، شرح چغمنی کا "شبع عرض شعیرہ" تم کو مبارک، توضیح و مسلّم کے "مبادی و مقدمات" تم کو مبارک، شرح ملّا کا "حاصل و محصول" مبارک، شرح وقایہ کی "بحث طُہر متخلل و دائرۂ ہندیہ" تم کو مبارک، ہدایہ کی "بیع سلم و عقدِ مجہول" تم کو مبارک، تفسیرِ بیضاوی کا "سورۂ بقرہ" تم کو مبارک، کتبِ احادیث مبارک، بالخصوص شرح لغاتِ حدیثِ امّ زرع "تم کو مبارک بخاری کا "ربط و مناسبت ابواب" تم کو مبارک، صحیح مسلم کا "خطبہ اور اس کا ربط نحوی" تم کو مبارک، ترمذی کی "تحسین اور بیان مذاہبِ فقہا" تم کو مبارک۔ الغرض تم نے جو کچھ پڑھا ہے سب تمہیں مبارک، اور مجھے میرا خواجہ معین الدین مبارک ؎

هنيئاً لارباب النعيم نعيمهم

وللعاشق المسكين ما يتجرّع

نعمت والوں کو ان کی نعمت مبارک، اور عاشقِ مسکین کو وہ گھونٹ مبارک جس کا مزہ وہ چکھ رہا ہے۔

اس سے زیادہ اب کیا کہوں۔ اتنا یقین کر لو کہ تم اور تمہارا مدرسہ مع لوازم سب خواجہ کا طفیل ہے ؎

ایں زمین پست و آں چرخ بلند

برقرار از ہمت پیران ماست

تمہارے فاتحۂ فراغ کے قطعۂ تاریخ میں میں نے اپنے خواجہ ہی کے فیض و کرم کا اظہار کیا ہے وھو ھذا:—

تاریخ سالِ فراغ

عزیزا بن ایوب فخر الاماثل — قد اعطاہ مولاہ علماً بس[illegible]

وقد فاق اقرانہ الاذکیاء ۔۔۔ شکورًا صبورًا حلیمًا کریمًا
لبیبٌ انار الھدیٰ ضوء لُبّہ ۔۔۔ ادیبٌ واوتی قلبًا سلیمًا
میسر شد اکنوں کمال علومش ۔۔۔ اذا قد اتی منھجا مستقیمًا
خدا قوم و دیں را از او زندہ سازد ۔۔۔ کما ھو یحیی عظامًا رمیمًا
بحمد اللہ ایں رنگ و بوئے گل من ۔۔۔ لَبِنْ روضۃٍ قد تفوح نسیمًا
حسن سنجری خواجۂ خواجگانم ۔۔۔ ھدی الناس دھرًا صراطًا قویمًا
لکل الوری کان غیثًا مغیثًا ۔۔۔ وبالمؤمنین رؤفًا رحیمًا

بہ پرسیدم از خواجہؒ سال فراغش

فقال لقد فاز فوزًا عظیمًا

۱۳۳۷ھ

فارغ التحصیل ہونے کے بعد:

اب مجھے یہ دیکھنا ہے کہ تم حضرت خواجہ غریب نواز کے کام میں لگتے ہو جو در اصل حضور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے یا قاضی کی شرح لکھتے ہو اور امور عامہ پر حاشیہ لگاتے ہو ۔

تو دانی و یار و فرد و داند
من میروم اے دل از میانہ

ہاں خواجہ کا کام کیا تھا اور قوم سے انھیں کیا تعلق تھا وہ یہ تھا :

یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ؕ

وہ رسولؐ ان کو آیاتِ ربانی پڑھ کر سناتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے ، اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۔

خدانخواستہ اگر تم اس کام میں پورے نہ اترے اور خواجہ کا حق نیابت ادا نہ کیا تو پھر اسی طرح رونا رونا پڑے گا جیسے آخر عمر میں غریب بہاء الدین عاملی رویا ؂

قد صرفنا العمر فی قیل وقال ۔۔۔ یا ندیمی قم فقد ضاق المجال

ہم نے قیل وقال میں ہی زندگی بسر کی۔ اے ہم جلیس یہاں سے اٹھ کیونکہ اب میدان تنگ ہے۔

واسقنی تلك المدام السلسبیل انها تهدی الی خیر السبیل

مجھے سلسبیل کا وہ جام پلا جو بہترین راستے کی راہ نمائی کرے۔

قم ازل عنی بها رسم الهموم ان عمری ضاع فی علم الرسوم

اٹھ اور مجھ سے رنج و غم کے آثار دور کر دے میری زندگی رسمی علوم حاصل کرنے میں ضائع ہوئی۔

ایها القوم الذی فی المدرسه کل ما حصلتموه وسوسه

اے وہ لوگو کہ مدرسے میں ہو تم نے جو کچھ حاصل کیا وہ محض وسوسہ ہے۔

فکرکم ان کان فی غیر الحبیب مالکم فی النشاة الاخری نصیب

اگر تمھارے افکار میں حبیب کے علاوہ چیزیں ہیں تو بروز حشر تمھارے لیے کوئی حصہ نہیں۔

فاغسلوا بالراح عن لوح الفؤاد

کل علم لیس ینجی فی المعاد

لہذا لوح دل کو شراب عرفان سے دھو کر ہر اس علم کو مٹادو جو آخرت میں کام نہ آئے۔

مولانا شاہ احمد حبیب ندوی مرحوم

آپ حضرت قبلہ کے بھتیجے یعنی حضرت کے خسر اور پیر بیعت حضور شاہ علی حبیب نصر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے پوتے اور حضرت شاہ عین الحق پھلواروی سجادہ نشین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ عالم، واعظ، متقی اور مذہبی تحریکات کے سرگرم کارکن تھے۔ تحریک خلافت کے سلسلے میں قید و بند کی سزائیں بھی برداشت کیں۔ افسوس کہ اب سے دو سال پہلے پچپن سال کی عمر میں انتقال کیا۔ برد اللہ مضجعہ مولانا شاہ احمد حبیب ندوی کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عین الحق کا مرتبہ اہل حدیث طبقے کے اماموں میں ہے۔ یہ خط عربی زبان میں ہے:

(۱)

عزّة بیت المجیب ودُرّة صدف الحبیب السلام علیکم امّا بعد
نِعَمُ الإله علی العباد کثیرة واجلهن نجابة الاولاد
وانت یا ولدی من بیت العلم والعمل والشرف والسیادة وآبائك
الکرام کابرًا عن کابرٍ کان العلم دثارهم والفضل شعارهم فعلیك
بالنعماء المجیبیة والفضائل الحبیبیة لان الولد الحُرّ
یقتدی بآبائه الغرّ والسلام

خانوادۂ مجیب کے چشم و چراغ اور صدف حبیب کے دُرِ یک دانہ السلام علیکم۔ اما بعد

بندوں پر اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور سب سے بڑی نعمت اولاد کی شرافت ہے۔ اور تم اسے بیٹے! علم و عمل اور شرف و سیادت کے گھرانے سے ہو۔ تمھارے آباواجداد کا اوڑھنا بچھونا علم تھا، اور ان کا شعار فضیلت رہی ہے۔ جیسی نعمتیں اور جیسی فضیلتیں تمھیں بھی اختیار کرنی چاہییں کیونکہ شریف اولاد اپنے نامور باپ دادا کے نقش قدم پر چلتی ہے۔

والسلام

مولانا شاہ عزالدین میاں صاحب ندوی

مولانا شاہ عزالدین حضرت قبلہؒ کے حقیقی نواسے ہیں۔ ۱۳۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے اپنے ناناؒ کے زیر تربیت رہے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ التحصیل ہوئے اور وہیں مدرس (علوم عربیہ) مقرر ہو گئے۔ ادب عربی میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال مرحوم کی دعوت پر ندوہ چھوڑ کر شاہی مسجد کے خطیب و امام اور مفتی ہو کر لاہور چلے گئے۔ کئی سال تک وہاں یہ خدمتیں انجام دیتے رہے۔ پھر علامہ سر محمد اقبال کا انتقال ہو گیا اور شاہ عزالدین تقسیم ہند سے پہلے اپنے وطن پھلواری شریف واپس چلے گئے۔ پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ادب و تفسیر کے پروفیسر ہو گئے کچھ عرصے بعد ملازمت سے سبک دوش ہو کر حج و زیارت سے فارغ ہوئے۔ پھر قومیات اور مذہبی تحریکات میں زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ اپنے ناناؒ کے چہیتے نواسے اور مرید و خلیفہ ہیں اور ان کے سلسلے کی اشاعت فرماتے رہے ہیں۔ ایک مشہور و متعارف واعظ و مقرر ہیں ان کی تصنیفوں میں "کشف الظلام" (اردو ترجمہ شفاء السقام للامام تاج الدین السبکی تصوف میں) کافی مقبول ہوئی۔ دوسری تصنیفوں میں "علوم الحدیث" "حیات احمد بن حنبلؒ"، اور "سیدات اسلام" چھپ کے شائع ہو چکی ہیں۔ آپ عربی مجلّوں کے بھی نامہ نگار ہیں۔

فی الحال بہار کی مرکزی دینی درس گاہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں عربی ادب اور

حدیث کا درس بھی دیتے ہیں۔

(۱)

علم غیب رسولؐ اور ایک حدیث کی شرح

اللھم صل علی محمدن الذی یری من خلقہ کما یری من امامہ

اے اللہ محمدؐ پر صلوٰۃ بھیج جو اپنے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے دیکھتے تھے۔

آنحضرت صلعم انسان کامل اور مظہر اتم تھے۔ پس "اللہ نور السمٰوٰت والارض" کی تجلی جب آپ پر ہوئی تو باوجود پیکر انسانی ہونے کے آپؐ نور ہی نور تھے ؎

عالم چہ شود ہمسر و ہمتائے محمدؐ
نور ست ہمہ نور سراپائے محمدؐ

نور آفتاب کو حجاب مانع ہو سکتا ہے لیکن اس نور الٰہی کے لیے ظہور و بروز کو در و دیوار و سقوف و کوہ و جبل ہرگز عاجز نہیں ہو سکتے اور نہ پیکر جسم و تن اس کی پُرنور شعاع کو محدود کر سکتا ہے جیسے حضرت حافظؒ یوں رو کر فرماتے ہیں ؎

حجاب چہرۂ جاں می شود غبار تنم
خوشا دمیکہ ازیں چہرہ پردہ بر فگنم

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں وہ چیزیں جنھیں خفی و اخفیٰ سمجھتے ہیں جلی و اجلیٰ تھیں اور جنھیں نہاں سمجھتے ہیں عیاں تھیں۔ وقائع عالم آپؐ پر روشن تھے۔ عالم برزخ آپؐ کے پیش نظر۔ کبھی دوزخ و بہشت کو دیکھتے۔ کبھی عالم ملکوت پر نظر کرتے۔ کبھی جبرئیل و میکائیل سے مکالمہ فرماتے اور کبھی حضرت موسیٰ و ابراہیم و یونس کو مختلف حالات میں دیکھتے۔ الغرض نور کو کوئی حجاب نہ تھا۔ اب تم اس درود شریف کا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔ عامۂ کتب احادیث، مشکوٰۃ و صحیح بخاری و مسلم و مسند احمد وغیرہا میں مختلف طرق سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی مقتدیوں سے فرمایا کہ

سجود میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔ میں جس طرح اپنے سامنے کی چیزوں کو دیکھتا ہوں اسی طرح پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔" یعنی تمھاری حالت سے بے خبر نہیں ہوں۔ سب مجھ پر عیاں ہے۔ اب میں عمومی و خصوصی دونوں طرح کی حدیثیں پیش کرتا ہوں۔ صحیح بخاری و مسلم مسند احمد وغیرہا تمھارے پاس موجود ہیں ملا کر دیکھ لو۔ اور دیگر روایات حجۃ اللہ علی العالمین سے بھی نقل کرتا ہوں:

اخرج ابن عدی والبیہقی وابن عساکر عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یری فی الظلماء کما یری فی النور۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم تاریکی میں بھی مثل روشنی کے دیکھتے تھے۔

واخرج البیہقی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یری باللیل فی الظلمۃ کما یری بالنہار فی الضوء

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضور صلعم اندھیری رات میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا روز روشن میں۔

واخرج الشیخان عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھل ترون قبلتی ھھنا فواللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا سجودکم انی لاراکم وراء ظھری۔

یعنی بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مجھے قبلہ رو سمجھتے ہو۔ خدا کی قسم تمھارے رکوع و سجود مجھ پر آشکارا ہیں۔ میں تو تمھیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

واخرج مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایھا الناس انی امامکم فلا تسبقونی بالرکوع ولا بالسجود فانی اراکم من امامی ومن خلفی۔

مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارا امام یا تم سے آگے ہوں پس رکوع و سجود میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔ میں تمہیں آگے پیچھے دونوں جانب سے دیکھتا ہوں۔

واخرج عبد الرزاق فی جامعه والحاکم وابونعیم عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال انی لانظر الی ماورائی کما انظر مابین یدی۔

یعنی عبدالرزاق نے اپنی جامع میں اور حاکم و ابونعیم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے پیچھے ویسا ہی دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے۔

علامہ فاسی محدث مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں اس درود کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

وثبت رویته صلعم من خلفه فی حدیث ابی هریرة وانس عند الشیخین وعند عبد الرزاق فی جامعه والحاکم عن ابی هریرة وعند الحمیدی فی مسنده وابن المنذر فی تفسیره والبیهقی عن مجاهد مرسلاً۔

یعنی آپ کا پس پشت دیکھنا شیخین کے ہاں حضرت ابوہریرہ اور انس کی روایتوں سے ثابت ہے اور نیز عبدالرزاق، حاکم، حمیدی، ابن منذر اور بیہقی کے نزدیک بھی ثابت ہے جیسا کہ ان حضرات کی جامع و تفسیر و مسند سے ظاہر ہے۔

علامہ فاسی و نبہانی کی وسعت نظر بے شک قابل قدر ہے مگر تعجب ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے امام المحدثین امام احمد کی تخریج کا کوئی ذکر نہ فرمایا لہذا میں بتاتا ہوں کہ امام احمد نے بھی مسند میں یہ حدیث روایت کی ہے۔ دیکھو مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۱۱۵:

حدثنا عبد الله حدثنی ابی ثنا یحیی عن شعبة ثنا قتادة عن انس قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقیموا الرکوع والسجود فواللہ انی لاراکم

من بعدی وربما قال من وراء ظہری اذا رکعتم و سجدتم۔

یعنی حضرت انس نے فرمایا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اپنے رکوع و سجود کو یہ تمام ادا کرو اس لیے کہ بخدا میں تم کو پیٹھ سے بھی دیکھتا ہوں اور کبھی فرماتے جب تم رکوع و سجود میں ہوتے ہو میں اپنی پشت سے دیکھتا ہوں

اے عزیز! صحابۂ کرام نے جب اپنے آپ کو محمدیت میں فنا کر دیا تو ان پر بھی کبھی کبھی اس پر زور نورانیت محمدیہ کی تجلی ہوا کی۔ اور خفی امور ان پر جلی ہو جایا کیے۔ کتب احادیث و سیر اس سے مملو ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرض موت میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میری بی بی بنت خارجہ حاملہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ یہ بیٹی جنے گی۔ پس تمہارے ساتھ تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنوں (سوا تمہارے) میں تقسیم جائداد ہوگی۔ موطا کے شروع میں اس واقعے کی تفصیل دیکھو۔ پس حضرت صدیق کا "انی اراہا" کہنا اسی رؤیت محمدیہ اور بصیرت احمدیہ کا انعکاس ہے۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ محدث تو تھے ہی۔ نور محمدیت میں فانی ہو کر انھوں نے ایسی پر زور نگاہ پیدا کر لی تھی کہ مدینۂ منورہ میں بر سر منبر خطبہ پڑھ رہے تھے اور نہاوند کی رزم گاہ ان کے سامنے تھی۔ مسلمانوں کا پسپا ہونا ان سے دیکھا نہ گیا۔ عین خطبے میں چلا اٹھے:

"یا ساریة الجبل الجبل"

اور وہاں فوجی سپہ سالار نے بھی سن لیا اور فرمان پر عمل کر کے فتحیاب ہوا۔ اس واقعے کو محدثین نے بہ طرق متعددہ بیان کیا ہے اور تم نے شرح عقائد نسفی و مشکوٰۃ شریف میں بھی پڑھا ہوگا۔

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضوری مجلس کے لیے ایک صاحب چلے۔ راستے میں ایک پرائی عورت کو دیکھنے لگے۔ جب دربار عثمانی میں حاضر ہوئے حضرت عثمان ذی النورین نے انھیں دیکھ کر یوں ارشاد فرمایا:

ھاہ ھاہ این خل علیّ احدکم وفی عینیہ اثر الزناء۔؟

یعنی یہ ہے کیا میرے پاس کوئی ایسا شخص چلا آتا ہے جس کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہے؟

انھوں نے یہ مکاشفہ دیکھ کر کہا:

یا امیر المؤمنین! أَوَحْيٌ بعد رسول الله؟

یعنی کیا آنحضرتؐ کے بعد بھی کسی وحی کا وجود ہے؟

آپ نے فرمایا:

لا! ولکنہ فراسۃ المؤمن۔

نہیں بلکہ یہ تو فراست مومن ہے۔

کنز العمال و ریاض النضرہ و ازالۃ الخفا وغیرہا میں بہ تخریج محدثین یہ روایات مندرج ہیں۔ اس مکاشفے کو فراست کہو یا کرامت۔ درحقیقت یہ سب اسی نور محمدیت کے انعکاسات و تجلیات ہیں جسے کبھی حجاب حاجز نہیں ہوا۔ یوں ہی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں جو فاتح باب ولایت تھے۔ ان کے مکاشفات کی داستانیں بے شمار ہیں۔ کنز العمال و ریاض النضرہ و کتب مناقب ان سے مملو ہیں۔ انھیں محمدیت میں فنائے اتم حاصل تھی پس اس نور سے متجلی ہو کر سب کچھ دیکھتے تھے۔ جب ضرورت دیکھی بیان کیا ورنہ صدور الابرار قبور الاسرار (پاک لوگوں کے سینے رازوں کے دفینے ہیں) اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرماتے تھے:

ان ھٰھنا علوماً جمۃ لو وجدت لھا حملۃ۔

یہ علوم کا خزانہ ہے کاش میں اس کے لینے والوں کو پاتا

یہ روایت میں نے مزّی محدث کی کتاب رجال تہذیب الکمال میں دیکھی ہے اور دیگر محدثین نے بھی اسے نقل کیا ہے، اور صحابہ و اہل بیت کے بعد دیگر طبقات اولیاء اللہ کے متعلق بھی اس مشاہدے اور مکاشفے کی صدہا حکایتیں بہ روایات صحیحہ منقول ہیں، اور آخری فیصلہ یوں سنا دیا گیا ؎

قلوب العارفین لھا عیون   تری مالا یراہ الناظرونا

واجنحة تطير بغير ریش   الی ملکوت رب العالمینا

عارفوں کے قلوب میں بھی آنکھیں ہوتی ہیں جن سے وہ ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جن کو آنکھ والے نہیں دیکھتے، اور ان کے ایسے بازو ہیں جو بغیر پر کے عالم ملکوت کی جانب پرواز کرتے ہیں۔

اب تم سمجھ سکتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے وسیع علم کے متعلق یوں کہنا کہ "ان کا علم ایسا تھا کہ پس دیوار کی حالت بھی نہیں جانتے تھے اور دوسروں کے نیز اپنے خاتمے سے بھی بے خبر تھے"۔ معاذ اللہ کس قدر کم بینی و تنگ نظری بلکہ عاجئے بصیرت ہے۔ خدا کے بعد آنحضرت صلعم ہی کو وہ وسیع علم حاصل ہے جس کی نظیر ممتنع ہے۔ بوجہ استغراق آپ اسے بیان نہیں فرماتے۔ لیکن کبھی ذرہ ذرہ قیامت تک کے تمام "ما کان وما یکون" لوگوں کو بتا دیتے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان کی حدیث تمام صحاح وسنن میں مروی ہے اس پر غور کرو: عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً ما ترک شیئاً یکون من مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ الخ۔ (متفق علیہ)

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جگہ آنحضرت صلعم ہم لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہوئے تو اس وقت سے قیامت تک کے تمام آئندہ واقعات بتا دیے اور کچھ نہ چھوڑا۔

نیز طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"دنیا میرے لیے بلند کی گئی ہے پس اسے اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے میں نے سب کچھ اس طرح دیکھ لیا جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں"۔

ایک دفعہ آپؐ نے برسر منبر فرمایا "سلونی عما شئتم" (جو کچھ تمہیں پوچھنا ہے پوچھ لو)۔ چنانچہ ایک مشکوک شخص نے پوچھا۔ میرا باپ کون ہے؟ آپؐ

بنے فی المغفور نام بتا دیا اور اس کی ماں نے تصدیق کی یہ روایت عامۂ کتب حدیث میں موجود ہے۔

قرآن کریم میں آپؐ کو "یا ایھا النبی" اور "خاتم النبیین" فرمایا گیا۔ اور نبی کو معصوم ہونا ضروری ہے پھر اپنے خاتمے سے بے خبر رہنا کیا معنی ؟ نیز احادیث متکاثرہ میں حضرت صلعم کا مقام محمود میں رہنا ، حوض کوثر پر ہونا ، شفیع و مشفع ہونا جنت کے اعلیٰ درجے میں ہونا موجود ہے۔ معاذ اللہ جب آپ کو اپنے خاتمے کی خبر نہ تھی تو آپؐ نے اپنے لیے یہ مقامات کیونکر بیان فرمائے اور جب آپؐ کو دوسروں کے حسن خاتمہ کی خبر ہی نہ تھی (معاذ اللہ) تو اپنے اصحاب و اہل بیت کو جنت کی بشارت کیونکر دی کہ "ابو بکر فی الجنۃ" "عمر فی الجنۃ" اور "الحسن والحسین شباب اھل الجنۃ" اور "فاطمۃ سیدۃ النساء اھل الجنۃ" کیا بلا تیقن حسن خاتمہ ، جنت کی بشارت دے کر عشرۂ مبشرہ اور سردار نوجوانان بہشت اور سیدۃ النساء جنت قرار دے دیا؟ لا و اللہ۔

اور یہ آیۂ پاک :

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ

یعنی اے رسول! آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں خود نہیں جانتا کہ میرے اور تمھارے ساتھ کیا پیش آئے گا

اس سے یہ مراد ہے کہ میں خدا کے بتائے بغیر از خود کچھ نہیں جانتا۔ پس جو کچھ کہتا ہوں یا کروں گا سب خدا کی بتائی ہوئی باتیں ہوں گی۔ اٹکل پچو نہ ہوں گی۔

پس اس آیت سے آپ کے وسیع و محیط علم کی نفی کرنا قرآن کریم کی دیگر آیات و احادیث صحیحہ کی تکذیب کرنا ہے ، اور ان احادیث کو جو علی سبیل التواضع و ہضم نفس آپؐ نے بیان فرمائی ہیں حقیقت پر محمول کرنا ایک کھلی ہوئی ضلالت ہے۔ اللہم سب لوگوں کو اس سے بچائیے۔ آمین !

مولانا شاہ نورالحسن پھلواروی

حضرت قبلہؒ کے بھانجے اور قریب ترین اعزہ میں تھے۔ فقہ، تفسیر، حدیث پر وسیع نظر رکھتے تھے۔ فرائض کے بڑے ماہر تھے۔ تقویٰ، کسرنفسی، خوش خلقی اور دریادلی کے نمونہ تھے۔ اپنے نانا حضرت مولانا شاہ وحیدالحق منعمی (ابوالعلائی نقش بندی) رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اتباع سنت کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے۔ اور ہر طبقے میں محبوب و معزز تھے۔ عرصۂ دراز تک اپنے مکان پر قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس دیتے رہے۔ ۳ رمضان ۱۳۷۵ھ کو ستر سال سے زیادہ کی عمر پاکر اپنے وطن مالوف پھلواری شریف میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ دربارۂ سلسلۂ نقش بندیہ جو آپ سے گفتگو ہوئی تھی اسے میں تفصیل سے سمجھائے دیتا ہوں۔ نواب سید نورالحسن خاں صاحب بہادر[۱] جو فن تصوف وسیرۃ اولیاء

---

[۱] نواب سید صدیق حسن خاںؒ کے فرزند اکبر

میں محقق کامل ہیں، "فیض رحمانی" میں فرماتے ہیں کہ:

تصوف کا سرچشمہ اہل بیت ہیں

"تصوف کا سرچشمہ اہل بیت ہیں" موافق حدیث شریف کے دو چیزیں آنحضرت صلعم نے چھوڑی ہیں۔ ایک قرآن شریف دوسرے اہل بیت اور "ارقبوا محمداً فی اهلبیته" (حضورؐ کو اگر دیکھنا چاہتے ہو تو آپؐ کے اہل بیت کو دیکھو)۔ یہ حضرت صدیق اکبرؓ کا قول ہے۔ سو تمام طرق اولیاء کا منشا اہل بیت ہیں اور جملہ سلاسل امام اہل بیت حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے ملتے ہیں حتیٰ کہ طریقہ نقش بندیہ بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور "انا مدینة العلم وعلی بابها" (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازے ہیں) سے مراد علم سینہ ہے نقشبندیہ سلسلہ دراصل علویہ ہے

مزید تفصیل اس کی یوں ہے کہ طریقہ "نقشبندیہ" لقاءً وعنعنةً وتحدیثاً و ادباً وصحبةً (لقا کے لحاظ سے، عنعنے کے لحاظ سے، روایت حدیث کے لحاظ سے ادب کے لحاظ سے اور صحبت کے لحاظ سے) بالکل علوی ہے اس لیے کہ امام الطائفہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی سے مستفیض ہوئے اور وہ حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی سے اور وہ حضرت ابوعثمان مغربی سے اور وہ ابوعلی کاتب مصری سے، اور وہ ابوعلی رودباری سے اور وہ حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی سے۔ ان کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام رضاؑ سے الخ۔

خواجہ پارسا اور شاہ ولی اللہ کی تصریح

چونکہ اتصال اسی طریقے میں ہے اس لیے خواجہ محمد پارسا "فصل الخطاب" میں، اور شاہ ولی اللہ محدث "انتباہ" میں شجرۂ سلسلہ نقشبندیہ یوں ہی نقل کرتے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی جانب انتساب اس سلسلے کا محض بطور اویسیت ہے یعنی حضرت ابوعلی فارمدی کو فیض روحانی حضرت ابوالحسن خرقانی سے ہے۔ ان کو

اولیسیت روحِ حضرت بایزید بسطامی سے ۔ ان کو روح پاک سیدنا امام جعفر صادق سے اور امام جعفر صادق کی نسبت ثانی اپنے نانا حضرت قاسم بن محمد ابن ابوبکر صدیق سے ہے، اور حضرت قاسم کو حضرت سلمان فارسی سے ۔ ان کو حضرت امیر المومنین صدیق اکبر سے ۔ مگر عامۂ کتب تاریخ و رجال سے یہ ثابت ہے کہ قاسم کی عمر حضرت سلمان کی موت کے وقت چار برس کی تھی، اور وہ مدائن میں تھے اور یہ مدینے میں تھے پس غایت الامر یہ نسبت سلمانی بھی اولیسی ہوئی ۔ غرض اس صورت میں لقاءً و عنعنۃً ممکن نہیں ہے ۔ محض فیض صدیقی اس سلسلے کو ادھر منسوب کرتا ہے ۔ مگر یہ فیض و انتساب مخصوص اس طریقۂ نقشبندیہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا ہے ۔

قادریہ و سہروردیہ سلسلے صدیقیہ بھی ہیں

قادریہ و سہروردیہ بھی بالخصوص صدیقیہ ہوگا ۔ اس لیے کہ یہ دونوں سلسلے بھی حضرت امام جعفر صادق تک پہنچتے ہیں ۔ پھر اس جناب کی نسبت صدیقیہ سے کیوں محروم رہیں گے ۔ پس اس فقیر کی تحقیق یوں ہے کہ طریقۂ نقشبندیہ باعتبار اصل شجرے کے مثل دیگر سلاسل کے علویہ ہے ۔ ہاں اس کی روش و سلوک میں نسبتِ صدیقیہ ہے اس لیے انتساب اس کا اس طرف مرجح ہے جیساکہ "زبدۃ المقامات" میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے کلمات سے منقول ہے کہ

"در رسالۂ احراریہ مسطور است کہ نسبتِ ما بحقیقت نسبت اہل بیت است ۔"

یہ گویا اصل شجرے کو بیان فرماتے ہیں ۔ اور ایک جگہ اپنی روش طریقہ کو یوں ظاہر فرماتے ہیں :

نقشبندی سلسلہ صرف حبّی نسبت و فیض کی وجہ سے صدیقی ہے

"ایں طریقہ بحقیقت طریقۂ حضرت صدیق اکبر است چہ ایشاں را کمال نسبت حبّی بحضرت رسالت صلعم بود و فیض بہماں راہ می گرفتند چنانچہ نزد اہل تحقیق مقرر است و صاحب رشحات از خواجہ ناصر الدین عبداللہ

ایں معنی را بہ تفصیل نقل می کند و می گوید، فرمودند کہ طریقہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم کہ بہ صدیق اکبر منسوب است از حیثیت ایں نسبت حبی است چہ طریقہ ایشاں در حقیقت نگاہ داشت ایں نسبت حبی است ، انتہیٰ "

نقشبندیہ کی دو مشہور شاخیں

عزیز من! اب ہندوستان میں نقشبندیہ طریقہ دو طرح سے جاری ہے ، اور دونوں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سے جاکر مل جاتے ہیں مگر روش علیحدہ علیحدہ ہے۔ اول نقشبندیہ مجددیہ جس کی اطاعت بہت زیادہ ہے اور علماء و فضلاء زیادہ تر اسی سلسلے سے وابستہ ہیں۔ دوسرا نقشبندیہ ابوالعلائیہ جس کی اشاعت ہمارے صوبۂ بہار میں بالخصوص زیادہ تر ہے۔ اوّل میں فیضانِ قادری ہے۔ اور دوسرے میں نسبت چشتیہ۔ جو بینا کار ہیں وہ ان رنگوں کو خوب پہچانتے ہیں۔

نواب صاحبؒ کی تصریح

عارف محقق نواب سید نور الحسن خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ " گنجینۂ فقر" میں فرماتے ہیں :

> " نسبت اکابر نقشبندیہ نسبت ندما اور دوستان خدا کی ہے لہذا تہذیب ظاہر و باطن میں امتیاز خاص رکھتے ہیں۔ اور نسبت بزرگانِ قادریہ نسبتِ ارکینِ سلطنت ہے جس کا ملک سے تعلق خاص ہے لہذا بے مدد روحانیت حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے کوئی اس مقام پر نہیں پہنچتا۔ کما قرر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے آخر مکتوبات میں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کو منیب اور اپنے کو نائب ان کا تحریر فرمایا ہے فافہم "

میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت قطب زماں شیخ العرفا مولانا و مرشدنا شاہ فضل رحمٰن قبلہ قدس سرہٗ کی کثرت تصرفات و کرامات اور اطاعت عام بہ بانگ دہل

یہ کہہ رہی ہیں کہ اس جناب میں بھی یہی نسبت قادریہ غوثیہ غالب تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ عموماً بیعت حضور کے یہاں طریقۂ قادریہ ہی میں لی جاتی تھی۔ مگر یہ طرفہ تماشا ہے کہ اس فقیر کو حضرت نے ایک دفعہ نسبت اویسیہ محمدیہ سے سرفراز فرمایا جس کا غلبہ و استیلاء مجھ پر چھ ماہ سے زائد تک رہا، اور ایک بار حضرت نے یہ کہہ کر کہ "مجھے سلطان جی سے عشق ہے" ایسی پُر زور نسبت عشقیۂ چشتیہ کی توجہ مجھے دی کہ آج تک اس سے مکیّف ہوں۔ ع "گردنم زیر بار منت اوست۔"

بڑے حضرت یعنی شاہ محمد آفاق صاحب قبلہ مدت دراز تک آستانۂ محبوب الٰہی میں روزانہ جاکر استفاضہ فرماتے تھے اور حضرت کو تو ان سے عشق ہی تھا۔ اس لیے ہمارے حضرت مولانا (شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ) ولایت چشتیہ میں بھی تصرف تام رکھتے تھے۔

بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ اب پھر جناب نواب صاحب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جناب نواب صاحب نے نسبت قادریہ میں فرمایا کہ: "ملک سے تعلق خاص ہے۔" ظاہر ہے کہ قطبیت کبریٰ کا یہی اقتضا ہے۔

شاہ ولی اللہ کی عجیب تصریح

مگر شاہ ولی اللہ محدثؒ اس مضمون کو ایک اور ہی پیرائے میں ظاہر فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ عبدالقادر نے وفات پائی تو وہ بہ ہیئت ملاء اعلیٰ ہوگئے اور وہ وجود جو تمام عالم میں ساری ہے ان میں منعکس ہوگیا۔ پس ان کے طریقے میں روحانیت اور زندگی ہوگئی۔ اور رہے گی۔ اور گویا وہ عالم میں ساری ہیں۔ اصل عبارت "تفہیمات الٰہیہ" کی یوں ہے:

فالقادریۃ قریبۃ من الاویسیۃ والروحانیۃ وان کان التعلیم من الشیخ الظاھر ولھا قدم فی الارتباط بالشیوخ وتوجہ المشائخ الی الطالب لیست بغیرھا وذلک لان الشیخ عبد القادر لہ منیحۃ من السریان فی العالم وذلک انہ لما مات

صار بهيئة الملأ الاعلیٰ وانطبع فيه الوجود الساری فی العالم کله فحصل من هذا الوجه روح فی طريقه۔ انتهیٰ۔

قادریت میں اگرچہ تعلیم بہ ظاہر شیخ ہی سے ہوتی ہے لیکن یہ اویسی روحانیت کا مظہر ہے۔ شیخ کے ساتھ طالب کا ربط ہو یا طالب کی طرف شیخ کی توجہ۔ اس طریقے میں دونوں ہی ایک ایسے مخصوص انداز سے موجود ہیں جو دوسرے طریقے میں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی ذات گرامی اپنے اندر ایک ایسا شعور رکھتی ہے جس کے اندر عالم میں بسیط ہو کر پھیل جانے کی صلاحیت موجود ہے کیونکہ وفات پا جانے کے بعد آپ نے ملاءِ اعلیٰ کی سی ہیئت اختیار کر لی ہے اور آپ کے اندر وہ حقیقت منعکس ہو گئی جو سارے عالم میں جاری و ساری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے طریقے میں بھی خاص روح اور زندگی موجود ہے۔

شاہ صاحب کی یہ تقریر اگرچہ بالکل جدید نہیں ہے مگر ان کی زبان قلم سے یہ "سر لطف" ایک عمدہ وضع میں ظاہر ہونا نہایت ہی لطف خیز ہے۔

حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی

اپنے عہد کے مشہور و معروف صوفی، ادیب و خطیب، اور مصنف و صحافی سنہ ۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے تھے اور اسّی سال کی عمر پاکر ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۴ھ میں وفات پائی۔ حضرت قبلہ سے ان کے خصوصی روابط تھے۔ انھوں نے حضرت قبلہ کو اپنا محسن، ہادی اور معنوی باپ لکھا ہے۔ ان کو حضرت قبلہ سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ افسوس ہے کہ وہ تمام مکاتیب جمع نہ ہوسکے جو خواجہ صاحب کے نام لکھے گئے تھے شاید کبھی آیندہ جمع ہو جائیں۔ حاصل شدہ خطوط میں چوتھا اور پانچواں خط سنہ ۱۹۱۶ء کا ہے۔ جب علامہ اقبال اور خواجہ صاحب کے درمیان مثنوی اسرار خودی کی اشاعت کے بعد اختلاف ہوا تھا۔ اس وقت اقبال نے ایک تو وحدت الوجود کو خلاف اسلام تصور کیا تھا، دوسرے خواجہ حافظ شیرازی کی شاعری کو افیون قرار دیا تھا۔ اس اختلاف نے اخباری جنگ کی صورت اختیار کرلی تھی، آخر ان دونوں نے حضرت قبلہ کی طرف رجوع کیا (افسوس کہ وہ مکاتیب ناپید ہیں جو اقبال کے جواب میں گئے تھے اور جن کے مضامین کا پتہ اب ہمیں اقبال کے ان خطوط سے ملتا ہے جو ضائع ہونے سے بچ گئے ہیں۔ حضرت قبلہ سے اقبال کی خط و کتابت کب سے تھی اس کا ہمیں اب کوئی علم نہیں لیکن خواجہ صاحب کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۵ء میں جب وہ ٹرینیٹی کالج کیمبرج میں تھے اور تصوف پر تحقیق کر رہے تھے

جب سے ربط قائم تھا اور انھوں نے اپنے ریسرچ میں حضرت قبلہ سے مدد چاہی تھی بلکہ خواجہ صاحب کے سپرد یہ کام کیا تھا کہ حضرت قبلہ سے معلومات حاصل کر کے کیمبرج بھیجیں۔ خواجہ صاحب سے اقبال کی دوستی تھی اور وہ خواجہ صاحب کو "اسرار قدیم خواجہ حسن نظامی" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ خواجہ کا لفظ بھی خواجہ صاحب کے نام کے ساتھ پہلے پہل اقبال ہی نے استعمال کیا تھا۔ خواجہ صاحب عہد حاضر کے ممتاز بزرگوں میں سے تھے اور بے شمار مریدوں کے پیر تھے۔ انھوں نے سارے برعظیم کی خانقاہوں کو منظم کرنے کا کام شروع کیا تھا، اور حضرت قبلہ کی رہنمائی کے علاوہ حضرت قبلہ کے بڑے صاحبزادے مولانا شاہ حسن میاں نے عملاً خواجہ صاحب کے ساتھ ہو کر سارے بہار کی خانقاہوں کا دورہ کیا تھا۔ نظام المشائخ اسی تنظیم کا آرگن تھا جس میں کبھی کبھی حضرت قبلہ کے اور اکثر حسن میاں کے مضامین چھپا کرتے تھے (ملا واحدی صاحب نظام المشائخ کے ایڈیٹر اور خواجہ صاحب کے دست راست تھے)۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نے ایک مدرسہ تصوف کی بنیاد رکھنی چاہی، اور اس کا نصاب تعلیم حضرت قبلہ سے مرتب کروایا۔ مگر یہ مدرسہ وجود میں نہ آسکا۔ اسکیم بہت بڑی تھی۔ تاہم خواجہ صاحب نے اپنی ذات سے اور اپنے اخبارات سے تصوف کی بہت خدمت کی اور عملاً یہ ثابت کیا کہ اہل تصوف کی گوشہ نشینی کا مفہوم ترک دنیا نہیں ہے چنانچہ وہ خود بھی سیاسیات اور قومیات میں برابر حصہ لیتے رہے اور تصنیف و صحافت کے علاوہ تجارت بھی کی۔ خواجہ صاحب نے حافظے اور ذہانت وفطانت کی بے مثال دولت پائی تھی اور عمل کی بجلی ان کے رگ و پے میں دوڑتی رہتی تھی۔ بے مثال سلیس زبان کے نمونے اور چھوٹی بڑی بے شمار تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

---

(۱)

حبیبی و مخلصی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کثر اللہ تعالیٰ امثالکم فینا!

از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیۂ تسلیم پذیرا فرمائید۔ اما بعد دعائے حزب البحر کے متعلق جو آپ نے استفسار فرمایا ہے اس کا جواب مشرح بہ تفصیل ذیل ہے:

الہامی اور ماثورہ دعاؤں کی مماثلت

مگر پہلے یہ امر ضرور خیال شریف میں رہے کہ کسی شخص کی تالیف کردہ دعا ہمارے مشائخوں میں داخل حزب و وظیفہ نہیں ہو سکتی جب تک وہ انوار سنت محمدیہ سے منور نہ ہولے۔ مگر ہمارے یہاں انوار سنت محض محدثین کی اسناد ظاہری اور عنعنے پر منحصر نہیں بلکہ الہامی وجدانیات اور روحانیت نبویہ وارشاد کشفیۂ محمدیہ سے بھی بجنسہ یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ پس مجموعۂ دلائل الخیرات وحرز یمانی واوراد فتحیہ و دعائے حزب البحر وغیرہا سب ہی ایک قسم کے ماثورہ ورد ہیں کسی کو روحانیت سے پایا اور کسی کو اپنے ذوق وشوق میں ادا کیا اور روحانیت اقدس سے منظور کرلیا اور کسی کو الہام و واردات سے اخذ کیا اور جیسے محدثین کی جمع کردہ دعاؤں میں سند کی ضرورت ہے مشائخوں کی روحانی ماثورہ دعاؤں میں سند کی ضرورت ہے۔ اسی لیے ان حضرات میں اجازت اور شجرے کا معمول ہے، اور جس طرح محدثین کی جمع کردہ دعاؤں میں بوجہ بُعدِ زمانہ وقلتِ حفظ وغیرہا کچھ اختلاف الفاظ وغیرہ کا یا کمی وبیشی بعضے جملوں کی ہوتی ہے اسی طرح مشائخوں کے یہاں بھی کچھ اختلاف ہوتا ہے۔ مگر مبصرین تطبیق یا ترجیح کی کوئی صورت ضرور نکال لیتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد اب خاص دعائے حزب البحر کے متعلق عرض کرتا ہوں۔

تاریخ حزب البحر

حضرت سیدی ابوالحسن الشاذلی قدس اللہ سرہٗ ونفسہٗ جب سمندر میں جہاز پر سوار ہو کر حج کے لیے جا رہے تھے اور ہوا نے مخالفت کی تو لوگ بیم وہراس میں تھے، اور مایوسی کا عالم تھا۔ اس وقت آپ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے اور حضور صلعم نے آپ کو یہ دعائے مبارک تلقین فرمائی۔ آپ نے

خود پڑھی اور لوگوں سے پڑھوائی۔ اس کی برکت سے ہوا موافق چلی اور سب لوگ منزلِ مقصود کو پہنچ گئے۔ جہاز کا نصرانی کپتان اور دیگر غیر مذاہب اشخاص اس کرامت سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ قصہ عامۂ کتب مناقب وسیرا ور کشف الظنون جلد ا صفحہ ۳۲۳ میں بھی مختصر اور مطول درج ہے۔ اس حزب کی تمام دعائیں باستثنا تین دعاؤں کے قریب قریب ماثورہ ہیں جن کا پتہ حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے۔ علمائے ظاہر اپنی نکتہ چینی سے کبھی نہیں رکتے۔ مصر کے علماء باوجودیکہ ان میں محققین ہمارے حضرت سیدی کے حلقۂ ارادت میں تھے مثل حضرت شیخ العلما عزالدین بن عبدالسلام اور ابن دقیق العید اور عبدالعظیم منذری محدث وغیرہم کے، پھر بھی دعائے تسخیر وغیرہ کے متعلق حضرت سیدی پر لوگوں نے زبانِ اعتراض کھولی۔ حضرت نے اس کا جواب ان لفظوں میں دیا:

واللہِ لقد اخذتہ من فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرفاً بحرفٍ

یہ الفاظ میں نے خود نہیں تراشے ہیں بلکہ ایک ایک حرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک سے لیا ہے۔

(منن کبریٰ امام عبدالوہاب شعرانی جلد ا صفحہ ۲۲۴)

اس جواب کے بعد پھر کچھ بولنا محض گستاخی وبے باکی ہے۔ مصر میں حضرت سیدی کے معتقدین اور خلفا نے اس کا ورد شروع کیا۔ اجل خلفا میں آپ کے حضرت ابوالعباس مرسی ہیں، آپ بھی اس حزب کو بعد نماز صبح وعصر پڑھا کرتے تھے (یہ فقیر سلیمان بھی دونوں وقت پر مداوم ہے)

حزب البحر کا صحیح ترین نسخہ

حضرت شیخ عطاء اللہ الاسکندری المحدث خلیفۂ حضرت ابی العباس المرسی نے اپنے حضرت اور اعلیٰ حضرت کے احوال میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "لطائف المنن فی مناقب ابی العباس وشیخہ ابی الحسن" ہے۔ وہ مصر میں چھپ بھی گئی ہے۔ اس میں یہ دعا اسی طرح ہے جس طرح میرا طریقۂ ورد ہے، ذرا بھی فرق نہیں ہے البتہ میرے ورد میں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" زیادہ ہے اس میں نہیں ہے مگر ابن بطوطہ

سیّاح نے جو "یاقوت العرشی" خلیفہ خلیفہ حضرت سیدی سے نقل کی ہے اس میں یہ "حوقلہ" بھی داخل ہے۔ اسفار ابن بطوطہ دیکھ لیجیے۔ الغرض میں کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا وِرد بعینہٖ خلفائے خاص اور خلفاء کے خلفاء سے منقول ہے اور اصل کے مطابق ہے۔ پس اس کو تمام اختلافات وِرد پر ترجیح ہے۔ علاوہ ازیں مجھے اس کی اجازت حضرت شیخ العالم حاجی امداد اللہ صاحب چشتی صابری مکی سے ہے اور حضرت موصوف نے حضرت سیدی کے خاندان کے خواص ایک بزرگ سید زین العابدین سے بمقام شہر "مخا" اجازت حاصل کی تھی۔ پس بمقتضائے "اَهلُ البیتِ اَدری بِمَا فِیه" (گھر کا حال گھر والے زیادہ جانتے ہیں) میں اس طریقۂ وِرد کو اور اختلافات پر ترجیح دوں گا۔

اور بزرگوں نے یہ ادب بتایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی پر علیہ السلام کہنا چاہیے اس لیے ہر نبی کے نام مبارک کے بعد علیہ السلام ہے، جیسا کہ دلائل الخیرات میں پڑھا جاتا ہے، نسخہ لطائف المنن میں نہیں ہے۔ مگر میں اپنے اس ادب و شوق پر مجبور ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علحدہ سے ذکر کی ضرورت نہیں۔ تمام حزب انھیں کا عطیہ، انھیں کا فیض اور انھیں کا کرشمہ ہے۔ سیدنا موسیٰ و سیدنا ابراہیم و سیدنا داؤد و سیدنا سلیمان علیہم السلام سب کو انھیں کے ذریعے سے جانا ہے ؎

سر خیل توئی و جملہ خیل اند
مقصود توئی ہمہ طفیل اند

ظاہر ہیں ان سے نام کو لاؤ نہ لاؤ۔ وہ تمھارے ہیں تم ان کے ہو۔ دیکھنے والے تو عیسیٰ، موسیٰ، ابراہیم سب میں انھیں کو دیکھتے ہیں اور جہاں پلتے ہیں انھیں کو پاتے ہیں ؎

در جملہ جہاں دیدم فیضانِ محمدؐ را — دیدم بہ ہر اک ذرہ سریانِ محمدؐ را
در کسوت ہر زاہد در طاعت ہر عابد — دیدم بہ ہمہ یکسر شایانِ محمدؐ را
اے نصرؔ من و احمد یک جانم و دو قالب
دیدم ہمہ قالب یک جانِ محمدؐ را

اس مبارک حزب کے فوائد و برکات کیا ہیں؟ اس میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے

جس کی شان ہے

اذا سئل بہ اجاب واذا دعی بہ اعطیٰ۔

اس کے ذریعے جب دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے اور جب مانگا جائے تو عطا ہوتی ہے۔

یہ مصائب سے بہترین بچاؤ ہے اور اس میں تفریح قلوب ہے۔ خود حضرت سیدی دابوالحسن شاذلی، فرمایا کرتے تھے:

لو ذکر حزبی فی بغداد لما اخذت۔

اگر اہل بغداد میرے اس حزب (البحر) کو جاری رکھتے تو کبھی غنیم (ہلاکو) اس کو نہ لے سکتا۔

اور بیسیوں فوائد ہیں اور سیکڑوں برکات ہیں جو اس حزب کے مداوم کے حسب صلاحیت شامل حال ہوتے ہیں مجھے بھی اس کا تجربہ و معائنہ و مشاہدہ ہے۔ والحمد للہ علی ذلک

حزب البحر کا اعتصام و اختتام

یہ اصل حزب میں داخل نہیں اور نہ قدما سے منقول ہے۔ جب ورد عملیات کی صورت میں لایا گیا تو اس فن کے لوگوں نے اس میں یہ اضافہ کیا۔ میں روزانہ اصل دعا پڑھتا ہوں۔ مگر صفر کے مہینے میں جب اس کی ادائے زکوٰۃ کرتا ہوں تو اعتصام و اختتام بھی بمصلحت پڑھ لیتا ہوں۔ اشارات جس طرح میرے شیخ نے بتائے ہیں اسی طرح میں کیا کرتا ہوں۔ مگر یہ نہیں جانتا کہ یہ اصل صاحب دعا سے منقول ہے یا متاخرین نے بڑھایا ہے۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ اشارات بے حد مفید ہیں۔ اس سے ملاحظۂ معانی جلد ہوتا ہے اور تمام دعاؤں میں اصل، ملاحظۂ معانی ہے۔ جو لوگ معانی سے بے خبر ہوتے ہیں وہ فقط الفاظ کی برکت سے مشرف ہوتے ہیں۔ معانی کے انوارات سے بہت دور رہتے ہیں۔ آپ ماشاء اللہ اہل علم ہیں آپ کو معانی میں کیا تلقین کروں؟ آپ مجھ سے زیادہ اس میں صاحب ادراک ہیں مگر ہاں چند اشارات کا ملاحظہ عرض کرنا ضروری ہے۔ آپ اس کو داخل ورد کر لیجیے۔

والاسناد مجموعۃ فی ثبتنا الذی جمعہ ولدی
حسن وسنرسلہ الیکم انشاء اللہ تعالیٰ۔
میرے فرزند حسن میاں نے جو ثبت جمع کیا ہے اس میں یہ سندیں موجود
ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب ہم تمھارے پاس بھیج دیں گے۔
والسلام

---

(۲)

مخدومی حضرت خواجہ حسن نظامی کثر اللہ امثالکم فینا!
بعد تحیۃ سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ روح افزا نامہ موصول ہوا۔ آپ اجازت نامۂ
فقیر کو داخل کتاب فرما دیجیے ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

حالات سیدی ابوالحسن شاذلی

مگر جب آپ کتاب مرتب فرمائیں تو اس میں حضرت سیدی ابوالحسن علی ابن عبداللہ
الشاذلی کا کچھ احوال بھی قلمبند فرمائیں۔ ان کے مقدس حالات اور سلسلے میں بعض باتیں
نہایت عجیب و غریب ہیں۔ یہ بزرگ ساداتِ بنی حسن سے ہیں۔ ان کے آبا و
اجداد کا مولد و منشا مغرب اقصیٰ (مراکش) ہے۔ مگر حضرت سید مغرب سے نکل کر
تونس میں قیام پذیر ہوئے، اور علم و فضل و دولت عرفان یہیں پائی۔ حضرت
عبدالسلام بن مشیش ان کے مرشد ہیں، اور حضرت موصوف کا طریقہ تمام طرق سے
علیحدہ ہو کر حضرت جابر جعفی سے ملتا ہے اور وہ حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام کی
طرف منسوب ہیں یعنی ابیہ سیدنا علی عن سیدنا النبی صلعم اور یہ حضرت جابر جعفی وہ ہیں کہ
محدثین ان پر تشیع وغیرہ کی جرح کرتے ہیں۔ یہ اور بھی اس سلسلے کے اتصال کی دلیل ہے۔

اس لیے کہ اکثر خدام وموالی مرتضوی پر تشیع کی جرح کی جاتی ہے۔ حضرت سیّد کی ظاہری آنکھیں نہ تھیں۔ حضرت سید ایک مدت تک تونس میں رہے۔ پھر وہاں سے اخراج پر مجبور ہوئے اور مصر میں جلوہ افروز ہوئے۔ یہاں اسکندریہ، قاہرہ، صحرائے عیذات ان کے عرفانی انوار سے تاباں ہو گئے۔ حرمین شریفین ویمن میں ان کا غلغلہ بلند ہوا۔ مصر کے اکابر علمائے عرفا ان کے حلقۂ ارادت میں آ گئے۔ ہندوستان میں وہ زمانہ حضرت خواجہ غریب نواز و حضرت قطب الاقطاب و حضرت بابا صاحب قدست اسرارہم کا تھا اس لیے کہ حضرت سید ۵۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۶۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ کئی صدی تک مصر و مغرب میں یہ سلسلہ محیط تھا۔ اس سلسلے میں اکابر فقہا، اور محدثین گذرے ہیں اور حضرت سید اور ان کے خلفا نے حقائق ومعارف علوم ربانی بہت بیان فرمائے ہیں اور لوگوں نے اس سے بے شمار فائدے اٹھائے ہیں۔ حضرت سید مسائل تصوف میں نہایت ہی محققانہ اور مجتہدانہ روش رکھتے تھے۔ وہ اپنے مریدین کو کسی شیخ کے پاس طالب ہونے سے روکتے نہ تھے بلکہ فرماتے تھے:

حضرت سیدی کی وسعت قلبی

نحن لا نقیں علی مریدنا انہ لا یجتمع بغیرنا انما نقول لہ ان وجدت منھلا اعذب من منھلنا فعلیک بہ۔

ہم اپنے مرید پر یہ پابندی نہیں لگاتے کہ وہ ہمارے سوا کسی کے پاس نہ جائے بلکہ ہم تو اس سے کہتے ہیں کہ اگر ہمارے چشمے سے زیادہ شیریں چشمہ تمھیں ملے تو اسے اختیار کر لو۔

حضرت ابوالعباس مرسی فرماتے ہیں کہ لوگ سب شیوخ زمانہ کے یہاں سیرابی کے لیے جاتے تھے مگر حضرت سیدی کے چشمۂ شیریں کے سوا کہیں سیرابی نہ ہوتی تھی۔ حضرت سید کبھی یہ بھی فرماتے تھے کہ میرا طریقۂ عرفان اہل مشرق واہل مغرب سے بالکل علاحدہ ہے۔ ہمارے یہاں شجرے اور سند کی ضرورت نہیں۔ یہاں محض موہبت ہے اور جذبۂ الٰہی ہے اور آنحضرت صلعم ہمارے مربی ہیں۔ جو کچھ پایا انھیں سے پایا۔ کبھی فرماتے کہ

عبدالسلام بن مشیش میرا ابتدائی مربی تھا اب ہم اور ہی دریاؤں سے سیراب ہوتے ہیں۔

حضرت سیدی کی پیش گوئی

حضرت سید نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ میرے پانچویں واسطے میں میرے طریقے کا ایک اور آفتاب عالمتاب ہوگا۔

شیخ محمد شاذلی اور امام ربانی

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت سیدی شیخ محمد حنفی شاذلی کا زمانہ آیا۔ ان کے تصرفات و کرامت نے بھی عام احاطت پیدا کی اور قطب و غوث کہلاتے تھے۔ مگر جیسے ہندوستان میں حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد رحمۃ اللہ علیہ کثیر الدعاوی گذرے ہیں اور بعض نکات و معارف میں منفرد ہیں اسی طرح یہ بزرگ بھی ہیں۔ یہ حضرت غوث الثقلین سے حضرت شاذلی کا درجہ زیادہ بتاتے ہیں۔ اور اسی پر کفایت نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ اگر شیخ عبدالقادر رضی ہوتے تو میرا ادب کرتے۔"

یہ اقوال بلا تردید امام شعرانی نے طبقات کبریٰ میں نقل کیے ہیں۔ معہذا مقامات اولیا میں ہم لوگوں کو دخل نہ دینا چاہیے۔ البتہ جمہور کے خلاف کسی بزرگ کا کوئی مکشوف ہو تو واجب التاویل ہے مگر اس کی عظمت و جلالت میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت علی وفا مصری بن محمد وفا مصری جو اس طریقۂ علیہ شاذلیہ کے اکابر میں گذرے ہیں وہ اپنے والد قطب زمانہ سیدی محمد وفا کی نسبت فرماتے ہیں:

سیدی والدی صاحب الختم الاعظم فالشاذلی و جمیع الاولیا من جنود مملکتہ فھو یحکم ولا یحکم علیہ سائر الدوائر فلا یقال لنا لم لا تقرؤن حزب الشاذلی لانکم من اتباعہ

میرے والد ماجد خاتم اولیا ہیں لہذا سیدی ابوالحسن شاذلی اور تمام اولیاء ان کی حکومت کے لشکر ہیں۔ وہ ہر حلقے میں اپنا حکم چلاتے ہیں ان پر کوئی حکم نہیں چلاتا۔ اس لیے ہم سے یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ تم شاذلی کا حزب کیوں نہیں پڑھتے؟ کیونکہ ان کے پیرو تم لوگ ہو!

امام شعرانی یہاں پر کچھ بولے اور یوں کہا کہ مدعی ختم ولایت محمدیہؐ تو ایک جماعت صادق الاحوال گذری ہے۔ پس میرے نزدیک ہر زمانے میں ایک خاتم ہوتا ہے جیسے ہر ولی کے لیے ایک خضر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (طبقات کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۳)

میرے مخدوم خواجہ! میں اصل بحث سے دور چلا گیا۔ اس لیے اسی قدر پر کفایت کرتا ہوں مگر اتنا اور بھی کہنا چاہتا ہوں کہ قدما میں شاذ و نادر اور متاخرین اولیا میں بکثرت دعاوی اور ان میں تفرد پایئے گا۔ مگر اس وجہ سے ان کی بزرگی و عظمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ پیرزادے عموماً جب اپنے اسلاف کے خلاف کسی بزرگ کا قول سنتے ہیں تو فقط تعجب و سکوت ہی سے کام نہیں لیتے بلکہ طعن و تشنیع تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ ان کی کم علمی اور قلتِ نظر کے سبب ہے۔ ہاں یہ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہمارے سلسلۂ سہروردیہ اور چشتیہ کے بزرگان اپنے معارف و حقائق کے ضبط پر ہمیشہ قابو رکھا کیے، اور حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی تک کبھی کسی بزرگ کی زبان مبارک سے ایسے کلمات سرزد نہ ہوئے جن سے جماعت صوفیہ میں اختلاف کی گنجائش ہو۔ معارف توحید بھی بالکل پردۂ خفا میں تھے "الا لاھلہ وھو بلسان القلب لابلسان القلم" (بجز اہلیت رکھنے والوں کے اور وہ بھی زبان قلب سے نہ کہ لسان قلم سے)۔

میرے مخدوم! میں اسی روش کو اسلم سمجھتا ہوں اور کشف و الہام کا ڈھول بجانا یا اپنے مدرکات و معارف کی تداعی کو بالکل اپنے پیروں کی روش کے خلاف سمجھتا ہوں۔

ہماری روش سوز و گداز ہے

میں جناب کے لیے بھی سنوسیہ و شاذلیہ روش سے بہتر اپنی قدیم چشتیہ روش کو سمجھتا ہوں، جس کا پہلا قدم سوز و گداز و عشق و وجد و سوختگی ہے۔ پھر سوختگی کے بعد ایک ابدی زندگی ہے جہاں چشم بصیرت سب کچھ دیکھتی ہے مگر زبان اسے ادا نہیں کرسکتی۔ اس کے لیے الفاظ نہیں۔ میں نہیں کہتا کہ یہ سوز و گداز دوسرے طرق میں نہیں۔ ضرور ہے مگر ؎

شمع کی بے قراری کو کہاں پاتا ہے پروانہ لرزنا، چپکے رہنا، سر کٹانا، صاف جل جانا

اور یہ بھی کہوں گا کہ ہندوستان میں قادریہ ہوں یا سہروردیہ یا نقش بندیہ، جن میں وجد و سوز و گداز ہے وہ ہمارے ہی فیض چشتیہ کا انعکاس ہے! چاہے ان کو اس کا درک ہو یا نہ ہو۔ یہ ہمارے ہی حضرات کی شان ہے ؎

سوختم خود را و طرز سوختن
شمع را پروانہ را آموختم

میں اس خط کو ابھی ختم نہ کرتا مگر حسن میاں کو ضعف بہت آگیا ہے اور وہ اپنے بستر ناتوانی پر کراہتے ہیں مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ وہ ایک آن بھی غافل نہیں ۔ لو لگی ہوئی ہے والسلام ۔ میرے مخلصین بالخصوص بھیا احسان صاحب اور سب اور سید اور مولوی صاحب کو نیاز مندانہ میری جانب سے سلام فرمایئے!

---

(۲۷)

میرے مخدوم خواجہ کثر اللہ امثالکم فینا! از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیۂ تسلیم پذیرا فرمایند ۔ اما بعد! آج مجموعۂ دعائے حزب البحر دیکھا ۔ از اوّل تا آخر پڑھا ۔ ابتدا و انتہا اس کی نہایت ہی معقول انداز سے ہے ۔

آپ کی تمام تالیفات میں یہ بہترین تالیف ہے ۔ عالمانہ، محققانہ، صوفیانہ، درویشانہ پہلو اس کا نہایت ہی قابل قدر ہے اور عاملوں کو اس سے بہت بڑی آسانی ہو گی "جزاکم اللہ فی الدّارین خیراً" مگر افسوس ہے کہ اصل حزب البحر کا ترجمہ اردو زیر سطور عربی نہ کر دیا گیا ورنہ نہایت ہی آسانی ہو جاتی ۔ حاشیے پر جو آپ نے سُدًّا اور سَدًّا کی بحث لکھی ہے وہ بہت ناکافی ہے ۔ میں اسے عرض کیے دیتا ہوں ۔

سَدًّا اور سُدًّا کی بحث

قرآن شریف پڑھنے کے لیے سات قرأت متواتر ہیں جن کے آخری سلسلے کے بزرگوں کو قرّاء سبعہ کہا جاتا ہے ۔ ہر قرأت سے قرآن پڑھنا جائز ہے مگر ہم ہندوستان کے مسلمان

اکثر حفص کی قرأت پڑھتے ہیں۔ حفص وکسائی و حمزہ اس آیۂ پاک میں سَدّاً بالفتح پڑھتے ہیں۔ باقی چار قرا اور یہاں سُدّاً بالضم پڑھتے ہیں۔ حضرت سیدی ابوالحسن شاذلی بھی سُدّاً پڑھتے تھے۔ بایں لحاظ عامل حزب کو سُدّاً ہی پڑھنا چاہیے۔

خواص بھی کمتر باخبر ہیں

اور یہاں پر ایک نکتہ خاص ہے مگر افسوس ہے کہ اس زمانے میں اس سے خواص بھی کمتر باخبر ہیں، عوام کو کیا کہیئے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان اعمال میں روحانیت ہے اور اس روحانیت کا تعلق مُلہَمٌ بہٖ، یعنی عامل اوّل کی روحانیت سے ہے۔ عوام سمجھتے ہیں کہ جاذبِ رحمت وفیض و اجابت فقط مقدس الفاظ دعا ہیں اور خواص سمجھتے ہیں کہ الفاظ و معانی دونوں مل کر اجابت و قبولیت کو کھینچ لاتے ہیں۔ اور اخص الخواص یوں سمجھتے ہیں کہ الفاظ اور معانی مِن حیث ماخرج من فم الملهم بہ بجذبات قلبیہ و سطعات دعائیہ موثر ہوتے ہیں۔ یعنی مقدس الفاظ و معانی جس کو القا ہوتے ہیں اس کی پاک روحانیت میں جاکر رنگینی پیدا کرتے ہیں۔ پھر اس کی پاک زبان سے وہ الفاظ جب ادا ہوئے اور قلبی جذبات صوت وصدا میں ظاہر ہوئے تو ملاءِ اعلیٰ سے رحمت وکرم و اجابت آگے بڑھ کر ملاقی ہوتے ہیں۔ اب ملہم بہ کے بعد جس کو اس کے جذبات قلبی سے مناسبت زیادہ ہوگی اس کو اسی قدر تاثیر زیادہ ہوگی۔ اب مناسبت کیونکر پیدا ہو یہ کسی شیخ کے صحبت یافتہ پر روشن ہے۔ کم سے کم ابتدائی درجے میں اس ملہم بہ کے حرکات وسکنات و اقوال و افعال کو اخذ کرے اور طرز و طریقہ کا ملازم رہے۔ بالخصوص اس حزب و عمل کی ادا میں جو الفاظ جس طرح سے اس کی زبان سے نکلے تھے یہ بھی اسی طرح نکالے۔ اگر سیدی کی زبان سے سُدّاً ادا ہوتا تھا تو یہ بھی سُدّاً ادا کرے۔ انھوں نے جس مقام پر ہاتھوں کو حرکت دی یہ بھی اسی طرح حرکت دے۔ جس قدر ان کے معمولات و مفردات و حرکات کا اتباع کرے گا اسی قدر ان میں فنا ہوگا اور جس قدر فنا و مناسبت ہوگی اسی قدر جذب تاثیر و قرب اجابت ہوگا۔

مخدوما! میں نے یہ حزب البحر عجیب عجیب طرح سے پڑھا ہے اور عجیب وغریب

فوائد حاصل کیے ہیں۔ مگر اصل شئی اسی مناسبت و فنا کو پایا ہے۔

حزب کے تین دور

ابتدائے ورد میں فاتحہ خوانی کے ذریعے سے فی الجملہ حضرت سیدی کی جانب متوجہ رہتا تھا پھر زیادہ توجہ خود بخود پیدا ہو گئی۔ بالخصوص زکوٰۃ و نصاب کے زمانے میں پڑھنے کے وقت حضرت سیدی میرے سامنے ہوتے تھے اور میں ان کو یہ دعائے حزب البحر سناتا تھا۔ وہ میری دعاؤں پر آمین فرماتے۔ پھر توسط کا زمانہ آیا اب پڑھنے میں یوں خبط ہو گیا کہ حضرت سیدی خود پڑھتے ہیں اور میں آمین کہتا جاتا ہوں۔ الفاظ کی ایک چادر ہے اور حضرت سیدی کے ساتھ میں اس میں سمٹا جاتا ہوں۔ پھر انتہائی زمانہ آیا نہ اب وہ ذوق و شوق ہے نہ الفاظ و معانی کا خیال، خود اپنے آپ کو سیدی پاتا ہوں۔ میرے ہی الفاظ ہیں، میں ہی ان کے معانی ہوں۔ مجھی سے نکلتے ہیں، مجھی میں سماتے ہیں ؎

دل از من ودوستی از من وفا از من قرار از من
سر از من سجدہ از من عجز از من انکسار از من

مخدوما! میرا وقت آخر ہے اب مجھے یہی چاہیے کہ ؎

یکے دان ویکے بین ویکے گوئے

ہاں ابتدا و توسط کے طریقے اور طرز میں حل مشکلات و حاجت روائی و کاربرآری خوب ہوتی ہے، اور انتہا میں یہ سب خیالات فاسد ہوا ہو جاتے ہیں۔ اب نہ یہاں کوئی مشکل ہے نہ مشکل کشا، نہ حاجت ہے نہ حاجت روا، ایک ہی ذات ہے اسی سے کار، باقی سب با سبے کار۔ اب حزب البحر ہے کہ ایک تماشا ہے ؎

اے خرد تماشا کن کایں طرز طرب از من
خود گویم و خود رقصم خود چنگ و خود آوازم
خود عاشق خود مستم دیوانۂ جاں بازم
خود جلوۂ معشوقم خود عشق فسوں سازم
کے ہست حریفاں را از مستیم آگاہی

از بادۂ خود مستم بر مستیِ خود نازم
در خلوت یک رنگی می نوشم و می جوشم
بر جلوۂ خود نازم نے یار نہ انبازم
خود بادہ و خود جامم خود میکدہ خود ساقی
خود پیر خراباتم با غیر نہ پردازم

حزب البحر کا بحر ایک زمانے میں گنگا جمنا بحر احمر بحیرۂ عرب وغیرہ تھا مگر اب وہ بحر بحرِ قدم ہے ؎

البحر بحرٌ علی ما کان فی قدمٍ
ان الحوادث امواجٌ و انهارٌ

یہ سمندر ویسا ہی سمندر ہے جیسا کہ ازل سے تھا اور حوادث اس کی موجیں اور نہریں ہیں۔

اور یہ دریا اب وہ دریا ہے کہ ؎

ز دریا موج گوناگوں بر آمد
زبے رنگی برنگ چوں بر آمد

میرے مخدوم خواجہ! میرے پاس جب ارباب حاجات کے خطوط حزب البحر سے استمداد کے لیے آتے ہیں تو میں ان کو اپنے روحانی فرزندان صوفی وصی الدین اور مولوی شریف اعظم کے پاس بھجوا دیتا ہوں، لوگوں کو ان سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ مگر عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ یہ دونوں صاحب بھی تجلّی گاہ وحدت میں ہوں گے۔ اس لیے میں نے اس سال قاضی باقی شاہ وزیر آبادی کو یہ حزب البحر القا کیا ہے۔ لوگوں کا کام انھیں سے نکلے گا اور مولوی حافظ عبدالغنی عظیم آبادی مدرس مدرسۂ قاسمیہ کلکتہ بھی اس حزب کے نہایت ہی مشاق ہیں۔ عرصہ چار برس کا ہوا کہ بمقام لکھنؤ حسن میاں مرحوم سے زکوٰۃ حزب البحر میں نے حاجت روائی خلق کے لیے دلوائی اور بحالت زکوٰۃ میں ان پر توجہ بھی کرتا رہتا تھا۔ مگر خدا کی قدرت وہ اس نصاب سے اٹھے تو ورد و شریف کا ملاحظہ

ان پر مستولی ہوگیا اور جمال محمدیؐ نے ان کو محو کر دیا۔ یہ سب حضرت سیّد شاذلی کی غلام نوازی تھی کہ ایک دم میں آگے بڑھا دیا۔ مگر پھر بھی مرحوم سے ان حزب البحر کے ذریعے سے حاجت روائی خلق بخوبی ہوتی تھی۔

آپ نے جہاں حکایتیں لکھی ہیں ان میں شاہ صاحب اور مولوی صاحب سے پھر صاحب بہادر کو جواب دینا۔ عجیب وغریب قصہ ہے، کاش آپ اس پر عمل کریں اور سیاسی امور سے علٰحدگی اختیار کریں تو البتہ مزا ہو ؏

رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند

میرے برادر! یہ امور سیاسی، مادّہ اور مادّہ پرستی کا ثمرہ ہیں اور تمھیں پاک منزّہ روحانیت کی ضرورت۔ پھر یہ دونوں کیونکر جمع ہو سکتے ہیں ؎

حسن گر عشق می ورزی جنیں برجاں چہ می لرزی
کہ دریک دل نمی گنجد غم جان و غم جاناں

دکیف تری لیلی بعین تری بہا سواھا وما طھرتھا بالمدامع

تم لیلیٰ کو اس آنکھ سے کیونکر دیکھ سکتے ہو جس سے اس کے ماسوا کو بھی دیکھتے ہو اور جس آنکھ کو آنسوؤں سے دھو کر پاک نہیں کیا ہے؟

وتلتذ منہا بالحدیث وقد جری حدیث سواھا فی خروق المسامع

تم اس کی باتوں سے کیونکر لذت لے سکتے ہو جب کہ پردۂ گوش میں ماسوا کی باتیں بھی ٹکراتی رہتی ہیں؟

اُجلّکِ یا لیلی عن العین انما اراکِ بقلب خاشع لکِ خاضع

اے لیلیٰ میں تجھے آنکھ کی رویت سے بالاتر سمجھتا ہوں، تجھے صرف ایسے دل سے دیکھتا ہوں جو تیرے لیے جھکا ہوا ہے۔

---

(۴)

میرے مکرمِ خواجہ! تحیت سلام قبول فرمایئے۔ اب عرس سے فارغ ہو کر آپ کا

کرم نامہ ملا خط ہیں لیتا ہوں اور آپ کے سوالات کے جوابات مختصر طور سے عرض کیے دیتا ہوں ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ وحدت وجود و شہود اور وحدت معبود میں تناقض نہیں

قرآن شریف سے بنص قطعی الدلالت فقط وحدت معبود ثابت ہے اور مدار نجات اسی پر ہے، وحدت وجود اور وحدت شہود جس کے صوفیہ اسلامیہ قائل ہیں وہ اشارۃ النص سے ثابت ہوتی ہے اور یہ دونوں ہرگز وحدت معبود کے مخالف نہیں۔

وحدت وجود کا کون سا تصور اسلامی تعلیم کی ضد ہے؟

ہاں حکماء مشائین اور براہمہ اور جوگیہ اشراقیین جس وحدت وجود کو ثابت کرتے ہیں وہ وحدت معبود اور نص قرآنی کے مخالف ہے اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ہستی مستقل علحدہ سے نہیں رہتی، بلکہ عالم موجود ہی خدا کا وجود ہے اور خدا کا وجود مثل کلی طبیعی کے رہ جاتا ہے یعنی "وجود شخاص فی الخارج" (خارج میں جو تشخصات ہیں وہی اس کا وجود ہیں، الگ کوئی وجود نہیں)۔ اس کو صوفیہ بالکل الحاد و زندقہ سمجھتے ہیں بلکہ صوفیہ وجودیہ اسلامیہ تو یوں فرماتے ہیں ؎

از خلق جدا ہستی و ہم در ہمہ ہائی
از جملہ مبرّا ای و در جملہ درآئی

اور صوفیہ شہودیہ اسلامیہ اس طرح من مناتے ہیں ؎

معنی حسن تو در صورت جاں می بینم
عکس رخسار تو در جام جہاں می بینم

۲۔ توحید مطلق اور وحدت وجود ایک شے نہیں

توحید ایک ایسا لفظ ہے جو وحدت معبود و وحدت وجود و وحدت شہود تینوں معنی پر مشتمل ہے، اس حیثیت سے توحید اور وحدت وجود میں بھی فرق ہے کہ وہ عام ہے اور یہ خاص اور دونوں میں باہم عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے پس مطلق توحید سے وحدت وجود سمجھنا غلطی ہے۔

۳۔ اسلام دین فطرت ہے۔ دین فطرت کا مقصود اصلی

فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا (اللہ کی اس فطرت پر غور کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے)۔ پس اسلام قوای انسانی کو اپنے صحیح مرکز پر رکھنے کو آیا ہے اور اصلی مقصود اس کا اس ذریعے سے یہ ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو پہچان لے۔

۴۔ اخلاقی حالتوں کا درست کرنا اور انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرنا، خدا و رسولؐ کی باتوں کا عین الیقین اور حق الیقین پیدا ہونا ہی تصوف کا انتہائی مقصد ہے۔

۵۔ چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی علت غائی سوتوں کو جگانا، غافلوں کو ہوشیار کرنا، بے ہوشوں کو ہوش میں لانا اور مجانین کو عاقل بنانا تھی اور اپنے پاک خیالات اور اخلاقی خوبیوں کو تمام عالم میں شائع کرنا مقصود تھا۔

عالم سکر و عالم صحو

کیونکہ آپؐ کی بعثت اِلٰی کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا تھی اس لیے صحابہ کرام میں جوش و مستی کا غلبہ تو ہوتا تھا مگر وہ اس میں پڑے نہیں رہتے تھے بلکہ انھوں نے عالم صحو میں نشو ونما پائی تھی۔

عالم سکر نقص ہے

سکر میں چونکہ نقص ہے اس لیے خدا نے ان کو اس حالت میں نہ رکھا اور وہ تمام عالم کے لیے کامل و مکمل ہوئے۔ پھر وہ حافظ شیرازی کی طرح ؎

خود گویم و خود رقصم خود چنگ خوش آوازم

کا مصداق کیونکر رہ سکتے تھے؟

۶۔ صوفیوں کی حالت سکر مثل مخدّرات دواؤں کے ہے جنھیں طبیب شدت درد وغیرہ میں بے چینی کم کرنے کے لیے استعمال کراتا ہے۔ اسی طرح مرشد طریقت اندرونی سوزش والتہاب کی روک تھام کے لیے مریدوں کو عالم سکر میں ڈالتا ہے نہ یہ کہ تمام عمر کے لیے انھیں افیونی بنا ڈالے کہ وہ بیٹھے بیٹھے مکھیاں مارا کریں۔

وحدت وجود کیا ہے ؟

وحدتِ وجود انکشافِ توحید کا نام ہے جس کا تعلق صرف مشاہدے سے ہے۔
جامی فرماتے ہیں ؎

مغرور سخن مشو کہ توحید خدا اسے
واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

یہ اربابِ مشاہدہ اس حالت کو ایک عارضی مقام نہیں سمجھتے بلکہ حقیقت حقہ واقعیہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کے اور اس کے بعد وعدم کچھ بھی نہیں۔

شیخ ابن عربی قدس اللہ نفسہ وحدتِ وجود کے بعد نہ کوئی مقام قائم کرتے ہیں نہ عدم محض کہتے ہیں۔

۸۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وحدت الوجود ایک علمی مسئلہ ہے جس کو اصطلاح علمی میں "ربط الحادث بالقدیم" کہتے ہیں اور تمام کتب الٰہیات میں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ اسلامی سیر و سلوک اور مشاہدۂ انوار و تجلیات سے اس کا تعلق تو ضرور ہے مگر مدار نجات سے اس کو کوئی واسطہ نہیں۔ والسلام خیر الختام۔

ابن عربی کا مسلک اور اقبال

میرے مخدوم! مسٹر اقبال[۱] کی مثنوی اب تک میرے پاس نہیں پہنچی ہے اس لیے اس کی نسبت میں کوئی رائے نہیں قائم کرسکتا مگر ان کا وہ خط جو 'خطیب' اور 'وطن' میں آپ کے نام شائع ہوا ہے میں نے مکرر پڑھا۔ اس پر یہ رائے قائم کرسکتا ہوں کہ میرے مخلص اقبال صاحب نے اصل مسلک حضرت شیخ محی الدین عربی قدس سرہٗ اور ان کے متبعین کا نہیں سمجھا ہے۔ حضرت مجدد کے اتباع نے جو کچھ لکھا ہے اس کو دوسرے الفاظ میں انھوں نے ادا کیا ہے اور متعصب مورخین کے افترا اور بہتان کو انھوں نے یقین کرلیا ہے۔ ورنہ میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہمارے حضرات شیوخ کرام

---

[۱] اس وقت علامہ اقبال کو اسی لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

اور بزرگانِ طریقت جن کا سلسلہ دائر و سائر ہے، مثلاً حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح شیخ شہاب الدین سہروردی، خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ بہاء الدین نقشبندی، سید ابو الحسن شاذلی، سید احمد رفاعی، سید احمد بدوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، کسی نے کسی فرقہ، جوگیہ و براہمہ و زرتشتی وغیرہ کی صحبت نہیں اٹھائی۔ نہ ان سے کسی قسم کا استفاضہ کیا۔

ابن خلدون کا افترا

علیٰ ہذا القیاس قرامطہ اور فرقہ باطنیہ سے بھی میل جول اور ان کا ہم عقیدہ و ہم مشرب ہونا محض علامہ ابن خلدون کا افترا ہے۔ اپنے دعوے کی وہ کوئی دلیل سند کے ساتھ پیش نہ کر سکے اور نہ پیش کی ہے۔ ان لوگوں کے ٹُھس دماغ میں ہمارے حضرات صوفیہ کے معارف سماتے نہ تھے اس لیے:

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۔

یہ بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے وہ نرا جھوٹ بکتے ہیں۔

ہمارے حضرات صوفیہ کا براہمہ اور زرتشتیوں اور قرمطیوں سے استفاضہ کرنا بجنسہ ویسا ہے جیسا متعصب عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا کرتے ہیں کہ حضور نے توریت و انجیل و کتب سماویہ سے سرقہ کر کے (معاذ اللہ) قرآن بنایا اور شامی عیسائیوں سے استفاضہ کیا۔ وَاللّٰهِ ذٰلِكَ بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (بخدا یہ بہت بڑا بہتان ہے) اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

---

(۵)

جناب خواجہ صاحب! سلامٌ علیکم۔

اما بعد آپ کو میرے مختصر خط سے تعجب و حیرت کے ساتھ اجمال تو لیبی کی شکایت بھی ہوگی مگر مخدوما! جیسا سوال ویسا جواب۔ اگر آپ سوالات و شبہات کو تفصیلی طور سے لکھتے تو جواب میں بھی شرح و بسط کا خیال کیا جاتا۔ معہذا اتنا ضرور کہوں گا کہ مسئلہ

وحدت وجود اور وحدت شہود ہمارے حضرات صوفیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وجدان و کشف ہے اور وہ لوگ اس کی تمہید میں مختلف العبارات والالفاظ ہیں مگر جہال مشائخ و پیرزادگان کی سمجھ سے یہ مسئلہ دور ہے اور وہ جس طور سے تمہید کرتے ہیں محض الحاد و زندقہ ہے

گہرے علم کی ضرورت

کیونکہ اس مسئلے کے لیے امور عامہ والٰہیات کی دانست کے ساتھ ریاضات و مراقبات وحدت کی ضرورت ہے ورنہ معقولات ومشاہدات کی تطبیق نہ ہوسکے گی اور ایک نہ ایک پہلو اس کا ہمیشہ کمزور ثابت ہوگا۔ اب ذرا آپ توجہ تام کے ساتھ ادھر متوجہ ہوجیے۔

خالق ومخلوق کے رشتے کی نوعیت

مخدوما! یہ مسئلہ "ربط الحادث بالقدیم" کا ہے۔ یعنی محدثات وممکنات اور مخلوقات کو حضرت خالق واجب الوجود قدیم بالذات سے کیا نسبت وتعلق ہے؟

ارباب ظواہر کا قول

متکلمین ارباب ظواہر کہتے ہیں کہ محض نسبت "صدور و خلق" ہے کہ اس نے ہمیں پیدا کیا اور بنایا۔ جس طرح نجار کو اس کے بنائے ہوئے تخت سے تعلق ہے۔ یعنی دونوں کی حقیقت میں مغائرت تامہ ہے اور وہ علت ہے یہ معلول ہے۔ وہ خالق ہے اور یہ مخلوق ہے۔ پس اسی قدر باہمی نسبت وتعلق ہے۔ یا یوں سمجھے کہ کاتب یعنی لکھنے والے کو جو نسبت وتعلق حروف ونقوش کے ساتھ ہے یعنی حروف ونقوش سب کاتب کے دست وقلم کا نتیجہ ہیں مگر حروف ونقوش اور شئے ہیں اور کاتب اور شئی۔

حکماء اور جوگیہ کا قول

اور حکماء اور براہمہ اور جوگیہ کی تحقیق یہ ہے کہ باہم نسبت "عینیت و وحدت محضہ" ہے یعنی وہ ذات واحد پہلے اجمال میں تھی اب اس کی تفصیل ہوگئی۔ اب یہی عالم اس کی ذات ہے۔ اس کا وجود ہمارا وجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب ظہور ہوا خفا جاتا رہا،

اور جب تفصیل ہوئی تو پھر اجمال کہاں؟ اس کی مثال یہ لوگ تخم درخت سے دیتے ہیں کہ درخت کی اصل تخم ہے۔ اسی سے تنہ، ٹہنیاں، پھل، پھول، پتے سب کی نمود ہوئی۔ سب کے نام علٰحدہ علٰحدہ ہیں مگر حقیقت ایک ہے یعنی وہی تخم۔ اب وہ تخم تخمی حالت میں اپنی جگہ پر باقی نہیں۔ وہ تمام وکمال صورت شجریہ میں ظاہر ہوگیا۔

صوفیہ اسلامیہ کا قول

اور صوفیہ اسلامیہ فرماتے ہیں کہ حادث وقدیم کے درمیان نسبت "ظہور" کی ہے یعنی ذات جناب باری تعالیٰ مستقل بالذات ہے مگر تمام اشیاء کائنات اسی ذات کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ اگر اس ذات سے ہم قطع نظر کرلیں تو تمام اشیاء معدوم ہیں۔ پس یہ امتیاز اشیاء باخود ہا اور نیز اس ذات مستقل جناب باری عزاسمہ سے بوجوہ تشخصات ہیں جن کو وجودات خاصہ کہتے ہیں اور اس کی مثال یوں دیتے ہیں کہ جیسے سیاہی اور حروف ونقوش! یعنی اصل تمام حروف ونقوش کی وہی سیاہی ہے۔ مگر وہ عین سیاہی نہیں بلکہ اسی سیاہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ پس باعتبار حقیقت ہستی فی الجملہ عینیت ہے اور باعتبار ظہور وہی نسبت صدور ومغائرت ہے۔ پس مذہب حکماء و ملاحدہ سے ان کی تحقیق کو کوئی واسطہ نہیں۔ وہاں عینیت محضہ ہے یہاں وجودات خاصہ بھی ہیں۔ وہاں مستقل وجود حضرت باری اب باقی نہیں اس لیے کہ وجود کلی طبیعی بمعنی وجود استخاصہ فی الخارج ہے اور یہاں الآن کما کان۔ مولوی جامی کیا خوب فرماتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ ؎

آں کان حسن بود نہ بود از جہاں نشاں — الآن ان عرفت علی ما علیہ کان[1]

اعداد کون وکثرت صورت نمائش است — فالکل واحد یتجلی بکل شان[2]

الآن ان عرفت پر خوب غور فرمایئے کہ اس عالم ظہور سے اس پاک وجود کو اپنی ہستی

---

[1] اگر تم سمجھو تو وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا تھا۔

[2] یہ سب دراصل ایک ہی ہے جو مختلف شان سے جلوہ گر ہے۔

کے بعینہٖ بقا و کمال میں کوئی تفاوت نہیں۔ بس اس قدر کہ

ان العالم اعراضٌ مجتمعةٌ فی عینٍ واحدٍ۔

یہ عالم (جوہر نہیں بلکہ) بہت سے اعراض ہیں جو ایک ذات میں یکجا ہو گئے ہیں۔

اور وہ عین واحد وہی ذات وجود منبسط ہے۔

اور شعر ثانی کے دوسرے مصرعے پر بھی نگاہِ غور ڈال لیجے۔ فالکل واحدٌ الخ۔

"ایک" مستقل ابتدائی عدد ہے پھر اس سے "دو" اور "تین"، "چار" اور "پانچ" سب ہیں۔ مگر سب میں وہ ایک شامل ہے اور پھر ان سب سے علٰحدہ ایک وجود مستقل اس "ایک" کا ہے۔ اسی طرح وہ وجود تمام کائنات میں ہے اور پھر فی نفسہٖ موجود مستقل ہے اس میں کوئی نقص و زیادت نہیں ؎

رباعی

آثار تعینات چوں یافت شکے
کثرت ہمہ وحدت است بے ریب شکے
چوں صورت صفر شد نہاں از رقمت
بنگر کہ دہ و صد و ہزار است یکے

اسی طرح نقطہ و خطوط کی مثالیں ہیں، مگر یہ سب کہہ کر بھی یہ کہتے ہیں کہ:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (شوریٰ)

اس کے مانند کوئی شے بھی نہیں۔

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (نحل)

اللہ کے لیے برتر سے برتر مثال ہے۔

ولنا مشاھداتٌ ومکاشفات (نقد النصوص)

ہمارے لیے مشاہدات اور مکاشفے ہیں۔

"در عقل نمی گنجی در فہم نمی آئی"

ھذا طور وراء طور العقول المتوسطہ (ملا حسن وغیرہ)

یہ انداز متوسط عقلوں کے انداز سے ماوراء ہے۔

اب رہی یہ بات کہ صوفیوں کو اس مسئلے کی تحقیق اور اس میں لب کشائی کی کیا ضرورت ہوئی؟ یا جیسا کہ متکلمین اور عامۂ مومنین وحدت معبود کے قائل تھے اور صرف نسبت صدور کو تسلیم کرتے آئے یہ بھی اس حد تک کیوں نہ رہے؟

شریعت فقط قیل وقال کا نام نہیں

تو اس کا جواب یہ ہے کہ صوفیہ کہتے ہیں کہ شریعت فقط قیل و قال کا نام نہیں ہے بلکہ عملی حصے سے فائدہ اٹھانے کا نام ہے اور ہم نے جب خلوصِ عملی اختیار کیا تو انوار و تجلیات جس طرح صحابۂ کرام پر منکشف ہوتے تھے ہم پر بھی منکشف ہونے لگے۔ ہم نے یہ فرمانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم:

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔

رویت خداوندی کا مراقبہ

نماز میں رویت خداوندی کا مراقبہ کیا۔ اور گویا چشم حقیقت سے اسے دیکھا اور کبھی اس کو اپنا دیکھنے والا پایا۔ اب تجلیات ومشاہدات نے ہمیں اپنی نسبت دریافت کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ اس کے کلام کی طرف توجہ کی۔

وہ خالق ہے

"ھو خلقکم" (اس نے تم کو پیدا کیا) اور

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ

اللہ نے تم کو اور تمھارے اعمال کو پیدا کیا ہے۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ

یہ ہے تمھارا رب جو ہر چیز کا خالق ہے۔

پر غور کیا۔ پس ہم اپنی نسبت صدور اور اس کی معبودیت کو موجب نجات سمجھے۔ مگر تجلیات عرفانی نے قدم ذرا آگے بڑھا دیا تو پھر ان آیاتِ ربانی پر غور کیا:

وہ ہمارے اندر بھی ہے

ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (وہ تمھارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں ہو)۔

وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ٥

وہ تمھارے اندر ہے تم غور نہیں کرتے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ

میں رگ جاں سے بھی زیادہ اس سے قریب ہوں۔

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

ہم اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں اور خود ان کی ذات کے اندر تاکہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ یہ حق ہے۔

وہ ہر شے میں موجود ہے

اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ

کیا یہ کافی نہیں کہ تیرا رب ہر چیز پر شاہد (موجود) ہے!

اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۔

خبردار وہ اپنے رب کی لقا کے متعلق جھگڑے میں پڑے ہیں، آگاہ رہو کہ وہ ہر شے کو محیط ہے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔

جب تم نے تیر پھینکے (یا کنکریاں پھینکیں) تو تم نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکے۔

وَاِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ

اے رسول! جو لوگ تمھاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

آسمانوں اور زمین کا نور اللہ ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ۔

وہی ہے جو آسمان میں الٰہ ہے اور زمین میں بھی الٰہ ہے۔

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔

جدھر بھی رخ کرو اُدھر اللہ ہی کا چہرہ ہوگا۔

شریعت کا اصلی عرفان مکاشفۂ وحدت ہے

ان آیات پر غور و فکر کے بعد مکاشفات و مشاہدات نے وحدتِ وجود یا وحدتِ شہود کے اعتقاد وحقہ پر مجبور کیا۔ اور یہ سمجھا کہ شریعت کا اصلی عرفان یہی ہے۔ اور اسی عرفان سے صحابہ و تابعین اور اولیائے متقدمین رضوان اللہ علیہم اجمعین مدارج عُلیا کو پہنچے۔ مگر وہاں تمہید و تقریر کی ضرورت نہ تھی۔ محض سینہ بہ سینہ تھا۔ اب ہمیں یہاں بوجہ بُعدِ زمانہ اور قلت فہم عامہ کے افہام و تفہیم کی زیادہ ضرورت تھی۔ مجبوراً اپنے اس مشاہدے کی تمہید کرنا پڑی اور وہ تمہید مذہب متکلمین کی ضد اور اس کے منافی نہیں ہے، اور عبارت النص قرآنیہ کی مخالف نہیں۔ بلکہ اشارات النص بکثرت اس کی مویدات ہیں۔ لیکن اصل وارو مدار ہمارا مشاہدے اور مکاشفے پر ہے اس لیے ہم ہمیشہ کہتے آئے کہ "قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید"۔

پس بلا مشاہدۂ تجلّیات ہمارے مسلک کی توجیہہ و تمہید محض خوش عقیدگی ہے، اور لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ (نہ یہ موٹا کرتا ہے نہ بھوک سے نجات دیتا ہے (یعنی نا تسلی بخش ہے) بلکہ الحاد و زندقہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔

مخدوما! یہ ہمارے حضرات صوفیہ کی تقریر ہے۔ اسے بغور بہ نظر انصاف دیکھنا چاہیے۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے اس مسئلے کو بسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ورنہ ان سے قبل بھی علمائے صوفیہ لکھتے آئے ہیں۔ حضرت امام غزالی کیمیائے سعادت اور اربعین اور احیاء العلوم میں اسے ذکر فرماتے ہیں اور ملتقطہ احیاء میں یوں ہے:

توحید کے چار مدارج۔

اعلم ان التوحید علی اربع مراتب الاولی ان یقول لا الٰہ الا اللہ باللسان وقلبہ غافل عنہ او منکر لہ کتوحید المنافق۔ والثانیۃ ان یصدق بمعنی اللفظ قلبہ کما یصدق بہ عموم المسلمین وھو

اعتقادہ۔ والثالثۃ ان یشاھد بطریق الکشف بواسطۃ نور الحق وھو مقام المقربین وھوان یری اشیآء کثیرۃ لکن یریھا صادرۃ من الوحدۃ والرابعۃ لایری فی الوجود الاوحدۃ وھو مشاھد الصادقین۔

یہ سمجھ لینا چاہیے کہ توحید کے چار مرتبے ہیں۔ اوّل یہ کہ زبان سے کوئی لاالٰہ الا اللہ کہہ دے لیکن اس کا دل اس سے غافل ہو یا اس کا منکر ہو جیسے منافق کی توحید ہوتی ہے!

دوسرے یہ کہ وہ عام مسلمانوں کی طرح اس کلمے کے معنی کی تصدیق بھی کرتا ہو اور یہی اس کا اعتقاد ہو۔

تیسرے یہ کہ نورِحق کے ذریعے سے بطور کشف اس کا مشاہدہ کرے یعنی بے شمار چیزوں کی کثرت کے ساتھ چیزوں کو دیکھے لیکن ان سب کو ایک وحدت سے نکلا ہوا دیکھے! یہ مقام ہے مقربین کا۔

چوتھے یہ کہ سارے وجود میں اسے وحدت ہی نظر آئے اور یہ صدیقین کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ان توحید کے مدارج کو حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ نے بہ بسط تمام و کمال لکھا ہے اور ماخذ اس کا بھی ملتقط احیاء اور اربعین ہے۔ ذرا اسے بھی دیکھیے گا۔ تیسری صورت الوحدۃ فی الکثرۃ ہے جو مقام مقربین ہے۔ اور چوتھی صورت میں کمالِ مشاہدہ نے کثرت کو مٹا دیا ہے پھر ایک ہستی کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ رباعی

مجموعۂ کون را بقانونِ سبق | کردیم تصفح ورقاً بعد ورق
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم دراو | جز ذاتِ حق و شیون ذاتیہ حق

اے برادر! سالکِ طالب بالخصوص اگر وہ اہل علم بھی ہو جب اس راہ میں آتا ہے اور مجاہدات میں پڑتا ہے تو مسالک متکلمین اور اعتقاد جامد نسبتِ صدور اس کو آگے بڑھنے سے روکتا ہے اور اُدھر تجلیات وحدت اس کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

الغرض وہ عجیب وغریب کش مکش میں ہوتا ہے، پھر اگر استغراق نے اسے نبھا دیا تو بیڑا پار ہے، ورنہ بے خوابی اور بے چینی میں جانے کیا کچھ بول جاتا ہے۔

نعرۂ انا الحق کا سبب

کبھی کہتا ہے " انا الحق " (میں عین حق ہوں)۔ کبھی کہتا ہے " سبحانی ما اعظم شانی " (میں اپنی پاکیزگی بیان کرتا ہوں میری شان کیسی اعلیٰ ہے)۔ پھر جب اپنے اصلی مرکز پر آتا ہے تو فقط مشاہدے کی لذت ہے، دگر ہیچ۔ اپنے قول پر نادم اور اپنی فضول گوئی سے خجل ہوتا ہے۔

ہمارے ایک بزرگ تھے، حضرت جدّی مولانا احمدی قدس سرہٗ، علم ظاہری میں شیخ الکل۔ بالخصوص امور عامہ میں بحر ذخار، اور حضرت مخدومی وجدّی شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کے خلیفۂ اجل۔ وہ بزرگ جب سب مراحل طے کر چکے تو یہ رباعی فرمائی ؎

یک چند ترا ز خود جدا دانستم چندے ہمہ خویشتن ترا دانستم
از نعمت شیخ رفتہ رفتہ آخر بندہ بندہ خدا خدا دانستم

ابتدا و توسط و کمال ہر زمانے کا حال وہ بتاتے ہیں، اور شیخ کی ضرورت کو بھی سمجھاتے ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ وہ توسط کا زمانہ جس میں آپ خدائی کی بڑ ہانکتے تھے کیسا تھا؟

مستی عشق

تو اس کا جواب یہ ہے کہ غلبۂ حال وسطوتِ نور نے جو چاہا کہلوا دیا۔ تو انصاف یہ ہے کہ حالت سُکر قابل معافی ہے نہ دار وگیر کا باعث۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار کیا خوب فرماتے ہیں ؎

چوں زند دیوانۂ ایں شیوہ لاف تو ز سر کوری مکن با او مصاف
تو زباں از شیوۂ او دور دار عاشق دیوانہ را معذور دار
عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است

لاجرم دیوانہ را گرچہ خطا است
ہر چہ می گوید بگستاخی رواست

دستگیری کی ضرورت

حالتِ سکر سے مرکزِ استقامت پر لانا شیخ کا کام ہے اور ہمیشہ سکر میں پڑے رہنا نقص مدارج ہے ۔ اسی لیے حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منصور حلاج کی کسی نے دستگیری نہ کی ۔ میں ہوتا تو ایک درجہ اسے آگے بڑھا دیتا ۔"

اب رہی یہ بات کہ شیخ مرید کو حالت سکر میں کیوں ڈالتا ہے ؟ سکر میں تو نقصان ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی بھاری آپریشن کرنا ہوتا ہے تو ڈاکٹر کلورا فارم سے مریض کو بے ہوش کرنے پر مجبور ہوتا ہے ۔ مگر پھر وہ اسے ہوش میں بھی لاتا ہے ۔ بس شیخ بھی ایسا ہی کرتا ہے ۔ مگر ہمیشہ اسی حالت پر نہیں چھوڑتا جو موجب نقص ہو ۔ اس کی نظیر کتاب وسنت میں بھی پائیے گا ۔

انبیاء کا غلبۂ حال

حضرت سیدنا موسیٰ کے واقعات کوہ طور کو یاد فرمایئے ، اِدھر "ارنی" کی درخواست اُدھر سے "لن ترانی" کا جواب ، پھر تجلی اور حضرت موسیٰ کی بے ہوشی اور پھر ہوش میں آنا یہ کیا ہے ۔ کمال ادب کی وجہ سے ہم اسے سکر سے تعبیر نہیں کرتے ، مگر کم سے کم حالت وجدیہ تو ضرور کہتے ہیں ۔ ستر بنی اسرائیل کی موت یا بے ہوشی پر موسیٰ علیہ السلام بول اٹھے :

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ الخ ۔

تو کیا ہم سب کو محض اس فعل کی وجہ سے ہلاک کر دے گا جو ہم میں کے چند بے وقوفوں نے کیا ہے ، یہ تو بڑی انوکھی ، آزمائش ہے ۔

یہ الزام دینا وہی حالت وجدیہ (سکریہ) ہے ، اور آداب پیغمبری کے بظاہر خلاف ، لیکن عشق پیغمبری میں جائز ہے ۔ اور خلافِ ادب نہیں ۔ بقول مولوی رومی قدس سرہ ؎

گفتگوئے عاشقاں درفعل رب
جوششِ عشق است نے ترکِ ادب

ہر کہ کرد از جام حق یک جرعہ نوش
نے ادب ماند درو نے عقل و ہوش

اسی طرح حضرت ابراہیم اور بعض دیگر انبیاء کے حالات میں بھی ایسے مواجید پائیے گا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچھ دنوں وحی کی آمد بند ہوگئی تو جذبات عشق نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہاڑ پر چڑھا کر گرانا چاہا اور بارہا ایسا قصد فرمایا مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جب دیکھتے تو قلب پر نزول سکینہ ہوتا اور اس اراد سے سے باز رہتے۔ عامۂ کتب احادیث وسیر میں ہے:

وجعل یعدوالی راس الجبل لیتردّی منها فکلما ادفی بذروة جبل تبدّی له جبرئیل فیقول انك رسول الله حقا فیسکن لذالك جاشه وترجع نفسه۔

حضورؐ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے لگتے تاکہ اپنے آپ کو اوپر سے گرا دیں، جب چوٹی پر چڑھ جاتے تو جبرئیل ظاہر ہوتے اور کہتے کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں، اس کے بعد حضورؐ کے دل کو تسکین ہو جاتی اور قلب اپنے ٹھکانے پر آجاتا۔

اور اس حدیث کو مولانائے رومی اپنے الفاظ میں یوں ادا کرتے ہیں ؎

مصطفےٰ را ہجر چوں افراختے ٭ خویش را از کوہ می انداختے
تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکن ٭ کہ ترا بس دولت است از امر کن

اور صحابۂ کرام کی کیفیات وجدیہ وسکریہ تو بے شمار ہیں اور صحاح وسنن ومسانید و آثار میں منقول ہیں اگر انھیں لکھوں تو دفتر کا دفتر چاہیے مگر ہمیشہ وہ لوگ عالم سکر میں نہیں رہتے تھے بلکہ عام صحو میں ہو کر نظم دینی و دنیوی میں مصروف رہتے اور یہی کمال تھا۔

(ناتمام)

مولانا منظور الحق کلیم

بی بی پور اعظم گڑھ کے رہنے والے ہیں۔ نسباً عباسی ہیں۔ اب ایک عرصے سے شہر دیوریا (یو۔پی) میں آکر بس گئے ہیں۔ اپنے مکان کا نام "قصر سلیمان" رکھا ہے۔ اہل علم، اہل قلم اور کہنہ مشق شاعر ہیں۔ یو۔پی میں مختلف اضلاع کے سرکاری ہائی اسکولوں میں ہیڈ مولوی کی خدمت پر فائز رہے۔ اب پنشن پاتے ہیں۔ بنوٹ اور بانک وغیرہ جسمانی فنون کے بھی ماہر ہیں۔ حضرت قبلہؒ کے مقرب مریدوں اور اجل خلفاء میں ہیں۔ حضرت قبلہؒ کے مکتوبات "شمس المعارف" کا دوسرا ایڈیشن چار جلدوں میں چھپوایا۔ حضرت کے اوراد و اشغال کا ایک مختصر مجموعہ "لمعات سلیمانی" کے نام سے اور حضرت کے فارسی، اردو اور کچھ عربی کلام کا ایک مجموعہ "الہامات سلیمانی" کے نام سے اور حضرتؒ کی ایک مختصر سوانح حیات "مہر سلیمانی" کے نام سے شائع کرائی۔ ایک ہفتہ وار پرچہ "مرشد" نامی ایک عرصے تک نکالتے رہے۔ ان کے فارسی و اردو کلام کے چند مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ درسیات، شعر و شاعری اور بنوٹ وغیرہ میں ان کے شاگردوں کی تعداد بہت کثیر ہے، اور اس کے علاوہ ان کے ذریعے روحانی افاضہ و استفاضہ اور اجرائے طریقت کا کام بھی جاری ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی ان کے ساتھ دلی اعتقاد رکھتے ہیں اور مستفیض ہوتے ہیں۔ حفظھم اللہ تعالیٰ۔

(۱)

عزیزی مولوی منظور الحق صاحب ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ سالک کی حالت یکساں نہیں رہتی۔ کبھی انبساط ہے کبھی انقباض ہے ؎

کہ بہ لطفم می نوازد گہ بناز م می کشد
زندہ می سازد مرا آں شوخ بازم می کشد

۱؎ انقباض جلالی شان ہے اور انبساط جمالی

انقباض جلالی شان ہے، انبساط جمالی شان ہے لیکن سب اسی کی طرف سے ہے۔ ہاں انقباض میں الحاح و زاری و خشوع و خضوع سے دست بہ دعا ہو اور انبساط میں شکر گزاری سے کام لو۔ "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" فرمایا گیا ہے۔ ماہ مبارک رمضان میں تلاوت قرآن مجید کے انوار دوبالا ہو جاتے ہیں نورٌ علیٰ نور اور کیوں نہ ہو ارشاد ہوا :

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ۔

یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

پس اے عزیز ! تلاوت قرآن کو سب پر مقدم رکھو اور رمضان میں بالکل ملّائے قرآنی بن جاؤ۔ میں اپنے ایام شباب میں اس ماہ مبارک میں ہر رات چوبیس پارے قرآن کے پڑھا کرتا تھا اور جب تھک کر ذرا سو جاتا تھا تو میرے ہر بن مو سے آیات قرآنی کے انوار نکلتے تھے۔ افسوس اب شامت اعمال اور پیرانہ سالی نے اس نعمت متبرکہ سے محروم کر دیا لیکن ہنوز کچھ نہ کچھ اس کی لذت باقی ہے ؎

مستم از بادۂ شبانہ ہنوز
ساقی ٔ مانہ رفت خانہ ہنوز

ماہ مبارک میں فقیر کے یہاں ہر شام کو لنگر ہوتا ہے۔ نذر مولود کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ آپ خود "میلاد الرسول" سے کوئی روایت پڑھ کر صلوٰۃ و سلام پڑھیے اور کچھ مٹھائی تقسیم کر دیجیے۔ اس سے زیادہ تکلف ہی تکلف ہے۔

اگر زمزم دستیاب ہوسکے تو پانی میں دو قطرے ڈال کر اسی سے افطار کرو۔ اور اس وقت دعا قبول ہوتی ہے، دعا سے غافل نہ رہو۔ حلقے کے سب لوگ بلکہ ہر مومن اس سے مستفید ہوسکتا ہے ؎

خاص بہ دیگران مکن رحمت عام خویش را

---

(۲)

از دفتر بزم صوفیہ - بہار اڑیسہ - پھلواری شریف
(پٹنہ)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمہارا طولانی خط پہنچا۔ مختلف حالات معلوم ہوئے۔ تمہارے صبر و استقلال پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں اور تمہارے گھر کے لوگوں کی ہمت و شکیبائی بھی قابل آفرین ہے۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو دنیا اور آخرت میں خوش رکھے۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ایک قصہ سنو! میرے ایک بزرگ جد طریقت حضرت خواجہ عمادالدین قلندر رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ آپ کے اولاد نہ ہوئی تھی، حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبند بلاگردان قدس سرہٗ کو خواب میں یا عالم معاملہ میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ "تمہارے یہاں فرزند ہوگا"۔ تھوڑے دنوں کے بعد بچہ پیدا ہوا اور گذر گیا۔ حضرت کو تشویش ہوئی۔ پھر خواب یا عالم معاملہ میں حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند قدس سرہٗ کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ "جس فرزند کی میں نے بشارت دی تھی وہ یہ نہ تھا بلکہ آئندہ آنے والا ہے اور وہ صاحب عمر و صاحب عرفان ہوگا اور اس کا نام میرے نام پر رکھنا یعنی بہاءالدین نقشبند"۔ کچھ دنوں کے بعد ایک فرزند پیدا ہوا اور حضرت نے ادباً اس کا نام غلام نقشبند رکھا۔ ماشاء اللہ انہوں نے عمر طویل پائی اور صاحب علم و فضل و عرفان ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

الغرض اس قسم کے واقعات قدرت کے کرشمے ہیں اور خدا کی حکمت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

پس سب کام اسی کے سپرد کر دینا چاہیے۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ
اسی خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے ع

کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

"وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ"

اب ان واقعات کو یعنی جزع و فزع یا اس پر صبر و شکیبائی کو طول دینا محض فضول ہے
بس الخیر فی ما وقع (جو کچھ واقع ہو اسی میں بھلائی ہوتی ہے) ع

ہر چہ از دوست می رسد نیکوست

میں تو یہاں پر ایک شعر اور لکھتا ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

مگر یہ مرتبہ انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کا ہے ہم لوگوں کے تحمل و ضبط سے کہیں باہر ہے۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔
نفس عدوّ سے بڑھ کر کون کم بخت کافر ہوگا۔ پس اللہ فریب نفس سے بچائے ع
بس سخن کوتاہ باید والسلام ؎

نور خورشید ازل بر دلم از یار افتاد

عکس آئینہ ز خورشید بہ دیوار افتاد

جس حالت کو تم پوچھتے ہو اس کو "نسبت رابطہ" کہتے ہیں اور عوام اس کو "فنا فی الشیخ" کہتے ہیں۔ یہ حالت محمود ہے مگر شیخ کا یہ کام نہیں ہے کہ اپنے سے الجھائے رکھے بلکہ اس کا کام آگے بڑھانا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے:
جو حق سے غافل کرے وہ طاغوت ہے

ماشغلک عن الحق فھو طاغوتک

جو تجھے حق سے غافل کرے وہی تیرا طاغوت ہے۔

اصل مقصود انکشاف وحدت ہے پس شیخ ہی سے الجھ کر نہ رہنا چاہیے بلکہ آگے بڑھنا چاہیے۔

اے عزیز! بالخصوص طریقہ علیہ میں اصل شیخ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ؎

شیخ من و سید عالی نسب

پیر طریق من امی لقب!

اس لیے ہمارے طریقے میں درود شریف جہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملاحظے کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور بس ہر دم پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ نسبت رابطہ دیر میں ہوتی ہے مگر نہایت ہی انفع اور صراط مستقیم ہے۔

اجمیر شریف جانے کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ میں کانپور پہنچوں گا تو ایک دن کے لیے تم کو اپنے پاس بلا لوں گا، اور اس نسبت کا طریقہ بھی پیش کر دوں گا۔ خط کے ذریعے سے یہ مرحلہ طے نہیں ہو سکتا۔ اپنی موجودہ حالت پر مذکورۂ بالا شعر "نور خورشید الخ" پر خوب اچھی طرح غور کرتے رہو۔ اوصلکم اللہ الی ماتتمناہ۔ ۱؎

از پھلواری شریف ضلع پٹنہ

۸۔ جنوری

میرے مخلص عزیز! وعلیکم السلام۔ الحمد للہ تم اپنے مکان سے بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ بالخصوص اجمیر شریف میں تمہارا برابر خیال رہا اور دعا سے کبھی غفلت نہیں ہوئی۔ واللہ مجیب الدعوات۔

۱؎ مولانا منظور الحق صاحب کلیم کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا فرزند بھی عطا فرمایا جو اس وقت ماشاء اللہ جوان صالح ہے اور زیر تعلیم ہے۔ مولانا نے اس فرزند کا نام حضرت قبلہؒ کی بشارت کے مطابق شمس الضحیٰ رکھا ہے مکتوب ہذا کے آخر میں حضرت قبلہؒ کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں "اپنی موجودہ حالت پر مذکورۂ بالا شعر" نور خورشید" پر خوب اچھی طرح غور کرتے رہو۔

اے عزیز! ذکر کے معنی ہیں "یاد"۔ چاہے زبان سے الفاظ ادا ہوں یا نہ ہوں۔ دماغ میں یاد ہونی چاہیے اور قلب کا جاری ہونا۔ سالک کو انھیں دو باتوں کا خیال چاہیے:۔ جب درود کا شغل رکھو ہر دم رسول اللہ صلعم کا دھیان رکھو ؎

یادِ تو ہر دم انیسِ جانِ من
اے خیالت ہر شبے مہمان من

میرے طریقے میں نسبتِ رابطہ حضور صلعم کے ساتھ پیدا کی جاتی ہے۔ وھو المقصود والمرام۔

عزیزم ملا جی عبدالرحیم کانپور آئے تھے۔ ایک شب اور نصف یوم لطف صحبت رہا بالخصوص تم دونوں عزیزوں کی وجہ سے اور بھی آنے کو بہت دل چاہتا ہے، مگر پیرانہ سالی اور ایام سرما سنگ دراہ ہیں ؎

ضرورت است وگرنہ خدائے می داند
کہ ترکِ صحبت یاراں نہ اختیار من است

والسلام

---

(۴)

پھلواری شریف۔ ۷ اپریل ۱۹۳۱ء

برادر مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط حضرت قبلہ مدظلہ کے نام آیا۔ حضرت قبلہ مدظلہ بحمداللہ مع الخیر ہیں اور آپ کو سلام و دعا فرماتے ہیں

چند فقہی مسائل

اور فرماتے ہیں کہ ذبیحے کے متعلق اگر اعتماد ہو کہ مسلمان کے ہاتھ کا کیا ہوا ہے تو خواہ بیچنے والا مسلمان ہو یا نہ ہو اس کا خریدنا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ اگر آپ کو ذبیحے کے درست ہونے پر وثوق نہیں ہے اور اس وجہ سے احتیاط کرتے ہیں تو بہتر ہے۔

امام کو چاہیے کہ اپنا پیر محراب سے باہر رکھے اس حالت میں کراہت نہیں آتی ہے۔ اور اگر محراب کے آگے کھلا ہوا ہو تو کسی حالت میں کراہت نہیں آتی۔ یہ اس جگہ کے بارے میں ہے جو منبر کی محراب ہوتی ہے۔ بقیہ دروں میں امام ہر طرح کھڑا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے آگے جگہ بالکل کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر امام اس مسئلے میں ہم سے متفق نہیں ہے تو اس کی وجہ سے جماعت ترک نہ کرنا چاہیے۔ والسلام

غلام حسنین

---

(۵)

عزیز مخلص سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمہارا خط آیا: حالات معلوم ہوئے۔ زخم وغیرہ کا حال سن کر تردد ہوا۔ اللہ تعالیٰ شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے۔ آمین۔ دوبارہ اپنی خیریت سے مطلع کرو۔

رسم پرستی مقصود نہیں

حزب البحر میں بمجبوری اگر اشارات چھوٹ بھی جائیں تو کوئی حرج نہیں یہ جائے کہ کسی مجبوری سے الٹے ہاتھ سے اشارات کا ادا کرنا۔ اشارات کا ایک بڑا مقصد ان مخصوص مقامات پر منتشر خیالات کو یکجا کر کے دھیان دینا ہے سو وہ بائیں ہاتھ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ پس ملاحظہ معانی کا زیادہ لحاظ رکھنا چاہیے۔ والسلام

---

(۶)

مخلص عزیز! وعلیکم السلام۔ اللہ تعالیٰ ماہ مبارک رمضان کی برکت سے مالا مال کرے۔ روزے کی ظاہری صورت تو چنداں مفید نہیں۔ بھوک پیاس اور اپنی خواہشوں کو بند کرنا بظاہر عقل میں تو کوئی معقول بات نہیں معلوم ہوتی۔ مگر اس کے اندرونی حالات پر

جب غور کرو تو "فَنُوْدٌ ثُمَّ نُوْدٌ ثُمَّ نُوْدٌ"۔ قلب کی سیاہی دھل جاتی ہے اور نور بصیرت پر زور شعاعوں سے تمام تر منور کر دیتا ہے۔ مولانا نے خوب فرمایا ہے ؎

لب فرو بند از طعام و از شراب
سوئے خوان آسمانی کن شتاب

پس اللہ تم کو یہ ماہ صیام و قیام مبارک کرے۔ مگر اسے عزیز! تم درود ی محمدی ہو افطار کے وقت گویا آنحضرت صلعم کے سامنے ہو، اور حضرت کے پس خوردے سے افطار کرو۔ حضور صلعم زمزم اور کھجور سے افطار کرتے تھے۔ پس اسی کو پس خوردہ سمجھو۔ اور پھر درود شریف پڑھو۔ وفقاکم اللہ تعالیٰ الی الکمالات المحمدیۃ۔
۲۔ رمضان مبارک۔

---

(۷)

عزیز مخلص سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمھارا خط پہنچا حالات معلوم ہوئے۔ وہاں کی آب وہوا انشاء اللہ تمھیں مفید ہوگی۔ اپنے معمولات میں برابر مشغول رہیے اور اتوار کے دن جب اسکول سے فرصت ہو تمام اشغال و اوراد حضرت سید سالار مسعود غازی کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر کیجیے۔ بے حد فائدہ ہوگا۔ وہاں انوار فیوض کی بارش ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فیض یاب کرے۔ اجمیر شریف جانے کا ارادہ تو ضرور ہے اور اپنے مولائے کریم سے دعا کرتا ہوں کہ کسی صورت سے پہنچ جاؤں ۔

از پھلواری شریف۔ ۹۔ ستمبر ۱۹۲۲ء

---

(۸)

میرے مخلص عزیز! وعلیکم السلام۔ الحمد للہ ماہ مبارک کو تم نے معمور رکھا۔ اسے عزیز!

اس ماہ متبرک میں مومنین کے لیے دن کو حرقت قلبی و سوختگی اور شب کو آہ وزاری نعمت غیر مترقبہ ہے ؎

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست
وے ہمایوں دل کہ آں بریان اوست

اور بقول حضرت سعدیؒ کے

ہر شب ہمہ شب نہادہ بگرو مسرائے تو
ہر روز آہ و نالہ کنم از برائے تو

پس لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اور لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ کے فوائد کے منتظر رہو اور رحمت ربانی سے ہرگز مایوس نہ ہو۔ مولوی عبدالجبار صاحب سے دلائل الخیرات بھی سن لو اور اجازت دو اور سورۂ مریم کی تلاوت مع دعا کی ہدایت کر دو۔

۲۶-ماہ صیام

خان بہادر مولوی بشیر الدین احمد زبیری

البشیر اٹاوہ

۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے تھے ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔ میرٹھ کے مشہور خاندان کمبوہ سے تھے۔ ایک عرصہ تک مشہور اخبار "نجم الاخبار" اٹاوہ کے ایڈیٹر رہے۔ پھر اپنا اخبار "البشیر" نکالا۔ حضرت قبلہ ان کو البشیر ہی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ انھوں نے تقریباً سو سال کی عمر پائی، وہ اپنے عہد کی پوری تاریخ تھے، اور حضرت قبلہ سے خاص ارادت رکھتے تھے۔ حضرت قبلہ کی وہ تقریر جو ندوۃ العلما کے اجلاس لکھنو میں ہوئی تھی اور جس پر بعض علماء سخت برہم ہوئے تھے نجم الاخبار میں آب و تاب کے ساتھ انھیں نے شائع کی تھی، اور اسی اخبار میں سر سید کی نظر سے گذری تھی جس کو سر سید نے دوبارہ اپنے تہذیب الاخلاق میں نقل کیا تھا۔ مولوی بشیر الدین صاحب کے خیالات میں انقلاب اسی تقریر سے پیدا ہوا تھا۔ ورنہ پہلے وہ سر سید کی تحریک تعلیم کے سخت خلاف تھے۔ لیکن پھر اتنے ہی پرجوش حامی بن گئے اور ۱۸۱۸ء سے اپنا اخبار "البشیر" نکال کر وہ اس تحریک کے علمبردار ہو گئے۔

(۱)

میرے عزیز مخلص! نور اللہ قلبک بنور الایقان۔ السلام علیکم!

آپ کا مضمون "عرس" میں نے "البشیر" میں مکرر سہ کرر پڑھا۔ ہر مرتبہ بے اندازہ

لطف حاصل ہوا۔ الحمد للہ کہ آپ پر پاک روحانیت اور مقدس نورانیت ظل گستر ہوئی۔ ابھی یہ دیباچہ ہے، مبادی و مقدمات کے بعد عجیب عجیب قدرت کا نظارہ آپ کی آنکھوں کے سامنے پیش ہو گا۔ اس وقت آپ بے ساختہ بول اٹھیں گے ۔

دارد دلِ دیوانہ ام سودائے لیلائے دگر
مجنونِ طبع وحشیم بگزیدہ صحرائے دگر

صرف مدنیت سے انسان کامل نہیں بنتا

اے عزیز! فقط مدنیت کے خیال میں اور اخلاق ظاہری کی درستگی میں پڑے رہنا، نصف انسان بننا ہے۔ انسان کامل اسی وقت ہو سکتا ہے جب مدنیت و اخلاق کے ساتھ پاک روحانیت کی تجلی ہوتی ہے، اور ہر رگ و ریشہ میں انوار الٰہی سما جاتے ہیں اور پھر وہ انوار بروز کر کے اپنا انعکاس تمام ذرات عالم پر ڈالتے ہیں جس سے تشخفی ظلمات دور ہو کر حقیقت اشیاء کا انکشاف ہوتا ہے اس وقت انسان انسان کامل ہو سکتا ہے۔ اس وقت "الا کل شئ ما خلا اللہ باطل" اور

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست

ہی پیش نظر ہوتا ہے۔ اگر بفرض محال یہ پاک خیال مٹایا بھی جائے تو مٹ نہیں سکتا۔ کسی حال میں ہو یوں ہی کہتا رہے گا ۔

بجہ مشغول کنم دیدہ و دل راکہ مدام
دل ترا می طلبد چشم ترا می خواہد

سجدۂ تعظیمی

آپ کے جناب شاہ صاحب دام مجدہٗ نے جو سجدۂ تعظیمی کی فلاسفی آپ سے بیان کی ہے یہ آپ کے کمزور اور نازک ظرف کے انداز سے محض چھوٹے پیمانے پر ہے۔ آپ کے سمجھانے کے لیے کہہ دیا ہے۔ آئندہ چل کر انشاء اللہ تعالیٰ جب اس کام میں آپ لگ جائیں گے تو پھر شاہ صاحب کی زبان سے کچھ اور سن کر خود بھی نورانی تصدیق کے ساتھ یوں بول اٹھیں گے ۔

کافراں سجدہ کہ در پیش بتاں می کردند
ہمہ سوز دسئے تو بود و ہمہ رو سوئے تو بود

ریاضت و محنت اور درویشوں کی پاک صحبت میں کوئی نئی چیز حاصل نہیں ہوتی ہے بلکہ اپنے آپ میں جو "خود" موجود ہے اسی کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ "ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ" اور "وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ - آج جس کو سرِ خفی سمجھتا ہے کل اس کے اوپر بالکل مشاہدہ اور عیاں ہو جاتا ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے "مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ"

ہم محبوب ہیں مگر وائے کم بختی کہ ہمیں اپنی محبوبیت کا ادراک نہیں۔ ہم خود مقصود ہیں مگر وائے بدبختی کہ اب تک اس سے کوسوں دور ہیں اور اس کی ہوا بھی نہیں آنے دیتے۔ اسے عزیز! حقیقت یہ ہے کہ ؎

یہ جو صورت ہے تری صورت جاناں ہے یہی
یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی
اپنی ہستی کے سوا غیر کو سجدہ ہے حرام
عاشقوں کا تو یہی دین ہے ایماں ہے یہی
کعبہ و دیر سے کچھ کام نہیں تیرے سوا
مذہب پیر مغاں مشرب رنداں ہے یہی
بستر ٹاٹ کا دو پارچے کمبل کی کلاہ
تاج خسرو ہے یہی تخت سلیماں ہے یہی

سماع ابجد خوانی ہے

سماع و قوالی کی کیفیت جو آپ نے لکھی ہے الحمدللہ کہ اس مکتب میں آپ بٹھائے گئے۔ مگر یاد رکھو کہ ابھی یہ ابجد خوانی ہے، آگے چل کر یہ سب اچھل کود اور رقص و خروش سب کے سب فَفِرُّوْا ہو جائیں گے اور ربانی صفات سے تخلی ہو کر ربانی صوت و صدا سنو گے۔ جدھر سے آواز آئے وہی ایک آواز ہو گی۔ قوال تم کو غزل سنائے گا اور تم بقول مولوی رومی اپنے دل میں یوں کھو گے اور اسی دھیان میں ہو گے ؎

پیش من آوازت آواز خدا است
عاشق از معشوق حاشا کے جدا است
پس غذائے عاشقاں باشد سماع
کہ درو باشد خیال اجتماع
قوتے گیرد خیالات ضمیر
بلکہ صورت گردد از بانگ صفیر

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس
لیک گفتم ناس من نسناس نے ناس غیر جان جان اسناس نے

ہاں اے عزیز! ایک بات اور یاد آئی آپ سے اور جناب شاہ صاحب سے حضرت امام خراسان امام ثامن ضامن حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام کا تذکرہ آیا اور آپ نے معقول جواب پایا، مگر میں اس کی تھوڑی تفصیل کر دوں۔ یہ ہمارے تمام پیران طریقت چاہے قادریہ ہوں یا چشتیہ یا نقشبندیہ ہوں یا سہروردیہ ہوں، سب کے سب روحانی فرمانروا ہیں اور ارواح کا تعلق چونکہ عالم اجسام سے بھی ہے اس لیے روحی تصرف جسمانی قالب میں بھی ظاہر ہوتا ہے، کسی کو درک ہوا اور کسی کو نہ ہوا، جن کو اس کا ادراک ہے وہ یوں بول اٹھتے ہیں کہ ؎

ایں زمین پست واں چرخ بلند
برقرار از ہمت پیران ماست

اور جو اندھے ہیں اور روحی تصرفات سے بالکل کورے وہ ان حضرات کو خوف اور رجا و سمجھتے ہیں اور بمقتضائے "انا عند ظن عبدی بی" (میں اپنے بندے کے گمان سے قریب ہی ہوں) وہ روحانی برکات سے بالکل محروم رہتے ہیں اور یہ اندھاپن ان کا آخرت میں بھی ان کو اندھا ہی اٹھائے گا:

مَنۡ کَانَ فِیۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰی فَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰی وَاَضَلُّ سَبِیۡلًا ؕ

جو یہاں پر اندھا ہوگا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا بلکہ اور زیادہ گمراہ ہوگا

خدا اندھا نہ بنائے، دل دے تو درد دے اور بصارت دے تو بصیرت بھی دے ؎

خدا سر دے تو سودا دے تری زلف پریشاں کا
جو آنکھیں دے تو نظارہ ہو ایسے سنبلستاں کا

ہر عارف کسی اسم الٰہی میں فنا ہوتا ہے

عرفانی دنیا میں یہ مسئلہ محقق ہے کہ یہ تمام عالم اسماء و صفات کی تجلی ہے، عارف بالخصوص صاحب خدمت عارف اپنے تشخصات کو مٹا کر ایک ایک اسم میں فنا ہوتا ہے

اور اس عارف پر جو حقیقت میں آپ خود مستقل کوئی چیز نہیں ہے اس اسم کی تجلی ہوتی ہے اور اس کا منشا و مآل سب نمایاں ہونے لگتا ہے، مثلاً حضرت سید الشہدا سر دفتر اولیا امام ہمام حسین بن علی علیہما السلام اسم "یا رزاق" میں فنا ہو گئے۔ سر کٹا۔ جسم پامال کیا گیا بیوی بچے شہر بہ شہر مارے مارے پھرے۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج لاکھوں آدمیوں کو ان کے ذریعے سے روٹی ملتی ہے۔ غلط طریقے سے ہو یا صحیح طریقے سے، کوئی ان کے نام سے باجہ بجا کر، کوئی سوز خوانی کر کے، کوئی تعزیہ بنا کر، کوئی وعظ کہہ کر وغیرہ وغیرہ مختلف ذریعوں سے روٹی کھاتا ہے ع

گبر و ترسا وظیفہ خور داری

ہر چند اندھے مولوی بجائے اس کے کہ اس کی اصلاح کرتے اور جلال کو جمال سے علٰحدہ کرتے اصل نشان ہی کو نیست و نابود کرنے کے پیچھے پڑ گئے۔ خوب یاد رکھو کہ کبھی نیست نہ ہو گا اس لیے کہ "یا رزاق" کی تجلی ہے اور رحمت کا مقتضا ہے وہ کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتا وکان امرًا مقضیًا (اور یہ طے شدہ بات ہے) اسی طرح حضرت غوث الثقلین جو انسان کامل تھے اسم یا محی یا ممیت (اسے زندہ کرنے والے اسے موت دینے والے) میں فنا ہو گئے، پھر کیا تھا مردے زندہ ہوئے اور سیکڑوں مردہ دل اٹھ کھڑے ہوئے اور حیات ابدی انھوں نے پائی۔ عوام اس کو شیخ عبد القادر کا فعل سمجھتے ہیں، مگر حقیقت میں عبد القادر اس مقام میں عبد القادر کہاں ہے؟ وہ قادر مطلق ہے اور اسی قادر مطلق کا فعل ہے۔ اب سمجھو کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ذات پاک سے ہر سلسلے کے صوفیوں کو ایک تعلق خاص ہے، جنید و شبلی ہمیشہ ان کے آستانے پر سر بسجود ہیں اور ان کی غلامی پر عرفانی دنیا کے بادشاہوں کو بھی ناز ہے۔ میرے قبلہ و کعبہ پیر و مرشد حضرت نصر قدس سرہ العزیز بھی فرماتے ہیں سہ

اے نصر سلیمانم! اے نصر سلیمانم
چوں بندۂ درگاہ سلطان خراسانم

حضرت امام کے تصرفات کا معاذ اللہ کوئی منکر نہیں ہو سکتا ہے مگر کبھی ان تصرفات کے

اسرار منکشف ہو جاتے ہیں اور کبھی ایک مدت تک چھپے رہتے ہیں۔ فھم من فھم و ذاق من ذاق ۔ (جو سمجھتا ہے وہ سمجھتا ہے اور جو اس کا مزہ چکھتا ہے وہ چکھتا ہے)۔ اس زمانے میں شقی روس کے ناپاک ہاتھوں سے روضۂ مطہر اور مسجد اقدس کی جو گستاخی و بے ادبی ہوئی ہے اس کا وبال و مآل کار کیا ہوگا اور امام علی رضا کے تصرفات کیا ظاہر ہوں گے ؟

روس کے متعلق ایک پیش گوئی

کچھ تو آپ پر جناب شاہ صاحب نے کھول دیا ہے باقی میں صاف صاف کہتا ہوں کہ واللہ ثم باللہ آج نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں ہمارے امام مقتدائے انام کا یہ تصرف ضرور ظاہر ہوگا کہ کفرۂ روس تثلیث کی تاریکی سے نکل کر پاک توحید کے اجالے میں آجائیں گے۔ ہمارا مولی جب اس ذات سے ظاہر ہوا ہے جس کی شان ہے يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (وہ ان کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے) تو ضرور ہے کہ یہ نورانیت ظاہر ہو اور ضرور ظاہر ہو اور اس کی نظیر بھی موجود ہے ـــــــ سنہ میں چنگیز خاں نے مشہد مقدس کو لوٹا اور روضۂ اقدس کو توڑا۔ نتیجہ کیا ہوا ؟ کہ اس کی تیسری پشت میں جوجی خاں مع تمام اپنے خاندان و سلطنت کے مشرف بہ اسلام ہوگیا اور سلطان خدا بندہ اس کا نام ہوا اور تمام چنگیز خانی خاندان خلعت اسلام سے مشرف ہو کر ایک مدت تک مسلمانوں پر فرمانروائی کرتا رہا، تمام کتب تاریخ میں یہ قصہ مصرح موجود ہے۔ بس یہی میرے کشف کا ثبوت ہے اور میرے دعوے کی دلیل ہے کہ روسی مثلث ایک دن نقطۂ وحدت ہو جائے گا۔

میرے عزیز ! اب اصل مطلب کی بات سنو ! مولانائے رومی فرماتے ہیں ۔

قال اطعمنی فانی جائع

واعتجل فالوقت سیف قاطع

اس نے کہا کہ مجھے کھانا کھلائیں بھوکا ہوں اور جلدی کر کیونکہ وقت تو کاٹنے والی تلوار ہے۔

وقت کو غنیمت سمجھو اور جلد جا کر شاہ صاحب ممدوح کا دست مبارک تھام لو۔

یعنی بیعت کرلو" یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ" کا راز تم پر منکشف ہو جائے گا۔ اسرار خفیہ کبھی بلا داخل سلسلہ ہوئے بھی منکشف ہو جاتے ہیں مگر چونکہ امر الٰہی "وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ" کے وہ خلاف ہے اس لیے وہ اسرار الحاد و زندقہ کی طرف یا یوں سمجھو کہ نیچریت کی طرف کھنچ جاتے ہیں۔

صحبت اہل صفا

اور یہ بھی یاد رکھو کہ بیعت سے زیادہ مفید اس کام کے لیے صحبت ہے، امر الٰہی ہے کہ "کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ" صدق و صفا ظاہری ہو یا باطنی بغیر پاک صحبت کے حاصل نہیں ہو سکتا، اور جب اس پاک صحبت کے ذریعے سے مجاہدہ و ریاضت کروگے تو ضرور ہے کہ تم کو یہ راستہ مل جائے اور منزل مقصود کو پہنچ جاؤ اس لیے کہ وعدۂ الٰہی ہے "وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا" مگر اتنا ضرور خیال شریف میں رہے کہ "یک در گیر و محکم گیر" خدائی فیض، محمدی فیض، قادری فیض، چشتی فیض جو کچھ ملے گا وہیں سے ملے گا ؎

چونکہ کردی ذات مرشد را قبول

ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

اصلی صوفی خادم خلق ہوتا ہے

اے میرے مخلص! میرے اکثر احباب جن میں آپ کے والد ماجد بھی ہیں تصوف سے اس لیے گھبراتے ہیں کہ مشائخین کے صحبت یافتہ اور حلقۂ ارادت کے لوگ قوم اور ملک سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں، مگر میں عرض کروں گا کہ جو لوگ ایسے ہیں وہ اصل صوفی نہیں ہیں، اس لیے کہ اصلی صوفی وہ ہے جو نائب مناب، حضرت رحمۃ للعالمین کا ہو، جب وہ اس جناب کا نائب ہے تو جس طرح حضورؐ کا باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ابدالآباد تک کھلا ہوا ہے اس نائب حقیقی کا بھی کھلا رہے گا، اسی لیے شیخ سعدی شیرازی جو سہروردیہ طریقے کا ایک بہت بڑا شیخ کامل ہے فرماتا ہے ؎

طریقت بجز از خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

یہ حضرات میرے اگلے بزرگوں کے احوال پڑھیں تو ان کی غلط فہمی دور ہو جائے، سب بزرگان خادم قوم رہے ہیں۔ جناب نصیر الزمان خاں صاحب بھی انھیں صوفیوں میں ہیں، بس آپ بے تکلف جائیے اور دیر نہ کیجیے، اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھ کو منزل مقصود پہ پہنچائے۔ والسلام

---

(۲)

میرے عزیز مخلص! السلام علیکم، اما بعد

چشمت چو بہ غمزہ آشنا شد — آفت شد و فتنہ شد بلا شد
کردی تو ہر آنچہ خوب کردی — بر اہل وفا مگر جفا شد

میرا خط درج اخبار ہونا مفید نہیں بلکہ عام لوگوں میں خیالات فاسدہ پیدا کرے گا۔ معہذا الخیر فی ما وقع (جو کچھ خود واقع ہو جائے اس میں خیر ہی ہوتی ہے) ہاں اتنا ضرور یاد رکھو کہ حقائق و معارف توحید ہمیشہ سے سر رشتہ راز ہی رہے ہیں اور ہر شخص اس قفل کا فاتح نہیں ہوا، اِلَّا مَنْ اَمَرَهُ اللّٰهُ (بجز اس کے جس کو اللہ نے حکم دیا ہو)

نااہل سے اسرار توحید بیان کرنا مضر ہے

نہ اس وجہ سے کہ یہ مسائل کمزور ہیں حاشا و کلا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ان مسائل کے سمجھنے کے لیے عقول دراکہ اور فہم مستقیم اور تصفیۂ قلب اور ملکۂ اخلاق حمیدہ کی ضرورت ہے جس سے ہر شخص متصف نہیں ہوتا اور اپنی کم فہمی کے سبب سے فقط لا و نعم ہی نہیں کہتا بلکہ حجت و تکرار کے ساتھ "اَلَدُّ الْخِصَامِ" (بدترین جھگڑالو) بنے گا یا لغزش کی وجہ سے قعر ضلالت و الحاد و زندقہ میں جا پڑے گا۔

دل ہیں پوشیدہ تپ عشق بتاں رکھتے ہیں
آگ ہم سنگ کے مانند نہاں رکھتے ہیں

طائر روح کو کر دیتے ہیں دم میں بسمل
تیر رکھتے ہیں پری رو نہ کماں رکھتے ہیں

حضرت شارع صلوٰۃ اللہ علیہ نے بھی ایسی باتوں کو عام نہیں کیا بلکہ حکم خداوندی سنا دیا

لَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ۔

اس کی تاویل یا اللہ جانتا ہے یا وہ لوگ جن کو راسخ علم ہو۔

اور صحیح بخاری میں حضرت علی سے منقول ہے:

حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ؟

لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق باتیں کیا کرو، کیا تم پسند کرتے ہو کہ خدا اور رسول کی تکذیب کی جائے؟

یعنی بہ سبب نافہمی لوگ خدا اور رسول کے منکر ہو جائیں گے۔

اور سنن ابن ماجہ میں روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

عند غیر اھلہ کمقلد الخنازیر اللؤلؤ۔

جن کو صلاحیت عرفانی نہ ہو ان کو یہ تعلیم دینا ہے جیسے خنزیر کے گلے میں جواہرات کے ہار!

نااہل صوفیوں کا حال

اے عزیز! تم اکثر جاہل متصوفوں کو دیکھتے ہو گے کہ وہ شریعت سے بالکل آزاد اور کتاب وسنت سے بے پرواہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان میں اس عرفانی علم کی صلاحیت نہ تھی، وہ زمین شور تھے، انھیں یہ علم بے کار بتایا گیا۔ حضرت سعدی نے خوب فرمایا ہے ؎

زمین شور سنبل بر نیارد
درو تخم عمل ضائع مگرداں

انھیں کم فہم لوگوں نے ہماری مقدس توحید کو "چمر توحید" بنا دیا، معاذ اللہ اور انھیں کم فہم لوگوں نے خدا کی وسیع رحمت اور ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلعم کی

عمیم شفقت کو محض اپنے حجرہ و خانقاہ و مریداں و اتباع میں محصور کر دیا، نہ ان کو ملک و ملت کی پروا نہ قوم کا درد۔ یہ حقیقی تصوف اور سچا عرفان نہیں ہے اصلی تصوف اور سچا عرفان وہ ہے کہ ؎

قوم کا سچا درد رکھنے والے ہی صوفی ہیں

چو عضوے بدرد آورد روزگار دگر عضوہا را نماند قرار

انھیں شیخ سعدی کو دیکھو آخر میں یہ شیراز میں گوشہ نشین تھے مگر جب بغداد لٹا، خلافت منقرض ہوئی تو آسمان سر پر اٹھا لیا ؎

آسماں را حق بود گر خوں بگرید بر زمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنیں

اے محمدؐ گر قیامت سر بروں آری ز خاک
سر بر آور ایں قیامت درمیان خلق بیں

سلطان محمد خوارزم نے جب بغداد پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے بغداد سے خوارزم کا سفر کیا اور مسلمانوں کی خوں ریزی سے باز رکھنے کا کوئی درجہ اٹھا نہ رکھا۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی اور حضرت باوا فرید گنج شکر نے قباچہ کی بغاوت اور بے اعتدالیوں کے حرکات سے سلطانِ وقت شمس الدین التمش کو باخبر کیا، اور قباچہ نے کیا کچھ اس پر سختی نہ کی مگر انھوں نے کچھ پروا نہ کی اور صاف کہہ دیا کہ قوم کی بربادی ہم نہیں دیکھ سکتے، ہم ضرور اپنا فرض منصبی ادا کرتے رہیں گے۔

متاخرین مشائخ کے مکتوبات وغیرہ تم پڑھو تو دیکھو گے کہ وہ حضرات مظلوموں کی دادرسی اور مساکین وغربا کی کس قدر دستگیری کرتے تھے۔ اپنے معتقدین امیروں کے یہاں اداروں کی برابر سعی و سفارش کا دروازہ ان کے یہاں کھلا رہتا تھا۔ علم کی اشاعت میں اسلام کی وسعت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے، خلفا تیار کر کے دور دراز ملکوں میں بھیجتے تھے، خود تکالیف برداشت کرتے مگر خلقِ خدا کو آرام پہنچاتے تھے۔ امام غزالیؒ کو دیکھو یہ نظامیہ بغداد کے اعلیٰ مدرس تھے۔ حضرت شیخ ابو نجیب عبد القاہر سہروردی نظامیہ یونیورسٹی کے پرنسپل تھے اور پھر اپنی عرفانی

خانقاہ کی شمع انجمن تھے۔ یہ لوگ تھے سچے درویش۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اسی طریق پر چلائے اور اٹھائے۔ ان حضرات کے مواجید و اذواق اور توجہات اور پرُ تاثیر نگاہوں کو مسمریزم کہنا "اِنَّ ذٰلِکَ لَظُلمٌ عَظِیم" (بخدا بڑا ظلم ہے)۔

مسمریزم اور توجہ کا فرق

ہاں میں کیفیات کا منکر نہیں، مسمریزم میں بھی ضرور ایک ہلکا سا اثر ہے، مگر اس کو درویشانہ تاثیر سے کیا واسطہ۔ دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے، مجھے اس مقام پر عربی کا ایک قطعہ یاد آیا

وللزنبور والبازی جمیعاً ۔۔۔ لدی الطیران اجنحۃ وخفق

ولکن بین ما یصطادہ الباز ۔۔۔ وما یصطادہ الزنبور فرق

زنبور اور باز دونوں اپنے بازو سے پرواز کرتے ہیں اور دونوں ہی کو چڑھاؤ اوراتار آتا ہے، لیکن باز کا شکار کچھ اور ہی ہوتا ہے اور زنبور کا اور۔

مسمریزم کی انتہا

مسمریزم کی انتہا یہ ہے کہ عامل کی روحانی حدت سے معمول کے قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں اور اسے بے خبری ہو جاتی ہے، گویا اس کو کلوروفارم سنگھا دیا گیا ہے۔ معمول کی قلبی رفتار کم ہو جاتی ہے۔ بجز اس کے کہ ایسی حالت میں اس کا کوئی ہلکا آپریشن کر دیا جائے اور کچھ بھی فائدہ نہیں ہے، اسی لیے جب وہ ہوش میں لایا جاتا ہے تو بہت دیر تک سست اور وحشت زدہ رہتا ہے، بخلاف ہمارے مواجید کی تاثیرات کے کہ وہ قلب کی رفتار کو تیز کر دیتی ہیں اور وہ مسمریزم کی طرح "سڈیٹو" نہیں بلکہ "اسٹومیولنٹ" ہیں اور حرکتِ قلبی کے ساتھ ایک لذت ہے اور طرفہ یہ ہے کہ مسمریزم کی طرح معمول کے دماغی قویٰ محض بے کار اور سادہ نہیں رہتے بلکہ ان میں ایک پاک خیال کا تاثر ہوتا ہے، پھر شیخ جو کچھ چاہتا ہے وہ القا کرتا ہے۔ کسی کو "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ"، کسی کو اللہ جسے ہشیاری کے بعد وہ اپنے پُر لذت دل میں منقوش پاتا

ہے اور پھر انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے ؎

دل درخم زلف او سودائے دگر دارد — با سلسلہ دیوانہ غوغائے دگر دارد
افلاک نگہبان عشق تو نمی باشد — ایں بادۂ زور آور مینائے دگر دارد
در مجلس ما یک کس ہشیار نمی گردد — در جام نگر ساقی صہبائے دگر دارد
صحرائے طلب دارد در ہر قدمے طورے — ہر سنگ دریں وادی موسائے دگر دارد
گر عشق نہاں بازد باخود بنود عجبے — در پردۂ دل مجنوں لیلائے دگر دارد

مسمریزم والے اپنے معمول سے بعض خبریں دریافت کرتے ہیں کہ کلکتے کے فورٹ ولیم میں کیا ہو رہا ہے، امریکہ اور انگلستان میں فلاں کس شغل میں ہے۔ معمول کے جواب فی صدی ۷۵ سے زیادہ صحیح نہیں نکلتے ہیں۔

توجہ کی انتہا

بخلاف اس کے ہمارے یہاں معمول سے پوچھنا گچھنا کچھ نہیں بلکہ اس کی سیر عالم ناسوت سے عالم ارواح اور پھر وہاں سے بھی تجاوز کر جاتی ہے، عالم ملکوت کی چیزوں کا اسے مشاہدہ ہوتا ہے، پھر رفتہ رفتہ عالم لاہوت سے باخبر ہوتا ہے، جہاں نہ علم ہے نہ جہل۔ نہ خبر نہ بے خبری، نہ ہاں ہے نہ نہیں، نہ یہ ہے نہ وہ، نہ ہم ہیں نہ تم۔ پھر جو ہے وہی ہے ؎

تجلی ہوئی سر اسرار کی — نہ اپنی خبر ہے نہ ہے یار کی

بس اب اس سے زیادہ نہ کہوں گا، اگر میں کہوں تو زبان نہ کہہ سکے گی، اور سنوں تو کان نہ سن سکیں گے، اگر دیکھوں تو آنکھیں نہ دیکھ سکیں گی۔

اے عزیز! میں نے مسمریزم کے بہت سے تماشے دیکھے ہیں۔ جب کسی معمول سے پوچھا کیا فائدہ ہوا تو اس نے کہا دانت میں درد تھا، میں بے ہوش ہوا دانت نکل گیا۔ مجھے کچھ خبر نہ ہوئی۔ میں نے کہا کیا کلوروفارم نہ تھا۔ اس بے ہوشی نیم جانی سے کچھ لذت بھی حاصل ہوئی؟ جواب ٹائیں ٹائیں فش۔ بخلاف ہماری پاک نگاہوں کے کہ ہمارا معمول اگرچہ تھوڑی دیر بے قرارانہ ہاتھ پیر مارتا ہے مگر پھر اس کے قالب پر وہ نزول سکینہ

ہوتا ہے کہ اپنے شیخ عامل کی شان میں بقول مولانا یوں کہتا ہے ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

اب میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں اور مسمریزم کی تاثیر کو تسلیم کر کے مولانائے روم کے یہ اشعار پڑھتا ہوں، فارسی لٹریچر سے اگر آپ کو مناسبت ہے تو ان سے بہت لطف اٹھائیے گا ؎

بہ زبان رومی

از قیاسش خندہ آمد خلق را — کو چو خود پنداشت صاحب دلق را
کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر
ایں ندانستند ایشاں از عمے — ہست فرقے درمیاں بے منتہا
ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب — زاں یکے سرگیں شد و زیں مشک ناب
ہر دو نے خوردند از یک آبخور — آں یکے خالی و آں پُر از شکر

ہر دو گوں زنبور خوردند از محل
لیک شد زاں نیش و زاں دیگر عسل

مولوی حکیم سید عبدالحی صاحب
ناظم ندوۃ العلماء

سادات بریلی کا یہ خانوادۂ علم و تصوف بے حد مشہور رہا ہے جس میں حضرت سید احمد شہید بریلوی پیدا ہوئے۔ مولانا حکیم سید عبدالحیؒ اسی گھرانے کے فرد تھے۔ خود بھی بہت بڑے عالم، صوفی اور اہل قلم تھے۔ بڑی بڑی کتابوں میں علمائے ہند کی سوانح عمریاں اور اسلامی علوم و فنون کی تاریخ آٹھ دس جلدوں میں مرتب کی۔ تذکرۂ شعرائے اردو "گل رعنا" کے نام سے لکھا۔ علمی تاریخ گجرات لکھی۔ ان کی نوجوانی کا زمانہ تھا جب ندوۃ العلماء کی مشہور تحریک اٹھی۔ اس تحریک کا خلاصہ ان ہی کی زبان میں یہ ہے "چند اہل دل علماء کو اس بات کا خیال پیدا ہوا کہ ہم اپنی پراگندہ قوت کو مجتمع کریں، پہلے اپنی اصلاح کریں پھر اس کے بعد مسلمانوں کو سنبھالنے کی کوشش کریں۔ اسی جگہ سے ندوۃ العلما کے قائم کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔ اور ۱۳۱۱ میں بمقام کانپور اس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا" (رپورٹ جلسۂ دہم مدراس صفحہ ۱۵۔ از مولانا سید عبدالحی مددگار ناظم ندوہ)

مجلس ندوۃ العلماء ۱۳۱۰ (۱۸۹۲) میں قائم ہوئی تھی۔ مولانا محمد علی مونگیری اور مولانا شاہ سلیمان پھلواروی جیسے اہل دل علماء اس کے بانی تھے جنھوں نے اپنے ہم مشربوں کو سمیٹ کر اس کا آغاز مدرسۂ فیض عام کانپور میں کیا تھا۔

حضرت قبلہ کے ساتھ حکیم صاحب کے گھرانے کے روابط تھے۔ حکیم صاحب پہلے تو ندوۃ العلماء کے مددگار ناظم ہوئے اور پھر بعد کو ناظم ہوئے۔

حکیم صاحب کے گھر سے ربط و ارتباط کا پتہ اس خط سے بھی ملتا ہے کہ اس میں صاحبزادے حسن میاں مرحوم کے انتقال کی خبر اسی روز ان کو دی ہے جس روز انتقال ہوا تھا۔

(۱)

حسن میاں کے آخری حالات

محبی و مشفقی زید کرمکم! بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ آج آپ کے لائق عزیز حسن میاں نے انتقال کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مجھے فقط نوجوان فرزند کے گم ہونے کا صدمہ نہیں ہے بلکہ روح فرسا صدمہ تو یہ ہے کہ علمی یادگار میرے خاندان سے کھو گئی اور میں آج علمی دنیا سے گم ہوتا ہوں، مگر ان سب صدمات کے ساتھ میں اپنے مولا کا شکر کرتا ہوں کہ مرحوم کو باوجود شدت مرض ایک آن بھی غفلت نہ ہوئی اور نہایت مردانہ وار عین ادائے نماز مغرب میں سورۂ فاتحہ پڑھ کے آمین کہی اور روح پرواز کر گئی۔ اس سے قبل وہ بار بار کہتے السلام علیکم۔ شاید ملائکہ یا ارواح طیبہ کو دیکھتے تھے پھر اس وقت یہ بھی کہا "کشتیٔ نجات یہ ہے" پھر کہا کہ نظام المشائخؒ لاؤ اور دکھلاؤ پھر کہا کہ یہ امام حسن اور امام حسین (علیہما السلام) ہیں۔ واہ کیا شان اہلبیت ہے۔ یہ باتیں اس لیے کہیں کہ وہ زبدۃ المقامات سے یہ واقعہ اکثر ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت شیخ عبدالاحدؒ والد ماجد حضرت مجددؒ فرمایا کرتے تھے کہ اہل بیت علیہم السلام کی محبت حسن خاتمہ کے لیے معین ہوتی ہے اور حضرت نے نزع کے وقت یہ قول ان کا ان کو یاد دلایا۔ انھوں نے فرمایا کہ حال میں اس کا اثر پاتا ہوں۔ مرحوم حسن میاں نے اپنے زمانۂ توسط بیماری میں یہ دیکھا کہ قوال یہ شعر پڑھتا ہے اور مجھ کو میرے پیر نے توجہ دی اور مجھے بے حد وجد ہے ؎

ہر دم ز تو بر سینہ صد داغ جفا خواہم
با درد تو خو دارم ہیہات کہ دوا خواہم

یہ شعر حضرت جامی کا ہے، مرحوم اس واقعے کے بعد سے کبھی اپنی صحت کی امید

نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "میں بہت دنوں سے تیار ہوں"۔ حضرت مولانا کے ملفوظات مؤلفہ نورمیاں صاحب چھپ کر آ گئے تو انھیں مکرر سہ کرر پڑھا کرتے اور بہت لذت اٹھاتے، پھر مجھ سے کہا کہ مجھے حضرت مولانا کے طریقے کی اجازت دیجیے۔ میں نے ان کو اجازت دی، پھر انھوں نے یہ کہا کہ خواب میں حضرت مولانا کے تمام پیران سلاسل کے نام اپنے بدن پر منقوش پاتا ہوں اور حضرت مخدوم جہانیاں کا سلسلہ اپنے سینے پر منقش پاتا ہوں۔ ایک پسلی پر میری حضرت سید اجمل بہرائچیؒ کا نام ہے۔ الغرض اس چھ مہینے میں ایسے واقعات بہت ظہور میں آئے لیکے آپ کو مرحوم سے بے حد محبت تھی امید ہے کہ اس غریب کے واسطے دعا فرمائیں گے اور اس فقیر بے نوا کے لیے اللہ سے صبر چاہیے۔ مرحوم نے عمر چوبیس برس دو مہینے پائی عہ سیرت نبوی کے لکھنے کے لیے انھوں نے کافی ذخیرہ کتابوں اور روایات کا جمع کیا تھا، افسوس ہے کہ اب وہ سب بے کار ہو گیا۔ مرحوم نے اپنی بیش بہا تصنیفات اور ایک سات مہینے کا بچہ چھوڑا ہے۔ والسلام

عہ حضرت قبلہ نے مختصر سیرۃ الخلفاء اور سیرۃ النبی اردو زبان میں ۱۸۹۶ء میں لکھی تھی: جس کی تاریخ تھی "تاریخ عجیباً" مگر یہ چھپ نہ سکی بعد میں اسی ذخیرہ کو اور وسیع پیمانے پہ بڑھا کر حسن میاں جامع سیرۃ النبی لکھنا چاہتے تھے مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی۔

نواب وقارالملک

نواب مشتاق حسین نام تھا۔ مگر مشہور وقارالملک کے نام سے ہوئے۔ علی گڑھ تحریک کے دو ستون تھے۔ ایک، تو محسن الملک نواب مہدی علی خاں۔ دوسری طرف وقارالملک نواب مشتاق حسین۔ امروہہ کے رہنے والے تھے، اور حضرت قبلہؒ سے روابط عقیدت مندانہ رکھتے تھے۔ علی گڑھ کالج کی ترقی کی خاطر حضرت قبلہؒ نے نواب محسن الملک کے ساتھ سارے ہندوستان کا دورہ کیا۔ نیز مسلم یونیورسٹی کے استحکام اور اس کو یونیورسٹی بنانے کے لیے ہز ہائی نس آغا خاں اور راجہ محمود آباد کے ساتھ سرگرم رہے تھے اور ایم۔ اے۔ او کالج کے ٹرسٹی بھی تھے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ نواب وقارالملک سے ان کے روابط اور کتنے قریبی رہے ہوں گے۔ بقول مولانا عبدالماجد دریا بادی "کانفرنس کی کامیابی اور مقبولیت کا ایک بڑا ذریعہ اس وقت حضرت قبلہ کے وعظ ہی ہوا کرتے تھے۔ یہی حال ندوے کا تھا۔"

نواب وقارالملک کے نام یہ خط غالباً ان کے تعزیتی خط کا جواب ہے مگر اس میں بھی قومی وملی زندگی اور اس کی جدوجہد کی روح نمایاں ہے۔

(۱)

جواب تعزیت نامہ

عالی جناب نواب صاحب! بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ گرامی نامہ بہ رسم تعزیت

مرحوم حسن میاں پہنچا۔ آپ کی طرف سے اس اظہار ہمدردی کا ممنون و متشکر ہوں۔ میں بحمد اللہ صابر ہوں اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ" (اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) سے حصہ لینا چاہتا ہوں۔ بمقتضائے بشریت اس صدمے کا اثر گو میرے قوائے جسمانی پر پڑے مگر انشاء اللہ تعالیٰ میرے وہ جذبات جو ملک و ملت کے ساتھ ہیں ذرا بھی کم نہ ہوں گے اور میری خدمت گذاری بدستور قائم رہے گی ؎

طریقت بہ از خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

میرے مکرم! میرا لائق نوجوان فرزند نوجوانان اہلبیت علی اکبر و قاسم فرزندان سید شباب اھل الجنۃ الحسن والحسین سے بڑھ کر تو نہیں ہو سکتا۔ پھر جب وہاں صبر سے کام لیا گیا تو ہم کیوں نہ ان کا اتباع کریں گے۔ جناب نواب صاحب! حضرت صدیق اکبر کا وہ خطبہ جس میں یہ آیت شریفہ انھوں نے تلاوت کی تھی ہر دم میرے پیش نظر ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۔

محمدؐ صرف ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گذر گئے، تو کیا اگر ان کی وفات ہو جائے یا وہ شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟

پس آپ دعا فرمائیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ایسے روح فرسا مواقع پر آپ کو ثابت قدم رکھا ہے مجھے بھی ثابت قدم رکھے اور جس طرح حریت اور کمال دیانت سے آپ نے کام لیا ہے اس فقیر بے نوا سے بھی اسی طرح تمام کام انجام پائیں۔ والسلام

چوہدری اظہر حسین

گردھی ضلع بارہ بنکی (یو۔ پی) کے باشندے ہیں۔ ان کے حقیقی بڑے بھائی چودھری حیدر حسین لکھنؤ کے مشہور و معروف بیرسٹر ہیں۔ ان کے دوسرے بھائی چودھری ظفر حسین بھی بیرسٹر ہیں۔ چودھری اظہر حسین نے بھی انگریزی تعلیم پائی ہے۔ کم سنی سے مذہبیات کی طرف رجحان زیادہ تھا۔ اپنی طالب العلمی کے زمانہ ہی میں حضرت سے بیعت ہوئے اور تزہد کی زندگی گزارنے لگے۔ ۱۳۷۶ھ میں طویل علالت کے بعد لکھنؤ ہسپتال میں انتقال کیا۔ رحمۃ اللہ۔

(۱)

نور چشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ آج تمہارا خط ملا۔ بے حد خوشی ہوئی۔

رضاکار تنظیم

میں نے خاص والنٹیر کور اپنے نام سے منظور نہیں کیا بلکہ جو بہار اور اوڑیسہ کے لیے تیار کیا گیا اس میں شریک ہو گیا۔ تم اپنے صوبے کا اتباع کرو۔ مگر قواعد و ضوابط کا خوب خیال کر کے۔ اگر تم سے ممکن ہو تو حلفی معاہدہ کرو ورنہ خاموش بیٹھنا مناسب ہے۔ اس کام میں عوام نے بے جا شورشیں قائم کر دی ہیں اس کے لیے نہایت ہی

صبر و سکون و صبر و تحمل کی ضرورت ہے۔ احمد آباد کے بنائے ہوئے قواعد پر نظر کرو۔

حسین میاں و گلو و جعفر سب لکھنؤ میں ہیں۔ تم ان سے جاکر ملو۔ حسین میاں اپنا سفرنامۂ عراق و عتبات عالیات چھپوا رہے ہیں۔ بھوپال ہاؤس میں مقیم ہیں۔ ردولی شریف کے عرس میں اگر میں حاضر نہ ہو سکا تو حسین میاں اینڈ برادرس ضرور حاضر ہوں گے۔

میاں اکرام اشرف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو میرا سلام و دعا کہو۔ اے عزیز! ہم اہل اسلام کے لیے رضا کاری کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہمیں تو یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ" (اے مسلمانو! اللہ کے مددگار بن جاؤ) کہا گیا ہے۔ پس انصار اللہ ہونا ہی رضا کاری ہے ؎

جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملہا

یوسف علیہ السلام کے قول کو یاد کرو: رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ۔ (اے میرے رب! جدھر یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں اس سے تو قید ہی زیادہ پسند ہے) پھر ان کے ساتھ جو نوبت آئی وہ معلوم ہے۔ مگر اس کا آخری نتیجہ کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ (اس طرح ہم نے یوسف کو زمین میں تمکن عطا فرمایا) پس یہ تمکن ارضی اور حکومت در حقیقت آزادی ہے جس کے ہم آج طالب ہیں اور جب آزادی حاصل ہوگی تو خوب یاد رکھو کہ ہمارے مقدسہ مقامات و عتبات عالیات غیر مسلم اقتدار سے بالکل آزاد ہو جائیں گے عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِھِمْ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ (عنقریب اللہ تعالیٰ ان دونوں (یوسف اور بن یمین) کو میرے پاس لے آئے گا اور وہ علم والا حکمت والا ہے)۔

یعقوب علیہ السلام کی تمنا جس طرح بر آئی ہماری امید و آرزو کا بھی ظہور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پس ہم مسلمانوں کو ناامید نہ ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم پر ہمیشہ بھروسہ کرکے کام کیے جانا چاہیے۔

ہر رضا کار کو سورۂ یوسف پڑھنا چاہیے

ہر مسلمان رضا کار کو سورۂ یوسف بھی معنی و مطلب کے ساتھ روزانہ پڑھنا چاہیے۔ اس سے نہایت ہی انشراحِ صدر ہوتا ہے اور صبر و سکون کا سبق روزانہ ملتا رہے گا۔

۲۵- جنوری ۱۹۲۲ء

خان بہادر حاجی محمد موسیٰ سیٹھ مدراس

میمنوں کے کچھی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مدراس کے رؤسا اور بڑے تاجروں میں گنے جاتے تھے۔ انگریزوں کے زمانے میں لیجلیٹو کونسل مدراس کے ممبر منتخب ہوئے۔ خان بہادر کا خطاب پایا۔ جنوبی ہند مسلم چیمبر آف کامرس کے صدر رہے۔ پھر مدراس کے "شریف" منتخب ہوئے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے غالی مریدوں میں تھے اور حضرت جب مدراس جاتے تو انھیں کے مکان "خداداد منزل" میں ٹھہرتے ان کے والد ابراہیم ایوب سیٹھ اور ان کے کمسن فرزند اسمٰعیل سیٹھ سفر عراق میں حضرت قبلہؒ کے ساتھ تھے۔ اور ان کے داماد ابراہیم سیٹھ علیگ مرحوم بمبئی والے بھی حضرت قبلہؒ کے چہیتے مرید تھے۔

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط آپ کا ملا۔ آپ کو اجازت دیتا ہوں بسم اللہ "حزب البحر" روزانہ بغیر اعتصام و اختتام پڑھا کیجیے نصاب کا زمانہ تو یہی ہے۔ ۶ ماہ صفر سے ۸ تک اعتکاف کرنا ہوتا ہے۔ مگر آپ کو اس میں وقت ہوگی۔ اس لیے آپ یوں کیجیے کہ ۶ ماہ صفر سے پڑھنا شروع کیجیے اور روزانہ ایک بار پڑھیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسی میں برکت دینی و دنیاوی عطا فرمائے

گا۔ والسلام۔ یکم صفر ۱۳۳۷ھ۔

---

(۲)

استفتاء متعلق بیع وشراء شراب

(سوال) واضح ہو کہ مدراس میں جو انگریزی بیوپاری ہیں، جو ہندوستانی بیوپاریوں کو ولایت سے ولایتی مال وغیرہ منگوا کر دیتے رہتے ہیں، اور ان ہندوستانی بیوپاریوں کو مال وغیرہ قرض بھی دینا پڑتا ہے اور چونکہ یہ انگریزی بیوپاری اگر ہندوستانی قرضدار انھیں وقت پر قرض نہ ادا کرے تو کورٹ وغیرہ جانے کی تکلیف گوارا کرنا نہیں چاہتے اس لیے ہر ایک انگریزی بیوپاری کے پاس ایک ضامن مقرر ہوتا ہے، جیسے ہندوستانی قرضداروں کے قرضوں کے متعلق ضمانت دیتا ہے۔ اگر کوئی قرضدار وقت پر قرض ادا نہ کرے تو ضامن اپنی جانب سے وہ مبلغ انگریزی کمپنی کو ادا کرتا ہے اور ادھر ضامن قرضدار پر نمبری وغیرہ کر کے مبلغ بذریعہ کورٹ وصول کر لیتا ہے۔ انگریز کمپنی والے ضامن کو ضمانت دینے کے معاوضے میں فی صدی کوئی معاوضہ مقررہ رقم دیتے ہیں۔

فی الحال ایک انگریزی کمپنی میں ایک ایسی اسامی خالی ہے مگر اس انگریزی کمپنی میں ولایتی چیزوں کے علاوہ شراب کا معاملہ بھی شامل ہے۔ ضامن کو شراب وغیرہ فروخت کرنے یا شراب کے بیوپاری کے پاس جا کر آرڈر لینے کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس انگریزی کمپنی میں بہ نسبت شراب کے بیوپار کے دوسری چیزوں کے بیوپار کا غلبہ زیادہ ہے۔ ضامن کو فقط اگر شراب کا بیوپاری وقت پر مبلغ نہ پہنچائے تو اس مبلغ کا ذمہ دار ہونا ہوگا۔ پس ایسے بیوپار میں کوئی مسلمان ضامن ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اطلاع فرمائیے

الجواب - عزیزمن! وعلیکم السلام - یہ صورت معاملے کی ایسی ہے کہ فقہ کی کتابوں سے اس کی مثال مجھے کوئی نہیں ملتی۔ البتہ اصول شرعیہ سے کوئی معقول ناجائز وجہ نہیں ملتی۔ شراب کی بیع وشرا مسلمان کو گناہ ہے، مگر غیر مسلم جن کے مذہب میں شراب حرام نہیں، وہ آپس میں بیع وشرا کا معاملہ کرسکتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کو کوئی دخل نہیں۔ تو کسی مسلمان کا ضمانت کرنا بظاہر کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۲)

زلزلہ ۳۴ء

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون ودعائے خیر مدعا یہ ہے کہ کل دو بجے دن کے بعد نہایت شدید زلزلہ آیا۔ تمام مکانات لوگوں کے سخت مجروح ہو گئے ہماری شاہی مسجد کا سامان مسمار ہوگیا۔ ایک برج بھی گر گیا۔ کل نماز عید کے لیے اسی ٹوٹی مسجد کی صفائی کا انتظام کرا رہا ہوں۔ لوگوں میں سخت پریشانی ہے کل کے زلزلے کے بعد بارہ بجے شب کو پھر ایک جھٹکا ہوا، اور آج دس بجے دن کو ایک تیسرا جھٹکا ہوا۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ۲۳ جنوری تک ہر وقت زلزلوں کا مزید خطرہ باقی ہے۔ تمام خوف وہراس کا عالم طاری ہے۔ تار ٹوٹ گئے ہیں اس لیے بجز خط کے ٹیلی گرام کے ذریعے عزیزوں کو اطلاع بھی نہیں دی جا سکتی۔ رات کو ہم سب لوگ ایک کھلے چھپر کے نیچے حفاظت کے خیال سے بسر کر رہے ہیں۔ سردی کی وجہ سے انگیٹھیاں رفیق رہتی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم لوگوں کی جانیں محفوظ ہیں۔ مضافات سے موت کی اطلاعیں آتی رہتی ہیں زمینیں پھٹ گئی ہیں، جن سے چشمے ابل پڑے ہیں۔ ایک قیامت کا عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرمائے اور ہمارے گناہوں کو معاف

کرے۔ ابھی تک صحیح اطلاع کچھ نہیں معلوم کہ اس زلزلے کا طول وعرض کہاں تک ہے۔ بہر کیف ہمارے حالات سے تمام عزیزوں کو مطلع کر دو، اور اپنے حالات سے جلد اطلاع دو۔ والسلام۔ ۲۰۔ جنوری ۱۹۳۴ء

---

(۴)

درود وسلام

میرے عزیزو! حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "صلّوا علیّ فانّ صلوٰتکم تبلغنی" (مجھ پر صلوٰۃ بھیجو کیونکہ تمہاری صلوٰۃ مجھ تک پہنچتی ہے)۔

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کی طرف سے فرشتے روئے زمین پر مقرر ہیں کہ درود خواں کا درود میرے پاس پہنچایا کریں، اور فرمایا کہ میری قبر پر آکر تم جو درود بھیجتے ہو، وہ خود میں سنتا ہوں اور خود سن کر جواب دیتا ہوں۔ یہ سب حدیثیں درست و بجا ہیں۔ بے شک فرشتے ہمارے ہدیۂ درود کو پہنچاتے ہیں۔ اور علماء نے جو معانی ان احادیث کے بیان فرمائے ہیں، سب اپنے محل پر ٹھیک ہیں۔ مگر عاشقانِ جمالِ محمدی وشیفتگانِ جلوۂ احمدی کا ایک انداز ہی اور ہوجاتا ہے کہ کثرتِ درود وسلام وخیالِ جمالِ پُر انوار سے ہر دم ان کو لقائے معنوی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوتی رہتی ہے ایک لحظہ اس صورت سے ان کو جدائی نہیں ہوتی۔ پھر جب وہ درود میں مشغول ہوئے تو حضرت کے سامنے ہی پڑھا اور حضرت سے بلا واسطہ جواب سنا۔ ان کو فرشتوں کی ڈاک کی ضرورت ہے نہ خاص کر اس کے لیے روضۂ مطہرہ پر جانے کی حاجت! یہ سب فراق کے دکھڑے ہیں وصل کو اس سے کیا سروکار۔

الغرض ایسے عاشقین کو ہر دم حاضری رہتی ہے اسی لیے حضرت مرسی خلیفہ

ابوالحسن شاذلی نے فرمایا کہ تیس برس گذرے کہ اک چشم زدن کے لیے بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے جدا نہیں ہوا ہوں، اور خدانخواستہ اگر ایک لحظہ بھی حضرت سے جدائی ہو جائے تو میں اپنے کو مومن نہ سمجھوں۔ مگر جس وقت تک غیر کا کچھ بھی خیال باقی ہے یہ عشق نہیں ہو سکتا ؎

اے نظر ہر سرے و خیال پری وشے
من روز و شب بفکر و خیال محمدم

اور بعضے عاشقان پاک باز کا اس سے بھی اعلیٰ وارفع خیال ہے کہ وہ درود میں ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ بجز درود اور صاحب درود کسی کی ہستی ان کی نظر میں باقی نہیں رہتی حتیٰ کہ اپنا وجود شخصی بھی مٹا دیتے ہیں اور اس شعر کے حسب حال ہو جاتے ہیں ؎

سراپا جسم و جانانم محمدؐ
مسلمان ہستم ایمانم محمدؐ

پھر اس درمیان میں فرشتوں کا کیا کام، اور کہاں کا شوق، اور کس کے پاس لے جائیں گے۔ یہاں تو ہمہ تن درود اور صاحب درود ہے۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے ؎

پیو کو بتیاں جب لکھوں کہ ہوئیں وہ بدیس
تن میں من میں وہ بسیں پھر کاہے کا سندیس

---

(۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ بحمد اللہ ہم لوگ بخیریت ہیں اور اب اجمیر شریف جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ یہاں سے ۳۰ مارچ کو کانپور جائیں گے اور وہاں سے انشاء اللہ تعالیٰ ۲ر اپریل کو اجمیر شریف پہنچ جائیں گے۔ اے عزیز! تم کو میری مفارقت کا بے شک صدمہ ہو گا۔ یہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی عزیز

مہمان یا دوست کسی کے گھر سے واپس جاتا ہے تو وہ گھر سُونا سُونا سا معلوم ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ یہ خیال کم ہو جاتا ہے ہاں دینی و روحانی تعلق ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کمی نہیں ہوتی۔ اور خدا نہ کرے کہ اس میں کمی ہو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس روحانی محبت کا ثمرہ دے۔ ہر کام میں اسی پر بھروسہ کرو۔ ترددات کی دور کرنے والی اور مصیبتوں سے بچانے والی وہی ایک مقدس ذات ہے۔ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۔

تجارت میں محنت و کوشش کرو مگر نفع کو خدا کا عطیہ سمجھو وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اگر بجائے نفع کے کوئی پریشانی پیش آئے جب بھی اسی خدا کی طرف رجوع کرو۔ اس لیے کہ حلّال مشکلات وہی ہے۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ جب مومن کا قلب اللہ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے تو اس قلب پر تشفی و تسکین کا نزول ہوتا ہے اور پریشانی اطمینان سے بدل جاتی ہے۔ الغرض ہر حال میں اپنے مولا کی طرف رجوع رہو اور نماز کا خیال رکھو۔ درود شریف کا ورد ناغہ نہ کرو۔

قصیدہ غوثیہ صحت کر کے بھیجتا ہوں۔ اپنے گھر دے دینا۔ اس خط سے ایک دن بعد وہ تم کو ملے گا۔ صالح محمد سیٹھ کا تعویذ ابھی تیار نہیں ہوا ہے۔ بہت جلد بھیج دوں گا۔ اپنے والد ماجد کو میرا سلام کہو اور اپنی بیوی کو دعا اور محمد سیٹھ اور اس کی بہن کو دعا۔

حسین میاں و دیگر فرزندان و وکیل احمد سلام کہتے ہیں۔ مولوی شریف مساجد کے کاموں کے لیے باہر گئے ہوئے ہیں۔ از پھلواری شریف۔

نواب سید نورالحسن خانصاحب بالقابہ

ہز ہائی نس مولانا سید نواب صدیق حسن خاں بالقابہ کا گھرانہ سارے ہندوستان میں مشہور ہے۔ علمی حیثیت سے بھی اور ذہنی وفکری خدمات ملی کے اعتبار سے بھی۔ یہ نواب والاجاہ نواب سید صدیق حسن خاں بالقابہ کے بڑے صاحبزادے تھے، ان کے چھوٹے بھائی نواب علی حسن خاں صاحب ناظم ندوۃ العلماء تھے۔ لکھنؤ میں ان کی کوٹھی "بھوپال ہاؤس" بے حد مشہور اور مرکز علم وفضل تھی۔ دونوں بھائی علم وفضل کے زندہ نمونے تھے۔ حضرت مولانا فضل الرحمان کے مرید تھے، اور یہ بھی ایک نسبت تو یہ تھی ان میں اور حضرت قبلہ کے روابط میں۔

(۱)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ

بیعت اور اس کی بعض رسوم کی اصل

حبیب مخلص! السلام علیکم۔ امابعد آپ کے مجموعۂ رسائل سے مسائل تصوف پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ جو شخص قرآن وحدیث کا ماہر ہے وہ ادنیٰ اشارے سے اس کی اصل اور ماخذ سے آگاہ ہوجاتا ہے اور سخن انصاف بھی یہی ہے کہ صوفیوں کے قدیم مراسم وآداب سب مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر ہیں۔ بلامنا سبت سنت کوئی

جدید روش انھوں نے اختیار نہیں کی ہے۔ جسے فہم و فراست ہے وہ اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہے اور جو ہر مسئلے میں عبارۃ النص کے طالب ہیں وہ البتہ اس درکِ لطیف سے محروم رہتے ہیں۔ جب مسائل فقہیہ میں ہر جگہ عبارۃ النص نہیں چلتی اور دلالتہ، اشارت و قیاس سے کام نکالا جاتا ہے تو مسائل تصوف میں ہر جگہ عبارۃ النص کہاں سے آسکتی ہے انصاف شرط ہے بیعت و شجرہ و حلق سر و موتراشی سب کی اصل موجود ہے۔ عام بیعت اور اس کے مختلف انداز سب صحاح و سنن میں موجود ہیں مگر ان تمام بیعتوں میں نہایت ہی مہتم بالشان اور پرجوش بیعت وہ ہے جو بمقام حدیبیہ ایک شجر کے نیچے ہوئی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کے ساتھ نزول سکینہ سے مبایعین کو مشرف فرمایا :

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ۔

اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہے جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اسے اللہ نے جان لیا اور ان پر سکینہ نازل فرما دیا۔

اور یہ بیعتِ شجرہ کس امر پر تھی؟ صحیح بخاری میں ہے کہ لوگوں نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا :

عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُوْنَ يَوْمَئِذٍ ؟

اس دن تم لوگوں نے کس بات کی بیعت کی تھی؟

انھوں نے جواب دیا "عَلَى الْمَوْتِ" یعنی جب تک زندگی ہے آپؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ نہ موڑیں گے۔

پس صوفیہ اسی بیعت کو بیعتِ ارادت کہتے ہیں اور مرید اسی کا معاہدہ اپنے امام یعنی شیخ سے کرتا ہے۔ اور اگر باب افعال کی "خاصیت سلب" یہاں لی جائے تو مرید کے معنی یہاں تارک الارادہ ہوتا ہے یعنی اس نے اپنے تمام ارادات و

خواہشات کو خدا و رسول کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اب جو کچھ کرے گا وہ خدا اور رسول ہی کے ارادے سے کرنے گا۔ اب وہ اپنے نفس کا مالک نہیں :

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔

اللہ نے جنت کے عوض اہل ایمان کی جان مال کا سودا کر لیا ہے ۔

اور !

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ۔

نبی اہل ایمان پر خود ان کی اپنی ذات سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے ۔

اور یہ بیعت ارادت چونکہ بحالت احرام عمرہ ہوئی تھی اور اس میں مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ (اپنے سروں کے بال منڈواتے یا کترواتے ہوئے) وارد ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود محلوق ہوئے اور حکم حلق و قصر فرمایا اس لیے فی الجملہ مناسبت سے بعض اکابر صوفیہ نے اس بیعت ارادت کے ساتھ محلوق ہونا اور موتراشی کرنا اپنے معمولات سے قرار دیا۔ تاکہ وہ واقعہ ہمیشہ پیش نظر رہے کما قیل ؎

یہ جو صورت ہے مری صورت جاناں ہے یہی
یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی

اور چونکہ یہ بیعت زیر شجرہ ہوئی تھی، اسی لیے صوفیہ فی الجملہ مناسبت کے لحاظ سے اس بیعت کی سند جو دیتے ہیں اس کو " شجرہ " کہتے ہیں اور جیسے شجرہ یعنی درخت کی شاخیں بہت ہوتی ہیں اور اصل تنہ ایک ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی قادریہ و نقشبندیہ و سہروردیہ وغیرہا بہتیری شاخیں ہیں۔ مگر سب اپنے اصل اصول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مل جاتی ہیں۔ اصل شیخ الشیوخ وہی ہیں ؎

شیخ من و سید عالی نسب
پیر طریق من و امّی لقب

والسلام

مولوی عبدالکریم صاحب علوی (پنجاب)

مکرمی جناب مولوی عبدالکریم صاحب علوی زیدکرمکم! از خادم درویشاں محمدؐ سلیمان قادری چشتی ہدیۂ سلام مسنون پذیرا فرمایند۔

خلفائے راشدین اقطاب تھے

امابعد۔ مکتوبات حضرت مجدد اور سیف مسلول قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اور تفہیمات الٰہیہ یہ سب کتابیں فقیر خانے میں موجود ہیں۔ اور بار بار مطالعے کی نوبت آئی ہے۔ مگر ان میں کسی عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اقطاب نہ تھے بلکہ شیخ محی الدین بن عربی و شاہ ولی اللہ محدث نے تو بصراحت ان قطبیت کو ذکر کیا ہے۔ ہاں یوں البتہ تصریح کر دی گئی ہے کہ حکمت و قطبیۂ باطنیہ سے اہل بیت اطہار ممتاز ہوئے۔ اور قطبیت ظاہریۂ ارشادیہ سے خلفائے راشدین سرفراز ہوئے۔ اس قاعدے سے حضرت علی قطبیتِ باطنیہ وظاہریہ دونوں کے جامع ہوئے۔ تفہیمات الٰہیہ کی عبارت یوں ہے:

شاہ ولی اللہ کی تصریح

پس وارث آنحضرت صلعم بہ سہ قسم منقسم اند:

فَوَرِثَهُ الَّذِيْنَ اَخَذُوا الْحِكْمَةَ وَالْقُطْبِيَّةَ الْبَاطِنِيَّةَ هُمْ اَهْلُ بَيْتِهٖ

وخاصته وورثته الذین اخذوا الحفظ والتلقین والقطبیة الظاهرة الارشادیة هم اصحابه الکبار کالخلفاء الاربعة وسائر العشرة

پس وہ وارثین رسول جنھوں نے حکمت اور قطبیت باطنیہ حاصل کرلی وہ حضورؐ کے اہل بیت اور مخصوص لوگ ہیں اور جن وارثوں نے حفاظت تلقین اور ظاہری ارشادی قطبیت سنبھالی وہ حضورؐ کے اصحاب کبار ہیں مثلاً خلفائے اربعہ۔ اور تمام عشرۂ مبشرہ۔

صحابہ کے درجے کو کوئی بزرگ نہیں پا سکتا

میرے مکرم مخلص! عوام الناس کی فضول باتوں کا کہاں تک خیال کیا جائے یہ لوگ سرِ فضیلت و وجہ فضیلت کو بالکل نہیں سمجھتے۔ اس لیے بزرگوں کے اقوال کو اپنے خیالات پر محمول کرتے ہیں۔ ورنہ تمام مشائخ صوفیہ اس امر پر متفق ہیں کہ غوث ہوں یا قطب، جنید ہوں یا شبلی، وہ ان لوگوں کے درجے کو کبھی نہیں پا سکتے جنھوں نے حضور صلعم کی اندک صحبت شریفہ میں اپنے قلوب کو نزولِ سکینہ سے منور کیا تھا۔ اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہیں) کی بشارت سے ہمہ تن عرفان تھے۔

فصلی اللہ علی سیدنا محمد سید المفیضین والواصلین وعلی اصحابہ المستفیضین الکاملین وعلی اھل بیتہ الراشدین المرشدین الھادین الی طرق الحق والیقین۔

اللہ ہمارے سردار محمدؐ پر جو فیض رسانوں اور اہل وصال کے بھی سردار ہیں صلوٰۃ بھیجے اور ان کے اصحاب پر بھی جو حضورؐ سے مستفیض ہو کر کامل ہوئے اور ان کے اہل بیت پر بھی جو راشد مرشد اور حق و یقین کے راہنما ہیں۔

ے اے زفیض صحبت تو علے از جنس ما | کامل و فاروق و صدیق و امیر مرتضیٰ
تا جمال جلوہ افروزت جہاں نے را نواخت | بندگان حضرت والاسے خاصت اولیا

مودی محمد عبد الغفور صاحب بنگلور

معسکر بنگلور کے نہایت معزز رئیس اور ممتاز تاجروں میں تھے۔ تحریکات ملّی میں مسلمانان ریاست کے رہنما مانے جاتے تھے۔ باوجود کثرت مشاغل کتب بینی اور مطالعے کا کافی ذوق رکھتے تھے۔ طب و معالجات اور تصوف کی کتابیں زیادہ مطالعہ میں رکھتے۔ نہایت دریا دل واقع ہوئے تھے۔ حاجت مندوں کی بلا قید دوست و دشمن دل کھول کر مدد کرتے۔ پبلک اداروں بالخصوص مدرسوں، یتیم خانوں، اسکولوں، مصنفوں اور قومی کارکنوں کی مالی امداد فیاضی کے ساتھ کرتے۔ مریضوں کی خدمت کا خاص شوق تھا۔ ان کا گھر ہمیشہ مہمانوں سے بھرا رہتا جن میں اکثر ملک کی عظیم ترین شخصیتیں بھی ہوتیں۔ یہ اپنے سارے کنبے کے ساتھ حضرت قبلہ کے مرید ہوئے اور سارے خاندان میں ایک خاص دینی و مذہبی فضا پیدا کر دی۔ حضرت نے انھیں اجازت و خلافت بھی عطا فرمائی۔ ان کے مورث شاہان گول کنڈہ کے "مودی خانہ" کے داروغہ تھے۔ جب شہنشاہ اورنگ زیب نے سلطنت گول کنڈہ کو تباہ کر دیا تو یہ خاندان اس علاقے میں آیا اور مختلف دور میں مختلف مناصب پر فائز رہا۔ لیکن اپنے خاندانی لقب "مودی" کو برقرار رکھا۔ اور حال کے زمانے تک یہ خاندان دنیوی وجاہت میں ممتاز رہا ہے۔ بفضل خدا آج بھی سلامت ہیں اور خاموش زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا احیا ہوا، مسلمانوں کی تنظیم مستحکم ہوئی،

اور بنگلور چھاؤنی اور چیف کمشنری کورگ کے باہمی اتحاد سے مسلم لیگ کے نظام میں بارہویں صوبے کا اضافہ ہوا تو مودی صاحب بنگلور کورگ صوبائی مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ مدراس، کورگ اور بنگلور کے پورے علاقے میں ان کی شخصیت مقبول و معزز رہی۔ قائداعظمؒ اپنے ورود بنگلور کے موقع پر آپ ہی کے مہمان ہوئے تھے۔

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میں نے مکرر تمہارے خطوط میں عرس کا ذکر کیا ہے، تم گھبراتے ہوگے کہ یہ رسومات لایعنی اور ان کی پابندی چہ معنی دارد۔ عوام کے رسوم کا خواص کو برتنا تعجب انگیز معلوم ہوتا ہوگا اس لیے ضروری ہے کہ میں عرس کے فلسفے سے تمہیں آگاہ کر دوں۔ اسی سے تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ شے کہاں تک مفید ہے اور کس اعتدال کے پائے پر اس کا قائم رہنا ضروری ہے۔

عرس کی حقیقت

عزیز من! انسان نہ تو محض تودۂ خاک ہے نہ مجرّد روح۔ بلکہ دونوں کے امتزاج سے جو صورت قائم ہے وہ انسان ہے۔ پس فقط جسم کی حفاظت اور اس کی پرورش اور روح کی کیفیات سے بے خبری محض نادانی و غفلت ہے، اور یہ بھی سمجھ لو کہ روح لطیف اور درّاک ہے اور جسم کثیف و بے نور ہے۔ پس روح کا پایہ و مرتبہ و شان جسم سے بہت زیادہ ہے۔ مقتضیات جسمانی، روحی ادراک کو کم کرتے ہیں اور مقتضیات روحانی، جسمانی کیفیات کو لطیف و منور کر دیتے ہیں۔ بالخصوص وہ انسان جو ریاضات و مجاہدات کے ذریعے سے (اولیا) یا فطری قوت کی عطا سے (انبیاء) اپنی روحِ لطیف کو الطف بناتا ہے اور "نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ" کی کیفیت پیدا کرتا ہے، اس کے تمام قوائے جسمانی اس کے زیر اثر

اور محکوم ہو جاتے ہیں اسی لیے وہ گناہوں سے محفوظ و معصوم ہوتا ہے۔ یہ مقدس ذوات اولیائے کرام اور انبیائے ذی احترام کی ہوتی ہیں وہ محفوظ ہوتے ہیں یہ معصوم ہوتے ہیں۔ خدا نے ان کو ایسی فطری قوت عطا فرمائی ہے کہ یہ کوئی ایسا کام کر ہی نہیں سکتے جس سے روح کی لطافت میں کثافت پیدا ہو۔ انبیاء اور ان کے طفیل سے اولیا جو کچھ عالم میں کرتے ہیں اور جو تصرفات ان سے ظاہر ہوتے ہیں وہ اپنی پُر زور روحانی طاقت سے کرتے ہیں جس کو ما فوق طاقتِ بشری سمجھنا چاہیے۔ وہ بشری طاقت نہیں بلکہ مَلَکی طاقت بلکہ الٰہی طاقت ہے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احوال پڑھو۔ حضرت عمرؓ جیسے سخت مخالف کے سینے پر ہاتھ مارا اور اسلام کا جوش ایسا ابلا کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے پر مجبور ہو گئے اسلام کو مٹانے آئے تھے اور اسلام کے خلیفہ ہو گئے۔ حضرت ابن عباس کو سینہ سے لگایا اور اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ کہا، وہ کتاب کے بحر ذخار ہو گئے۔ ابوہریرہ کے دامن میں کیا جانے کیا دے دیا کہ وہ حدیث کے لیے قوی الحافظہ ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ بہتیرے واقعات ہیں جو انسانی طاقت سے بالکل باہر ہیں۔ بدر کے واقعے پر غور کرو ایک دلیر و شجاع قوم کی جماعت کثیرہ کے مقابلے میں تین سو تیرہ بے سروسامان اشخاص کا مقابلہ کرنا اور پھر عالی شان کامیابی پانا کیا یہ انسانی طاقت ہے؟ ہرگز نہیں۔ علی و حمزہ و عبیدہ کے بازوؤں میں اس دن انسانی طاقت سے بالا کوئی اور طاقت تھی جسے طاقت الٰہی کہتے ہیں۔ رسولؐ نے اپنے بہادروں کو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا مراقبہ بتایا تھا۔ جس سے ان کی بشری طاقت فنا ہو کر فقط الٰہی طاقت ان میں آ گئی تھی۔ ہزاروں دلوں پر قابو پانا ایک تھوڑی مدت میں بلا کسی ظاہری سبب کے، جو انبیاء و اولیاء سے ہوتا ہے یہ سب فوق طاقت بشری، الٰہی طاقت ہے۔ الغرض وہی الٰہی طاقت ہر سلسلے کے افراد کاملین میں پرورش کرتی ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ بلکہ دونوں کے باہمی تعلق کو

فنا ہے جس کو موت کہتے ہیں۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، اور کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ " مگر روح مجرد کو حقیقت میں فنا نہیں ہے بلکہ وہ جسمانی تعلقات سے علٰحدہ ہوکر لطیف سے الطف ہوکر بہت ہی فیاض ہوجاتی ہے اور اپنے مستفیضین و مستفیدین سے یوں کہہ اٹھتی ہے:

ع من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

پس وہ لوگ جو روحانیت کے طالب ہیں ادھر متوجہ ہوجاتے ہیں۔ مگر بلا مناسبت قویہ یہ استفادہ مشکل در مشکل ہے۔ اس لیے مرشدوں کے انتقال کے بعد ایک دن مقرر کیا گیا۔ بالخصوص ان کے وصال کا دن جس دن انھوں نے جسمانی تعلق کو خیرباد کہا اور محبوب حقیقی سے جا ملے۔ جس طرح دنیا میں محب و محبوب (زن و شو) کے یکجائی اجتماع کو "عرس" کہتے ہیں ادنیٰ مناسبت سے وہ دن بھی عرس کہلایا۔ تمام مستفیدین و مستفیضین جمع ہوکر اس کی قبر کی زیارت کرتے ہیں۔ پھر صدقات و خیرات و تلاوت قرآن پاک سے ان کو ہدیۂ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ پھر اپنے فائدے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جس کو جیسی صلاحیت ہوتی ہے کامیاب ہوتا ہے اور اس اجتماعی قوت سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مبتدی پر منتہی کا عکس اور مختلف رنگ و فیوض یکجا ہوجانے سے اس کو بھی جلد جلد ترقی ہونے لگتی ہے۔

سماع بموقعۂ عرس

بالخصوص ہمارے حضرات چشتیہ کے یہاں اس موقعے پر سماع سے بھی کام لیا جاتا ہے اور بہت مفید ثابت ہوتا ہے نہ اس وجہ سے کہ سماع بذاتہ اس راہ میں کوئی مفید شے ہے۔ نہیں نہیں بلکہ وہ آلۂ افادہ و افاضہ ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ ہیرے اور اسپرٹ میں فی نفسہٖ تغذیہ اور خوشبو پیدا کرنے کی قوت نہیں مگر ان چیزوں سے اشیائے غذائی و دوائی جلد نفوذ پاکر اپنا کام کرتے ہیں۔ تم نے بارہا دیکھا ہوگا کہ شدید درد سر و سرسام وغیرہ میں روغن گل ہیرے کے ساتھ ملاکر

دماغ پر رکھا جاتا ہے۔ مقصود سرکہ نہیں ہوتا ہے مقصود روغن گل سے ترطیب دماغ ہے لیکن وہ سرکے کی آمیزش سے جلد نفوذ کرتا ہے۔

پس ایسا ہی سمجھو، وہ روحانی انوار یہاں سماع کے ذریعے سے دل مستفیض پر جلد فائض ہو جاتے ہیں۔ اے عزیز! بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ بس یہی مختصر فلاسفی عرس کی ہے۔ اب رہے عوام الناس کے افعال اور پوجا پاٹ، راگ رنگ اور گانا بجانا، میلے ٹھیلے اور فواحش! تو معاذ اللہ ان سیہ کاریوں کو عرس سے کوئی علاقہ نہیں۔ یہ اندھے ہیں اس کوچے سے ناواقفِ محض۔ علماء ان کو راہ راست پر لائیں یہ ان کا فرض منصبی ہے۔

تاریخ عرس

اب رہا مسئلہ تاریخ عرس کہ کس زمانے سے اس کی ابتدا ہوئی تو میں اس کو یقین کے ساتھ نہیں بتلا سکتا۔ ایک ملفوظ میں دیکھا ہے کہ حضرت جنید نے اس کی ابتدا کی مگر میرے پاس اس کی کوئی سند محقق نہیں۔ اور مختلف اقوال بے سند دیکھے ہیں۔ مگر میں ان پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ حضرت سیدی غوث الثقلین، اور شیخ الشیوخ وغیرہما کی کتب و مناقب میں کہیں عرس کا ذکر نہیں پاتا ہوں۔ نہ قدما کی کتب میں اس کا نشان ہے۔ ہاں وسط ایشیا اور ہندوستان میں جس زمانے سے اولیائے کرام جلوہ افروز ہوئے، یہ تقریب بھی اکثر بزرگوں کے یہاں مختصر اور سادگی کے پیمانے پر ہوتی تھی اور کہیں بڑے پیمانے پر بھی ہوا کی۔ قادریہ نقشبندیہ چشتیہ سب کے یہاں۔

شاہ عبدالعزیز محدث کا تکلف بے جا

جناب مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کمال کیا کہ اس عرس کی سنیت اور زمانہ نبوت سے اس کا اجرا ثابت کرنا چاہا۔ مگر اے عزیز! یہ سب تکلف محض اور کھینچ تان ہے۔ جب تم نے یہ سمجھ لیا کہ عرس استفاضے کے لیے ہے تو پھر رسول اللہ صلعم کس روح پاک سے مستفیض ہوتے وہ تو خود تمام روحوں کو پاک کرتے تھے ان کو

کسی کے عرس کرنے کی ہرگز کوئی ضرورت نہ تھی۔ علیٰ ہذا القیاس صحابۂ کبار اور خلفائے راشدین سب محمدی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور ان کو اس قدر اشراق نورانی فیضانِ نبویہ سے حاصل ہوچکا تھا کہ اب ان کو عرس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ایصالِ ثواب کے لیے وہ ہردم درود وسلام میں تھے۔ ان کے دلوں میں محمدیؐ نور کی وہ تابانی تھی کہ بات بات میں کہہ اٹھتے تھے:

کانی انظر الی وجہ رسول اللہ صلعم۔

گویا کہ میں حضورؐ کے چہرے کو دیکھ رہا ہوں۔

؎ دل ما با دلِ احمد تعلق ہر زمان دارد
ظہورِ رشتۂ نورِ فیوضِ جاوداں دارد

پھر ان کو تکلفاتِ عرس کی کیا ضرورت تھی۔

عرس بدعت نہیں

اب رہا مولویوں کا حملہ، کہ یہ عرس بدعت ہے، محض ان کی غلط فہمی ہے۔ ضروریاتِ زمانہ سے جو چیزیں پیدا ہوئی ہیں اور وہ محض بطور آلہ وعلوم الیہ ہیں وہ بدعت قرار دی جائیں تو نظامِ شرع ہی درہم برہم ہوجائے۔ تمام صرف ونحو بلاغت ومعانی و اصول فقہ وتفسیر وحدیث سبھی معاذ اللہ بدعت ہوجائے۔ ہندوستان کے کم فہم وحقیر النظر علماء کے سوا آج تک بدعت اسے کسی نے نہیں کہا۔ شاہ عبدالعزیز، شاہ ولی اللہ، شیخ عبدالحق اور امام عبدالوہاب شعرانی وغیرہم اور ائمہ دین سبھی عرس کے استحسان کو نقل کرتے آئے ہیں۔ ہم ان منکرین کی آواز اور وہ بھی پست آواز کو بالکل غیر مفید بلکہ "انکو الاصوات" (ناپسندیدہ ترین آواز) سمجھتے ہیں اور وہابی و بدعتی کے جھگڑے سے خدا نے ہمارے دامن کو پاک رکھا ہے۔ ؎

چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

آج میرے حضرت قبلہ پیر ومرشد مصباح الطالبین شیخ الاسلام والمسلمین

مولانا شاہ محمد علی حبیب قدس سرہٗ کے عرس کی تقریب ہے اور عنقریب عرس یازدہم یعنی عرس حضرت غوث الثقلین سیدی و مولائی الشیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ ہوگا۔ تمھیں بھی چاہیے کہ گیارہویں تاریخ ایصال ثواب کے لیے طعام داری کرو۔ اور ایک ختم قرآن و ختم دلائل کر کے ابداے روح پر فتوح کرو۔ اور اس دن رات کو بھی اُدھر ہی متوجہ رہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ فیوض بے شمار آئیں گے۔ حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ ایک ماہ سے بیمار ہیں۔ اب تک صحت نہیں ہوئی ہے۔ ان کی صحت کے لیے دعا کرو۔ اور بنگلور کی آب وہوا سے مطلع کرو۔

---

(۲)

اللھم صل علی النبی وآلہ وبارک وسلم

عزیزم مولوی عبدالغفور سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر واضح ہو کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اولیاء اللہ کی نشانی یہ ہے:

اولیار کی نشانی

اذا رؤوا ذکر اللہ۔

جب ان پر نظر پڑتی ہے تو خدا یاد آجاتا ہے۔

وہ خدا سے ایسے ملے ہوتے ہیں اور خدا کی نورانیت یوں ان میں جلوہ گر ہوتی ہے کہ ان کی پاک صورت کے دیدار سے خدا کا نور، خدا کی عظمت، خدا کی ہیبت اور خدا کی جلالت نمایاں ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اس لیے کہ اس غریب کے دلق میں اب کوئی دوسری چیز کہاں ہے۔ اس کی شخصی صفات اور انانیا ذنوسب مٹ چکے اب "لیس فی جبتی سوی اللہ" (میرے جبّے میں خدا کے سوا

کچھ نہیں) اور اگر ہے تو ولایت کامل نہیں ہے۔ کہنے والا یوں کہے گا کہ ؎

ایں جبۂ بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ

جبۂ بے معنی وہی ہے جس میں خدائی نور کے سوا کوئی اور جھلک ہو۔ معاذ اللہ من ذلک۔ بلکہ ایک ہی نور، ایک ہی نورانیت، ایک ہی جھلک، ایک ہی چمک دمک ہونا چاہیے اور ایسا ہونا چاہیے کہ مستی میں بول اٹھے ؎

سزد آں کہ دم زنم من نہ کمال کبریائی
کہ بغیر حق نہ بینم بوجود فی قبائی

ہر مومن کو رسول نما ہونا چاہیے

اسی طرح سمجھو کہ ہر مومن کو "رسول نما" ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اخلاق، اس کی جبلت، اس کی عادت، اس کی طبیعت، اس کی طینت، اس کی فطرت، سب کو رسول صلعم کے عادات و اخلاق و فطرت میں فنا ہو جانا چاہیے! گویا وہ رسول کا آئینہ ہے۔ جس نے اسے دیکھا رسول کے سامنے ہو گیا اور بول اٹھا ؎

یہ جو صورت ہے تری صورت جاناں ہے یہی
یہی نقشہ ہے، یہی رنگ ہے، ساماں ہے یہی

صحابہ رض اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اہل بیت اطہار، اور اولیائے کبار کی صورت معنوی و سیرت طبعی رسول ﷺ کی صورت و سیرت ہو گئی تھی۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی، حضرت سید العاشقین شبلی وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ حضرت غوث الثقلین سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ الاسلام ابو النجیب عبد القاہر سہروردی رح حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین سب مرآۃ کمال محمدی و آئینہ جمال احمدی تھے۔ اور یہ رسول نمائی سلسلۂ ولایت میں ایک قید اور شرط ضروری قرار دیا گئی تھی۔ متقدمین، متوسطین، متاخرین، جس طبقے میں لو اوراں میں جس شخص کو دیکھو رسول کی جھلک اس میں ضرور تھی۔ ہاں زیادتی و کمی و ضعف و شدت اس نورانیت میں ضرور ہوتی رہی۔

مگر کسی صورت میں ہو کچھ نہ کچھ تو وہ جھلک ضرور تھی ؎

در جملہ جہاں دیدم فیضانِ محمدؐ را ۔۔۔ دیدیم بہر ذرّہ سریان محمدؐ را
در کسوت ہر زاہد در طاعت ہر عابد ۔۔۔ دیدم ہمہ یکسر شایان محمدؐ را

نورانی ضعف و شدت کی مثال

اس تنویر کا شدت و ضعف کی مثال یوں سمجھو کہ مثلاً ایک بڑا آئینہ ہے جس میں پوری صورت بہ تمام و کمال نہایت خوبی کے ساتھ نمایاں ہوتی ہے۔ اب اس کے دو ٹکڑے کر ڈالو تو دونوں جگہ الگ الگ دکھائی پڑے گی، پھر ہر ٹکڑے کے کئی کئی ٹکڑے کر ڈالو اور اس ایک آئینے کے بیسیوں ٹکڑے بنا ڈالو جب بھی اس کے ہر ٹکڑے میں کچھ نہ کچھ وہی صورت اور اس کی جھلک ضرور نمایاں ہو گی۔ اسی طرح سمجھو کہ اولیائے کبار کے ہر طبقے اور ہر سلسلے میں علیٰ قدر مدارجہم و مناصبہم اس جمال محمدیؐ کی سیر ہوتی رہی ہے۔ لیکن زمانِ نبوت سے بُعد بڑھتا گیا، اور اس دوری نے ہم لوگوں کو بہت آخری حصے میں ڈال دیا۔ اُدھر یاھادیؐ کی تجلّی ڈھک گئی اور یامُضِلّ کی شان غالب ہو گئی۔ اخلاق محمدیہؐ وصفات احمدیہ پر قیام، استقلال کے ساتھ بہت ہی دشوار ہو گیا۔

رسول نمائی اور اس کے ماہرین

جب ہمارے متاخرین بزرگوں نے ایک دوسرا انداز پیدا کیا یعنی ان میں جو اخلاقِ محمدیہ اور کمالات احمدیہ تھے اس کی پُر زور طاقت اور پُر تاثیر ہمت سے کام لینا شروع کیا تو اپنے ارادے اور عزم سے طالبوں کو خواب یا بیداری میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف کرانا شروع کیا کہ مثالی پر تو اور جمالی انعکاس سے قلبی ظلمات ہٹ جائیں اور خلق محمدیؐ ان میں جلوہ گر ہو جو اصل مقصود و مطلوب ہے ہندوستان کے متاخرین مشائخؒ میں دو بزرگ زیادہ تر اس رسول نمائی کے لقب سے مشہور و معروف ہیں، ایک سید حسن رسول نما دہلوی قدس اللہ نفسہ جن کے مزار مبارک پر یہ شعر لکھا ہے ؎

حسن رسول نما افتخار آل حسینؑ ۔۔۔ اویس قرنیؓ ثانی و ثالث حسنینؑ

دوسرے بزرگ ہمارے طریقے کے شیخ الشیوخ حضرت مولانا مخدومنا سید محمد وارث رسول نما بنارسی قدس نفسہ ہیں، جنھوں نے صدہا لوگوں کو صاحب حضوری بنایا اور نیاز مند سرکار محمدی کر دیا۔ الحمدللہ کہ وہ سلسلہ اب تک جاری ہے، اور اس فقیر سے لے تو اتک بھی درجہ بدرجہ گاہ گاہ عن کا پتہ پہنچا ہے۔ اگرچہ میری ہمت و ارادت اور قصد و توجہ میں وہ میرے بزرگوں کی سی بات کہاں ہے مگر ع

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل بود بس است

میرے اگلے گُل تھے تو میں خار ہی سہی، پھر بھی اپنے بڑوں سے ناز کرکے یوں کہتا رہوں گا سہ

جس گلستاں کے ہو گل تر تم — خار اس بوستاں کے ہم بھی ہیں
وجہ بیگانگی نہیں معلوم — تم جہاں کے ہو واں کے ہم بھی ہیں

عزیزو! اس دولتِ بیدار کے حصول کا بہترین ذریعہ و طریقہ درود، اور شغل درود ہے کیونکہ باتفاق درود شریف سے بڑھ کر رسول نمائی کی طاقت و تاثیر کسی چیز میں نہیں ہے۔ اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس کا کوئی شیخ نہ ہو تو درود خود اس کا شیخ ہو جاتا ہے اور اسے منزل تک پہنچا تا ہے بالخصوص میرے خاندان میں یہ نعمت و دولت جو کچھ ہے درود و شغل درود ہی کے ذریعے اور طفیل سے ہے اور وہ ہمارا خاندانی درود طریقہ یہ ہے اور میں نے یا میرے دیگر اخوان و عزیزان نے جو کچھ اس دولت عظمیٰ سے حصہ پایا ہے اسی درود شریف کے ذریعے سے پایا ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

مگر درود شریف میں آخر رسول نمائی کی طاقت کیوں ہے اور کیونکر ہے؟

سنو! درود خواں کو پہلے تو درود شریف عاشق بنا دیتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ خود معشوق بنا دیتا ہے۔ درود میں عجیب شیرینی اور عجیب لذتیں اور عجب اسرار ہیں

جو درود خواں ہی پر منکشف ہوتے ہیں۔ درود شریف تین چیزوں کے ملاحظے کا نام ہے:

درود شریف کے تین ملاحظے

اوّل: اپنی عبدیت یعنی عاجزی وسوال!

دوسرے: اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جود وکرم ورحمت!

تیسرے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی شان محبوبیت!

یعنی میں بندۂ عاجز خدائے قادر وکریم وجوّاد ورحیم سے رحمت چاہتا ہوں محمد رسول اللہ صلعم پر جو اس کے قابل ومستحق اور محبوب ہیں۔ چونکہ خدا کو عاجزی پسند ہے اور وہ بندے کے مانگنے سے بہت خوش ہوتا ہے اور اپنے حبیب کی طرف متوجہ ہونے سے راضی رہتا ہے اس لیے درود خواں کو بھی اس رحمت و محبوبیت سے اس کے خیال وطلب سے دہ گونہ عطا فرماتا ہے۔ اور درود خواں مرحوم ومحبوب ہوجاتا ہے۔ یہی مطلب ہے اس حدیث کا:

"من صلّی الخ" کا مطلب

من صلّی علیّ واحدۃً صلی اللّٰہ علیہ عشرًا۔

جو مجھ پر ایک بار صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے

یا یوں سمجھیے کہ جب خدا کی ایک رحمت کاملہ حضرت صلعم پر حسب سوال سائل نازل ہوئی تو آفتاب محبوبیت اور رحمت رسالت کی سائل پر وہ شعاع پڑی جس سے وہ نورٌ علیٰ نورٍ ہوگیا۔ جس کی اس کو امید نہ تھی بلکہ اس سے دہ گنا زائد۔ یہ مطلب ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا کا۔ اور ہر دم جب کسی کا نام کوئی لے تو صورت خیالی اس کی آنکھوں میں گھوم جاتی ہے اور اگر اس کی صفت حسن وجمال سے آگاہ ہو تو اس کے ساتھ محبت کا مادّہ نشوونما پانے لگتا ہے۔ پس درود خواں جب بہ کثرت شب وروز اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہا کرتا ہے تو پہلے صورت خیالی آنکھوں میں آئے گی پھر جب آنحضرتؐ کے تقدس وجلالت کا حال اور حلیہ و

مثال سنے گا تو اس صورت مثالی کے ساتھ دلبستگی اور ولولہ پیدا ہوگا ؎

قدِ زیبا کی کشش اور وہ جامے کی پھبن — وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن
اور وہ مکھڑے کی تجلی وہ بیاض گردن — سرمگیں آنکھیں غضب ناز بھری وہ چتون

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل وجاں باد فدایت کہ عجب خوش لقبی

اور رفتہ رفتہ وہ عاشق صادق ہو جائے گا، ایک لحظہ اس جمال سے غافل نہ رہے گا ؎

گرچہ صد مرحلہ دور است ز پیش نظرم
وجہہٗ فی نظری کل غداۃ و عشی

اور ہر دم قرب و معیت محبوب کی چاہے گا۔ خواب ہو یا بیداری، زندگی میں ہو یا پس از مرون، قبر میں جب سوال ہوگا کہ:

ما تقول فی ھذا النبی؟
تم اس نبیؐ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

وہاں بھی محبوب کو سامنے دیکھ کر بے تابانہ بول اٹھے گا ؎

ھذا الحبیب الذی شغفت بہ — فعندہ دُقیتی و تریاقی

یہی ہے وہ حبیب جس سے مجھے عشق ہے ... میرا درماں اور میرا تریاق سب کچھ انہی کے پاس ہے۔

پھر قیامت میں لوگ اپنے اعمال کی طرف جھکیں گے کسی کو کچھ فکر ہوگی کسی کو کچھ، مگر یہ محبِ صادق بقول حضرت فرد ؎

کہ عاشق جز غم جاناں ندارد

محبوب کی جستجو میں ہوگا اور حتیٰ جتٰی کہ کسی نہ کسی صورت سے اپنے آپ کو اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائے گا اور عشق سے ایسا سرشار ہوگا کہ ترجیح بلا مرجح کا خیال بھی نہ ہوگا۔ بلا لحاظ تقدیم و تاخیر بس حضورؐ

سے جا ہی ملے گا۔ یہ مطلب ہے اس حدیث کا:

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ الخ کا مطلب

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً۔

بروزِ حشر مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہو گا جو مجھ پر سب سے زیادہ صلوٰۃ بھیجے گا۔

عاشق پہلے اپنے عشقی خیالات میں غرق رہتا ہے پھر کثرتِ شوق و کمالِ اتحاد سے عین معشوق بن جاتا ہے یعنی معشوق میں ایسا فنا ہوا کہ حس و شعور کچھ باقی نہیں۔ نام ہے تو وہی یار کا نام، صفت ہے تو اسی یار کی صفت، اپنی خودی کچھ باقی نہیں ؎

آں چناں چوں فرد گم گردیدم اندر ذاتِ تو
خلق گر پرسند از نامم عیاں سازم ترا

اور کبھی اس سے بھی ترقی ہوئی تو ؎

نہ اپنی خبر ہے نہ ہے یار کی
تجلی ہوئی مہرِ اسعاد کی

ایک اور حدیث کا مطلب

پس درود خواں جب خیالِ جمالِ محمدی میں غرق و فانی ہوا اور اس کا سب اسم و رسم ایک ہو گیا تو اب درود کون پڑھے اور کس پر پڑھے۔ بس اللہ جل شانہٗ وہم نوا اللہ اور فرشتے اس پر درود پڑھتے ہیں۔ یہ مطلب ہے حدیث [۱] مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ" کا اور یہی مطلب ہے حدیث مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَّتْ عَلَیْہِ الْمَلٰٓئِکَۃُ کا۔

اور صاف صاف یوں سنو جب درود خواں عشقِ محمدی سے جمالِ محمدیؐ میں فانی ہو گیا اور اسم و رسم متحد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے [۲] اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

---

[۱] جو مجھ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اس پر فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

[۲] اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

پس اب ان دونوں حدیثوں کا مطلب ظاہر ہوگیا۔ اور سنو! جب آفتاب تاباں ہوتا ہے اور اس کا انعکاس پڑتا ہے تو عالم اجسام کی سب چیزیں آشکارا ہو جاتی ہیں۔ ظلمات و تاریکی کافور ہو جاتی ہے اسی طرح درود خواں پر آفتاب جمالِ محمدیؐ کا عکس پڑتا ہے تو سب خیالات اور اندرونی حالات اس کے روشن ہو جاتے ہیں اور دور دور کی چیزیں اس پر عیاں ہو جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی بات بھول جاؤ تو ہم پر درود پڑھو اور کوئی چیز گم ہو جائے تو ہمیں درود سے یاد کرو۔ درود شریف درحقیقت ذکرِ الٰہی ہے اور ذکر الٰہی کسی وقت و مقام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہر دم اس کو یاد کرنا چاہیے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ كُلِّ حَجَرٍ وَّمَدَرٍ۔

ہر پتھر اور مٹی کے پاس اللہ کو یاد رکھو۔

اور ارشاد ہوا کہ اتنا ذکر ان کا کرو کہ "حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ" (یعنی مخلوق دیوانہ اور سڑی سکہنے لگے) ؎

کوئی کہتا ہے دیوانہ کوئی کہتا ہے سودائی
محبت میں سبھی یکساں ہیں جس کی جیسے بن آئی

پس درود شریف بھی عاشقانِ محمدی کے لیے کسی وقت خاص کے ساتھ مخصوص نہیں ہو سکتا۔ ہر دم اور ہر لحظے وہ درود میں مصروف اور اپنے یار سے مالوف ہیں ؎

یادِ تو ہر دم انیسِ جانِ من
اے خیالت ہر شبے مہمانِ من

سیر درودی کی ایک اور تشریح

اب ایک دوسرے انداز سے درود خواں کی سیر درودی کا کچھ حال سنو! دنیا کے مشہور شہر و بلاد اور اس کی سیر و تفریح سے سیاح اور اہل سفر کو بڑی دلچسپی ہوتی

ہے۔ عجائبات کے ملاحظے سے اس کے دل کو نہایت فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح سالک طریق عرفان کو بھی عجائب و غرائب بلاد و امصار کی سیر کرنی پڑتی ہے۔ سب سے بڑے شہر تین ہیں۔

اوّل شہر خموشاں، دوسرا شہر تحیر و حیرانی، تیسرا شہر فنا و نسیان۔ مثلاً درود خوان جب عالم سکوت میں آیا اور بطور مراقبہ سر بگریباں ہوا تو اس کو عجیب سیاحت حاصل ہوئی۔ زبان تو بند ہے مگر دل سے کسی کا دھیان عجیب سیر کرا رہا ہے یہاں تک کہ قدم اس کا آگے چل نکلا۔ ایک عجیب و غریب شہر دیکھتا ہے کہ جس کی شہر پناہ پر عجیب جمال ہے ہر سنگ و خشت تو رہی نور ہے۔ در و دیوار کسی کے عکس رخسار سے سراپا انوار ہے۔ درود خواں کے دل کو حیرت ہے کہ یہ مقام رشک طور کون سا مقدس مقام ہے پھر سمجھا کہ ہاں ہاں یہ شہر محمدی و بلدۂ مصطفوی ہے۔ اس کو عاشقین جمال اللہ و نور اللہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سب جمال محمدی کے انوار ہیں اور اسی خورشید کی شعاعیں ہیں تو اسے اب یہ خیال ہوا کہ اس کے دیدار سے آنکھوں کو منوّر اور اسی کی شمیم جانفزا سے دل و دماغ کو معطر کرنا چاہیے پس بے تابانہ بول اٹھا ؎

اے صدر ایوان رسل وے شمع بزم انبیاء
خورشید برج سلطنت جمشید تخت کبریا

اور کبھی حیرت میں آکر یوں کہنے لگا ؎

یا صاحب الجمال ویا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر

اے جمال والے اور سردار بنی آدم، چاند کو آپ ہی کے رخ انور سے نور حاصل ہوا۔

الغرض جیوں جیوں اس کی حیرت بڑھتی جاتی ہے ادھر قریب ہوتا جاتا ہے اور عکس جمال یار سے منور ہوتا جاتا ہے پھر تو کبھی یوں کہتا ہے ؎

نخل قدسش کہ از چمن جاں بر آمدہ — شاخ گلے بصورت انساں بر آمدہ

اکنوں تو ئی جمیل جہاں گرچہ پیش ازیں آوازۂ جمال زکنعاں برآمدہ

اور کبھی اس سے بھی زیادہ حیرت ہوئی تو صاف صاف یوں بولا ؎

نہ بشر خوانمت اے دوست نہ حور و نہ پری

ایں ہمہ پردۂ حجاب است تو چیزے دگری

اب حیرت نے اس کے قدم اور آگے بڑھائے اور شہر فنا تک پہنچایا۔ وہاں پہنچا تو ایسا گم ہوا کہ سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ وہاں نہ عقل ہے نہ وہم، نہ سمجھ ہے نہ گفتار، اگر کچھ سنبھلا تو اتنا ہی سنبھلا۔ بولا تو یہی بولا اور سمجھا تو یہی سمجھا کہ ؎

یک آفتاب کرد زچندیں افق طلوع

یک سر زصد ہزار گریباں برآمدہ

یا یوں کہو ؎

مکیں لامکاں باشد محمدؐ

نشان بے نشاں باشد محمدؐ

بہ عہد خود نہ تنہا بود پیدا بہر جزو زماں باشد محمدؐ

زنور او ست پیدا ہر چہ بینی ہمہ کون و مکاں باشد محمدؐ

مگر یہ خیال بھی گم ہوا خود اور خودی کو بھی بھولا اور اس فنا و نسیان کو، سب کو بھولا ؎

توحید و تفرید

خویش را گم کن کہ توحید ایں بود

گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود

اور اس شہر فنا میں اقامت ہمیشہ نہیں ہو سکتی اور تفرید و فردانیت کے مقام میں استقرار نہیں ہوتا پس لامحالہ یہاں سے لوٹ آتا ہوتا ہے اور سالک اپنی اسی تشخصی حالت پر آجاتا ہے مگر اس کے ساتھ اتنی سمجھ ضرور ہو جاتی ہے ؎

بجز وجود الٰہی کوئی وجود نہیں شہود ذات مقدس سوا شہود نہیں

جو اپنے آپ کو دیکھا تو ہم نے یہ پایا اسی کا جلوہ ہے اپنا نمود و بود نہیں

جو شانِ رب کوئی دیکھے عرب میں جلوہ نما — پڑے جمال پر اس کے بجز درود نہیں
ہماری وحدتِ حقہ کا جاذقہ کا منکر — وہی ہے جس کو ہوا فقر میں کشود نہیں

اور اسی سمجھ کی نسبت بزرگوں نے فرمایا ہے کہ

الرجوع الی البدایتہ ھو النہایتہ

انتہا نام ہے ابتدا کی طرف لوٹ آنے کا۔

اس رجوع میں ہر شئے کے اندر وہی سیر کر سکتا ہے اور ہر چیز میں اس کو دیکھ سکتا ہے ؎

از دیدۂ خویش و دیگراں نیز — دیدیم ترا بہ جسم و جاں نیز
مستغرق تو ترا بہ بیند — بیرونِ جہان و در جہاں نیز

الغرض اگر تشخص سے قطع نظر ہو تو وحدت ہی وحدت ہے اور جسے جہاں چاہو دیکھ لو، اس ایک موجود کے سوا تعینات شخصی مضمحل ہیں ؎

ز ہر در کہ خواہم خدا را بہ بینم — براں در رخ مصطفےٰ را بہ بینم
بروں ز اتحاد و حلول عین اشیا — من اے نصر ایں جملہ ہا را بہ بینم

ہاں اس "تشخص وہمی" کے ملاحظے کے ساتھ "نسبت اتحادی" نہیں کی جا سکتی اور کی جائے گی تو اس گریز خیالی کے ساتھ کہ ؎

شاہد دل ربا ہوں میں، میں جو ہوں میں، سو میں نہیں
عاشق بے نوا ہوں میں، میں جو ہوں میں، سو میں نہیں
اپنے پر آپ ہوں فدا آپ ہی آپ سے جدا
کیا کہوں تجھ سے کیا ہوں میں، میں جو ہوں میں سو میں نہیں

از پھلواری۔ ۱۸ صفر ۱۳۳۱ھ

---

(۱۴)

نور چشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا ملا، حالات

معلوم ہوئے، تم حزم و استقلال پر قائم رہو، اللہ تعالیٰ تمہارے حاسدین کو ناکامیاب کرے گا۔

اے عزیزہ! اپنی طرف سے صفائی چاہیے اس صفائی کا اثر مخالفین پر ضرور ہوگا۔ مگر بعضوں کی طبیعت میں حسد کی جبلت ہوتی ہے، وہ خود اس کا نقصان اٹھاتے ہیں۔ ان شاء اللہ میں خود بھی دفع شر اعداء کے لیے تکبیر عاشقاں پڑھا کروں گا اور شریف اعظم بھی تین بار پڑھا کریں۔

کسی کا نقصان نہ چاہو

نور چشم شریف سے کہو کہ مخالفین کے نام کے اعداد نکال کر میرے پاس بھیج دیں۔ جملہ "ہر کہ در آید بر آید" وغیرہ میں وہ عدد بھی ملاحظہ کر لیا کریں، مگر کسی کا نقصان نہ چاہیں۔ شر مخالف پر ضرب لگائیں کہ اس کا شر جاتا رہے۔

مجھے ضعف کے سوا کوئی نیا ہرج نہیں ہے، وہی قدیم شکایتیں ہیں، بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے وعلیہ التکلان (اور بھروسہ اسی پر ہے)۔

۱۲ر اگست ۱۹۳۰ء   از پھلواری شریف

---

(۴)

نور چشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ

ایک تعزیت نامہ

نزلنا ھھنا ثم ارتحلنا   کذا الدنیا نزول وارتحال

یظن المرء فی الدنیا خلودًا   خلود المرء فی الدنیا محال

یہاں اترے پھر روانہ ہوگئے۔ یہ دنیا بس اسی طرح کا ایک آنا اور جانا ہے۔ انسان دنیا میں ہمیشگی کی تمنا رکھتا ہے حالانکہ دنیا میں ہمیشہ رہنا محال ہے

اے عزیزہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دفن کر کے حضرت انس رض واپس آرہے تھے، حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سراسیمہ اپنے در پر کھڑی تھیں بے ساختہ

بول اٹھیں:

یا انس کیف طابت انفسکم ان تحثوا التراب علی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔

اے انس تم لوگوں کے دلوں نے یہ کیونکر قبول کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو زیر خاک کرو؟

حضرت انس روئے اور عرض کیا کہ اے دختر رسول! اللہ تعالیٰ کی مرضی میں کسی کو چارہ نہیں۔ پس بشریت کا اقتضاء یہ ضرور ہے کہ باپ کے مرنے کا صدمہ و غم ہو، سایۂ رحمت و شفقت کا کھو جانا بے شک درد و الم پیدا کرے گا مگر نہ یہ مرنا کوئی نئی بات ہے نہ یہ غم کوئی نیا واقعہ ہے۔ پس میں تمہارے ساتھ اس واقعے میں کیا ہمدردی کروں؟ اگر کروں تو تصنع اور دنیا سازی ہے۔ تم کو اسی قدر کہوں گا کہ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پر خوب دھیان کرو اور میں اپنے آپ کو یوں کہوں:

"ما نیز بروزے ہم چنیں"

اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے، عذاب قبر سے بچائے، جنت میں درجات عالیات عطا فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا قرب عطا فرمائے۔ آمین۔

گھر بھر اب ہر بات میں سب سے بڑے تم ہو، تمہاری ذمے داری اب بہت زیادہ ہو گی، مرحوم کی جو شفقت ابراہیم اور عبدالقدوس و عبدالرحمٰن وغیرہم پر تھی اب ان سب باتوں کے متولی و ذمے دار تم ہو۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان خدمات کے حسن انجام میں ثابت قدم رکھے اور ان لوگوں کو توفیق دے کہ تم کو برادری سے ایک درجہ فوق بجائے پدر بزرگوار سمجھیں۔

جناّ مودی کی ہمشیرہ جس کی تقریب شادی میں میں شریک ہوا تھا، معلوم ہوا کہ وہ غریب بھی رخصت ہو گئی۔ یہ نہایت افسوسناک واقعہ ہے۔ مگر اس کے لیے بھی وہی صبر ہے۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" سب مودیان سلمہم الرحمٰن کو میری جانب سے دعا، اور فاتحہ خیر مرحوم۔ اے عزیزان! مجھے ایسے موقع پر بنگلور آنا ضروری تھا مگر ناتوانی و ضعف و شدتِ گرمی نے اب طولانی سفر کے قابل نہیں رکھا۔

ناتواں کرد مرا غفلت صیاد چناں
بالِ پرواز کجا زور پر افشانی نیست

معہذا دل سے دور نہیں ہوں اور تمھارے ہر کام میں شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے۔ "نعم المولےٰ و نعم النصیر" ۲ر جولائی ۱۹۲۰ء

---

(۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہٖ

دو قسم کی دوکانداری

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ حسین میاں کو جو تم نے خط لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آج کل کاروبار تجارت میں تمھاری مشغولی بہت بڑھی ہوئی ہے مگر لطف کی بات یہ ہے کہ ظاہر اِدھر کی مشغولی ہو اور باطن میں اُدھر کی مشغولی ہو

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ط

جسے "دست بکار و دل بیار" کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ تم کو وہ درجہ نصیب کرے۔ آمین۔ میرا دل بھی تجارت و دوکانداری کو بہت چاہتا ہے مگر وہ دوکان، جس کو حضرت احمد جامؒ نے فرمایا ہے کہ ؎

بر سر بازار صرافان عشق
زیر ہر دارے دکانِ دیگر ست

زرِ خالص کی طلب کہ خود زرِ خالص بن جانا

لوگوں کو دوکانداری سے زرِ خالص کی طلب ہوتی ہے۔ لیکن یہاں دوکانداری کے یہ معنی ہیں کہ خود زرِ خالص ہو جاؤ اور اس کی چمک دمک ایسی ہو کہ جدھر دیکھو وہی وہ ہو؛

زمین بھی زرخالص، آسمان بھی زرخالص، دوکان بھی زرخالص، دوکاندار بھی زرخالص، مال بھی زرخالص، خریدار بھی زرخالص، تن بھی زرخالص، اور جان بھی زرخالص، پس پہلے یوں کہنا ہوگا ؎

نہ تن بیچتا ہوں نہ جاں بیچتا ہوں
میں ہستی کی اپنی دکاں بیچتا ہوں

بس اب سمجھ لو کہ اصلی خریدار کون ہے؟ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ الخ ؎

برسرِ بازارِ ملکِ کائنات
اوّل و آخر خریدارت منم

اس دوکان میں نقد اور اُدھار سب ہوتا ہے، قرضہ بھی لیا جاتا ہے، اور دوگنا چوگنا واپس کیا جاتا ہے اور یہ سود بالکل حَلَالٌ طَيِّبٌ۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ط

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے کہ اللہ اسے کئی گنا زیادہ کر دے اور اس کے لیے باعزت اجر بھی ہو۔

اور ایک جگہ ارشاد ہوا،

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ط

اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو تو وہ تمہارے لیے اسے کئی گنا زیادہ کر دے گا اور اللہ قدردان اور علم والا ہے۔

سبحان اللہ کیا حسن معاملہ ہے تھوڑا دیجیے اور بہت لیجیے۔ اور پھر وہ آپ کی شکر گزاری بھی کریں، اور اپنے حلم کی چادر سے آپ کو ڈھانک لیں۔ پھر نہ کوئی آفت ہے نہ بلا ہے۔ نہ مصیبت ہے نہ رنج ہے نہ دکھ ہے نہ گناہ ہے نہ عذاب ہے نہ خوف ہے، نہ حزن ہے نہ ملال، یہاں بس عشق و محبت کا معاملہ ہے جس کو ولایت کہتے ہیں۔

اور ارشاد ہوا:

"اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ"
آگاہ رہو کہ اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

خط پر خط

عزیز من! اس قدر خط لکھوا جا چکا تھا اور ابھی کچھ داستان اور باقی ہے کہ اسی درمیان میں حجام آگیا۔ اب خط لکھنے کے بجائے میں خط بنواتا ہوں۔ خیر ایک شعر سن لو، اور خوش رہو ؎

ملوں اس یار سے جو غیر سے جھٹ پٹ جدا کر دے
کروں خود بندگی اس کی جو مجھ کو با خدا کر دے

جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب۔ السلام علیکم! "زندہ باش و خوش باش"

المضمون واحد باللہ مشہود وانت شاهد ؎ والدعاء

بجز وجود الٰہی کوئی وجود نہیں
شہود ذات مقدس سوا شہود نہیں

والسلام۔ ۲۳۔ مئی ۱۹۱۹ء

---

(۴)

میرے عزیز! وعلیکم السلام۔ تمہارا خط پہنچا۔ حالات معلوم ہوئے۔ اس سے قبل بنگلور سے خط آچکا ہے اور فتویٰ بھی مجھ سے طلب کیا گیا ہے۔ مگر صاحب خط نے اپنے پتے اور نشان سے مطلع نہیں کیا ہے اس لیے جواب سے قاصر رہا۔

خاتمۂ جنگ کی خوشی میں شرکت کا مسئلہ

اب مختصر جواب یہ ہے کہ قومی اجتماع سے علٰحدگی بے شک بری بات ہے۔ مگر "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" پس اگر نیک نیتی سے تم نے غرباء کی امداد کے لیے کچھ زرِ نقد دیا چاہے وہ صلح کی خوشی سمجھی جائے یا کچھ اور تو کوئی مضائقہ نہیں۔ نہ اس میں کفر ہے نہ

نہ کوئی شرعی گناہ۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں معاملہ صاف چاہیے۔ لوگوں کے طعن وتشنیع کا کچھ خیال نہ کرو۔

میری تقریر جو انجمن اسلامیہ بانکی پور میں ہوئی تھی وہ انگریزی اخبار میں چھپ گئی ہے ایک کاپی بھیجتا ہوں اسے ترجمہ کرا کے سن لو۔

میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ صلح کی خوشی کبھی نہ ہونا چاہیے بلکہ اس میں یہ معذرت کہا ہے کہ بوجہ مسئلہ خلافت و واقعہ پنجاب ہم لوگ رنجیدہ دل ہیں۔ اگر اس خوشی میں شریک ہوں تو یہ منافقانہ خوشی ہوگی اور ہم راست بازی سے خوشی کرنا چاہتے ہیں۔ واقعہ پنجاب کے تحقیقی فیصلے کے بعد اور خلافت ٹرکی کے اطمینان کے بعد!

میں نے اپنی تقریر میں یہ کبھی نہیں کہا کہ ہم دوسروں کو اظہار خوشی سے روکتے ہیں بلکہ یوں کہا کہ ہم موجودہ حالت میں سچے دل سے اظہار مسرت نہ کرسکیں گے اور ہندو مسلمان اس پر خود غور کرلیں کہ ان کو کیا کرنا چاہیے۔

اے عزیزو! یہ علم تمدن کا مسلّم مسئلہ ہے کہ گورنمنٹ کی ملکی امن وامان کی خوشی عین رعایا کی خوشی ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ دنیا میں جب قتل وخونریزی بند ہوجائے اور انسان امن وامان کی زندگی بسر کرنے لگے تو اظہار خوشی ومسرت نہ کیا جائے۔ ضرور کیا جائے ہر فرد انسانی پر یہ خوشی واجب ہے۔ مگر خلافت ٹرکی کے واقعات کچھ ایسے پیچیدہ ہو رہے ہیں جس کو ہم امن وامان نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہر مسلمان کو مذہبی ٹھیس لگنے سے بے حد تکلیف ہے۔ پس خاص کر مسلمانوں کو یہ خوشی صحیح معنی کی خوشی نہ ہوگی۔ اس لیے گورنمنٹ سے اپنی معروضات پیش کر کے ہم اس اظہار خوشی میں نہ شریک ہونے کی معذرت کرتے ہیں۔ اور گورنمنٹ نے جو اس موقعے پر انڈیا کے قحط زدہ وفلاکت زدہ لوگوں پر چاول اور کپڑا وغیرہ تقسیم کیا ہے ان باتوں کے شکر گزار ہیں۔

عزیزم مودی! مکرر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کا معاملہ پاک ہونا چاہیے باقی سلوک سے کام لو۔ از پھلواری شریف۔ روز چہار شنبہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء

---

(۷)

مخلص عزیز طال بقائکم! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ آج تمہارا سو روپیہ بذریعہ تار منی آرڈر ملا۔ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے۔ ماہ مبارک رمضان کے لنگر میں اس روپے سے بہت اعانت پہنچی۔

کاروباری نقصانات کے وقت نظر مسبب الاسباب پر رکھو

چمڑے کے تجارتی تنزل نے بہت لوگوں کو بے کار کر دیا ہے۔ اطرافِ ہندوستان سے میرے پاس خطوط دعا کے لیے برابر آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی پریشانی پر رحم فرمائے اور پستی سے بلندی پر لوگوں کو لا سکتے ہیں ھو الخبیر و ھو علی کل شیءٍ قدیر[1] تردوات و بلیّات و مصائب پر مومنین کو ہمیشہ صبر و استقلال سے کام لینا چاہیے، اور اس خدا کے فرمان کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ:

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ

اللہ تعالیٰ ہی رزق میں کشادگی عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے اس کی روزی تنگ کر دے۔

کوئی شاہ کوئی امیر ہے کوئی بے نوا فقیر ہے
جسے چاہا جیسا بنا دیا تیری شان جل جلالہٗ

پس اے عزیز! معاملاتِ تجارت میں اگرچہ اسباب پر غور و فکر کرنا چاہیے مگر نظرِ حقیقی حضرت مسبب الاسباب جناب باری عز اسمہٗ کی طرف ہونا چاہیے اور ہر خیر و کامیابی کا ترقب اسی سے ہونا چاہیے اسی کو توکل کہتے ہیں جس کے لیے ارشاد ہوا:

وَعَلَى اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ

---

[1] خیر اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے۔

پس تم گھبراؤ نہیں اور رحمت وکرم کے امیدوار رہو! ؎

نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار
تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار

اے عزیز! میں اپنی حالت کیا کہوں، بہت ضعیف وناتواں ہوگیا ہوں اب جمعے کے دن بھی مسجد نہیں جا سکتا اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرمائے۔
حسین میاں کو کئی بار منہ سے خون آگیا وہ زیر علاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے۔ اُدھر معاملات خلافت نے ہوش وحواس خبط کر دیے، بہرحال شکر ہے۔ گلو میاں بھی بہت سخت بیمار تھے اب خدا کے فضل سے صحیح ہیں۔ رات الہ آباد گئے ہیں۔
ماہ مبارک رمضان کا لنگر بخوبی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام آپ لیتا ہے اور لیتا رہے گا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب سلام اللہ علیہ کے فاتحے کے دن یعنی ۲۱ر رمضان کو اس سال ایک عام دعوت کا بھی ارادہ ہے۔

از پھلواری شریف۔ یکم جون ۱۹۲۰ء

---

(۸)

۸ر ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

یوم السبت از مدراس

نورچشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میں کلکتہ و چاٹگام ہوتا ہوا مدراس پہنچ گیا۔ کل انشاء اللہ تعالیٰ بنگلور روانہ ہو جاؤں گا۔

خواب میں شغل ورود کی تعلیم

یہاں عزیزم میاں شریف اعظم صاحب میرے ہمراہ ہیں۔ اس سفر میں عجائبات قدرت الٰہی کا مشاہدہ ہوا اور منامات صالحہ اور واقعات مخیرہ سے اکثر مشرف

ہوتا رہا۔ اپنے حضرت قبلہ پیر و مرشد قدس سرہٗ کو دیکھا کہ وہ عجیب لطف و مہربانی سے مجھے شغل ورود تعلیم فرما رہے ہیں۔ میں اپنے دل میں کہہ رہا ہوں کہ یہ تو ہماری روزمرہ کی غذا ہے اور ہمارے طریقے کا گوشت پوست و استخواں سب کا نشو و نما اسی شغل مبارک سے ہے۔

پھر اسی خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ العالمین جدی مخدوم حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ نہایت ہی نورانی صورت میں جلوہ افروز ہیں اور مجھے شغل ورود تعلیم فرما رہے ہیں۔ میرے دل کو پھر وہی خطرہ ہوتا ہے۔ اے عزیز! میں نے اس رویائے صادقہ کی تعبیر یوں کی ہے کہ ہمارے یہاں اسی شغل ورود سے ابتدا ہوتی ہے، اور انتہا کے بعد پھر اسی مقام میں استقرار ہے اس لیے کہ

الرجوع الی اللہ انہ ھو النھایۃ۔

اللہ کی طرف رجوع ہی آخری مقصود ہے۔

پس عزیزان حلقہ کو اسی شغل میں گرما گرمی چاہیے اور اس کو نعمت جلیب یقین کر لینا چاہیے۔

اوراکات روحانی کے چار مدارج

ہاں ایک بات اور یاد آئی سالک کو سلوک کے درمیان میں جو اوراکات ہوتے ہیں وہ چار طرح سے ہیں۔ رویت، معاملہ، واقعہ، مکاشفہ۔ رویت اس کو کہتے ہیں جو گہری نیند میں واقعات معلوم ہوتے ہیں اور معاملہ وہ ہے جو بین النوم والیقظہ دیکھا جاتا ہے اور واقعہ وہ ہے کہ اذکار و اشغال کی مشغولی میں جو بیخودی ہوتی ہے اس حالت میں دیکھا جائے۔ اور مکاشفہ وہ ہے کہ جو بے مشغولی اذکار و اشغال بے خودی واقع ہو۔ اور اس میں دیکھا جائے۔ الہام اس کے ماورا ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ علٰحدہ سے لکھوں گا۔ تمہارے اکثر مدرکات جن سے تم نے مجھے اکثر آگاہ کیا ہے واقعات ہیں جو دوازدہ تسبیح یا دیگر اذکار و اشغال کی بےخودی میں معلوم ہوئے ہیں اور مقامات سے ان کو بے شک فوقیت

ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ترقی بالائے ترقی عطا فرمائے۔ آج کل گیارھویں شریف کا زمانہ ہے، حضرت غوث الثقلین کی طرف متوجہ رہو اور محبت و تولّا و عزام کا اس جناب میں اظہار کرو۔ سعادت دارین اسی سے حاصل ہوگی۔ اس جناب قدس سرہٗ نے فرمایا ہے:

فکن قادریًا صافی القلب مخلصًا
تعیش سعیدًا صادقًا فی محبتی

صاف دل اور مخلص قادری بن جاؤ تو تم خوش بخت زندگی بسر کرو گے، اور میری محبت میں سچے ٹھہرو گے۔

سگ درگاہ جیلاں شو چو خواہی قرب ربانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

والسلام

---

(۹)

نور چشم من، نور اللہ قلبک و کان لک!

از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیۂ سلام مسنون و دعاہائے خیر پذیرا نمایند!

امابعد عزیزم مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے خط سے آپ لوگوں کے انتشار و تردد کا حال معلوم ہوا اور امر واقعی بھی یہی ہے کہ حفظ آبرو و حفاظت مال متاع پر انسان مجبور ہے۔ پس ایسے فتنے کے وقت جیسے اِنَّمَآ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ (تمہارے مال اور اولاد ایک فتنہ (آزمائش) ہیں)۔ فرمایا گیا ہے۔ ہر شخص کو اپنے مولیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسی کی پناہ گاہ میں پناہ لینا چاہیے۔ مجھے جب ایسے بیرونی فتنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو میں یہ دعائیں پڑھتا ہوں

اور اللہ تعالیٰ مجھے اس فتنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

دفع بلایا کی دعا:۔

اللّٰھم انی اعوذ بک من إحداق الفتن وتطاول اھل الجراۃ علیّ واستضعافھم ایای فاجعلنی منک فی عیاذٍ متیعٍ وحرزٍ حصینٍ من جمیع خلقک حتیّٰ تبلغنی اجلی معافاً۔

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں فتنوں کے آنے سے، ظالموں کی دست درازی سے، اور کمزور سمجھے جانے سے، پس مجھے اپنی محفوظ پناہ میں لے لے، ایسی قلعہ بند حفاظت میں لے لے جو تیری مخلوق کی رسائی سے باہر ہو اور مجھے امن و عافیت سے عمر پوری کرنے کا موقع دے۔

(مع دس بار اول و آخر درود شریف)۔ یہ دعا دلائل الخیرات میں بھی ہے مگر شروع الفاظ میں فرق ہے۔ میں نے جس طرح سے لکھ دیا ہے تم اور تمھارے برادران اُسے اسی طرح پڑھا کریں اور میرے عزیز سید عبدالجبار صاحب کو بھی اس کے پڑھنے کی تاکید کر دو۔

---

(۱۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدرسۂ حافظیہ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ خط تمھارا ملا۔ مدرسۂ حافظیہ میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے خیرُالنّاسِ من یّنفع النّاسَ (بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے)۔ اور علمی وہ بھی دینی نفع سے بڑھ کر اور کون سا نفع ہوگا! پھر والدین کی خدمت اور ان کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے اجرائے مدرسہ سے

بہتر کوئی مستحسن طریقہ نہیں۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْ لَہٗ (صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے) اب تم اس کے مصداق ہو گئے۔ جزاک اللہ جزاک اللہ فی الدارین خیرًا۔

مگر اے عزیز! بموجب فرمان نبویہ علیہ الوف الثناء والتحیۃ "بہترین نیک عمل وہ ہے جس پر دوام ہو سکے" پس تم اس بات پر خوب غور کر لو۔ اور مدرسہ کو ایسے پیمانے پر چلاؤ جو مفید بھی ہو اور اس میں استقامت پیدا ہو۔ بزرگوں نے فرمایا ہے "الاستقامۃ فوق الکرامۃ" بیسیوں مدرسے قائم ہوئے اور مٹے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ استقامت کے اصول و قواعد سے دور تھے اور بانی حضرات کو ایک فوری جوش تھا جو قائم نہ رہ سکا۔

مدارس میں عصری تقاضوں کا خیال ضروری ہے

علاوہ ازیں وہ سب مدرسے ایسے تھے کہ زمانے کی ضرورتوں پر ان کی بنا نہ تھی بلکہ دو سو برس قبل جن علوم و فنون کی ضرورت تھی انھیں کی ان میں تقلید کی گئی، پس ان کا مٹنا کوئی تعجب خیز معاملہ نہ تھا۔

اے عزیز! دینی مدرسے سے مقصود دین اسلام کی خدمت ہے تو ہم کو غور کرنا چاہیے کہ کس طور کی خدمت سے اس وقت اسلام کی تبلیغ ہو گی۔ علماء و طلباء کی خدمت و مدارات بے شک سعادت دینی ہے مگر مدرسے کے ذریعے سے ہمارا مقصود اتنا ہی نہ ہونا چاہیے بلکہ کوشش یہ ہو کہ ایسے طلبا اس سے نکلیں جو اپنے پاک اخلاق کا اثر غیر قوموں پر ڈال سکیں اور غیر مسلم اقوام کے شبہات کو رفع کر سکیں، قوم میں اتفاق و اتحاد کی روح پھونکیں، باہمی مناقشات کو دور و دفع کریں، الجھی ہوئی گتھی کو سلجھائیں۔

مدرسہ یا محتاج خانہ

پس یہ باتیں اگر مدرسے سے پیدا نہ ہوں تو وہ مدرسہ نہیں محتاج خانہ ہے۔ غریبوں اور ناداروں کے پیٹ پالنے اور خدمت کا ثواب ہو گا۔

خدا کرے تمہارا یہ مدرسہ اپنے اصلی مرکز پر چلے اور میں اسے پھولا پھلا دیکھوں۔ نورِ چشم محمد شریف اعظم کو جب طاقت آجائے تو روانہ کر دو۔ داداجان، اس کی ماں اور فریدہ و مسعود سب کو سلام و دعا کہو۔ والسلام۔ ۱۶۔ شوال ۱۳۳۷ھ روز سہ شنبہ۔

---

(۱۱)

عزیزم مولوی سلکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ آج تمہارا خط ملا۔ اللہ تعالیٰ مریضوں کو صحت و عافیت عطا فرمائے اور تمھیں طمانیت قلبی بخشے۔

شادی بخیر و خوبی انجام پائی۔ عزیزم مولوی عبدالقدوس کی شرکت سے میرا دل بہت خوش ہوا۔ شادی کے ہر کام میں وہ شریک تھے۔ مدرسے کے متعلق جو میں نے لکھا تھا وہ اس خیال پر تھا کہ شاید یہ مدرسہ چندے سے ہے مگر میاں شریف اعظم کی زبانی کیفیت معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور تمھاری نیت میں برکت بخشے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ صلاح مشورے سے اس کی اعانت کرتا رہوں گا۔ ۳۱ر جولائی ۱۹۱۹ء

---

(۱۲)

نورِ چشم مولوی! السلام علیکم۔ آج تمہارا خط پڑھ کر نہایت ہی سرور و انبساط ہوا۔ دفاکم اللہ الی معادت الکمال (اللہ تمھیں مراتب کمال تک بلند کرے)۔

فاتحہ گنج شکر

اے فرزند! حضرت بابا فرید قدس سرہٗ کا فاتحہ میں خود نہایت ہی خلوص سے کیا کرتا ہوں اور اپنے حلقے کو بھی اس کی ہدایت کرتا رہتا ہوں۔ اس نیاز اور فاتحے میں نہ کوئی قید ہے نہ کوئی بکھیڑا ہے۔ بس خلوص و نیاز مندی شرط ہے۔ الحمد للہ کہ تم نے

یہ فاتحہ کیا اور تبرک تقسیم کیا اور خود بھی کھایا۔ انشاء اللہ سرکار فریدیہ میں قبولیت ہو گی، اور اسی قبولیت کی امید پر ہمارے یہاں فاتحہ "قبولی" پر کیا جاتا ہے، اور چونکہ وہ گنج شکر تھے اس لیے وہ "قبولی" بھی میٹھی ہوتی ہے "تقبل اللہ منا"۔ چونکہ بقائے سلسلۂ چشتیہ بہشتیہ انھیں کی ذات سے ہے اس لیے اس سلسلے کے وہ نوح ہیں۔ پس ؎ "چہ باک از موج بحر آں راکہ وارد نوح کشتی باں۔"

سفینۂ اہل بیت

پس ہماری عرفانی کشتی کے وہ ناخدا ہیں جو ہمیں پار لگاتے ہیں اور منزل مقصود پر پہنچاتے ہیں مگر حقیقت میں یہ عرفانی کشتی محبت و تولا و تمسک اہل بیت نبوی علیہم السلام کی ہے جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مثل اهل بیتی کسفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها هلك" یعنی میرے اہل بیت کی مثال نوح نبی کی کشتی کی سی ہے جو اس پر چڑھ گیا پار ہو گیا اور جو اس سے چھوٹا ہلاک برباد ہوا۔ اس لیے بزرگ کہتے رہے ہیں ؎

اگر دعوتم رد کنی ور قبول

من و دست و دامان آل رسول

اے عزیز! اصل اصول طریقت عشق محمدی اور ان کے اہل بیت کے ساتھ تولّا و عزام ہے علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور ان کے اصحاب با اختصاص کا احترام و عظمت ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ اس لیے میں عشرۂ محرم میں خاص کر اس تولّا سے مغلوب الحال ہو جاتا ہوں۔ اس سال جب ایام عشرہ آئے تو میں یہ سمجھا کہ ذکر فضائل و مناقب و بیان شہادت تو میں ضرور کروں گا مگر تقسیم تبرک بوجہ گرانی اجناس و کمی سرمایہ نہ کر سکوں گا مگر کیا شان بندہ نوازی ہے کہ اس سال باوجود ضعف ہر روز مسلسل بیان ہوتا رہا اور تقسیم تبرک، شیر چاء، قبولی، کھچڑی، شیرینی و نان و شربت ہر سال سے زیادہ ہوا الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ بوجہ گرانی و قحط تبرک کے لیے ہجوم عام ہوتا تھا۔

مولوی شریف اعظم کو میں نے اس لیے روک لیا تھا کہ اس برکت سے متاثر ہو کر وہ تمھارے پاس جائیں مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ تم بنگلور ہی میں بیٹھے اس تولا سے اہل بیت دفیوضات محمدیہ وحسینیہ سے خواب کے ذریعے متاثر ہوئے۔

نور معشوق ازل در دلم از یار افتاد
عکس خورشید ز آئینہ بدیوار افتاد

مولوی شریف اعظم سلمہ اللہ تعالیٰ آج یہاں سے مکان ہوتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ عنقریب تمھارے پاس پہنچیں گے۔ سردست یہاں یا اپنے مکان پر ان کے قیام کا کوئی ضروری کام نہیں ہے۔ جب تک چاہو انھیں بنگلور میں مقیم رکھو۔ یار باقی وصحبت باقی۔

والسلام۔ از پھلواری شریف۔ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۱۹ء

قاضی باقی شاہ صاحب وزیرآبادی

شہر وزیرآباد (پنجاب) کے معزز قاضی خاندان کے ایک رئیس تھے۔ بڑے سلیم الطبع، متین اور باوقار تھے۔ چوبیس سال کی عمر میں حضرت کے ہاتھ پر مرید ہوئے اور تعلیم طریقت حاصل کرتے رہے۔ پھر اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ قاضی صاحب کا گھرانا ایک درویش گھرانا تھا۔ قاضی صاحب بیعت کے پہلے سے اپنے کچھ خاندانی اوراد کے بھی پابند تھے اور حضرت کے اذن سے آپ ان تمام اوراد کے بھی مداوم رہے۔ ان کی وجہ سے سارے گھر کا ماحول دینی و مذہبی رہا۔ شعر و تاریخ گوئی سے بھی ذوق رکھتے تھے۔ اعراس کی حاضری پابندی کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ خانقاہ سلیمانیہ کے بیان سیرت کی شرکت کے لیے اکثر و بیشتر وزیرآباد سے پھلواری شریف آیا کرتے تھے۔ ضعیفی و کبرسنی کی حالت میں بھی اپنے معمولات کو برابر پورا کرتے تھے۔ تہجد کے لیے اٹھتے تو چاشت کی نماز کے بعد فراغت ہوتی اور مغرب کی نماز کے بعد بیٹھتے تو عشا کی نماز کے بعد تک مشغول رہتے۔ کم و بیش چھہتر سال کی عمر پاکر ۱۹۷۳ء میں انتقال فرمایا۔ اللہ ان کے مدارج کو بلند فرمائے۔

(۱)

عزیز من! السلام علیکم۔

ضرورت مرشد

اگلا خط تمھیں ملا ہوگا۔ اس کے مضامین پر خوب غور کرو، آج پھر ایک یہ خط جاتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ انوار و تجلیات اور سچا عرفان بغیر مرشد کے، مجرد ایمان وصلاح و تقویٰ سے حاصل ہونا جیسا کہ اس زمانے کے عامہ اہل علم ظاہر سمجھتے ہیں خلافِ سنتِ الٰہیہ ہے۔ سنو سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے:

آیۂ وسیلہ کی تفسیر

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اس کی طرف وسیلہ، اور محنت کرو اس کی راہ میں تاکہ فلاح پاؤ۔

اس آیۂ پاک میں پانچ باتیں ہیں۔ اوّل خطاب اہل ایمان کے ساتھ کہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" دوسرے تقویٰ کی فرمائش "اتَّقُوا اللّٰهَ"۔ پھر اس تقویٰ کے بعد دوسری فرمائش وسیلہ ڈھونڈنے کی "وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ"۔ پھر اس وسیلہ پانے کے بعد ایک اور فرمائش مجاہدے اور محنت کی "جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ"۔ پھر ان سب کے بعد اس کا نتیجہ فوز اور فلاح "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"۔ یعنی جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ عام نہیں، خاص بندے جو مومنین ہیں انھیں سے روئے سخن ہے۔ جن کو تصدیق قلبی کا مقام حاصل ہو چکا ہے، پس ان کو فرمائش یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرو، یعنی مجرد تصدیق تمھارے لیے کافی نہیں۔ اس کے علامات ہیں اسلام کی پابندی، اوامر کو بجا لانا، نواہی سے بچنا۔ جب اسلامی عملی قوت اس تصدیق سے مل گئی تو بس انسان نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہوا۔ اب فرمائش یہ ہے کہ میرا تقرب چاہو۔ مگر میرا تقرب کوئی آسان امر نہیں ہے کہ فقط ایمان و اتقا تم کو بلا واسطہ وہاں تک پہنچا دے۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔

ہم انسان سے رگ جان سے بھی زیادہ قریب تر ہیں۔

فقط مومن ومتقی ہونا تمہارا اس تنزیہی قرب تک تم کو نہیں پہنچا سکتا۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔

وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔

اس پاک معیت کا ادراک کوئی آسان امر نہیں۔ اس لیے تمہیں ضرور ہے کہ اس تقرب کے لیے تم میری سرکار میں کوئی وسیلہ ڈھونڈو، یعنی ایک ہادی و مرشد اپنا بناؤ تاکہ جو میرا مقرب ہے، وہی تمہارا مقرب ہو، اور یہ بھی یاد رکھو کہ فقط کسی کو مرشد بنانا میری قربت کی راہ میں کافی نہیں بلکہ اس ہادی و مرشد کی ہدایت سے محنت کرو مجاہدہ کرو۔ اب سمجھو جب تم نے ایمان و تقویٰ کے ساتھ مرشد کو قبول کر کے مجاہدہ و محنت کر لیا تو تم ارباب فلاح سے ہو گئے، یعنی تمہیں رستگاری ہو گئی۔ اب شرک کی ہوا بھی تم کو نہ لگے گی، قرب و معیت تم کو اپنے میں گم کر دے گی۔ سنو گے تو میری ہی سنو گے، دیکھو گے تو مجھی کو دیکھو گے، بولو گے تو میری ہی بولی بولو گے، اور یوں کہو گے: الا کل شئ ما خلا اللہ باطلٌ (اللہ کے سوا باقی سب چیزیں بے حقیقت ہیں) ؎

داد یم ترا ز گنج مقصود نشاں
گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

والسلام۔ ۴ر جون سنہ ۱۹۱۲ء

---

(۱۲)

عزیزم باقی! اللہ بس و باقی ہوس

اے عزیز! ایک مدت سے تمہارا خط نہیں آیا، دل کو تعلق ہے۔ ہر چند کہ میں خوب سمجھتا ہوں کہ ارادت وہ مضبوط ڈوری ہے کہ کبھی توڑے نہیں ٹوٹتی:۔ اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ (ایسی مضبوط کڑی جو شکست نہ ہو سکے) یہی ہے

ادھر جائیے اُدھر جائیے مگر نتیجہ آپ کو معلوم ہے ؎

چند روزے ہر کجا خواہی برو
بازگشتہ آخریں کارت منم

کلمۂ حق کی تلقین کا واقعہ

ایک قصہ ستو۔ میں ضلع مراد آباد میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا جو حضرت غوث الثقلین کی سرکار سے صاحب حضوری تھے مجھے ان سے ایک خاص خلوص پیدا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے بھی اپنا بنا لیجیے اور اپنے رنگ میں مجھے بھی رنگ دیجیے، یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ ہمارے حضرت قبلہ و کعبہ فرما گئے ہیں کہ ؎

ز ہر در کہ خواہم خدا را بہ بینم
بر آں در رخ مصطفٰے را بہ بینم

اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے

اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ۔

حکمت تو مومن کی گم شدہ دولت ہے۔

الغرض میں نے ان بزرگ سے ارشاد کی درخواست کی اور چونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ "کلمۃ الحق" القا کرتے ہیں اس لیے میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی القا کیا جائے ؏

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

ان بزرگ نے فرمایا کہ مولانا ہمارے یہاں تو بغیر استخارے کے یہ کام نہیں کیا جاتا، آج شب کو میں آپ کو حضرت غوث الثقلین میں پیش کر دوں گا۔ اگر اُدھر سے قبولیت کا اشارہ ہوا تو میں آپ کو قبول کر لوں گا، اور جو مجھے بزرگوں سے پہنچا ہے پیش کر دوں گا۔۔ اے عزیز! میں کیا کہوں کہ وہ رات مجھ پر کیسی گذری سخت سردی کا موسم تھا اور اسہال بواسیری کا دورہ۔ خیمے سے نکل کر بار بار بول و براز

کے لیے باہر جانا پڑتا تھا۔ مگر واللہ ثم باللہ یہ تکلیف کچھ بھی نہ تھی، سوہان روح اس خیال سے تھا کہ ان بزرگ نے اگر سرکار غوثیہ میں مجھے پیش کیا اور وہاں سے عدم اجابت ہوئی تو پھر میرا کیا ٹھکانا ہوگا۔ کبھی یہ خیال ہوتا تھا کہ وہابی دہریہ ہو جاؤں گا کبھی یہ خیال ہوتا کہ وہاں سے جو ارشاد ہوگا وہ حرف تقدیر ہے۔ اگر وہاں سے مردود ہوا تو سلب ایمان ہی ہو جائے گا، انھیں خیالات میں صبح ہو گئی، میں صبح کے لیے وضو کر رہا تھا کہ وہ بزرگ نمودار ہوئے اور نہایت بشاشت سے مجھ سے فرمایا کہ تم پیش ہو گئے، اب میں تمھیں بتاؤں گا، پھر ان بزرگ نے دو چیزیں بتائیں مگر توجہ تام کے ساتھ۔ ایک تفویض غوثیہ، یعنی مجھے غوث پاک کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ ایک اربعین تک بجز غوث پاک کے کسی طرف متوجہ نہ رہو، اگر بھوکے یا پیاسے ہو، کسی غیر سے اپنی حاجت پیش نہ کرو، جو سامنے آجائے کھا پی لو، کوئی نقد دے تو لے لو مگر اشارۃً کنایۃً کسی سے کچھ نہ کہو۔ بیمار ہو تو دوا نہ کرو، طبیب و ڈاکٹر سے کوئی سروکار نہ رکھو، وعظ کہو تو ہدایت و ضلالت کا کچھ قصد نہ کرو، فقط غوث پاک کو وعظ سنا دو۔ اے فرزند! ایک چلّے تک میں نے ان تمام شرائط کو پورا کیا۔ مقام امتحان میں آگیا۔ افلاس و ناداری سخت بیماری۔ وطن سے باہر۔ غربت سفر، اللہ اللہ کیا کیا مصیبتوں سے سامنا پڑا۔ مگر واہ رے میری قادری ہمت کہ بجز شیخ عبدالقادرؒ کے کسی طرف رخ نہ کیا۔ الغرض مجھے اس شغل کے ختم کے بعد سرکار غوثیہ میں ایک عجیب مناسبت پیدا ہو گئی، جس کا شمہ اب تک مجھ میں موجود ہے، اور اس مناسبت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بچپن سے خلقی طور پر مجھے سرکار غوثیہ سے عقیدت کامل اور ایک مناسبت خاصہ تھی۔ شروع شباب میں میرے چچا حضرت حکیم غلام قادر قدس اللہ نفسہ نے مجھ سے قصیدۂ غوثیہ شرائط کے ساتھ اس قدر پڑھوایا تھا کہ مجھے اس سرکار میں ایک خلوص پیدا ہو گیا تھا، الغرض وہ سب نسبتیں مل کر جو ارادت مجھ میں مخفی تھی اس کو ظاہر کر دیا۔

وحدت بحتہ کا مراقبہ

دوسرا شغل جو اس شیخ نے بتایا وہ مراقبۂ وحدت بحتہ تھا اور تخلیۂ قلب اس کا پہلا زینہ تھا اور انتظار و شوق اس کا دوسرا زینہ اور وجدان معرفت اس کا تیسرا زینہ تھا۔ آگے کیا ہے میں نہیں جانتا۔ ایک مدت تک میں نے اپنے قدیم خاندانی شغل و اشغال کو چھوڑ کر اسی مراقبہ کا دوام کیا۔ مگر کشود نہ ہوا۔ بہت کوششیں کیں، مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اتفاق سے میں بریلی میں تھا اور پھر علیل ہوگیا۔ وہ بزرگ میری عیادت کو تشریف لائے۔ میں نہایت ہی ارادت و نیازمندی سے ان سے ملا اور ان کی تشریف آوری کو نعمت غیر مترقبہ سمجھا، انھوں نے چند باتیں فرماکر یوں ارشاد فرمایا کہ یہ مراقبہ جو میں نے تمھیں بتایا ہے اُسے چھوڑ دو۔ رنگ نہیں جما اور نہ جمے گا۔ پہلی چوٹ زیادہ گہری ہے وہی کام آئے گی۔ تم اپنے انھی قدیمی اشغال و اوراد کو برتو، وہ بھی حق یہ بھی حق، گڈمڈ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اس شیخ کے ادراک اور حق بینی پر عش عش کر گیا۔

اے عزیز! اب اصل مطلب پر آتا ہوں۔ وہ چیزیں جو پہلے میں نے تمھیں بتائی تھیں یقین کرلو آخر دم تک وہی کام آئیں گی اور وہ چوٹ گہری چوٹ ہے ؎

اوّل ما آخر ہر منتہی
آخر ما جیب تمنا تہی

والسلام

---

(۱۳)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

وحدتِ وجود

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ "لا الٰہ" یعنی درحقیقت کوئی کچھ

بھی نہیں "الا اللہ" مگر وہی ذات پاک اللہ۔ پس یہ تمام اشیا جنھیں تم اپنے وہم میں موجود سمجھ رہے ہو مظاہر و اظلال و عکوس ہیں مستقل وجود ان کا سمجھنا شرک ہے۔ یہ حقیقت میں معدوم و نیست ہیں، مگر ان کو ہستی اسی "ہستی" بالذات سے ہے۔ عارف سالک جب چشم حقیقت کھولتا ہے تو وہ دوسرے کو نہیں پاتا۔ اعلیٰ درجۂ ادراک تو یہ ہے کہ خود بھی گم اور گم ہونے کا خیال بھی گم اور فی الجملہ اگر اپنی ظاہریت اور ظلیت کا ادراک ہے جب بھی بے ساختہ یوں بول اٹھتا ہے ؎

تماشائی خود را بخود می نمود | کہ خود عاشق و عشق و معشوق بود
کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر | سوی اللہ واللہ ما فی الوجود

مگر اے عزیز! ع "ایں زمیں را آسمانے دیگر است" تم چاہو کہ علم ظاہری کے قواعد سے اس کی تمہید کرو، یہ مشکل بلکہ ایک محال ہے اور محض تضیع اوقات ہے۔ یہ تو سیر و سلوک سے متعلق ہے یہاں مکاشفہ و مشاہدہ درکار ہے جس سے علم الیقین بلکہ عین الیقین ہو، جہاں شک اور وہم و گمان کو دخل بھی نہ ہو۔

پس بلا مشاہدہ سیر و سلوک فقط لفاظی و قیل و قال اور زندقہ و گمراہی ہے۔ بقول حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ ؎

مغرور سخن مشو کہ توحید خدائے
واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

تم عزیز حسب معمول اَللّٰهُ حَاضِرِیْ اَللّٰهُ نَاظِرِیْ اَللّٰهُ شَاهِدِیْ اَللّٰهُ مَعِیْ (اللہ میرے پاس موجود ہے اللہ مجھے دیکھتا ہے اللہ میرا شاہد ہے اللہ میرے ساتھ ہے) کے مراقبے میں گم رہو، پھر وہی "لا الٰہ الا اللہ" میں مستغرق ہو جاؤ۔ پھر دیکھو گے جو دیکھو گے اور پاؤ گے جو پاؤ گے۔

والسلام

---

(۴)

ہرچہ بینی طفیل مرشد است

عزیزم قاضی باقی شاہ سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ مرید میں جو حالت ترقی و عروج کی پیدا ہو اس کو اپنے مجاہدہ و ریاضت کا سبب نہ سمجھے بلکہ مرشد برحق کی عنایت و یمن و برکت یقین کرے، ورنہ ہر دم یہ کھٹکا ہے کہ در فیض بند نہ ہو جائے۔ سنو! مجھ میں آج تک جو باتیں پیدا ہوئیں میں ہر ایک کو کمالِ اعتقاد و جازم سے اپنے مرشد ہی کا طفیل سمجھا کیا اور سمجھتا رہوں گا۔ پھر چند بار مجھے تفصیل کے ساتھ بتایا گیا کہ یہ یوں ادھر سے آیا۔ یہ یوں اُدھر سے آیا یہاں تک کہ مجھ سے کہا گیا کہ میری محبوبیت کی شان تجھ میں جلوہ گر ہوئی۔ میں اپنے ان ادراکات کو کبھی کبھی اپنی اردو تکلم میں بول دیتا تھا مگر کسی خاص شخص سے کہنا مناسب نہیں سمجھتا تھا، مگر میرے ایک اللہ والے دوست حکیم وارث مرحوم اس زمانے میں بانکی پور میں رہتے تھے۔ میں ان سے ملنے گیا۔ وہ مجھ سے فرمانے لگے میرے دل میں اس وقت یہ گذرا کہ تم میں حضرت قبلہ شاہ محمد علی حبیب قدس سرہٗ کی محبوبیت کی تجلی ہوئی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مجھے وجد آ گیا۔ بس اس واقعہ کے تھوڑے دنوں کے بعد رجوع خلائق میری جانب بہت زیادہ ہوا اور میرے ذریعے سے بندگانِ الٰہی کو فیض پہنچنے لگا۔ مگر حاشا و کلا نہ یہ میری محنت و ریاضت کا ثمرہ ہے نہ علم و فضل کا نتیجہ ہے۔ یہ وہ ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء نے اپنے پیر حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کو لکھا تھا ؎

زاں روئے کہ بندۂ تو خوانند مرا | بر مردمکِ دیدہ نشانند مرا
لطفے عادت عنایتے فرمود است | ورنہ چہ کسم خلق چہ دانند مرا

اے عزیز! اکثر جلسوں میں شعرا میری منقبت میں غزلیں، رباعیاں اور قصائد پڑھتے ہیں۔ پس جب شعر میں کوئی مجھے رونق پھلواری لکھتا ہے یا فخر پیران و مشائخ

لکھتا ہے، مجھے بے حد روحانی صدمہ پہنچتا ہے۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ پھلواری کو مجھ سے عزت نہیں بلکہ پھلواری سے مجھے عزت و شرف ہے۔ اور پیروں کی خاک پا ہونا میرا عرفان و کمال ہے۔ اور معاذ اللہ (ایسا کہنا) اُن کا مخزن بننا تو محالات سے ہے۔ جب میں حیدر آباد گیا تو بہتیرے شعراء نے قطعات و رباعیات پیش کیں، مگر میں نے جناب سید ضامن علی صاحب کنتوری کی ایک رباعی کو بہت پسند کیا ؎

سوتی ہوئی قوم کو جگا دیتے ہیں — بھولے ہوؤں کو راہ بتا دیتے ہیں
یہ شاہ سلیمان ہیں پھلواری کے — تقریر کا اک باغ لگا دیتے ہیں

میں اس نسبت کو اپنی عزت سمجھتا ہوں۔ والسلام

---

(۵)

مدرسہ معینیہ اور فیض خواجہ

عزیزم مولانا باقی شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میں ترددات و تفکرات میں الجھا ہوا تھا مگر ناگہانی حضرت غریب نواز کی کشش نے مجھے آستانۂ اجمیر شریف تک پہنچا دیا۔ ع "از من اگر تو سرکشی موئے کشاں کشانمت" اسی کو کہتے ہیں مگر یہاں آتش در کاسہ وہی پرانا سبق پھر پڑھایا گیا ؎

تصور قد جاناں مشاہدہ ہے یہی
خیالِ یار میں رہنا مجاہدہ ہے یہی

یہاں بڑے پیمانے پر ایک مدرسہ جاری ہوا ہے اور نظام دکن نے پانچ سو روپیہ ماہوار اس میں مقرر کیا ہے۔ سماع خانے میں مدرسہ ہے۔ دو دن سے اس کے جلسے بھی ہو رہے ہیں مگر اس فقیر کے کان میں یہ صدا آرہی ہے ؎

ایھا القوم الذی فی المدرسۃ کل ما حصلتموہ وسوسۃ

اے وہ لوگو جو مدرسہ میں ہو تم نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ سب وسوسے ہیں

وعظ کی مجالس کو رونق دینے کے لئے بہت تدبیریں کی گئیں مگر سب ناکامیاب ہوئیں اس کی وجہ یہ ہے کہ خواجہ کی پُر زور طاقت ایک عالم کو محو کئے ہوئے ہے وہ جذاب قلوب لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ پھر لوگوں کو دوسری جانب مائل کرنا معاذ اللہ اس جذاب قلوب کی قوت سے لڑنا ہے، کیا یہ آسان یا از قبیل محالات نہیں ہے؟

سنو! اے عزیز! جسم و جان فی نفسہ دو چیز علیحدہ علیحدہ ہے جسم میں کثافت ہے۔ روح میں لطافت، خواجہ خدا کی طرف سے جسم کا مربی نہیں بنایا گیا بلکہ روح کا مربی ہے۔ علم ظاہر و علم باطن میں پہلا جسم سے متعلق ہے دوسرا روح سے، خواجہ کے یہاں علم باطن کا دفتر ہے، پس وہ تمہاری خاطر اپنے فرض منصبی کو نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ تو یوں فرما رہا ہے کہ تم جسمانی صلاحیت لے کر آؤ۔ روح یہاں ڈال دی جائے گی۔

ع " ایں زمیں را آسمانے دیگر است "

والسلام

صوفی خان یار محمد خان صاحب رئیس جہلم

آپ ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب) کے ایک مشہور و معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنے عنفوان شباب میں ہی جب کہ ہنوز اسکول میں پڑھتے تھے حضرت قبلہؒ کے مرید ہوئے اور اس وقت سے تقویٰ و دینداری کی زندگی گزارنے لگے۔ اعلیٰ انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ میں بھی نگاہ وسیع رکھتے ہیں۔ پہلے پنجاب یونیورسٹی سے ایف۔اے کیا۔ پھر ڈیرہ دون فارسٹ کالج سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ڈپلوما اور آنرز کا سنہری تمغہ حاصل کیا۔ ملازمت میں داخل ہوئے۔ پھر ملازمت ترک کر کے خود عمارتی لکڑی کا کاروبار شروع کیا۔ جنگلات کے ٹھیکے لئے اور سامان (چوبی مال تیار کرنے کا کارخانہ قائم کیا، اور مستقل اقامت شہر جہلم میں اختیار کر لی۔ پھر اور دوسرے دوسرے شعبہ ہائے تجارت میں اپنا کام آگے بڑھایا۔ سیالکوٹ میں ایک کولڈ اسٹوریج قائم کیا اور اس وقت جہلم میں بڑے پیمانے پر گلاس فیکٹری قائم کی ہے۔ اس دور میں سچ بول کر اور دیانت داری برت کر تجارت کس طرح کی جا سکتی ہے۔ اور کاروبار میں دیانت داری و راست بازی کے ذریعے کس طرح برکتیں حاصل ہوتی ہیں، صوفی صاحب موصوف اس کی ایک زندہ مثال اور بہتر نمونہ ہیں۔ کاروبار کی گوناگوں مشغولیتوں کے باوجود ایک شب زندہ دار، پابند شریعت اور سالک طریقت بزرگ ہیں۔ راہ سلوک حضرت نے انھیں اس طرح طے کرائی کہ آیہ کریمہ "لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ" کو ان کا مولٰؒ

(مقصد حیات) قرار دیا اور کسی زمانے میں بھی کاروبار کو معطل کرنے کی اجازت نہ دی، اور تکمیل کے بعد اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ اللہ کا یہ خاص فضل ان پر ہے کہ بطفیل پیر و مرشد "قبائے شاہی" میں آپ کو فقر کی نعمت میسر ہے اور یہ سب اس غیر معمولی پُرزور نسبتِ رابطہ کی وجہ سے ہے جو آپ کو شیخ کی ذات کے ساتھ حاصل ہے، اور جس کا اعتراف حلقے کے سبھی اہل نظر حضرات کو ہے کثر اللہ امثالھم فینا۔

(۱)

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون ودعائے خیر مُدعا یہ ہے کہ آج کے خط کا مختصر جواب یہ ہے۔

مومن نجس نہیں ہوتا۔

جب ہم نے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہا اور تصدیق قلبی ہوئی تو نجاست معنویہ شرکیہ سے خدا نے پاک کر دیا۔ اب ہم جس طرح سے چاہیں اس کی جناب میں نیازمندی کر سکتے ہیں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اِن المؤمن لا ینجس یعنی مومن نجس نہیں ہوتا۔ شاہ صاحب کی غلطی ہے جو مومن کو نجس قرار دے کر درود شریف سے منع کرتے ہیں۔ تم ایسے شاہ صاحبوں کی باتوں میں نہ پڑو۔

درود ہی ابتدا و انتہا ہے

اے عزیز! "یک در گیر و محکم گیر"۔ ہر خاندان کی تعلیم کا عنوان علیحدہ علیحدہ ہے۔ ہمارے اس مقدس خاندان میں بس درود شریف ہی سے ابتدا ہے اور اسی پہ انتہا۔ درود شریف کی تعلیم ہر طریقے میں ہے مگر ہمارے طریقے میں اسی پر دارومدار ہے۔

معلوم ہوتا ہے شاہ صاحب کوچۂ علم سے دور ہیں۔ ورنہ ایسی انوکھی بات نہ فرماتے سنو! حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ درود شریف وہ چیز ہے کہ اگر ظاہر میں کسی کا شیخ نہ ہو تو درود شریف خود

صوفیوں میں ہوں نہ رندوں میں نہ مے خواروں میں ہوں
میں تو اک بندہ خدا کا ہوں گنہگاروں میں ہوں

میں مبتلائے دُنیا ہوں، اہل وعیال کے تعلقات سے وابستہ رہا ہوں۔ ایک مدت تک آنریری مجسٹریٹ، ممبر لوکل بورڈ اور ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ رہا ہوں۔ حکام سے ملتا رہا ہوں، درباروں میں، لیوی میں حاضر رہا کیا ہوں۔ پھر میں کس قاعدے سے درویش کامل اور عارف باللہ ہو سکتا ہوں اور

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں
ایں خیال است ومحال است وجنوں

کے معنی سے میں کیونکر مستثنیٰ ہو سکتا ہوں۔ ہاں دو چار حرف پڑھا ہوا ہوں اور اپنے پہلو میں دل پُر درد رکھتا ہوں۔ قوم کی جہالت وذلت ورسوائی وبربادی دیکھی نہیں جاتی اس لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہوں۔ اور جو مفید باتیں سمجھتا ہوں ان سے قوم کو آگاہ کر دیتا ہوں پس اس ذریعے سے مُلّا اور واعظ ہو سکتا ہوں اور یہی میری انتہا ہے۔ اس سے آگے

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

"قدوۃ الکاملین اور امام العارفین" وہ القاب ہیں کہ میں آنکھیں پھاڑ کر دیکھتا ہوں تو اب اپنے ذہن میں کسی کو ان کا سزاوار نہیں پاتا۔ تخم خاہا کرند ودر فتند کے وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے۔

پھر میں اپنے لئے یہ القاب کیونکر روا رکھ سکتا ہوں اور اگر روا رکھوں تو نفاق ہی نفاق ہے ہمارے پنجاب میں مشائخوں میں سے جب کسی کا حلقہ وسیع ہو جاتا ہے اور معتقدین ومریدین کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کو سجادہ نشین کہتے ہیں اور خواجہ کہہ کر یاد کرتے ہیں اور ہمارے صوبہ بہار میں تکیہ دار، گدی دار! جب کسی صاحب خانقاہ بزرگ کا انتقال ہوتا ہے تو ان کا فرزند یا کوئی دوسرا عزیز جب ان کی جگہ بیٹھ گیا تو سجادہ نشین کہلانے لگا مگر درویشانہ اصطلاح میں سجادہ نشین اس کو نہیں کہتے۔

سجادہ نشین کا مفہوم

مشائخ طریقت کے یہاں جب کوئی طالب کسی مرشد کامل کی خدمت میں رہ کر مقام شریعت و طریقت و معرفت کی منزلیں طے کرلیتا ہے تو شیخ اس کو سجادے پر بیٹھنے اور خلق خدا کی ہدایت کی اجازت دیتا ہے۔ اس وقت وہ سجادہ نشین ہوتا ہے چاہے وہ اس شخص کا عزیز و فرزند ہو خواہ نہ ہو۔ چاہے وہ اس شیخ کے مقام و خانقاہ میں رہے یا دوسرے شہر میں رہے۔ بہر صورت وہ سجادہ نشین ہے۔ حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکیؒ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے سجادہ نشین اور ان کے سجادہ نشین حضرت باوا صاحبؒ اور ان کے سجادہ نشین حضرت محبوب الٰہیؒ ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی اپنے شیخ کی خانقاہ کا جانشین نہ ہوا حقیقت میں جب شیخ نے مجاز مطلق کیا تو وہ سجادہ نشین ہوگیا۔ ایسے سجادہ نشین بشرائط معتبرہ ہر زمانے میں کم ہوا کیے ہیں۔ پھر اس زمانے کو کیا پوچھتے ہو۔ حضرت مخدوم شرف جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے ملفوظ "مونس المریدین" میں ہے۔

مخدوم الملکؒ کی بصیرت افروز تصریح سجادگی

"فرمود کہ صاحب سجادہ دریں وقت کیست و کجا اند؟ صاحب سجادہ کسے را گویند کہ سہ جادہ رفتہ و مطلع گشتہ باشد و معنی جادہ این است کہ الجادۃ الطریق و طریق راہ را گویند پس حاصل صاحب سجادہ چناں باشد کہ ہر سہ راہ رفتہ و مطلع گشتہ باشد او را صاحب سجادہ گویند۔ یکے راہ شریعت و دوم راہ طریقت۔ سوم راہ حقیقت و ہر کہ ازیں محروم ماندہ است و مطلع نگشتہ و بدیں راہ ہا نہ رفتہ او خود صاحب سجادہ نیست او شیطان راہ خود است۔ اینکہ بسیار کساں را می بینی کہ بر مصلا نشستہ دعوائے سجادگی می کنند و می گویند کہ ما صاحب سجادہ شدیم و شیخ گشتیم حاشا و کلا کہ مصلا نیست بت و زنار راہ ایشاں است ؎

ماہ رویان و تیرہ ہوشانند جاہ جویان و دیں فروشانند

وہم از علم سامری دارند ازبروں موسیٰ ازدروں مارند
سرِ باغ و دل از زمیں وارند کہ دل و عقل و شرع زیں زاند
اندرِ شرع و شرط برگشتہ تشنۂ خون یک دگر گشتہ

زینہار زینہار بدعوتہائے ایں چنیں صاحب سجادگاں فریفتہ نہ شوی، ونزدیک ایشاں نہ روی کہ ایشاں قطّاع طریق اند چہ خوش گفتہ است ؎

پوشیدہ مرقعے ازیں خامے چند برگفتہ بطامات الف لامے چند
نارفتہ رہِ صدق و صفا گامے چند بدنام کنندہ نکونامے چند

انتھے بلفظہ الشریفہ

مخدوم کی یہ تقریر اپنی جگہ پر بہت ٹھیک ہے مگر اب انحطاط کا زمانہ ہے۔ اب جنید و شبلی کہاں ملیں گے؟ کیا کیا جائے ع باہمیں مرداں بباید ساخت

اس زمانے میں فی الجملہ علم اور اتباع شریعت و اجازت صحیح بھی شیخ و سجادہ نشین ہونے کے لیے کافی ہو سکتی ہے ورنہ رشد و ہدایت کا باب ہی مسدود ہو جائے۔ لہٰذا رسمی سجادگی اور حقیقی سجادگی دونوں میں سے کوئی بھی مجھ میں نہیں اور ایسے القاب کا استعمال میں اپنے لیے بالکل روا نہیں رکھتا۔ ہاں بزرگان دین کی امانت میرے پاس ہے اور اللہ کا نام مجھے ان لوگوں نے تلقین کیا ہے۔ اس کی اشاعت کی اجازت دی ہے اس لئے کچھ لوگوں کو جو طالب ہوئے میں نے اللہ کا نام بتا دیا ہے۔ جو کیفیات اس سے پیدا ہوتی ہیں ان کی نگرانی کرتا رہتا ہوں اور ان کی خدمت گذاری میں مصروف ہوں۔ ریا و سمعہ سے ہر لحظہ کھٹکتا رہتا ہوں۔ میں نے کوئی خانقاہ اور گدی نہیں بنائی ہے، اور نہ کوئی جدید عرس قائم کیا ہے۔ نہ کسی نئی مسجد یا مدرسے کی بنیاد رکھی ہے اور اپنے حلقے سے بجز دعائے خیر مرنے کے بعد بھی عرس دیا دگار و قل و مجلس کی ہرگز کوئی تمنا نہیں رکھتا ؎

طمع فاتحہ از خلق نداریم نیاز عشق من از پس من فاتحہ خوانم باقیست

حسن میاں مرحوم سے یہ امید کی جاتی تھی کہ میری علمی و عرفانی یادگار ان کے ذریعے

سے کچھ دن تک باقی رہے گی۔ اور میرے بعد علمی و قومی خدمت ان کے ذمے ہوگی مگر اس سہارے سے بھی میں ہلکا کر دیا گیا۔ لیکن بہر حال صابر و شاکر ہوں اور مرحوم کے صدمۂ ماتمی کے زمانے میں یہ قطعہ تاریخ کہہ کر دل کو بہلا لیا ؎

قطعۂ تاریخ وفات

بیٹے کا مرثیہ

میرا فرزند حسن فاضل ذی شاں نہ رہا — ہائے افسوس مرے درد کا درماں نہ رہا
دولتِ علم کا اب کوئی نگہباں نہ رہا — چمنِ فقر میں اب کوئی غزل خواں نہ رہا
ہائے افسوس وہ تقریر وہ علمی بحثیں — سب گئیں زندہ دلی کا کوئی ساماں نہ رہا
کتنے ارمان تھے اس دل میں تمنا کتنی — اب وہی دل ہے کہ جس میں کوئی ارماں نہ رہا
بارِ غم نے کیا، اس درجہ مجھے مو ضعیف — کہ حقیقت میں سلیماں سلیماں نہ رہا
اے گلِ باغِ حبیب اب ترے مرجھانے سے — آہ پھلواری میں کوئی گلِ خنداں نہ رہا
پھول پھولا کریں اس باغ میں لیکن مجھے کیا — جب کہ اس باغ میں میرا گلِ عرفاں نہ رہا
یہ نیا غم نہیں مجھ کو کہ سبھی جانتے ہیں — خاندانِ نبوی کا سر و ساماں نہ رہا
صرصرِ ظلم سے ویراں ہوا باغِ نبوی — گل و سنبل نہ رہے سروِ خراماں نہ رہا
علی اکبر نہ رہا قاسم و اصغر نہ رہے — خود حسین ابن علی شاہِ شہیداں نہ رہا
پھر حسن ابن سلیماں کی حقیقت کیا ہے — چمنِ دہر میں گر وہ نہ رہا، ہاں نہ رہا
باغِ رضواں سے ندا آئی یہ بہرِ تاریخ — آج پھلواری میں باقی چمنستاں نہ رہا ۱۳۳۱ھ
لبِ سرہوش سے بخت پدر نے یہ کہا — فلکِ علم پہ اب مہرِ درخشاں نہ رہا ۱۳۳۱ھ

اب میں اس خط کو ختم کرتا ہوں اور تم کو بہت دعا دیتا ہوں۔ مکتوبات کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں مگر فقط اپنے برادران حلقہ میں محدود رکھو۔ اخباری دنیا میں اس کا کوئی چرچا نہ ہونا چاہیے۔

---

(۳)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون ودعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمھارا ملا تمھارا خواب نہایت ہی مبارک ہے۔ جن بزرگ نے تم کو اپنے سینے سے لگایا جس سے قلب تمھارا جاری ہوگیا اور اس میں نزول سکینہ ہوا یہ بزرگ بے شک صاحب نسبت معلوم ہوتے ہیں۔

علم سینہ کا منبع و اصل

اے عزیز! یہ نور عرفان سینے ہی سے پہنچا ہے اور سینے ہی سے جاری رہے گا۔ اسی لیے اس کو علم سینہ بسینہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غار حرا میں جو پہلا فیض پہنچا تھا وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سینے سے پہنچا تھا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود یوں فرمایا۔

فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد۔

یعنی حضرت جبرئیل نے مجھے پکڑ کر معانقہ کیا اور ایسی

پرزور قوت سے کام لیا کہ اس کی تاثیر قوی ہوئی۔

اور یہ معانقہ تین بار ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم ملکوت وجبروت و لاہوت کا انکشاف ہوا۔ اس وقت سے آپ کا سینہ گنجینۂ معرفت انوار الٰہی ہوگیا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ

الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۙ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

حاصل کلام یہ ہے کہ اے حبیب یاد کرو کہ تم ہماری معرفت کے طالب تھے اور اس کا ٹھیک پتہ نہ لگتا تھا۔ اور اس جستجو میں پریشانی کی وجہ سے تمھاری کمر ٹوٹ گئی تھی پھر ہم نے تمھارا سینہ کھول دیا اور اس کو نور معرفت سے معمور کر دیا اور تمھارے

ذکرِ عرفانی کا آوازہ بلند کیا۔ پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پس جب تم ترددات سے فارغ ہو گئے اور نورِ سکینہ تمہارے قلب میں اتر آیا تو اب ریاضت کرو، اور عالمِ لاہوت کی طرف ہمہ تن متوجہ رہو۔

یکے داں یکے بیں و یکے گو

اے عزیز! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نورِ سینہ دوسروں کے سینے میں عجیب عجیب انداز سے پہنچاتے تھے۔ کبھی وعظ کے ذریعے سے، کبھی تلاوتِ قرآن سے کبھی دعا سے، کبھی سینے پر ہاتھ مار کر، کبھی کسی کو گلے لگا کر۔ صحابہ اس کیفیت سے مکیف ہو کر گویا یوں کہتے تھے ؎

چند میگوئی کہ خسرو را کہ کشت؟ غمزۂ تو چشمِ تو ابروئے تو

یا

ہر لحظہ جمالِ خود نوعِ دگر آرائی شورِ دگر انگیزی شوقِ دگر افزائی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاہلیت کے نشے سے سرشار شمشیر بکف اسلام کے مٹانے کو اور بانیٔ اسلام کو قتل کرنے آئے تھے۔ حضرتؐ نے ان کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ:

اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْ مَا فِیْ صَدْرِہٖ مِنْ غِلٍّ وَّ اَبْدِلْہُ اِیْمَانًا۔

اے اللہ! ان کے سینے میں جو کدورت ہے اُسے نکال کر ایمان سے بدل دے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ نورِ ایمان ان کے سینے میں اتر آیا۔ اسلام کے مٹانے کو آئے تھے مگر اب اسلام کے معزز خلیفہ بن گئے ع کز زمینم بر آسماں کردند

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سینہ تو اس اصلی معرفت کے سینے کے بالکل سامنے ہی تھا جو نورِ معرفت یہاں تھا اس کی جھلک وہاں تھی یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" مَا صَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ "

جو کچھ خدائے تعالیٰ نے نور معرفت میرے سینے میں بھرا
میں نے ابوبکرؓ کے سینے میں بھر دیا۔

اے عزیز! اسی لیے باحال ضعیف وجسم نحیف ابوبکرؓ صدیق اکبر ہوئے۔
عبداللہ ابن عباس ایک نوجوان ہاشمی تھے۔ حضرتؐ نے ان کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا:۔

"اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ۔"
یعنی اے اللہ اس سینے میں قرآنی معرفت بھر دے۔

نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ حضرت ابن عباس بحر العلوم رئیس المفسرین ہوئے ترجمان القرآن کہلائے اور مہاجرین وانصار ان کے علم سے خوشہ چینی کرتے تھے۔

حضرت علی مرتضیٰ کو جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فصل خصومات کے لئے ملک یمن میں قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو وہ (یعنی حضرت علیؓ) متحیر تھے کہ اتنا بڑا عظیم الشان کام کیونکر مجھ سے انجام پائے گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؓ میرے قریب ہو جاؤ۔ پھر آپؐ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر مارا اور فرمایا:۔ "اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَہٗ وَاھْدِ قَلْبَہٗ" یعنی اے اللہ! اس کی زبان کو ثابت رکھ اور نور ہدایت اس کے قلب کو عطا فرما۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف فرماتے ہیں کہ میں یمن گیا۔ مقدمات پیش ہوتے تھے اور میں بآسانی فیصلہ کر دیتا تھا کبھی مجھے کوئی دقت پیش نہ آئی۔

اے عزیز! اس علم سینہ کے ایسے بہتیرے واقعات کتب احادیث اور سیرت میں موجود ہیں۔ اور اولیاء اللہ کے تذکرے ان داستانوں سے مملو ہیں۔

پس اے عزیز! جس کو جو فیض بزرگوں سے پہنچے اس کو چاہیئے کہ اپنے سینے میں محفوظ رکھے اور برے کاموں سے بچتا رہے۔ اس لئے کہ وہ فیض نوری گناہوں کی تاریکی کے ساتھ یکجا نہیں رہتا اور جس سینے میں غل وغش، حسد وبغض۔ رنج وعداوت پناہ لیتے ہیں وہاں سے یہ حضرت نور رخصت ہو جاتے ہیں۔ پس خدا سے ڈرتے رہو

اور ذکر الٰہی میں مشغول رہو۔ وذکر فَاِنَّ الذِّکرٰی تَنفَعُ المُؤمِنِینَ ۝ ذکر سے کام لو کہ یہ اہل ایمان کے لئے نفع بخش ہے۔

---

(۴)

نورچشم من طال اللہ بقائکم! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ عین حالت انتظار میں تمہارا خط ملا۔ اور ملا بھی تو خوش کن خبر کے ساتھ بارک اللہ رفیع الدرجات (درجے بلند کرنے والا خدا تمھیں برکت عطا فرمائے)

اے عزیز! تم دیانت داری کے ساتھ جہاں رہو گے خوش رہو گے۔ اور جلالی شان جب نمودار ہو تو گھبرا نہ جاؤ۔ بلکہ نہایت ہی استقلال سے شکر کے ساتھ اس کو برداشت کرو۔ اور اِنَّ مَعَ العُسرِ یُسرًا (تنگی کے ساتھ ہی فراخی بھی ہے) پر وثوق کامل رکھو۔ دنیا میں تو نشیب و فراز ہوا ہی کرتے ہیں۔ یہ انقلابات ہیں۔ ان سے مفر کہاں؟ مگر اتنا سمجھ لو ع چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند۔

ترک دنیا کوئی درویشی نہیں

عوام تبتل و رہبانیت و گوشہ نشینی و ترک دنیا میں درویشی و عرفان کو منحصر سمجھتے ہیں مگر میں ایسا نہیں سمجھتا۔ بلکہ تعلقات دنیا کے ساتھ یاد خدا قائم رہے اور اس سے غفلت نہ ہو۔ اسی کو کمال عرفان سمجھتا ہوں۔ صحابۂ کرام کی عموماً یہی حالت تھی کہ۔ لَا تُلهِيهِم تِجَارَةٌ وَلَا بَيعٌ عَن ذِكرِ اللہِ انھیں ذکر الٰہی سے نہ تجارت غافل کرتی ہے۔ نہ خرید و فروخت، اسی کو "دست بکار و دل بیار" کہتے ہیں۔ صحابہ دن کو بادشاہی و حکمرانی کرتے تھے اور رات کو ذکر الٰہی و تذلل و ابتہال۔ کیا ہی مبارک ان کی راتیں اور دن تھے۔

ع در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

صحابہ جج، کلکٹری، منصفی، صدر اعلائی، مجسٹریٹی وغیرہا سب صیغوں کے کاموں کو انجام دیتے تھے اور اپنے حسن معاملات سے پبلک کو بھی راضی رکھتے تھے۔ پھر

اعلیٰ افسر کے احکام کی بھی پوری تعمیل کرتے تھے مگر ایک لحظہ بھی احکم الحاکمین سے غافل نہ رہتے تھے۔

ایک صحابی کا سبق آموز واقعہ

اے عزیز! یہ تھا سچا اسلام اور یہ تھا اصلی عرفان۔ استیعاب میں ایک صحابی کا حال لکھا ہے کہ وہ ایک گاؤں میں زاہدانہ زندگی بسر کرتے اور اسی قدر روزانہ مزدوری محنت کرتے کہ اہل وعیال کا قوت لایموت اس میں ہو جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو گوشے نشین نہ ہونے دیا اور فرمایا کہ "تم سا امین و دیانتدار گھر میں نہیں بیٹھ سکتا" اور یمن کے کسی شہر کا ان کو حاکم مقرر کر کے روانہ کیا۔ سال دو سال بعد بہ اجازت امیر المومنین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے تو نہایت ہی نحیف و نزار پائے گئے۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "برادر! یہ کیا حالت ہے۔ کیا تم کو کھانا نصیب نہ ہوتا تھا؟ آپ نے فرمایا "اس قدر کام کرنا ہوتا تھا کہ مجھے مزدوری کا وقت نہ ملتا تھا۔ پھر پیٹ بھر کر کھانا کہاں سے؟" حضرت امیر المومنین نے فرمایا "تمہاری مقررہ تنخواہ کیا ہوئی؟" انھوں نے کہا "وہ میں اپنے اہل وعیال کو بھیجتا تھا۔ وہ دس آدمی ہیں جن کا تعلق میری کمائی سے ہے" حضرت امیر المومنین نے فرمایا "تم نے مجھے کیوں نہ لکھا۔ میں بیت المال سے ان کے لئے وظیفہ مقرر کر دیتا" انھوں نے کہا "اے امیر المومنین! کام تو میں کرتا تھا اور اپنی تنخواہ بھی لیتا تھا۔ میرے اہل وعیال بے محنت مزدوری کس قاعدے سے تنخواہ کے مستحق تھے" پھر باصرار تمام وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہوئے۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ان کے زہد و اتقاو ایثار نفس پر بہت روئے اور بیت المال سے ان کے لئے وظیفہ مقرر کرنا چاہا۔ مگر انھوں نے قبول نہ کیا اور کہا۔ اے امیر المومنین! جب تک میرے ہاتھ پاؤں کام دیتے ہیں مفت کھانا میں پسند نہیں کرتا۔

اے عزیز! یہ درویشی تھی اور اس کا نام تقویٰ ہے۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

پس بہرخدا تم کار ملازمت کو بھی دیانت سے انجام دو، اور اپنے معمولات و اوراد و وظائف پر بھی مداومت رکھو۔ میری تعلیم دھیرے دھیرے ہے۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ بلاجبر نہایت ہی مفید ثابت ہوگی۔ ہاں میری مقدس تعلیم میں متعلم کو اخلاقی حالات کا درست رکھنا ضروریات سے ہے۔ بغیر اس کے روحانی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی
وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ٥

اللہ حکم دیتا ہے عدل کا، احسان کا، اور قرابت داروں کو دینے کا اور روکتا ہے بے حیائی سے، ناپسندیدہ باتوں سے اور بغاوت (یا پیروی خواہش سے) وہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت اختیار کرو۔

حافظ عبدالغنی صاحب عظیم آبادی (مرحوم)

آپ عرصہ دراز تک مدرسۂ قاسمیہ (کلکتہ) میں مدرس رہے۔ اس لئے حضرت کے خطوط سے آپ کا مقیم کلکتہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اصل میں آپ عظیم آباد پٹنہ کے باشندے تھے۔ اہل علم اور شاعر تھے اور بہت مستند حافظ مانے جاتے تھے بنگال وبہار کے بہت سے مشہور حفاظ آپ کے شاگرد تھے جن کا سلسلۂ تلمذ بحمداللہ اب تک جاری ہے۔ کلکتہ چھوڑ کر اپنے شہر عظیم آباد کی جامع مسجد واقع محلہ مدرسہ کے خطیب وامام ہوئے اور آخر وقت تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ آپ واعظ بھی تھے اور مذہبی وقومی تحریکات میں بھی حصہ لیتے تھے۔ بالخصوص اچھوت اور پست افتادہ طبقوں میں اسلام کی تحریکات میں بھی حصہ لیتے تھے۔ اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

(۱)

عزیزم سلمہٗ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون ودعائے خیر،

چپ بیٹھے ہو کیا نسیم بولو
آنکھیں تو ملاؤ دل کہاں ہے

یہ ماہ مبارک رمضان ہے اور اب تک تمہارا کوئی خط نہیں آیا، قلبی حالات

کیا ہیں اور جذبات روحانی کیونکہ میں کم از کم ان باتوں کی تو مجھے خبر کی ہوتی۔

اے عزیز! تم اس آیۂ پاک کا زیادہ تر مراقبہ کرو،

سختی سے گھبرایا نہ کرو

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ ط؟

کون ہے جو مصیبت زدہ کی پکار سنے اور پریشانی کو دور کرے؟

اگر اس مراقبے میں تم ثابت قدم نکلے تو پھر اضطرار اور مصیبت باقی نہ رہے گی اور رحمت الٰہی سے یوں تخاطب کرو گے ؎

در رسیدی زود بگرفتی مرا
وا خریدی از ہمہ سختی مرا

تمھارا قلب نہایت ہی ذکی الحس اور خلقی کمزور ہے۔ ذرا سے صدمے اور تردد میں تم گھبرا جاتے ہو۔ یہ نہایت ہی خامی ہے۔ دل کو مضبوط رکھو، اور ہمت مردانہ سے کام لو۔ بلا اور مصیبت تو آیا ہی کرے گی تو کیا تم اپنے مولا کو چھوڑ دو گے؟ کیا وہ دافع ضرر اور کافی المہمات نہیں ہے؟ اِنِّیْ وَاللّٰہِ وَکَمَا قَالَ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ (اور بخدا اور جیسا کہ کہا ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے)

سنو ایک شعر سنو! ؎

اے حسن عاشق مشو و رمی شوی مردانہ شو
دام ہستی بر درو مرغ بلا را دانہ شو

اپنا ایک تجربہ اور بشارت نبوی ﷺ

غالباً تم آج کل اعتکاف میں ہو گے۔ ہاں خوب یاد آیا ایک مجرب نسخہ تمھیں بتا دوں۔ ایک زمانے میں میرے بھائی بندوں کو مجھ سے بے حد شکایت تھی۔ بعض لوگ جو میرے موافق تھے وہ میرے مخالفوں کی کید و بدگوئی اور شکوہ و شکایت کی مجھے خبر کیا کرتے تھے۔ میں اس زمانہ میں درود شریف کا بڑا شاغل تھا اور روز و شب گویا حضرت ﷺ کے سامنے ہی رہا کرتا تھا کہ ؏

تم ہمیں دیکھا کرو اور ہم تمھیں دیکھا کریں

بس یہی وظیفہ تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تشریف لائے ہیں اور میری کمر میں آپؐ نے تلوار باندھ دی ہے، میں بیداری کے بعد اس خواب کی تعبیر میں کچھ پریشان تھا۔ اسی درمیان میں میرے حضرت قبلہ و کعبہ منجھلے ماموں صاحب قدس اللہ نفسہ تشریف لائے اور فرمایا کہ دشمنوں سے بچنے کے لیے تم سیف اللہ جمعے سے پڑھا کرو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی اور روزانہ سیف اللہ پڑھا کیا۔ بس اس تلوار کا مطلب تھوڑے دنوں کے بعد سمجھ میں آگیا۔ تخمیناً ایک سال کے اندر ہی پھر حضرت ماموں صاحب قبلہ میری عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا کہ

عجیب نسخہ

دشمنوں سے مخلصی کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ تم محبوبیت کی تجلی کا مراقبہ کرو اور یقین کرلو کہ سب محبوب ہیں نہ کوئی مخالف ہے نہ دشمن ہے نہ عدو ہے۔ اسے عزیز! والله ثم باللہ یہ عجیب نسخہ تھا کہ تھوڑے دنوں کے تجربے میں یہ دیکھا کہ کوئی میرا مخالف نہ رہا، اور سب میرے دوست اور پیارے ہو گئے، میں اطمینان کے ساتھ اپنے قومی کاموں میں لگ گیا اور آج تک ان میں مصروف ہوں، ہاں بمقتضائے بشریت کبھی کبھی مجھے کسی سے رنج پہنچتا ہے مگر وہ محض آنی ہوتا ہے اور میں اس وقت یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جلال کی تجلی ہے۔ اب اس کے بعد جمال ہی جمال ہے۔ اسے عزیز! میرے اس خط پر خوب غور کرو اور ساحت دل کو خیالات فاسدہ کے غبار سے پاک رکھو اور اپنے مولا پر بھروسہ کرو وَھُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ تمھاری مسجد کا مؤذن جس کا نام میں بھول گیا ہوں وہ تمھارا پیر بھائی ہے۔ اس کی طرف نظر مہربانی رکھو، اور اس کی تربیت سے غافل نہ رہو۔ دریافت کرو کہ درود طریقہ اس نے ختم کیا یا نہیں؟ اگر ختم کرلیا ہو تو اور جو مناسب حال ہو بتادو فقط

عزیزم نور محمد، ولی محمد کو سلام و دعا کہو۔ والسلام

(۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا مگر ملا، دل کو راحت ہوئی۔ اسی طرح ہمیشہ اپنی کیفیات سے مطلع کرتے رہو، میں تم سے زیادہ اس لیے خوش ہوں کہ باوجود کثرت مشاغل و درس و تدریس کے تم نے مجاہدے کے لیے بھی وقت نکال رکھا ہے۔

اسے عزیز! خوب یاد رکھو کہ ہدایت "یعنی ایصال الی المطلوب" کے لیے مجاہدہ شرط ہے

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

مجاہدات موجب مشاہدات ہیں

پہلے مجاہدہ اس کے بعد ہدایت ہے اور اصلی ہدایت مشاہدہ و عین الیقین ہے۔ اسی لیے حضرت جنید قدس سرہٗ نے فرمایا ہے:

المجاهدات تورث المشاهدات

مجاہدے سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

مگر یہ مشاہدہ بغیر نورانیت کے ہو نہیں سکتا۔ پس یوں سمجھو کہ مجاہدے سے نفس امارہ کی ظلمت جاتی رہتی ہے، اور اس کی تمام عمارت مجاہدے سے سوختہ ہو کر نورانی گھر بن جاتا ہے۔ پھر مشاہدہ ہی مشاہدہ ہے اور صاف صاف یوں کہنا ہوتا ہے ؎

معنیٔ حسن تو در صورت جاں می بینم
عکس رخسار تو در جام جہاں می بینم

نفس ہی بت ہے اور دشمن

لیکن مجاہدہ کامل ہونا چاہیے کہ نفس و نفسانیت کا لگاؤ کچھ بھی نہ رہے، ورنہ نفس جب تک باقی ہے توحید جلوہ گر نہیں ہو سکتی، بلکہ بت پرستی کی اصل باقی رہے گی اسی لیے ارشاد ہوا:

اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ ؟

کیا تم نے اسے بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے ؟

اور بزرگوں نے فرمایا،

النفس هی الصنم الاکبر

نفس ہی سب سے بڑا بت ہے۔

اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

اعدی عدوك نفسك التی بین جنبیك

سب سے بڑا دشمن تمھارا وہ نفس ہے جو تمھارے پہلوؤں کے درمیان ہے

پھر دوست اور دشمن کیسے یک جا ہو سکتے ہیں اور نفس عدو کے رہتے ہوئے محبوب کی تجلی کہاں ہو سکتی ہے ؟

ہماری تعلیم عین قرآن و حدیث ہے

اب رہا مجاہدے کا معاملہ، تو نادان مولوی یوں سمجھتے ہیں کہ شریعت سے باہر کی شئے ہے۔ حاشا و کلا یہ سب عین شریعت و قرآن و حدیث ہے۔ تم ہی غور کرو میں نے کیا زائد از قرآن و حدیث بتلایا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

اس پر صلوٰۃ و سلام بھیجو۔

میں نے تمھیں درود بتایا اور اس کا ختم و ملاحظۂ معانی سکھایا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اُدْعُوْا رَبَّکُمْ میں نے تم کو دعائیں بالخصوص دعاہائے ماثورہ و حزب البحر بتایا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط

جتنا آسانی سے ممکن ہو قرآن پڑھا کرو۔

تم حافظ ہو تلاوت ہمیشہ کرتے رہتے ہو پھر بھی میں نے تم کو سورۂ مریم، سورۂ واقعہ، سورۂ یٰسین وغیرہ بتلایا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

میں نے تم کو تبتل و مراقبہ کے ساتھ اسم ذات کی تعلیم کی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ۔

میں نے اسم ذات کا مراقبہ وحدت بحتہ تم کو بتایا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ

میں نے قرب و معیت کے معنی سمجھا کر اس کا مراقبہ تم کو بتایا۔

تمہیں انصاف کرو کہ خلافِ شریعت میں نے کیا تم کو بتایا؟

اے عزیز! یہ مولوی (اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ دے) احکام شرعیہ اور ارشادات قرآنیہ کو بے معنی و مطلب برتتے ہیں۔ ہم اس کے معنی سمجھا کر القا کرتے ہیں۔ ہمارے حلقے میں اس کا نور پیدا ہوتا ہے اور وہ محض بے نور رہتے ہیں۔ تم پہلے بھی نماز پڑھتے تھے اور اب بھی پڑھتے ہو۔ خود ہی انصاف کرو کہ کیا یہ لطف و لذت پہلے تمہیں نصیب تھی؟

اے عزیز! اگر مراقبات تمہارے جمتے رہے تو پھر نماز میں یہ مجموعی کیفیت عجیب لذت وحدت پیدا کرے گی۔ یہ ذوق قلم سے نہیں ادا ہو سکتا (رزقنا اللہ وایاکم)۔

اور مکرر پھر میں کہوں گا کہ نفسِ امارہ کو مٹاؤ یہاں تک کہ خطرات بھی فنا ہو جائیں۔

نفس کی تین قسمیں

اے عزیز! پھر سمجھو نفس کے تین صفات ہیں۔ ایک صفت تو امارہ ہے جو غیر خدا کی طرف مائل کرتی ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ نفس تو برائی پر بہت زیادہ ابھارتا ہے

غیر خدا کی طرف توجہ سے بدتر اور کیا "سوء" ہوگا؟

دوسری صفت اس کی لوّامہ ہے یعنی غیر خدا کی طرف توجہ کرنے سے وہ ملامت کرتی ہے اور یک سوئی کی ہدایت کرتی ہے۔ "وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ" (میں اس نفس کی قسم کھاتا ہوں جو برائیوں پر بڑی ملامت کرتا ہے!) سے یہی نفس مراد ہے۔

تیسری صفت نفس اطمینان وطمانیت وسکینہ ہے یعنی وحدت کی تجلیات! گویا عین الیقین نے ہر طرف سے اسے بے پروا کر کے مطمئن کر دیا اور یوں حکم ربانی سنا دیا:

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۔

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف خوشی خوشی لوٹ جا۔

اوّل عامیوں کا ورجہ، دوسرا سالک ومجاہد کا، تیسرا کامل ومکمل کا۔ والسلام۔

حسن میاں کو اب تک پوری صحت نہیں ہے ایک بار روزانہ حزب البحر ان کی صحت کے لیے پڑھو۔ میرے تمام عزیزوں کو سلام ودعا کہو۔ گیارہویں شریف کی تقریب نہایت اہتمام وخلوص سے کرنا اور حضرت غوث الثقلین سے استفاضے میں مصروف رہنا۔

---

(۱۱۱)

عزیزم حافظ عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون ودعائے خیر مدعا یہ ہے کہ جذبات چشتیہ نے مجھے کشاں کشاں اجمیر شریف آستانہ فیض کاشانہ خواجہ غریب نواز پر پہنچایا۔ والحمد للہ علی ذالک اور بے انتہا فیض حضرت غریب نواز کا حاصل ہوا، اور علوم وحقائق ومعارفِ جدیدہ کا انکشاف اس قدر ہوا کہ زبان وقلم دونوں میں سے کوئی اسے ادا نہیں کر سکتا!

میری چشتی اور قادری نسبتیں

ایک دن فیوضاتِ قادریہ کا بھی بہت غلبہ رہا اور مجھ کو اس بات کا بھی انکشاف ہوا کہ میری جبلّت اور فطرتِ روحانی چشتی ہی واقع ہوئی ہے اور قادری نسبت میں جو میری نشو و نما ہے وہ حضرت غریب نواز کی طرف سے سرکار غوث الثقلین میں تفویض ہے، یعنی میں ادھر سپرد کیا گیا ہوں۔ اب سمجھو کہ میں جو اپنے آپ کو قادری چشتی لکھا کرتا ہوں وہ درحقیقت چشتی قادری ہے، یعنی اول فطرت چشتیت ہے، پھر قادریت کی نشو و نما ہے، اسی مجمع البحرین کی کیفیت میں میں نے کسی زمانے میں ایک غزل لکھی تھی ؎

غزل جامع البحرین

عاشقِ خواجہ ہوں میں اور ہوں گدائے غوث پاک
دل نثارِ خواجہ ہے اور جاں فدائے غوث پاک

دیدہ و دل اپنے دونوں قابلِ عزت ہوئے
اس میں خواجہ کی وِلا، اُس میں ضیائے غوث پاک

شکر ہے ہر دم زباں مصروف ذکر خواجہ ہے
اور ہے لب پر مرے ہر دم ثنائے غوث پاک

اپنا مذہب اپنی ملت عاشقو بس ہے یہی!
جس میں خواجہ کی خوشی، جس میں رضائے غوث پاک

یا الٰہی یہ تمنا ہے کہ وقتِ جاں کنی
سر ہو خواجہ کے قدم پر، اس پہ پائے غوث پاک

حاذقؔ مسکیں ترا یہ فیضِ عام اور یہ سخا
ہے یہ فیضِ خواجہ اور جود و سخائے غوث پاک

ایک مبارک خواب

اے عزیز! میں اوّل بار جب اجمیر شریف حاضر ہوا تھا تو وہاں خواب میں دیکھا کہ

حضرت خواجہ غریب نواز جلوہ افروز ہوتے ہیں اور ایک منقش عصا اس جناب کے دست مبارک میں ہے۔ مجھے فرمایا کہ لو یہ شیخ عبدالقادر کا عصا ہے اسے مضبوط تھام لو۔ اے عزیز! یہ سب مکشوفات ہماری تفویض کے شاہد ہیں، والحمدللہ علیٰ ذٰلک ؎

ندانم آں گل رعنا چہ رنگ و بو دارد
کہ مرغ ہر چمنے جستجوئے او دارد

تم نے فاتحہ عرس حضرت غریب نواز کا کیونکر کیا اور کیا فیض پایا، اس سے مطلع کرو!

والسلام

---

(۴)

رومیؒ کے ایک شعر کا مطلب

نور چشم من! بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ تم نے ایک شعر کا مطلب پوچھا تھا، اس وقت علیٰ سبیل الاختصار بزبان قلم کچھ لکھے دیتا ہوں باقی عند التلاقی۔

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام
ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

یہ شعر مثنوی شریف میں نہیں ہے مگر اپنی جگہ پر بہت ٹھیک ہے۔ سنو! اصل مقصد انسانی قرب الٰہی ہے مگر یہ قرب کیونکر حاصل ہو؟ اَیْنَ التُّرَابُ وَاَیْنَ رَبُّ الْاَرْبَابِ (کہاں مٹی اور کہاں رب الارباب)۔ پس ہمارے حضرات یوں بتاتے ہیں کہ اسماء وصفات الٰہی کے "اظلال" ہوتے ہیں اور ہر ظل کا ظل پھر اس کا ظل اور ظل ظل، الیٰ غیر النہایۃ پس سالک طالب، کثرت مجاہدہ کی قوت انوار، اور جاذبہ شیخ کامل و مکمل کی پُر زور طاقت کے ساتھ قرب الٰہی اور سیر الی اللہ کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کسی صفت کے ظل میں اپنے کو فانی و مستہلک کیا۔ پھر اس کے ظل میں پھر اس کے ظل میں یہاں تک کہ ظل اقرب تک پہنچا مگر اس پہنچنے کی یہی صورت ہے کہ ایک ظل میں فانی و مستہلک پھر اس

کی اصل کے ساتھ باقی پھر اس میں مستہلک اور اس کی اصل میں باقی۔ غرض بے شمار قالب اس نے بدلے، اور سبزے کی طرح ظاہر ہوا اسی کو یہ عارف کہتا ہے ؎

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام
ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام

اس شعر کو تناسخ سے کوئی واسطہ نہیں

اس کو تناسخ سے کوئی تعلق نہیں، یہاں صفاتِ الٰہیہ کے ظلال ہی قالب ہیں اور تناسخ میں کالبد حیوانی و نباتی و جمادی قالب ہوتے ہیں شَتَّانَ بَيْنَهُمَا یہاں سیر الی اللہ ہے۔ وہاں تناسخ میں جزا و سزائے اعمال۔ یہاں ایک ہی زندگی میں تبدیل قوالب ہے اور تناسخ میں ایک زندگی کے بعد دوسری زندگی میں تبدیل قوالب۔ یہ کھلی بات ہے تناسخ کے مسئلے کی صورت جیسا کہ اس کے معتقد یہ کہتے ہیں وہ یہاں اس شعر میں بالکل چسپیدہ نہیں ہے۔

قرب الٰہی کے دو طریقے (اجتبا اور وسیلہ)

ہاں اب کچھ اور سنو! اے عزیز علتِ موجبہ قرب الٰہی فقط "جذب" ہے، یعنی خدائی کشش کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے، کبھی یہ جذب بلا واسطہ بھی ہوتا ہے وَاللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ جسے چاہتا ہے اپنی طرف جذب کر لیتا ہے) اور اس جذب کو اجتبا و اصطفا کہتے ہیں۔ مگر عموماً واسطے کی ضرورت ہوتی ہے کہ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (اللہ کی طرف وسیلہ قرب تلاش کرو)۔

پس اس قرب الٰہی کے دو ہی واسطے ہیں۔ ریاضات (عبادات صحیحہ) و صحبت شیخ کامل و مکمل۔

"وَاعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ"

اللہ کی بندگی اخلاص کے ساتھ کرو،

سے برکات دخلوص پیدا ہوں گے

"كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ" سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سے صدق و صفا۔

اگرچہ بعض طرق میں صحبت شیخ و القاء توجہ مقدم ہے مگر ہماری روش یہی ہے کہ طالب کو پہلے انوار عبادت سے منور ہونا چاہیے پھر جاذبہ شیخ "کلمۃ الحق" بآسانی القاء کرے گا۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۚ

ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں بھی اور انفس میں بھی تا آنکہ ان پر حق واضح ہو جائے۔

سیر آفاقی سیر انفسی پر مقدم ہے انشاء اللہ عنقریب وہ زمانہ آتا ہے کہ تم اسے خود بخود سمجھ جاؤ گے۔ والسلام

---

(۵۵)

ایک آیت کی صوفیانہ تفسیر

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ سورۂ لقمان میں ارشاد ہوتا ہے

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۗ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ کے کرم سے تمام چیزیں آسمان و زمین کی تمہارے کام کے لیے ہیں اور تم پر ہر طرح کی ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔

تسخیر مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ سے مراد یہ ہے کہ یہ سب چیزیں تمہاری ہیں، تمہارے ہی نفع کے لیے ہیں، تم ان سے رات دن فائدہ اٹھاتے رہتے ہو۔ بقول حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند   تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

اور نعمت ظاہری "حواس ظاہری" اور نعمت باطنی "عقل سلیم و قلب مستقیم" ہے۔
یا یوں سمجھو کہ نعمت ظاہری "شریعت اسلام" اور نعمت باطنی "طریقت و عرفان"۔
مگر اے عزیز! اسباغ نعمت ظاہری و باطنی کے ساتھ یوں تنبیہ کی جاتی ہے کہ:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ

لوگو! ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے گناہوں کو چھوڑ دو۔

ظاہری گناہ یہی جوارح کے افعال ہیں اور باطنی گناہ قلب کے عوارض مثلاً حسد و کینہ و بغض ریا و عجب وکبر وغیرہا۔ پس اے عزیز! نہایت ہی افسوس ہے کہ ہم لوگ ظاہری گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں مگر باطنی گناہوں کی پروا نہیں کرتے ذالک امر عجیب (یہ تو عجیب بات ہے)۔

سب سے بڑا باطنی گناہ

اے عزیز! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری جانب دل کے میلان اور غیر کی محبت کو دل میں پرورش کرنے سے بڑھ کر اور کیا باطنی گناہ ہو سکتا ہے؟ اس لیے ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

"دلے کہ گرفتار غیر است، اگرچہ توقع خیر است نیز دوست کہ مائل بہ ماسوا است در بارگاہ کبریائی خود بے نوا است"۔

پس اے عزیز! دل کو صاف رکھو اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا دوسری محبت کو اس میں آنے نہ دو "در خانہ دو مہماں نہ گنجد"۔ اور دل کو جب غل و غش سے پاک رکھو گے اور اس کی سلامتی چاہو گے تو اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (جب کہ وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر حاضر ہوئے) کا انعکاس اس پر پڑے گا اور پھر منزل مقصود کو پہنچو گے۔

تعلق حجاب است و بے حاصلی
چو پیوند ہا بگسلی واصلی

شریعت و طریقت و حقیقت کا فرق

شریعت و طریقت و حقیقت کے متعلق اس مکتوب کو منگا کر پڑھو جو میاں محمد شریف

کے نام سے بھیجا گیا ہے۔ اس وقت اسی قدر سمجھ لو کہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔

الشریعۃ اقوالی والطریقۃ افعالی والحقیقۃ احوالی۔

میرے اقوال شریعت، میرے افعال طریقت اور میرے احوال حقیقت ہیں۔

اور مجمع السلوک میں ہے:

"ہر کہ می کند آنچہ پیغمبر علیہ السلام فرمودہ است وے از اہل شریعت است و ہر کہ می کند ہر چہ پیغمبر علیہ السلام کردہ است وے از اہل طریقت است و ہر کہ بیند آنچہ پیغمبر علیہ السلام دیدہ است وے از اہل حقیقت است"

طریقت بے شریعت راست ناید حقیقت بے طریقت کے کشاید

شریعت در نماز و روزہ بودن طریقت در جہاد اندر فزودن

حقیقت در دلدار کردن

نظر اندر جمال یار کردن

والسلام

---

(۷)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون دعا کے خیر مدعا یہ ہے کہ کارڈ اور لفافہ آپ کا پہنچا۔ ذوق و شوق آپ کا قابل قدر ہے اور خواب مبارک ہے اور آئندہ کے لیے بشارت۔ دوگانہ غوثیہ کے متعلق آپ نے اجازت چاہی ہے۔ آپ کو میں نے اجازت دی۔ آپ پڑھا کریں۔

ماثورہ اور غیر ماثورہ دعاؤں کا فرق

مگر قبل اس کے کہ میں اپنا طریقۂ خاص آپ کو القا کروں اتنا آپ کو سمجھ لینا

ضروری ہے کہ جو اشغال و اوراد و ادعیہ ماثورہ ہیں ان کے معانی و الفاظ دونوں ہی میں برکت ہوتی ہے۔ اگر فی الجملہ معانی کا ذہول ہو جائے تو کم سے کم الفاظ کی برکت ہی کا فائدہ ہوگا اور ثواب سے خالی نہیں۔ بخلاف اس کے جو مشائخ صوفیہ سے اشغال و اوراد غیر ماثورہ منقول ہیں ان میں فقط استحضار معانی ہی کا فائدہ ہے۔ اگر وہ معانی و مطالب پیش نظر نہ ہوں تو محض فضول و تضییع اوقات ہے، اور آثار مترتب نہ ہوں گے اور جس کو عامل اثر سمجھتا ہے وہ حقیقی اثر نہیں ہے بلکہ اس کا جہل مرکب ہے۔ اس تمہید کے بعد آپ یوں سمجھیے کہ حضرت غوث الثقلین سے کتب معتبرہ مناقب مثل بہجۃ الاسرار و قلائد الجواہر و خلاصۃ المفاخر وغیرہا میں یوں منقول ہے کہ حضورؓ نے فرمایا ہے کہ

من استغاث بی فی کربۃ فرجت عنہ ومن توسل بی قاذ۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ وہ جنابؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص مصیبت میں ہماری طرف فریاد کرے اور خداوندی سرکار میں مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی مصیبت دور ہوگی اور مقصد میں کامیاب ہوگا۔

صلوٰۃ غوثیہ یا صلوٰۃ الاسرار

اور یوں بھی فرمایا گیا ہے کہ حل مقصود کے لیے خالصاً مخلصاً دو رکعت نماز پڑھے نفل، اور بعد نماز خداوند کے حضور میں ہمارے وسیلے سے عرض حاجت کرے۔ پھر گیارہ قدم عراق کی طرف چلے اور مجھے یاد کرے تو اپنے مقصود میں فائز المرام ہوگا۔

پس اصل دوگانہ غوثیہ اسی قدر ہے۔ ہمارے مشائخ قادریہ اس کو "صلوٰۃ الاسرار" اور "صلوٰۃ العشق الٰہی" کہتے ہیں اور بے شک مفید اور بہت مفید ہے مگر ہر خاندان کا طریقہ اپنے اپنے انداز ذوق و شوق اور الفاظ و جذبات میں علاحدہ علاحدہ ہے، مگر اصل اور مآل کار ایک ہے۔ میرے باپ دادا اس دوگانے کے بڑے عامل رہے ہیں اور مجھے اس کی اجازت اپنے چچا حکیم غلام قادر قدس سرہٗ سے ہے اور پھر مجھے

اپنے استاذ جناب مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولانا محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور ان دونوں کا سلسلہ حضرت سید عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ میں نے ایک مدت تک پڑھا ہے۔ اب میں نہیں پڑھتا مگر شب یازدہم ربیع الثانی کو ضرور بالضرور ادا کر لیتا ہوں تاکہ ورد ناغہ ہو جائے۔ حسن میاں مرحوم کو بھی میں نے بتا دیا تھا۔ وہ بھی گیارہ دن تک ربیع الثانی میں پڑھا کرتے تھے۔

اب میرا طریقہ پڑھنے کا سنو۔ نماز عشاء کے ساتھ بعد نماز "مغرب" وصلوٰۃ الاوابین" دو رکعت نفل پڑھتا ہوں جس کو صلوٰۃ الاسرار کہیے یا جس لفظ سے تعبیر کیجیے مگر پہلے ہی سے نیت کر لیتا ہوں کہ اس نفل کا ثواب روح پاک غوث الثقلین رض کو ہو۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھتا ہوں۔ تورک میں تحیہ کے بعد جب درود شریف پڑھتا ہوں تو انتہائے استغراق و درود کے ساتھ اور "اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ" میں جیسے حضور کا جمال مبارک پیش نظر ہوتا ہے اسی طرح "وعلیٰ آلِ محمّدٍ" میں اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ جمال غوثیہ بھی سامنے آ جاتا ہے بعد سلام یعنی ختم نماز سر بسجدہ ہو جاتا ہوں اور کمال الحاح و زاری سے اپنی اردو ہی زبان میں بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اے خداوند ذوالجلال والاکرام، اے قاضی الحاجات، اے حلال مشکلات، میری اس مصیبت کو دور کر دے، خداوندا! میں اپنے مولا شیخ عبدالقادر کو تیری سرکار میں پیش کرتا ہوں اور ان کی اس عزت و جاہ کو جو تو نے ان کو عطا کی تھی سفارش میں لاتا ہوں۔ الٰہی مجھ پر رحم کر بطفیل میرے مولا شیخ عبدالقادر رح میرے خواجہ عبدالقادر رض، میرے سلطان عبدالقادر رض، میرے غریب عبدالقادر رض، میرے سید عبدالقادر رض، میرے فقیر عبدالقادر رض، میرے شیخ عبدالقادر رض، میرے درویش عبدالقادر رض، میرے امیر عبدالقادر رض کے۔

اللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ دُعَائِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

اے اللہ! میری دعا قبول کر، اور میری توبہ قبول کر، بے شک تو بڑا

توبہ قبول کرنے والا اور حکمت والا ہے۔

دواضح ہو کہ یہ دعا نہایت خشوع و خضوع سے کی جائے) اور ہر اسم و صفت پر حضرت شیخ عبدالقادر کو اسی رنگ میں سرکار خود اوندی میں حاضر رکھے۔ بعد دعا کھڑے ہو کر واپس بازو یعنی عراق کی طرف ہو جائے اور بائیں قدم کو اپنی جگہ پر رکھ کر دایاں قدم ایک بالشت آگے بڑھائے، اسی طرح سے گیارہ قدم۔ اور ہر قدم پر اپنے کو حاضر آستانۂ غوثیہ اور روبروئے سرکار رکھ اور یہ یقین کرکے یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ" کہتا چلے اور "شیئاً" سے مراد وہی اپنا مقصود رکھے۔ یہاں تک کہ گیارھویں قدم پر تھوڑا ٹھہر جائے اور آنکھیں بند کرکے حضوری کو خوب جمائے اور عرض حاجت کرے۔ اور پھر سلام عرض کرکے، چاہے وہ سلام بزبان قلم ہو یا بزبان کلام، رخصت ہو کر واپس آ جائے، اور ایک سو ایک بار یا پانچ سو بار درود طریقہ مع ملاحظہ اور پھر اہل بیت کے لفظ میں حضرت غوث پاک کی صورت کے معائنے کے ساتھ ختم کرکے ہدیۂ روح پاک غوث الثقلین کرے۔ پس یہ خلاصہ ہے تمام دوگانۂ غوثیہ کا۔ مگر پھر کہوں گا کہ اگر ملاحظہ و مراقبہ نہیں ہے تو "کار سے نمی کند و گرہے نمی کشاید"

اسے عزیز! آپ کو سرکار غوثیہ کی حضوری کا مراقبہ پہلے سے معلوم ہے، اور فی الجملہ آپ کو اس سرکار سے مناسبت بھی ہے والحمد للہ علی ذٰلک۔

اب اگر اس طریقے سے دوگانۂ غوثیہ پڑھے گا تو ایک چلے میں نور علیٰ نور ہو جائے گا۔ اگرچہ اس کا وقت بزرگوں نے مغرب و عشا کے درمیان رکھا ہے مگر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ رات کو جس وقت چاہیے پڑھیے۔

اسے برادر! ایک دن اس "حزب الاقدام" کا ایک عجیب مراقبہ مجھ پر منکشف ہوا۔ یعنی ایسا معلوم ہوا کہ میرا پہلا قدم بر قدم شیخ عبدالقادر ہے۔ پھر ہر قدم پر عروج ہوتا گیا یہاں تک کہ "عبدیت" ڈھلک گئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ بجز "قادر" کے کوئی کچھ بھی نہیں ہے "در صورت عبدی و بمعنی قادر"۔ الغرض عبدالقادر قادر سے ملا دیا مگر تمکن و استقرار کی طاقت اس مقام میں کہاں؟ صعود کے بعد

ہبوط ہوا۔ اور پھر میں اپنے پہلے ہی قدم پہ آ گیا اور کیوں نہ آتا؟

الرجوع الی البدایۃ ھو النھایۃ

آغاز کی طرف رجوع کرنا ہی انتہا ہے۔

یہاں "بدایت" سے مراد قدم شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہے، اور "انتہا" سے میری مراد انتہائی معارف کا سرنیاز ہے وہ ہمیشہ شیخ عبدالقادر کے قدم پر ہے۔

ایک اور قصہ سنو! غالباً دس بارہ برس کا عرصہ گذرا ہوگا کہ میں امرتسر میں تھا اور میرے مواعظ اور مولود خوانی کا غلغلہ بلند ہو رہا تھا وہاں ایک بزرگ قوم لوہار میرے ملنے کو تشریف لائے اور تخلیے میں بہت باتیں ہوئیں اور معلوم ہوا کہ وہ بزرگ صاحب حضوری ہیں اور ہر شب سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوتے ہیں اور بہت لوگوں کی حاجت روائی بھی ان کے ذریعے سے ہوتی ہے مگر یہ طرفہ تماشا تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں خاص اپنے لیے عرض کا "ماذون" نہیں ہوں۔

ایک صاحب حضوری کو ہدایت

ایک دن وہ بزرگ میرے پاس بعد نماز صبح تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ "تم صلوٰۃ الاسرار کا طریقہ فلاں شخص سے پوچھ لو" میں نہیں جانتا کہ صلوٰۃ الاسرار کیا ہے۔ تم مجھے بتا دو۔

اے عزیز! میں اس معاملے میں سخت حیران ہو گیا اور ان سے عرض کی کہ حضرت مجھے جو صلوٰۃ الاسرار پہنچی ہے وہ یہ ہے مگر آپ کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا۔ انھوں نے فرمایا جو کچھ ہو مگر امتثال امر ضروری ہے۔ میں نے نہایت ادب سے یہ دوگانہ صلوٰۃ الاسرار ان کو بتلا دیا۔

مراقبۂ غوثیہ اور انکشاف وحدت

اس کے تھوڑے دنوں بعد جب مجھ کو مراقبۂ غوثیہ سے انکشاف وحدت ہونے

لگا اور اسم اعظم شریف اور قصیدۂ متبرکہ اور دوگانۂ غوثیہ سب کا ایک رنگ تھی دوسرا ہو گیا ومَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً (اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے)۔

اس وقت میں سمجھا کہ ان تمام اعمال کا مقصود کچھ اور ہی تھا۔ مُلّا نے اور پست حوصلہ لوگ دنیاوی کاروبار چاہا کرتے ہیں۔ اے عزیز! یہ سب قصہ تمہیں اس لیے سناتا ہوں کہ

ہمت بلند دار کہ وا دار کرد گار

بہ ہمت بلند کند فضل خود شمار

بیت

چلو خوب چلو، دوڑو اور خوب دوڑو مگر محروم واپس نہ آؤ۔ اور مقصود کیا ہے کہ اللہ بس اور باقی ہوس۔ اَلَاکُلُّ شَیءٍ مَاخَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ ؎

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست

زہر در کہ خواہم خدا را بہ بینم

بہ آں در رخ مصطفٰے را بہ بینم

علم غیب کے متعلق بھی ایک مکتوب انشاء اللہ تعالیٰ ارسال ہو گا۔ خود کتابت میں وقت ہوتی ہے اس لیے کوئی محرر مل جاتا ہے تو لکھواتا ہوں۔ حسین میاں سلام کہتے ہیں۔

---

(۷)

مخلص عزیز! وعلیکم السلام۔ کل ہی تمہیں خط لکھنا چاہتا تھا۔ آج خود تمہارا خط پہنچا۔ کئی بار ایسا ہی ظہور ہوا۔ یہ انعکاس جذبات قلبیہ کے دلائل ہیں۔

الحمدللہ کہ یہاں خیریت ہے۔ عرس میں عظیم الشان مجمع تھا۔ میرے عزیزان صوفی وصی الدین صاحب، مولوی شریف اعظم صاحب، میاں وزیر حسن خاں وغیرہم آ کر شریک ہوئے۔ پنجاب سے عزیزم ڈاکٹر محمد بخش بھی جو "آئی ڈاکٹر" سے

اور مانچسٹر (انگلستان) میں مطب کرتا ہے اس سال آیا تھا۔ عجیب خوش اعتقاد اور سادہ دل شخص ہے اور میاں بنّن و حافظ چنو کانپور سے آئے تھے۔ اسی طرح غازی پور ضلع اعظم گڑھ و ضلع پورنیہ و ضلع مونگیر و ضلع سلطان پور سے بکثرت لوگ آئے تھے۔ ایک دن فقیر خانے میں مجلس سماع ہوئی تھی۔ عجیب پرفیض تقریب تھی۔ مجالس مولود و مواعظ میں نہایت ہی پُرزور روحانی طاقت کا اثر تھا۔ غرض اللہ تعالیٰ کا ہزار شکر ہے کہ جو آیا مستفید ہو کر گیا۔

اپنے مکتوبات سے مجھے خوف بھی آتا ہے

شمس المعارف یعنی مکتوبات فقیر عام طور سے شایع نہیں کیا گیا فقط مریدان با اختصاص کے ساتھ اس کو متعلق کیا ہے۔ غلط بہت چھپ گیا ہے صحت کرتا جاتا ہوں اور لوگوں کو بھیجتا جاتا ہوں۔ بعضے بزرگوں نے اور بعضے اخوان طریقت نے جب اس کتاب کو پڑھا تو میری طرز تعلیم و تربیت پر نہایت ہی متحیر ہوئے۔ بعض بزرگوں نے کہا کہ الحمد للہ ابھی ہم میں ایسی تعلیم دینے والے موجود ہیں۔ کسی نے مجھے لکھا کہ تم شیخ کامل و مکمل ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اے عزیز! میں ڈرتا ہوں کہ یہ مکتوبات کہیں میرے لیے فتنے نہ بن جائیں اور مجھ میں عُجب نہ پیدا ہو جائے۔ اللّٰھم احفظنا من جمیع البلیات۔ دو تین دن ہوئے کہ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ "من آنم کہ من دانم" پھر لوگوں کا میرے ساتھ یہ حسن ظن کیسا؟

میرے جذبات اپنے متعلق

تو میں نے ایک غزل لکھی جس میں شاعری ہو یا نہ ہو میں نے اپنی حالت اور جذبے کا ذکر کیا ہے۔ وہو ہذا

غزل

میں نہ حالی ہوں اور نہ قالی ہوں — بلکہ اک رند لاابالی ہوں

میں نہیں شیخ وقت و قطب زماں — ایک درگاہ کا ڈفالی ہوں

اپنے پیروں کی مدح خوانی میں — خود جوابی ہوں خود سوالی ہوں

دعویٰ زہد و اتقا جو کروں | تو سزاوار گوشمالی ہوں
گل توحید بھولتے ہیں جہاں | میں اسی بوستاں کا مالی ہوں
مست جام مئے محبت ہوں | عاشق حسن لایزالی ہوں
میں ہوں ناقوس دیر و شمع حرم | یاں جلالی ہوں واں جمالی ہوں
ہے تشخص مرا مثال سراب | بخدا عالم خیالی ہوں
ہوں جو خاک درِ جناب حبیب | صاحب الفضل والمعالی ہوں
میں نہیں شیر بیشۂ عرفاں | شیر بھی ہوں تو "شیر قالی" ہوں
لغو باتوں کے ساتھ اسے حاذق | بلبلِ باغ خوش مقالی ہوں

واللہ سبحانہ اعلم للصواب ثبتنا وایاکم علی جادۃ الشریعۃ المصطفویۃ ورزقنا وایاکم عرفان الطریقۃ المحمدیۃ علی صاحبھما الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ

---

(۸)

نسبت کیا ہے؟

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ صاحب نسبت کون ہے اور نسبت کیا ہے؟ اس کی ہندی اور چندی بہت دشوار ہے۔ مختصراً یوں سمجھو کہ اشغال و اوراد، محنت و ریاضت، ذکر و فکر وغیرہ سے جو ملکۂ راسخہ پیدا ہوتا ہے اسی کو نسبت کہتے ہیں۔ یہ نسبتیں مختلف انداز کی ہوتی ہیں۔ لوگوں نے ان کے اقسام کا ذکر کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ کی بیان کردہ آٹھ قسمیں

لیکن شاہ ولی اللہ محدث رح نے جو عرفانی دنیا کے متاخرین میں نہایت ہی صاحب جودت اہل علم ہیں تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "ہمعات" میں اس کا ذکر کیا ہے اور اقسام

نسبت کو یوں بتایا ہے۔ نسبت ① انوارِ طہارت، نسبت ② سکینہ، نسبت ③ اویسیہ، نسبت ④ یادداشت، نسبت ⑤ توحید، نسبت ⑥ عشق، نسبت ⑦ وجد، نسبت ⑧ احسان۔ واللہ اعلم بالصواب

اے عزیز! میں ان نسبتوں کی تھوڑی شرح کرتا جاؤں تو تم کو سمجھنے میں آسانی ہوگی:

① نسبت انوارِ طہارت: اس نسبت کا تعلق حضرات اہل بیت علیہم السلام سے ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ پس! جب تک اہل بیت سے تعلق قوی نہ ہو اور ان تک انتساب صحیح نہ ہو یہ نسبت انوارِ طہارت پیدا نہیں ہو سکتی اسی لیے تمام سلاسل اولیا اہل بیت اطہار تک منتہی ہوتے ہیں۔

② نسبت سکینہ: یہ نسبت مہاجرین و انصار و صحابۂ کرام کی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم۔

بلاشبہ اللہ ان سب مومنوں سے راضی ہے جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ اللہ ان کے دلی ارادوں سے واقف تھا لہٰذا ان پر سکینہ نازل فرمایا۔

پس جب تک سالک صحابہ صفت بن کر کسی شیخ کامل و مکمل کی بیعت نہ کرے اور اس کے ذریعے سے اپنے قلبی حالات کو درست نہ کرے اور رضائے مولا کو ہر عمل پر مقدم نہ کرے یہ نسبت سکینہ حاصل نہیں ہو سکتی اور رضائے الٰہی سے مشرف نہیں ہو سکتا۔

③ نسبت اویسیہ: یہ نسبت حضرت سید التابعین اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی ہے۔ کہ لقائے صوری سے تو مشرف نہ ہوئے مگر چشم بصیرت نے ان کو نہال کر دیا تھا۔ اور لقائے معنوی نے صوری لقا سے ان کو مستغنی کر دیا ہے

گرچہ صد مرحلہ دور است از پیش نظرم
وجہہٗ فی نظری کل غداۃ و عشی

پس جب تک یہ محویت قوی نہ ہو اور جذبات پُر زور نہ ہوں یہ نسبت اویسیہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سلام و پیام صحابہؓ کے ذریعے سے حضرت اویس قرنی تک پہنچایا تھا اور پھر حضرت عمر و حضرت علی نے نیابۃً عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ انھیں خرقے سے مستفیض کیا تھا (کما ھو مشھور بین الصوفیۃ)

پس فی الجملہ انتساب ظاہری بھی کسی نائب کی طرف اس اویسیت میں ضروری ہے جیسا کہ حسن رسول نما قدس سرہ اویسی محمدی تھے۔ مگر وہ ایک شخص کامل و مکمل سے نسبت قادریہ بھی رکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد وارث رسول نما قدس سرہ العزیز اویسی محمدی خالص تھے مگر اپنے ایک بزرگ سے طریقہ قادریہ بھی رکھتے تھے۔

(۴) نسبت یادداشت: یہ نسبت ہمارے حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اس کی تفصیل مکتوبات حضرت مجددؒ اور "تفہیمات الٰہیہ" وغیرہ میں ہے، انھیں کتابوں میں دیکھو واقعی یہ عجیب نسبت ہے۔

(۵) نسبت توحید: جس کا لب لباب یہ ہے کہ

"جیکھے والا دیکھے ہیں دیکھے گو ہے" اور "الا کل شیءٍ ما خلا اللہ باطل" ہے۔

۶، ۷۔ نسبت عشق و نسبت وجد: یہ تینوں نسبتیں حضرات چشتیہ اور کبرویہ کی ہیں۔ ان میں ان حضرات کو ایک امتیاز خاص ہے جس کی تفصیل عامۂ کتب ملا قیظ وغیرہ میں ہے۔ ان نسبتوں میں لذت بے پایاں تو ضرور ہے مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ استیلاء و کیفیات سے جادۂ شرع مستقیم سے قدم باہر نکل پڑتا ہے اس لیے شیخ کامل و مکمل کی (انتہائے سلوک تک) اس طریقے میں اشد ضرورت ہے۔

۸ نسبت احسان: یہ نسبت حضرات قادریہ و سہروردیہ کی ہے اور مطلع اس نسبت کا ذہ حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔

اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ مراقبہ نہ ہو سکے (کہ تم اسے دیکھ رہے ہو) تو کم از کم اتنا مراقبہ ہو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

پس یہ دونوں مراقبے "نسبت احسان" پیدا کرتے ہیں اور "استقامت شرعی" اس نسبت کے لوازم سے ہے۔ الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ (استقامت کرامت سے بلند تر چیز ہے) اس کا ثمرہ ہے۔ اسی لیے اس کی نسبت کامل و مکمل حضرات قدم محمدی پر ہوتے ہیں اور ناز سے کہتے ہیں ؎

وکل ولی لہ قدم وانی — علی قدم النبی بدر الکمال

ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے۔ میں نبی آخر صلعم کے قدم پر ہوں جو ماہتاب کمال ہیں۔

حضرات قادریہ و سہروردیہ کی روش اور ان کے معارف پر جب غور کرو گے تو کہیں بھی شرع مستقیم سے ہٹا ہوا نہ پاؤ گے۔ عوارف، آداب المریدین، فتوح الغیب کو بغور دیکھو۔ تمام میں معارف و آداب اتباع شریعت اور اقتضائے سنت پاؤ گے۔ بالخصوص فتوح الغیب تو خلاصۃ القرآن اور لب لباب احادیث ہے۔

اے عزیز! یہ بھی یاد رکھو کہ یہ سب نسبتیں "نسبت حقہ" ہیں اور جو جس نسبت کا اہل ہوتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس مقام کا متمکن ہے، نہ یہ کہ دیگر نسبتوں سے وہ بالکل ناآشنا ہے۔ کامل و مکمل کو ہر نسبت سے آگاہی ہوتی ہے اگرچہ وہ ایک نسبت میں متمکن ہوتا ہے۔

عام پیرزادوں کی غلط فہمی

عوام پیرزادے اور بے علم مشائخ فقط "نسبت وجد" کو کمال سمجھتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ نسبت وجدیہ حال و قال و شورش و ذوق سماع میں منحصر کرتے ہیں۔ یہ ان کی عمائے بصیرت اور کم علمی کا سبب ہے ورنہ ؎

اے ترا شکلیں ز قطرات در ہر دو لے بندے دگر
رشتۂ جاں را بہر موئے تو پیوندے دگر

---

(۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ جناب باری کا ارشاد ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔

نماز پڑھو اور میری قربت چاہو

قربِ مشاہدہ اور قربِ حضور

اور نماز سے کیونکر قرب حاصل ہو، اسے وہ اپنے حبیبؐ کی زبان سے یوں فرمائش کرتا ہے

"ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک"

یہ دو مراقبے ہیں۔ پہلا مراقبہ "مورث قربِ مشاہدہ" ہے اور دوسرا مراقبہ "مورث قربِ حضور"۔ پہلے مراقبے میں لذتِ قربِ حبیب ہے، اور دوسرے میں اس کی سطوت و جبروت کا ظہور ہے

گہ بلطفم می نوازد گہ بنازم می کشد
زندہ می سازد مرا آں شوخ نازم می کشد

ان دونوں مراقبوں سے عابد سالک مقامِ احسان کو پہنچتا ہے اور جب زمرۂ محسنین میں ہوا تو "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ" کا ثمرہ پاتا ہے۔ پھر کیا ہے وہ دونوں مراقبۂ قرب سے معیت کی طرف بڑھا اور "اللّٰهُ مَعِيْ" کے رنگ میں عابد سالک رنگ گیا "وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" لاہوتی رنگ سے بڑھ کر بہتر اور کیا رنگ ہے۔ درحقیقت کہنے کو تو یہ رنگ ہے مگر دراصل یہاں بے رنگی ہے ؎

"در دیار بے رنگی عالم خدائی ہاست"

والسلام

---

(۱۰)

مخلص عزیز! وعلیکم السلام۔ اما بعد مجھے اور آپ کو میراث محمدی صوری و معنوی دونوں سے مشرف ہونا چاہیے اور بمقتضائے "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" (یہاں خلق اور امر دونوں اللہ ہی کے لیے ہیں) میراث صوری کا تعلق عالم خلق سے ہے جہاں عرفان و ایمان و رشد و ہدایت کے سوا اور کی گنجائش نہیں۔

بعض مشائخوں کی غلط تعلیم

بعضے مشائخ زمانہ جو عوام الناس کو بمجرد بیعت اشغال و اوراد بتلاتے ہیں اس فقیر کے نزدیک یہ مفید نہیں بلکہ مضر ہے۔ بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ طالب کو اولاً عقائد حقہ اہل سنت کی تعلیم کرنا چاہیے پھر اس کے بعد فقہی ضروری مسائل اور ان پر عمل کی ہدایت لازم ہے۔ اس کے بعد سلوک طریقہ کی طرف اس کو متوجہ کرنا چاہیے مگر افسوس ہے کہ اس زمانے میں توجہ اور وجد و حال و قال سب پر مقدم کیا جاتا ہے۔ بے چارے غریب مرید نہ تو عقائد سے باخبر نہ طہارت شرعیہ سے آگاہ ہوتے ہیں۔ مگر عرسوں کی تاریخیں اور شجرہ اور پیروں کی کرامات ان کے زبان زد ہوتی ہے۔ پھر ان سے جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں اسے کیا پوچھتے ہو فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ والسلام۔

---

(۱۱)

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمہارا خط آیا تم اپنے کام میں لگے ہوئے ہو، اس سے دل بہت خوش ہوا۔

اے عزیز! ع "جب تلک بس چل سکے ساغر چلے"۔ الحمد للہ کہ آج کل مجھ پر معارف کی بارش ہے، کاتب نہیں ہے جو اسے قلم بند کر لے ورنہ تم لوگوں کے لیے

بے حد مفید ہوتا اور یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ اکثر عزیزوں پر فتح باب ہو جاتا ہے۔
نورچشم شریف توحیدی مراقبات میں غرق ہے اور عبدالغنی امروہے سے لکھتے ہیں کہ "شغل درود نے مجھے محو کر دیا ہے" اور نورچشم وزیر حسن بدایوں سے لکھتے ہیں کہ "ہر دم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوں" الغرض شکر بالائے شکر ہے "ونور علی نور"۔

صرف وظیفہ خوانی درویشی نہیں

اے عزیزا وظائف واشغال واوراد کا نام درویشی نہیں بلکہ جب اس کے ثمرات مرتب ہونے لگتے ہیں اور فتح باب ہوتا ہے اس وقت درویشی ہوتی ہے اب تم اسے خود سمجھ سکتے ہو۔

حبّ دنیا کا مطلب

اور یہ بھی یاد رکھو کہ بدترین سنگ درراہ اس کوچے میں حبّ دنیا ہے،

اعاذنا اللہ من مکائدھا۔

اللہ ہمیں اس کے کید و مکر سے بچائے

اور منع حُبّ دنیا کے یہ معنی نہیں کہ فکر معیشت اور قوتِ لایموت سے غافل ہو جائے نہیں نہیں یہ تو فرائض زندگانی سے ہے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ دنیا دین پر غالب نہ آجائے اور محبت دنیا محبوب حقیقی کے انعام سے محروم نہ رکھے ؎

مبادا دل آں فرومایہ شاد

کہ از بہر دنیا دہد دیں بہ باد

"حب الدنیا راس الخطیات" (دنیا کی محبت تمام لغزشوں کی جڑ ہے) کے یہی معنی ہیں اور اگر محبت دنیا نہیں تو دنیا اسے ہر طرف سے گھیر بھی لے تو بھی نقصان نہیں ع "درویش صفت باش و کلاہ تتری دار"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت انس رضی اللہ عنہم اجمعین صحابۂ کرام بہترین

دولت مند تھے۔ زمین و جائداد و تجارت اور اعلیٰ درجے کا کاروبار سب کچھ ان کے پاس تھا مگر تمام امور میں دین کو مقدم رکھتے تھے۔ ان کا دین دنیا پر غالب تھا۔ پھر انھیں کیا نقصان پہنچتا۔ "دنیا خورد و عاقبت برد" یہی حضرات تھے اللھم احشرنا فی اتباعھم (اے اللہ ہمارا حشر انھیں کے پیروں میں فرما)۔

اولیاء اللہ میں دیکھو حضرت سلطان المشائخؒ کے یہاں لنگر خانے میں پندرہ سولہ ہزار آدمی روز کھانا کھاتے تھے اور تمام شاہانہ لوازمات خانقاہ میں موجود تھے مگر حضرت اقدس خود صائم الدہر تھے ان کے پاس دولت دنیا ایثار علی الخلق کے لیے آتی تھی نہ کہ ذاتی نفع اٹھانے کو۔ اپنے انتقال سے کچھ دیر پہلے خادموں سے فرمایا کہ "تمام مال و اسباب خانقاہ جلد خیرات کر دو اور سب چیزیں باہر کرو۔ میں مالدار مرنا نہیں چاہتا۔" اس توکل و تبتل کا کیا نتیجہ ہوا، ارباب بصیرت ان کے روضۂ مطہرہ پر جاکر دیکھ سکتے ہیں۔ واللہ وہی فیاضی اور وہی لنگر پر زور روحانی طاقت کے ساتھ جاری ہے اور ہر کسی کو حسب استعداد روحانی غذا سے حصہ ملتا ہے۔

آستانہ سلطان المشائخؒ کی حاضری کے بعد

اے عزیز! ایک دفعہ سنہ شوال کی سترہویں میں جب حاضر ہوا تو اس وقت میں شغل درود میں منہمک تھا پس جب آستانہ بوسی کرتا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بالائے قبر مطہر پاتا۔ پھر ادھر ہی میں مستغرق ہو جاتا۔ ایک ہفتے تک یہی رنگ رہا۔ میں نے ایک غزل لکھی ہے

سلطان مشائخ کے یہاں کیا نظر آیا
محبوب کا محبوب میں جلوہ نظر آیا

محبوب کا جس دم قد بالا نظر آیا
سلطان دو عالم کا سراپا نظر آیا

ہیں مرقد سلطان مشائخ میں محمدؐ
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا

سمجھے تھے جسے جزو حقیقت میں وہ کل ہے
قطرہ جسے سمجھے تھے وہ دریا نظر آیا

اک میں ہی نہیں مرشد کل حضرت حاذق
جو بندۂ محبوب ہے مولا نظر آیا

اللھم صل علی محمد و آلہ ولا تحرمنی عن رؤیۃ جمالہ،

(۱۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا آیا۔ پانی پت کا سفر اور حاضری مزارات تم کو مبارک ہو۔ حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس سرہٗ اور حضرت شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہ اکابر اولیائے کرام اور ہمارے پیران طریقت سے ہیں۔ شجرۂ صابریہ میں ہمیشہ ان کا نام لیتا ہوں اور روزانہ ان سے استفاضہ جاری رکھتا ہوں۔

اور حضرت شرف بوعلی قلندر کی شان کو کیا پوچھتے ہو؟ تعالیٰ شانہٗ۔ اب اس سے زیادہ اور کیا کہوں؟ اور میں اس بات سے نہایت ہی خوش ہوں کہ تم نے ہر آستانے پر درود کی مراقبے کو جاری رکھا اور جمال محمدی ہی سے استفاضہ کیا۔

چشتی قادری بننا اصل مقصود نہیں

اے عزیز! یہ استقلال نہایت ہی فائدہ بخش ہے۔ محمدیان خالص اور وزودیان باختصاص کی یہی شان ہے ؎

بہر سو چشم بکشایم جمال مصطفےٰ بینم
چو پیر و مرشدم او ہست پس غیرش چرا بینم

اکثر طالب جو ہر جگہ مختلف طور سے استفاضہ کرتے ہیں ان کی نسبت گڈمڈ ہو جاتی ہے۔ طالب کو چاہیے کہ اپنے راستے پر مستقیم رہے۔

مقصود آگے سے آگے بڑھنا ہے

اور اصل مقصود کی طرف اپنا قدم بڑھاتا ہی رہے۔ راستے میں جو عجائبات اور غرائبات اور قدرت کے تماشے اس کے پیش نظر ہوں تو ان کو اصل مقصود سمجھ کر وہیں پر تھم نہ جائے اور فروع میں الجھ کر اصول کو نہ چھوڑے ہم کو بارگاہ محمدی میں پہنچنا ہے۔ اس راستے میں حضرت جنیدؒ و شبلیؒ اور شیخ عبدالقادرؒ و خواجہ معین الدینؒ سب ہی ملیں گے۔ ہم ان کے انوار سے منور ہوں گے مگر وہیں پر منتہی نہ ہو جائیں گے

بلکہ ان کی نوری طاقت سے استفاضہ کر کے آگے کو بڑھتے ہی جائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں یوں عرض کرتے رہیں گے ؎

مقصود تو ئی ہمہ طفیل اند ۔۔۔ سرخیل تو ئی و جملہ خیل اند

نیرو سے دل نظامی از تو ۔۔۔ اسے کار مرا تمامی از تو

درود کے شاغل اور حضوری کے طالب کو چاہیے ؏

"تم ہمیں دیکھا کرو اور ہم تمہیں دیکھا کریں"

نماز بھی پڑھے تو صحابی صفت بن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں، اور قعدے میں درود کے وقت چشم بصیرت کے نور کو تیز کر دے۔

اسے عزیز! ایک قصہ سنو، ایک دن میں شغل درود میں مستغرق تھا کہ قلب میں وارد ہوا کہ "تلاوت قرآن کرو" اور پھر وارد ہوا کہ تلاوت قرآن کرو۔ بالآخر میں اٹھا اور قرآن شریف لا کر کھولا تو سورۂ محمد نکل آیا، میں نے معانی کے ساتھ اسے تلاوت کیا۔ مگر مراقبہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوں اور آپ کو یہ قرآن سنا رہا ہوں۔ الغرض اس مراقبے کے ساتھ تلاوت قرآن میں مجھ کو شغل درود کی سی استغراق اور محویت بہت زیادہ پیدا ہوئی۔ پس اسے عزیز! سالک و طالب کو بہت ہوشیار اور باخبر رہنا چاہیے اور قلبی واردات جو کبھی امتحان کے لیے بھی ہوتی ہے، اس کو سمجھ کر اپنی نسبت کو قائم رکھے ورنہ یک سوئی جب غائب ہو جاتی ہے تو پھر جلد اس کا جمنا بہت مشکل ہوتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

گہ صوفی و گہ قلندر چیست ۔۔۔ گہ قلندر شدی قلندر باش

نسأل اللہ الاستقامۃ فانھا فوق الکرامۃ! والسلام

---

(۱۴۰)

تاخیر مراسلت کا سبب روحانی کیفیات ہیں جو یکساں نہیں رہتیں

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ فیوض و برکات و

معارف کا یکساں طور نہیں ہوتا۔ کبھی امید سے زیادہ بارش پر بارش ہوتی ہے، اور موہبت اور کرم کا دریا امڈا آتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ذوق اور شوق بڑھانے کے لیے اور انتظار و شوق میں جلانے کے لیے یا یوں سمجھو اپنا عاشق و دیوانہ بنانے کے لیے فیضان کا سلسلہ منقطع کر دیا جاتا ہے جس سے عاشق دیوانہ کو شکوہ و دستانہ میں یوں کہنا پڑتا ہے ؎

"کئی دن سے روٹھے ہو میاں نہ سلام ہے نہ کلام ہے"

اور اے عزیز! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عارف سالک کے قلب پر بارش ہوتی ہے مگر وہ اسی کے لیے مخصوص ہوتے ہیں اور کبھی لقوم دون قوم (ایک گروہ کے لیے ہوتا ہے دوسرے گروہ کے لیے نہیں) اور کبھی لشخص دون شخص (ایک فرد کے لیے ہوتا ہے دوسرے کے لیے نہیں) غرض ان کے تنوعات فیوض بے شمار ہیں۔ مثنوی:

اے صفاتِ آفتابِ معرفت وافتاب چرخ بند یک صفت
گاہ خورشید و گہے دریا شوی گاہ کوہِ قاف گہ عنقا شوی
تو نہ ایں باشی نہ آں در ذاتِ خویش اے فزوں از وہمہا و زبیش بیش

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدت دراز سے تمہارے پاس میرا مراسلہ نہیں پہنچا جس سے تمہارے دل کو بے چینی ہوگی اور حسرت و مایوسی نے تمہیں گھیر لیا ہوگا مگر درحقیقت تاخیر کبھی موجب رحمت بھی ہوتی ہے ؎

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد مہلتے بایست تا خوں شیر شد
تا نزاید بخت تو فرزند نو خوں نگردد شیر شیریں خوش شنو

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ اپنے حقائق و معارف بزبان مثنوی فرمایا کرتے تھے پھر فرماتے اب میں بند کر دیا گیا۔ ایک مدت تک خاموش رہتے۔ پھر کبھی بے تابانہ حضرت ضیاء الحق حسام الدینؒ کو پکارتے کہ جلد دوات قلم لے کر آؤ۔ فیوض کی بارش شروع ہو گئی۔ پہلے جو فیض قطرہ قطرہ آتا تھا وہ دریا دریا آنے لگا ؎

بلبلے زیں جا برفت و باز گشت	بہر صید این معانی باز گشت
ساعدشہ مسکن این باز باد	تا ابد بر خلق این در باز باد

پس اے عزیز! میرا خط نہ پہنچنے سے مایوس نہ ہوا کرو۔ میرا تعلق خط جائے نہ جائے، ہر صورت تم کو قائم رکھنا چاہیے اور ظاہری مفارقت کو مفارقت نہ سمجھو ؎

اگر نالد کسے نالد کہ یارے در سفر دارد
تو بارے از چہ می نالی کہ یارے در بغل داری

مثنوی

گر ز تنہائی تو نومید سے شوی	زیر ظل یار خورشیدے شوی
رو بجو یارے خدائے را تو زود	چوں چناں کردی خدا یار تو بود
آئینہ دل چوں شود صافی و پاک	نقشہا بینی بروں از آب و خاک
ہم بہ بینی نقش و ہم نقاش را	فرش دولت را و ہم فراش را

---

(۱۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد خطیب الجمعۃ والاعیاد وحبیب الانبیاء الاحیاء والاقطاب والاوتاد، وعلیٰ آلہ واصحابہ النجباء الامجاد۔

عید فطر کے دو پہلو

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ عید کا کارڈ پہنچا۔ مگر اے عزیز! یہ عید کا کارڈ دو پہلو رکھتا ہے۔ ایک خوشی و انبساط۔ دوسرے حزن و ملال۔ یعنی ماہ مبارک رمضان کی برکتیں بالخصوص سرکار خداوندی میں خلوص و یکسوئی و صمدیت کا قرب اور ملکی صفت ہونا، آج سب رخصت ہو گیا۔ پھر حزن و ملال کو کیا پوچھتے ہو۔ پس بے شک یہ عید کا دن حسرت کا دن بھی ہے۔ ہاں جب یہ خیال ہوتا

ہے کہ ہم نے خدا کا فریضہ ادا کیا اور اس کے حکم کی تعمیل کی۔ تقویٰ و شکر گذاری کی دولت ہمیں حاصل ہوئی تو بے شک ہیں خوشی زیبا ہے اور آج کا دن خوشی و انبساط کرنے کے لیے ہے۔ مگر اے عزیز! ہم میں کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ ہم نے تادیۂ حقوق کیا اور فرائض و واجبات کو جیسا چاہیے انجام دیا۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یہاں تو اپنی حالت یہ ہے ؎

اے فسق و فساد کار ہر روزۂ ما — وے پُر زگناہ کاسہ و کوزۂ ما

می خندد روزگار و می گرید عمر — بر طاعت و بر نماز و بر روزۂ ما

پھر خوشی کروں تو کیا کروں۔ عوام الناس عید کے ظاہر سے انبساط و اغتنام و اکل و شرب کے مشاغل میں ایسے مصروف ہو جاتے ہیں کہ گویا یہ ماہ مبارک ایک بلا تھی جو ٹل گئی۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

حضرت علی کا خطبۂ عید

اس لیے حضرت امیر المومنین اپنے خطبۂ عید میں یوں فرمایا کرتے تھے

لیس العید لمن لبس الجدید، — انما العید لمن خاف الوعید

لیس العید لمن تبخر بالعود، — انما العید لمن تاب ولا یعود

لیس العید لمن نصب القدور — انما العید لمن سعد بالمقدور

لیس العید لمن شرب واکل — انما العید لمن اخلص للہ العمل

لیس العید لمن رکب المطایا — انما العید لمن ترک الخطایا

عید اس کی نہیں جو نئے لباس پہنے، عید اس کی ہے جو وعید الٰہی کا خوف رکھے، عید اس کی نہیں جو خوشبو جلائے، عید اس کی ہے جو توبہ کرے اور اس پر قائم رہے، عید اس کی نہیں جو ہانڈیاں چڑھائے، عید اس کی ہے جو مقدور پر شاکر ہو، عید اس کی نہیں جو کھائے پیئے، عید اس کی ہے جو اپنے عمل میں للٰہی اخلاص رکھتا ہو، عید اس کی نہیں جو سواریوں پر نکلے، عید اس کی ہے جو گناہوں سے باز آئے۔

اے عزیز! میں نے رمضان میں یہ چند اشعار لکھے ہیں، ذرا اس مناجات پر غور کرو۔ میں شاعر تو ہوں نہیں۔ اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان سے اپنی نیازمندی کا اظہار کیا ہے۔ تم اپنی شاعری سے اسے درست کرلیجیو۔ وھی ھذا

مناجات

جہل و غفلت سے ہوئے بیمار ہم
درد عصیاں سے ہوئے لاچار ہم

نفس بد نے کر دیا ہم کو خراب
دو جہاں سے ہو گئے بے کار ہم

اپنے ہاتھوں سے ہوئے ہم خود تباہ
اپنے فعلوں سے ہوئے خود خوار ہم

شرم کے مارے نہیں کھلتی زباں
حال دل کیونکر کریں اظہار ہم

اب سوا تیرے الٰہ العالمیں
کس کو بتلائیں بھلا غم خوار ہم

گو سراپا معصیت ہیں پھر بھی ہم
رحم کے قابل ہیں اے غفار ہم

دولت عرفاں سے مالا مال کر
کب تلک یارب رہیں نادار ہم

ساغر وحدت پلا دے اس قدر
دونوں عالم میں رہیں سرشار ہم

مست کردے اس قدر مولا ہمیں
ہوں نہ محشر تک کبھی ہشیار ہم

اَنْتَ حَقٌّ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ[1]
بس یہی کہتے رہیں ہر بار ہم

ذکر تیرا بس ہمارا کام ہو
اور سب کاموں سے ہوں بیزار ہم

---

(۱۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعا کے مدعا یہ ہے کہ تمہارے خطوط برابر آیا کیے مگر میرے پاس کاتب نہیں جو جواب لکھا جائے۔ تم نے اپنے تردداتٍ کا ذکر کیا ہے،

---

[1] تو حق ہے اور تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں

اللہ تعالیٰ بیماروں کو صحت عطا فرمائے اور تمھاری پریشانیوں کو دور کرے۔ آمین۔ مجھے بھی قبل رمضان المبارک اور بعد عید انواع و اقسام کا ہرج رہا اور آج کل بواسیر و ریاح و قبض کی تکلیف ہے۔ دو دن تمام شب نیند نہ آئی مگر بہر حال اپنے مولا کا شکر کرتا ہوں۔ نِعْمَ الْمَوْلیٰ وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔

اے عزیز! ایک عارف شیخ سے ان کے مرید نے کہا کہ کچھ وصیت فرمائیے، انھوں نے فرمایا کوئی نئی وصیت کہاں سے لاؤں؟ خدا کی قدیم وصیت پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تقویٰ کے ثمرات قرآن میں

ولقد وصینا الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ۔

ہم نے تم کو اور تم سے پہلے اہل کتاب کو یہی وصیت کی ہے کہ تقویٰ اللہ اختیار کرو۔

پس اے عزیز! تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (اللہ اہل تقویٰ کو دوست رکھتا ہے) ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اے عزیز! تقویٰ اختیار کرو اور برگزیدہ قوم بن جاؤ۔ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" (تم میں سب سے بزرگ وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے) فرمایا گیا ہے۔

اے عزیز! تقویٰ اختیار کرو تمھاری مصیبتیں دور ہو جائیں گی اور غیب سے روزی ملے گی اس لیے کہ فرمایا گیا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط

جو تقویٰ اللہ اختیار کرے گا اس کے لیے اللہ کوئی سبیل پیدا فرما دے گا اور اسے ایسے راستہ سے روزی دے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔

اے عزیز! تقویٰ اختیار کرو، تمھارے دشمن تمھارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا ط

اگر تم صبر اور تقویٰ سے کام لو گے تو دشمنوں کی تدبیریں تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔

اے عزیز! تقویٰ اختیار کرو اور خدا کے قرب و معیت کے امیدوار رہو۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ؕ

اللہ متقیوں اور نکوکاروں کے ساتھ ہے۔

اے عزیز! تقویٰ اختیار کرو، تمھاری سب نیکیاں مقبول ہو جائیں گی، ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ؕ

اللہ متقیوں کے عمل کو قبول کرتا ہے۔

اے عزیز! تقویٰ اختیار کرو تمھارے سب کام سدھر جائیں گے اور سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ
یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

اے مسلمانو! تقویٰ اللہ اختیار کرو اور کھری بات کہو تو اللہ تمھارے اعمال کی اصلاح کرے گا، اور تمھارے گناہوں کی پوشش فرمائے گا۔

اے عزیز! تقویٰ اختیار کرو اور خدا کی طرف سے بشارت دنیا و آخرت میں حاصل کرو۔ ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ؕ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ

جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں خوش خبری ہے۔

اے عزیز! تقویٰ اختیار کرو، شیطانی پھندے سے جلد نکل جاؤ گے اور غفلت کا

پردہ تمھاری آنکھوں سے ہٹ جائے گا، ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ

تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔

متقیوں کو جب شیطانی گروہ مس کرتا ہے اور انھیں تنبہ ہو جاتا ہے تو ان کے آنکھیں ہو جاتی ہیں۔

اے عزیز! تقویٰ اختیار کرو، اس سے تم کو فلاح نصیب ہوگا، ارشاد ہوتا ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ط

تقوی اللہ اختیار کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اے عزیز! تقویٰ اختیار کرو جس سے تم اپنے مولیٰ کے شکر گذار ہوگے۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ط

تقوی اللہ اختیار کرو تاکہ تم شکر گذار بن جاؤ۔

یہ تقویٰ کے فضائل و فوائد و منافع ہیں۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ تقویٰ کے لیے کونسا زمانہ مناسب ہے؟

پس اے عزیز! ہم مسلمانوں کے یہاں تو عاقل و بالغ ہونے سے آخر زندگی تک ہمیشہ متقی ہی رہنا چاہیے۔ تقویٰ عین اسلام ہے، اور ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

جب تم مرو تو تمھاری موت اسلام پر ہو۔

تقویٰ اور شباب

پس مسلمان مرنے کے یہ معنی ہیں کہ متقی مرو۔ ہاں جوانی کا تقویٰ زیادہ قابل قدر ہے، اسی لیے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "متقی جوان کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے خاص سایۂ رحمت میں ہوگا۔"

دو قسم کی قوتیں

اس کی وجہ یہ سمجھو کہ جسم انسانی میں خدا نے دو قسم کی قوت رکھی ہے، ایک " قوتِ حیوانیہ بہیمیہ " جس سے مشتہیات حسیہ کی طرف اس کو میلان ہوتا ہے اور جو آفتیں آتی ہیں اسی قوت کی بے اعتدالی و حریت و آزادی کی وجہ سے آتی ہیں۔

دوسری " قوتِ ملکیہ " ہے جو موجب رشد و ہدایت و صلاح و فلاح اخروی ہے اور وہ انسان کو ملاءِ اعلیٰ سے مستفیض و مستنیر کرتی ہے۔ عالم شباب میں قوتِ حیوانیہ بہیمیہ کا ہیجان ہوتا ہے اور وہ قوت ملکیہ کو مقہور کرنا چاہتی ہے۔ انسان اگر اس وقت سنبھل جائے اور کسی شیخ و مرشد و استاد و ہادی و واعظ و ناصح کی پُرزور طاقت سے قوتِ بہیمیہ کو دبائے اور قوتِ ملکیہ کو بڑھائے تو بے شک اس کا بڑا کمال ہے اور بالآخر اس زمانے کی محنت و مشقت سے ایک دن ملکاتِ ملکیہ اس کو حاصل ہوں گے اور اس کی یہ بلند پروازی اس کو عالم لاہوت کی سیر کرائے گی۔ اے عزیز! جوانی عجیب دولت ہے اس وقت اگر انسان ہمت مردانہ سے کام لے اور مجاہدات متقیانہ کی تخم ریزی سے درخت لگائے تو پھر بڑھاپے میں مشاہدات کے پھل کھائے ؎

یارب جسدیکہ کار طاعت آید　　یارب جائے کہ جملہ ہمت زاید
یارب عملے کہ جستجو بہ تو نماید　　یارب عملے کہ باتو نزدیک کند

اللّٰھُمَّ تب علینا واجعلنا من المتقین وارزقنا اتباع سید المرسلین ظاھرًا وباطنًا واحشرنا فی زمرۃ اھلہ طاھرًا ومطھرًا۔ اٰمین

اے اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، ہمیں متقی بنا، سید المرسلین کے ظاہری و باطنی اتباع کی توفیق دے اور ان ہی کے گروہ میں پاک صاف کر کے میرا حشر فرما۔ آمین۔　　والسلام

---

(۱۳)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ

ذوالنون مصری اور ایک عورت کی گفتگو

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سواحل ملک شام میں سیاحت فرما رہے تھے، ایک عارفہ عورت کا ادھر گذر ہوا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے پوچھا:

سوال: من این؟	تم کہاں سے آتی ہو؟
جواب: مِنْ عِنْدِ قَوْمٍ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا۔	ایسی قوم کے پاس سے آتی ہوں جو راتوں کو بستر سے پہلو نہیں لگاتی، ٹھنڈی نیند نہیں سوتی، اور اپنے پروردگار کو اس کے جلال کے ڈر سے اور اس کے جمال کے شوق میں یاد کرتی رہتی ہے۔

حضرت ذوالنون نے پوچھا:

این تریدین؟	اچھا اب کہاں جاتی ہو؟

اس نے کہا:

اِلٰی رِجَالٍ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ!	ایسے لوگوں کے پاس جاتی ہوں کہ جن کے تجارتی معاملات بیع و شراء کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے ان کو غافل نہیں کر سکتے۔

حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا ذرا ان کا حال کچھ اور بھی تفصیل سے کہو۔ اس نے کہا ؎

قوم همومهم باللہ قد علقت — فما لهم همم تسموا الی احد
فمطلب القوم مولاهم وسیدهم — یا حسن مطلبهم للواحد الصمد

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی تمام خواہشیں اور ارادہ اور آرزو کا تعلق فقط ایک ذاتِ الٰہی سے ہے دوسرے سے کچھ واسطہ ہی نہیں، اس قوم کی مراد و مطلب فقط اپنے مولا کی ذات ہے اور کیا اچھا مطلب ہے جس کا تعلق اسی ایک ذات سے ہے ؎

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم — خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم

مقصود من خستہ ز کونین توئی — از بہر تو میرم و برائے تو زیم

ع "من در دو جہاں غیر خدا یار ندارم"

اے عزیز! اتم نے لکھا ہے کہ قرآن و حدیث سے تصوف کے مسائل سمجھانے والے مشائخ اب نہیں ملتے۔ میں کہتا ہوں کہ تصوف کے جاننے والے اور اس کو برتنے والے ہی لوگ اب کہاں ملتے ہیں۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ کوئی صحبت ایسی نہیں ملتی جس سے قلب میں نزول سکینہ ہو۔ یا نسبت الی اللہ پیدا ہو ع

"وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے"

ع تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

ایک دفعہ میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سہروردیہ فردوسیہ طریقے کے زہد و توکل و اتباع سنت کا مذکور رہا۔ انھوں نے فرمایا کہ اب مسجد کی گوشہ نشینی ہو نہیں ہو سکتی ہمیں تو فلاں بزرگ کا طریقہ پسند ہے کہ پلاؤ قورمہ کھاؤ اور ذکر و توجہ سے سب ہضم۔

اگر ہوتا زمانے میں حصول علم بے محنت

سب لوگوں نے درست و بجا کہا۔ اگرچہ بعض نفوس کو بوجہ تنزل طریقہ مخدوم یہ بات ناگوار گذری۔ مگر انھوں نے بھی خموشی سے کام لیا۔ میں بھی بوجہ ادب کچھ نہ بول سکا مگر اپنے مخدوم کے مقولے کو یاد کیا کہ

"اگر دیں بدیں آسانی بودے کہ خلق پندارند، دلہائے مرداں آب نشدے۔"

سبحان اللہ ایک صاحب تو یوں فریاد کریں ؎

ندارد کس چنیں عیشے کہ در عشق تو من دارم
شرابم خوں، کبابم دل ندیمم درد و نُقلم غم

اور ایک صاحب پلاؤ قورمہ ہضم کر جائیں اور اس کی نحوست سے قلب پر چھاؤں بھی

نہ آسے " ذلك امر عجیب " میں نے مانا کہ نقشبندیہ میں ریاضت کم ہے ان کو صیام دہر کی ضرورت نہیں ، مگر زہد و توکل و اتباعِ سنت ۔ پھر مشغولی و دوام آگاہی و یاد داشت کیا کم محنت و ریاضت ہے ۔ کیا زہد و اتباعِ سنت ان کو خانقاہوں کے عمدہ کمروں میں رہنے دیں گے ؟ کیا اصحاب صفہ کی یاد اور رسول اللہ صلعم کے فقرہ کا سبق ان کو پلاؤ قورمے کا عادی ہونے دے گا ؟ لا والله لا واللہ ۔ ہاں یہ جانتا ہوں کہ عرسوں کی عمدہ بریانی حال و قال کی اچھل کود سے ہضم ہو جاتی ہے ، کچھ کسر رہ گئی تو تیز و تند چائے اسے کافی ہضم کر دیتی ہے ۔ باقی بخیر۔

اے عزیز ! دوسرے سے مجھے بحث ہی کیا ، اپنے آپ کو دیکھتا ہوں تو بعض وقت ایسی گھبراہٹ ہوتی ہے کہ شاید میں مومن ہی نہیں ، میں انسان ہی نہیں ؎

اینکہ می بینی خلاف آدم اند
نیستند آدم ، غلاف آدم اند

" کیمیائے سعادت و احیاء العلوم " کے زہد و رقاق جب پڑھتا ہوں تو حواس ہی بجا نہیں رہتے ، صوفی و مشائخ و درویش کہنا تو ابھی بہت دور ہے ۔ اپنے آپ کو سچا مسلمان جاننے میں بھی عذر ہوتا ہے ۔ اب پھر اصل بحث پر آتا ہوں ۔

تصوف قرآن و حدیث سے مستنبط ہے

اے عزیز ! تصوف کے اصولی مسائل بالکل قرآن و حدیث سے مستنبط ہیں ، اور قرآن و حدیث کی جس قدر خدمت صوفیہ نے کی ہے متکلمین و فقہا یا دیگر فرقِ علماء نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا ہے ۔ " محدثین ظاہریہ " فقط جامع احادیث ہیں ، اس کے اسرار و نکات اور عملی طور سے جو اس سے خلوص و انوار حاصل ہوتے ہیں وہ اس سے بالکل بے خبر رہے ہیں ، پس درحقیقت سچا عامل بالحدیث یہی فرقہ صوفیہ ہے ۔ تذکرۂ علماء و محدثین و صوفیہ نکال کر دیکھو اور انصاف کرو ۔ ہاں اس زمانے کے صوفی و مشائخ ایسے ہی ہیں جیسے اس زمانے کے محدثین و فقہا ہیں ، اگلی روش و خلوص نہ اِن میں ہے نہ اُن میں ۔ دونوں ہی ساقط الاعتبار ہیں ۔

تصوف کی قابل مطالعہ کتابیں

اے عزیز! تصوفِ محقق تم کو دیکھنا ہو تو "قوت القلوب" امام ابو طالب مکی پڑھو جس کی نسبت بزرگوں نے لکھا ہے "لم یصنف مثلہا فی الاسلام" اور امام قشیری کا "رسالہ" پڑھو، "احیاء العلوم" کا ماخذ زیادہ تر یہی دو کتابیں ہیں۔ اور "کیمیائے سعادت" اور "احیاء العلوم" امام غزالی اور "منازل السائرین" حضرت پیر ہرات اور "تعرف" امام ابو نصر کلاباذی اور "فتوح الغیب" حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ اور "آداب المریدین" حضرت ابو نجیب سہروردی اور "عوارف" شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور "مرصاد العباد" حضرت نجم الدین رازی وابہ کبروی اور کتاب "عین العلم" اور "حکم" عطاء اللہ اسکندرانی اور "منن کبریٰ" امام عبدالوہاب شعرانی۔ ہندوستان کے مولفات ہیں "مکتوبات صدی" شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ نہایت معقول کتاب ہے اور گذشتہ کتابوں کا لب لباب ہے۔ ان کتابوں کو پڑھو . . . . اور صوفیہ کے اذواق و معارف سے مطلع ہونا چاہتے ہو تو "فتوحات مکیہ" اور "فصوص الحکم" شیخ ابن عربی اور "فوائح" و "لمعات" فخر الدین عراقی و "مثنوی" مولوی رومی و "انسان کامل" و "کنز الرموز" و "شرح گلشن راز" و "شرح نزہت الارواح" و "ابریز" و "رسائل مولوی جامی" و "مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ" وغیرہا کا مطالعہ کرو۔

مگر اے عزیز! ان معارف کی کتابوں کی سیر مجاہدہ و ریاضت و سیر سلوک کے بعد ہونا چاہیے۔ ورنہ زندقہ اور الحاد کا بھی کھٹکا لگا ہوا ہے۔ اب تم یہ سوال کرو گے کہ مشائخ زمانہ و سجادہ نشینان و بزرگ زادگان ان کتابوں پر عبور رکھتے ہیں؟ تو میں اس کا جواب نہ دے سکوں گا۔

کار خود کن کار بیگانہ مکن
در سرائے دیگراں خانہ مکن

"لا تجسسوا" (کسی کی ٹوہ نہ لو) پر عمل کرو اور اپنے کام میں لگے رہو اور "فتوح الغیب" کا زیادہ مطالعہ کرو اس سے تمہارا علم الیقین عین الیقین اور حق الیقین تک پہنچ جائے گا،

وھوالمقصود؂

کتب بینی فقط مددگار ہے

مگر یہ بھی یاد رکھو کہ عین الیقین کو بغیر خلوص عبادت یعنی مجاہدہ وریاضت کے کوئی نہیں پاسکتا۔ کتب بینی سے فقط اعانت ہوتی ہے اور اجمال کی تفصیل ہوجاتی ہے۔

مصطلحاتِ تصوف قرآن سے ماخوذ ہیں

اور یہ بھی یاد رکھو کہ علم الیقین وغیرہ قرآنی الفاظ ہیں صوفیا نے ازخود نہیں تراشے ہیں۔ سورۂ تکاثر میں دیکھو

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ط

ہاں اگر تم علم یقین حاصل کرلیتے تو جحیم (ایک طبقۂ دوزخ) کو دیکھ لیتے، پھر اسے عین الیقین کی حد تک دیکھ لیتے۔

اور سورۂ واقعہ میں دیکھو

وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ط إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ط

اور جحیم میں جانا۔ یہ بلاشبہ حق الیقین ہے۔

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کا مطلب

کسی شئے کا اعتقاد جازم اگر دلائل وبراہین سے ہے تو علم الیقین ہے اور اس کے آثار کا مشاہدہ ہے تو عین الیقین ہے اور جب خود اسی کو پالیا تو حق الیقین ہے۔ پس سمجھو کہ سالک کو خدا کے وجود وہستی کا اعتقاد جازم ہے تو علم الیقین ہے اور جب انوار وتجلیات کا مشاہدہ ہے تو عین الیقین ہے اور جب تجلیات ذاتی میں استغراق ہے تو حق الیقین ہے (وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ (اور اپنے رب کی عبادت اس وقت تک کرو کہ یقین دیا موت) آجائے) میں، یقین سے مراد اگر موت کے معنی نہ ہوں تو یہی حق الیقین ہے، اس لیے کہ اس مقام میں تمام احساس ومشاعر حسیہ وادراکات غائب ہوجاتے ہیں، پھر عبادت حسیہ کی وہاں گنجائش کہاں اس لیے کہ سالک کو اس مقام میں استقرار نہیں ہوتا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ط

الٰہی! ؎   ہر پے ہر مراکہ در تو رسم   اے بسوئے درِ تو راہ ہمہ

دو چار دن سے بواسیر کی نہایت شدت ہے، ضعف زیادہ ہوگیا ہے، دعائے صحت کرو۔

---

(۱۶)

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حمد اللہ کے لیے ہے، اور سلامتی ہو اللہ کے ان بندوں پر جن کو اس نے پسند کر لیا ہے۔

جاہل مشائخوں کی صحبت سے گھر کا ٹاٹ بن جانا بہتر ہے

امابعد فقد فسد الزمان واھلہ وتصدی المشیخۃ من قل علمہ وعملہ وکثر غیہ وجھلہ فانحطت مرتبۃ السلوک واصحابہ واندرست مراسمہ بین طلابہ والی اللہ المشتکی فعلیک بما قالہ سید المرسلین دع امر العامۃ وکن احلاس بیتک وایاک ومصاحبۃ المبتدعین الغاوین ولنعم ما قیل ؎

زمانے اور اہل زمانہ میں فساد پیدا ہو گیا ہے اور مشیخیت کی طرف وہ لوگ متوجہ ہیں جن کے پاس علم اور عمل تو کم ہے اور گمراہی و نادانی زیادہ ہے سلوک اور اصحاب سلوک کا مرتبہ گر گیا ہے اور طالبان سلوک کے آثار مٹ گئے۔ پس اللہ ہی سے فریاد ہے۔ تم حضورؐ کے اس قول کو معمول بناؤ کہ "عوام کے معاملات سے قطع تعلق کر کے اپنے گھر کا ٹاٹ بن جاؤ، بدعتیوں اور گمراہوں کی صحبت سے الگ رہو" کسی نے خوب کہا ہے کہ:

ولا تصحب اخا جھل — فایاک وایاہ

فکم من جاھل اردی — حکیما حین اخاہ

والقلب علی القلب — دلیل حین یلقاہ

والسلام خیر المقام۔

"جاہلوں کی صحبت نہ اختیار کرو، اس سے بچتے رہو، کتنے جاہل ایسے ہیں کہ جب انھوں نے کسی دانا سے دوستی کی تو اس کا بیڑا ہی غرق کر دیا، جب ایک دل کسی دوسرے دل سے ملتا ہے تو اس پر اس کا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔

مُلّا عبدالرحیم اورئی

علاقہ بندیلکھنڈ (یو۔پی) کے مرکزی شہر اورئی ضلع جالون کے رہنے والے تھے۔ کاسب وشاغل اور ہر دلعزیز تھے۔ حضرت قبلہ کے مرید وخلیفہ تھے اور اس علاقے کے بیشتر اہل حلقہ کی تربیت حضرت نے ان کے ذمے کی تھی۔ اب ان کے بھتیجے ملا عبدالرشید سلیمانی ان کی جانشینی کرتے ہیں، اور حضرت قبلہؒ کے مریدوں میں ہیں۔ حضرت اپنے سفر اجمیر شریف کے موقع پر انھیں (ملا عبدالرشید کو) بیشتر اپنی خدمت میں رکھتے تھے۔

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون ودعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمھارا خط پہنچا جس سے سخت تردد ہوا۔ اے عزیز! یہ جانچ، امتحان اور آزمائش ہے۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥

تو ایسی حالت میں اپنی غلطی کا اعتراف کرکے توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور بکثرت یہ پڑھنا چاہیے: لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین اور اگر حقیقت میں بے قصور ہے تو یہ آیۂ کریمہ بکثرت پڑھنا چاہیے وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد اور رب انی مغلوب فانتصر اور حاکم کے سامنے جب جاؤ تو:

ستر العرش مسبول علینا وعین اللہ ناظرۃ الینا بحول اللہ لا یقدر علینا

عرش کے پردے ہم پر آویزاں ہیں اور اللہ کی آنکھیں ہماری طرف دیکھ رہی ہیں اللہ کی مدد سے ہم پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔

دل سے پڑھتے رہو اور اس کے معانی کا بھی خیال رکھو، اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ میں بھی تم سے غافل نہیں ہوں۔ تمہارا تردد میرا تردد ہے اور میرا تردد بعینہٖ تمہارا تردد ہے۔

والسلام - پھلواری شریف - ۱۸ - اکتوبر

---

(۲)

میرے عزیزان سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میں رمضان کا پروگرام تیار کرنے کو ابھی پورے طور سے مستعد بھی نہیں ہوا تھا کہ حضرت رمضان تشریف لے آئے اور آج بروز جمعہ یکم رمضان ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی وَصَامَ وَبِعَدَدِ مَنْ قَعَدَ وَقَامَ۔

قبل اس کے کہ میں کوئی پروگرام بناؤں ایک تمہید ضروری ہے، وھو ھذا:

جسم و روح کی مماثلت

اسلام وہ حکیمانہ اور پاک مذہب ہے کہ جو جسم و روح دونوں کا حافظ ہے۔ پس جیسے جسم کی بیماریاں ہیں اور اس کی دوائیں ہیں اسی طرح روح و قلب کی بھی بیماریاں ہیں اور ان کی دوائیں ہیں۔ جسم کے لیے جیسے جراثیم مہلکہ یعنی زہریلے کیڑے اور سمی یعنی زہریلی ہوائیں ہیں جیسے وبائے انفلوئنزا، ملیریا، کالرا، پلیگ وغیرہ وغیرہ، اسی طرح پاک روحانیت

لہ یہ خط اجتماعی ہے بنام ملا عبد الرحیم و مولوی منظور الحق صاحبان

کے لیے بھی مہلکات و موبقات و مضعفات وغیرہا ہیں۔ مثلاً فسق وفجور، بغض ونفاق، رغبات فواحش وغیرہ، ان سے پاک روحانیت کمزور ہو جاتی ہے یا قریب فنا تک نوبت آتی ہے۔ اس لیے ہر مومن کے لیے ایسے ردی مواد اور اسباب مہلکہ سے بچنے کے لیے اور ان کے اثرات زائل کرنے کے لیے خداوند تعالیٰ نے روزہ فرض کیا ہے کہ اس کے ذریعے سے ۲۹۔ یا ۳۰ دنوں میں تمام مواد فاسد منجمد یا سوختہ ہو جائے۔ پس یہ فاقہ اگرچہ تکلیف دہ ہے، مگر بے حد مفید ہے۔ امراض مہلکہ میں فاقے سے بہتر کوئی تنقیہ نہیں۔ ہاں! ضعف ضرور ہوتا ہے اسی لیے اس کے دفع کے لیے شریعت نے افطاری وسحری کا نظم رکھا ہے۔ اسی طرح روحانی ضعف بھی کہیں نہ بڑھ جائے اس کے لیے بھی موقع بموقع مقویات اور حرارت غریزی روحانی کو انتعاش میں لانے والی چیزیں بھی رکھی گئیں۔ مثلاً تلاوت قرآن، تسبیح وتہلیل وتہجد وتراویح جو روحانی سحری ہے اس قسم کی چیزیں مقرر کی گئیں۔ جب روزے کا فائدہ مترتب ہوتا ہے وہ فائدہ کیا ہے؟ لعلکم تتقون (تاکہ تم متقی بن جاؤ) اور لعلکم تشکرون (تاکہ تم شکر گذار ہو جاؤ) سعدی کیا خوب فرماتے ہیں ؎

ہر شب نجم فتادہ بگرد سرائے تو
ہر روز آہ و نالہ کنم از برائے تو

رمضان کا پروگرام

بس اللہ بس باقی ہوس۔ صبح کو جب بیدار ہو تو پہلے کلمہ پڑھ کر ایک بار درود شریف پڑھو۔ اس کے بعد یہ پڑھا کرو:

اصبحنا واصبح الملک للہ نشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ اللّٰھم انا نسئلک خیرما فی ھذا الیوم وخیرما فی بعدہٗ ونعوذ بک من شر ھذا الیوم وشرما بعدہٗ

ہماری صبح ہوئی اور دنیا کی صبح ہوئی اللہ کے لیے ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور ہم

گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار و مولا محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔
اے اللہ! ہم آج کے دن کی خیر مانگتے ہیں اور اس دن کے بعد کی خیر بھی۔
اور ہم تیری پناہ لیتے ہیں آج کے دن کے شر سے اور اس دن کے بعد کے شر سے بھی۔

اس کے بعد بول و براز کی ضرورت ہو تو اس سے فراغت کر کے وضو کرو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پہلے پڑھو اور وضو کے درمیان میں سورۂ "انا انزلناہ فی لیلۃ القدر" ایک بار اور پھر اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین[1] پڑھو اور جب وضو ختم کر لو تو کہو:

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ یکتا اور لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! محمدؐ اور آل محمد پر صلوٰۃ، برکت اور سلامتی نازل فرما۔

اس کے بعد سنتیں پڑھو، پھر فریضہ ادا کرو۔ بعد نماز فرض اپنے خفیف معمولات وظائف کے بعد سورۂ مریم ایک مرتبہ پڑھو، اس کے بعد حزب البحر۔ پھر جو چاہو اور جس کام میں چاہو مشغول ہو جاؤ۔ مگر زائد حصہ ماہ مبارک رمضان کا تلاوت قرآن میں ہی بسر کرنا چاہیے۔ پھر اس کے بعد اپنے وقت پر اسکول جاؤ، کچہری جاؤ۔ اپنی ڈیوٹی پوری کرو۔ عصر کے بعد دلائل الخیرات بخشوع خضوع ایک حزب پڑھو۔ قریب غروب غیر ضروری باتوں سے بالکل احتیاط کرو اور یہ خیال کرو کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہیں اور ان پر درود پڑھ رہے ہیں۔ افطار کے لیے دعائے ماثورہ پڑھنے کے بعد یہ خیال کرو کہ ہم زمزم سے افطار کر رہے ہیں حضورؐ کے سامنے۔ اور حضرت کے ساتھ ہی افطار کر رہے ہیں۔ پھر نماز مغرب کے بعد موقع ملے تو "صلوٰۃ الاوابین" ادا کرو اور پھر کلوا واشربوا (کھاؤ پیو) اور اطمینان و

---

[1] اے اللہ! مجھے بڑا توبہ کرنے والا اور پاک باز بنا۔

سکون سے کام لو۔ پھر عشار کی نماز کی تیاری کرو۔ فریضے کے بعد تراویح ادا کرو۔ وتر جماعت سے نہ پڑھو۔ تہجد کے بعد کے لیے اسے موقوف رکھو۔ پھر جیسی فرصت ہو اور جیسی صحت کی مناسبت ہو۔ کچھ تلاوت قرآن شریف کر کے سو رہو۔ جب بستر پر جاؤ تو یہ دعا پڑھو اللھم قنی عذابک یوم تبعث عبادک (اے اللہ! اس دن کہ جب تو اپنے بندوں کو اٹھائے مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھ) اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر۔ بس پڑھ کے سو رہو اور دل سے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین ط (تیرے سوا کوئی الہ نہیں۔ تو پاک ہے اور ظالموں میں میں ہی ہوں) پڑھا کرو۔ اور سونے کے وقت "پاس انفاس" بہت فائدے مند ہوتا ہے۔ یعنی باہر جب سانس کھینچو تو لا الٰہ اور اندر جب سانس لو تو الا اللہ یعنی غیر خدا کی محبت خارج اور خدا کی محبت داخل، جس قدر ہو سکے، یہاں تک کہ اسی خیال میں نیند آجائے۔ نماز صبح کے بعد نماز اشراق کا بھی خیال رکھو ابھی میں نے نماز پڑھنا نہیں بتایا ہے اور نہ اس کی ترکیب آپ کو بتائی ہے خود بخود انشاء اللہ تعالیٰ نماز کی مراقبات بھی تم کو پیدا ہوتے رہیں گے۔ ایک دفعہ میں بہت سی چیزیں کرنا طلب الکل فوت الکل ہے (تمام چیزوں کی ہوس سے ساری چیزیں کھو جاتی ہیں)۔ ہمارے یہاں کی تعلیم شیئاً فشیئاً یعنی دھیرے دھیرے ہے اس لیے گھبرانہ جایا کرو۔ والسلام

حافظ عبدالکریم صاحب بریلوی

یہ حضرت قبلہ کے مخصوص مریدوں میں سے تھے۔ خاص بانس بریلی کے رہنے والے تھے۔ حضرت قبلہؒ ان کے متعلق خود اس طرح ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"حافظ عبدالکریم صاحب نے بریلی میں انتقال کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ؕ وہ میرے ذی علم "یاران" میں تھے۔ میرے بہت سے اسرار کے باعث ظہور وہی ہوئے۔ میرے شجروں کے ناظم تھے۔ قصیدۂ غوثیہ کے مترجم تھے۔ اللہ ان کو بخشے اور غریق رحمت کرے" (آمین)۔

(۱)

مخلص برادر! وعلیکم السلام۔ آپ کا خط اور روپیہ سب پہنچا۔ بہجوم مشاغل عرس کے سبب سے جواب نہ بھیج سکا! انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے جواب پھر لکھوں گا۔ مختصر یہ ہے کہ جو کچھ دیکھا مبارک دیکھا ؎

دردم از یار است و درماں نیز ہم
دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

استقامت فقر کے لیے ضروری ہے

استقامت اس راہ میں اصل کار ہے۔ فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ صحت دراصل روحانی

صحت ہے اور زندگی درحقیقت روحانی زندگی ہے۔ پس صبر و شکر سے کام لو۔ اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اور لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ پر غور کرو۔ اسے برادر، دعائے حزب البحر میں اگرچہ تم حضرت سید ابوالحسن شاذلیؒ کی طرف متوجہ تھے مگر فیض پہنچایا حضرت خواجہ کا پہنچا۔ اور انہیں کی دستگیری سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ یہ بھی خدا کی شان ہے۔

وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

اور خدا اسے ایسے راستے سے روزی دے گا جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔

پس یہ رزق روحانی تمہیں ایسی جگہ سے پہنچا جہاں سے اس وقت تم امید نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ تمہارا منظومہ شجرۂ قادریہ اب ختم ہو گیا۔ احمد اللہ خاں کے یہاں دریافت کرو، اگر رکھا ہو تو بھیج دو۔ والسلام۔

---

(۱۴)

برادرم حافظ عبدالکریم صاحب نور اللہ قلبکم! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میرے وہ مکاتیب جو میں عنایت اللہ مرحوم کو بھیجا کرتا تھا عزیزم احمد اللہ خاں اصلح اللہ حالہ کے پاس ہوں گے وہاں سے لے لو اور مطالعہ کرو تمہارے تمام شکوک و شبہات اس سے رفع ہو جائیں گے۔

اپنے پیر کو سب سے افضل سمجھنا غلط ہے

اس وقت مختصراً یوں کہتا ہوں کہ اپنے پیر و مرشد کو تمام مشائخ و علماء سے افضل سمجھنا ایک جاہلانہ عقیدہ ہے۔ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ہر ذی علم سے بالا بھی کوئی ذی علم ہوتا ہے، جناب باری کا ارشاد ہے۔ اس کے خلاف کیونکر کوئی عقیدہ حقہ ہو سکتا ہے۔ ہاں فقط اس قدر سمجھا جا سکتا ہے کہ ہمارا شیخ باعتبار دوسرے حضرات

کہ ہمارے لیے انفع زیادہ ہے۔ اسی کے ذریعے سے تمام فیوض ہم تک پہنچیں گے۔ پس ہم کو لحوق و لزوق اسی کے ساتھ چاہیے۔ شیخ آئینہ ہے اور اللہ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تجلی اس آئینے پر ہوئی، پھر اس کا عکس مجھ پر پڑا، میں بھی روشن ہو گیا ؎

نورِ معشوقِ ازل در دلم از یار افتاد
عکسِ خورشید ز آئینہ بہ دیوار افتاد

اے برادر! اس مقام میں غریب مرید محوِ شیخ ہو جاتا ہے اور محبوبیت کی پُر زور طاقت سے دوسروں کے فضائل اس کی آنکھوں سے ڈھک جاتے ہیں۔ پس ایسے سُکر میں جو چاہے کہے۔ معذور ہے۔

ہلالی نے کیا خوب کہا ہے ؎

گنجِ حسنِ دگراں راچہ کنم بے رخِ تو
من برائے تو خواہم نہ برائے دگراں

دلِ مسکین ہلالی بجفائے تو خوش است
اے جفاہائے تو خوشتر ز وفائے دگراں

تفضیلِ شیخ کا مطلب

اے برادر! قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ "ارشاد الطالبین" میں اس مضمون کو فارسی زبان میں یوں ادا کرتے ہیں:

"تفضیل دو نوع است یکے با اختیار و دریں صورت معنیٔ تفضیل آنست کہ پیر خود را از دیگراں انفع داند و ایں سخن صحیح است۔

دوم بے اختیار، و آں از ثمرات سکر و فرطِ محبت است و چوں محبت کامل شد، فضائل غیرِ محبوب در نظرِ محب نسبت بہ فضائلِ محبوب کمتر دیدہ می شود و او معذور است بہ سبب سکر۔"

تفضیلِ علیؓ کی حقیقت

اے برادر! ہمارے اکثر خاندانِ مشائخ میں جو بوجہِ فیضانِ ولایت حضرت مولیٰ علیؓ سے لحوق و لزوم تو لاً دعزام زیادہ ہے تو متقشفہ ان کو تفضیلیہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ مسئلہ تفضیل الشیخین کو بلا کم کاست تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ہمارے

حالات سکریہ و محویہ سے بالکل بے خبر ہیں۔ ورنہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح وہ بھی ہمیں معذور رکھتے۔

شیخ پر اعتراض

دوسرے مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ مرید کو شیخ پر اعتراض کرنا یا اس کے احوال پر کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اس سے سلب احوال ہو جائے گا اور فتوح کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا۔ طالب کو شیخ کے احوال کی تفتیش نہ کرنی چاہیے بلکہ شیخ اپنے افعال و احوال کے وجوہ مرید طالب سے بوقت ضرورت آشکارا کرے گا۔ حضرت خضر کا قول یاد کرو:

فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ؕ

اگر تم میرے پیچھے چلتے ہو تو کسی بات کے متعلق پوچھ گچھ نہ کرنا تاآنکہ میں خود ہی اس کے بارے میں کوئی بات چھیڑوں۔

ہاں بضرورت مسائل فقہیہ وغیرہا ادب سے استفسار کیا جا سکتا ہے اور شیخ کو خود ہمیشہ مرید کے خطرات و شبہات کو دفع کرنا چاہیے اور اس کے قلب کو ایسا معمور کرنا چاہیے کہ شبہات و اعتراضات کا اس میں ورود ہی نہ ہو سکے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ؕ

اے ہمارے رب جب تو ہمیں ہدایت دے چکا تو اب ہمارے دلوں میں کجی نہ آنے دے اور ہمیں اپنی بارگاہ خاص سے رحمت عطا فرما تو بڑا داتا ہے۔

والسلام

حاجی عبدالشکور اورنگ آبادی

شہر اورنگ آباد ضلع گیا (بہار) کے رہنے والے تھے۔ ایک کامیاب مختار تھے۔ ہندوستان کی "منصوری" برادری کے ایک ممتاز رہنما تھے۔ منصوری حلاجی برادری کے انساب اور تاریخ پر ان کی کتاب طبع ہو کر اس جماعت میں بہت مقبول ہوئی۔ آپ نے منصوری جماعت کی تعلیمی واقتصادی ترقی کے لیے بہت خدمتیں انجام دیں۔

(۱)

میرے عزیز مخلص حاجی عبدالشکور صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ میں مکان بخیریت وعافیت پہنچ گیا۔ اے میرے مخلص عزیز! آپ لوگوں کے اخلاق کریمانہ اور ارادت فدویانہ سے میں بے حد خوش ہوں۔ گو میں لائق نہیں ہوں اور محض ایک ہیچ کارہ بدنام کنندہ نکو نامے چند ہوں۔ مگر اپنے عزیز دوستوں کو حب اگلوں سے عقیدت وارادت کا پابند پاتا ہوں تو اپنے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ہنوز ہم لوگوں میں بزرگوں کی روش اور عقیدت صادقہ باقی ہے۔ الحمد للہ والمنۃ۔

علم دین کا اعزاز مقدم ہے

اے عزیز! میں نے اورنگ آباد میں جو سب ڈویژنل آفیسر اور منصف صاحب وغیرہ سے ملاقات نہ کی اس پر آپ لوگوں کو بے شک تعجب ہوگا، مگر ذرا ان باتوں پر غور کریں گے اور درویشانہ آداب و مصالح پر خیال کریں گے تو کوئی تعجب نہ ہوگا۔ اے عزیز! گو میں ذلیل و خوار ہوں مگر ایک ذی عزت اور حقیقی عزت کی چیز ہم میں موجود ہے یعنی علم حضرت رسول اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم۔ ہمیں ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے کہ اس پاک جوہر کو عزت کی شان سے نیچے نہ آتار یں۔ بئس الفقیر علی باب الامیر (وہ فقیر اچھا نہیں جو امیروں کے در کا گدا ہے) علمائے ربانی درویش کہلاتے ہیں لیکن تحقیق یوں ہے کہ جو در بدر مارا مارا پھرے وہ تو درویش ہے (بفتح دال) اور جو شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ہر علم رکھتا ہے وہ دُرویش (بضم دال) ہے یعنی اس کے پاس دُر ہے یا ہے لوگوں کو اس کا طالب ہونا چاہیے، نہ یہ کہ وہ لوگوں کا طالب ہو، غرض و عزت دنیوی کے لیے۔

اصل عزت دین کی ہے نہ کہ دولت کی

اے عزیز! اس دنیا میں بے شک ہم لوگوں کو عزت کی زندگی حاصل کرنا چاہیے اگر عزت کی زندگی روپے پیسے ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ عالموں اور درویشوں کی عزت کی زندگی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اخلاق کا پابند ہو۔ اور خدا اور رسول سے ڈرتا ہے۔ اور اپنے خاندانی بزرگوں اور پیران طریقت کی روش و وضع کا پورا پابند رہے ورنہ جو اس کا پابند نہ ہوگا وہ اپنے بزرگوں کا ناخلف فرزند کہلائے گا اور مصداق اس آیۂ کریمہ کا ہوگا۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ط

ان مقدس نبیوں کے بعد ان کے پیچھے ان کے ایسے جانشین ہوئے جنہوں نے بزرگوں کی امانت یعنی نماز و روزہ وغیرہ کو ضائع کر دیا اور شہوت پرستی و خواہش نفسانی میں پڑ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ ضلالت کے گڑھے

میں جاگریں گے!

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

تم نے دشمنوں کے شر و فساد سے بچنے کے لیے کوئی وظیفہ پوچھا تھا اور میں نے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، وہ بھیجتا ہوں اس کو تکبیر عاشقاں کہتے ہیں۔ اس کو تین مرتبہ روزانہ پڑھ لیا کرو۔ اور اس کے معنی کا بھی خیال کیا کرو مگر کسی کی ہلاکی و بربادی نہ چاہو بلکہ یہ چاہو کہ اس کا شر دفع ہو اور تم محفوظ رہو۔

دعائے تکبیر عاشقاں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بسم اللہ خیر الاسما انبیا را، و اولیا را، و زہاد را، و عباد را، و ابدال را، و اوتاد را، و سالکان را، و ناسکان را، و محبان را، و محبوبان را، و مغلوبان را، و مجذوبان را، و مجذوب سالک را، و سالک مجذوب را، و اصحاب تمکین را، و اصحاب تلوین را، و اہل محو را، و اہل سکر را، و نشستگان کنج سلامت را، و روندگان راہ ملامت را، و قلندران سرمست را، و صوفیان زبردست را، و سلسلہ و طبقہ حیدریان را، و غلغلہ سپاہیان را، و شاہان عرب را، و سروران عجم را، و بندگان زنگیاں را، و امیران خراسان را، و سلطانان ہند را، و خلفائے سند را، و سرانداز غزنویان را، و ظریفان تبت و چین را، و چابک سواران بدخشان را، و عاشقان غور را، و مشتاقان ماوراء النہر را، و ریشیان کشمیر را، و واصلان بحر و بر را، کہ درجات ظاہر و باطن اند بدرگاہ خدائے تعالیٰ شفیع می آرم بہ برآمدن حاجات، و مہمات دینی و دنیوی ہر کہ در آید سر آید ہر کہ در افتد بر افتد ہر کہ دگر کند جگر خود خورد چوں تکبیر عاشقاں برآید۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد بحق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین۔

اس دعا کو ہر روز بلا ناغہ ایک وقت مقرر کر کے مثلاً صبح کی نماز کے بعد یا عشا کی نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھ لیا کرو اور اول و آخر اس کے تین مرتبہ یہ درود شریف پڑھ لیا کرو:

اللھم صلّ علی سیدنا محمد ن النبی الامی وعلی الہ واھل بیتہ و
اصحابہ وبارک وسلّم وصلّ وسلّم علیہ وعلیہم اجمعین ؕ

میں اس کو صبح کی نماز کے بعد پڑھتا ہوں، اس دعا کو تسبیحات قلندریہ بھی کہتے ہیں۔ میرے والد مرحوم اور دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب پڑھا کرتے تھے اور اس فقیر کو اس کی اجازت پہلے اپنے چچا صاحب قبلہ حکیم غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہے پھر جناب یحییٰ نانا صاحب قبلہ سے اور پھر جناب منجھلے ماموں صاحب قبلہ سے ہے۔
اور میں ۳۰ برس سے اس دعا کا مداوم ہوں۔

حافظ علم الدین صاحب کانپوری

کانپور کی پنجابی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ کم سنی میں حضرت سے بیعت ہوئے اور اس وقت سے دینداری کو اپنا شعار بنایا۔ معمولی پیمانے سے تجارت شروع کی، اور اللہ نے ان کی دیانتدارانہ تجارت میں بڑی برکتیں عطا فرمائیں۔ مچھلی بازار کی مشہور مسجد شہید کے قریب (قینچی) سگریٹ کی دکان تھی۔ تقریباً اسی سال کی عمر پائی۔ نومبر ۱۹۶۲ء میں رحلت کی۔ اپنی وضع کے بڑے پابند تھے۔ جس سے جو تعلق ابتدا میں رہا اسے آخری سانس تک باقی رکھا۔ خدا جانے کتنے حاجت مند تھے جن کو یہ زندگی بھر مالی امداد دیتے رہے اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔

(۱)

تعزیت نامہ اور درس فنا

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ بچے کے گذر جانے کا حال معلوم ہوا۔ اے عزیز! دنیا رنج و راحت کے مجموعے کا نام ہے، جب خوشی ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ رنج بھی ایک دن ضروری ہے اور جب صحت ہے تو پھر بیماری بھی ضرور آنے والی ہے، اور جب حیات ہے تو پھر اک دن موت سے بھی ضرور سامنا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۚ

روئے زمین پر جو بھی ہے فانی ہے اور بقا صرف خدا کی ذات کو ہے

اور ارشاد ہوتا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۚ اور

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۔

تم جہاں بھی ہو موت تمھیں پالے گی اگرچہ تم پختہ قلعوں میں ہو۔

یہ سب اسی لیے ہے کہ انسان اس کی تصدیق کر کے دوسرے وقت اور آئندہ آنے والی حالت پر ثابت قدم رہے، اکثر لوگ جو مصیبتوں میں بے حد گھبرا جاتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ان آیتوں کا مراقبہ نہیں کرتے اور رسوخ کے ساتھ اس پر اعتماد کامل نہیں رکھتے۔ دنیا میں کسی گھر میں کوئی بچہ حضور رسول اللہؐ کے بچے سے پیارا اور لاڈلا نہیں ہو سکتا، جب وہ اس دنیا میں نہ رہے تو پھر دوسروں سے کیا امید کی جائے، بزرگوں کی صحبت اور سلسلۂ ارادت اسی لیے ہے کہ رسوخ ایمانی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اور ہم کو اس نعمت سے مشرف کرے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۚ

اے ہمارے رب! ہمارے قلب کو راستہ دکھانے کے بعد کجی میں نہ ڈال، اور اپنی بارگاہ خاص سے ہمیں رحمت عطا فرما تو بڑا ہی داتا ہے۔

ماہ مبارک رمضان ہے، مولا کی یاد میں لگے رہو، فقط زبانی ہی نہیں بلکہ دل و جان سے ادھر متوجہ رہو۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝

اپنے رب کا نام لیتے رہو، اور اس کی طرف پوری طرح متوجہ رہو۔

اس ارشاد ربانی پر پوری طرح سے عامل رہو، والسلام

مولوی علی محمد قادری کونچ

شہر کونچ ضلع جالون کے رہنے والے ہیں۔ وہاں کے ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی ہیں۔ اہل علم، خدا ترس اور ایک زاہد انسان ہیں۔ اپنے اعمال اور ورد و وظائف کے بہت پابند ہیں۔ کونچ میں منشی واحد حسین صاحب سلیمانی اور مولوی علی محمد صاحب سلیمانی دونوں کی ذات مغتنم مانی جاتی ہے۔

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا پہنچا۔ تمہارے ختم درود شریف سے نہایت مسرت ہوئی۔ منہدا ختم کے بعد بھی روزانہ کچھ ورد میں رکھو اور ایام بیض کے روزوں کا بہت خیال رکھو۔ اور بعد نماز صبح سورہ مریم شریف ایک بار پڑھا کرو۔ اس سے فلاح دارین نصیب ہوگی، اور اس کے بعد یہ دعا پڑھ لیا کرو:

يا غني يا حميد يا مبدئ يا معيد يا رحيم يا ودود اغنني بحلالك عن حرامك و بفضلك عمن سواك۔

والسلام

پھلواری شریف ۲۶ جنوری سنہ ۳۰ء

(۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا پہنچا۔ دل کو نہایت خوشی ہوئی۔ جو کچھ طمانیت قلبی تم کو حاصل ہوئی ہے وہ سب اسی ذکر قلبی اسم ذات کی وجہ سے ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

سلطان الاذکار کیا ہے؟

پس اسی شغل میں لگے رہو اور ہر شب تین ہزار بار تک اس کو جاری رکھو۔ جب پوری مشق اس کی ہو جائے تو ہر وقت یہی دھیان اور ذکر جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ ہر رگ و ریشے سے بھی جاری ہو گا اور اسی کو "سلطان الاذکار" کہتے ہیں۔ والسلام

۱۸۔ رمضان۔

---

(۳)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ ؎

اللہ کا ذکر کر تو دن رات

سب باتیں ہیں اور یہ کام کی بات

الحمد للہ کہ سہ ہزارہ تم پوری تعداد سے کیا کرتے ہو۔ جزاک اللہ۔ مگر تسبیح ہاتھ میں رکھو اور اکثر اسی خیال میں رہو اور اتنا اس مشق کو بڑھاؤ کہ ہر رگ و ریشے سے تمہارے وہی صدا نکلے۔

اے عزیز! یہ کوئی امر مشکل و محال نہیں ہے فقط ہمت اور اپنے مولا پر بھروسہ چاہیے۔ نِعْمَ الْمَوْلیٰ وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ط باقی رہے خطرات تو ان سے کوئی بھی خالی نہیں رہا۔ کسی کو زیادہ کسی کو کم۔ پس اس کی تم پروا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ خود ان کو زائل کر دے گا۔ والسلام

---

(۴)

پھلواری شریف - ۲۳ - ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

میرے عزیز مخلص سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمہارا خط ملا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں علد صحت کلی عطا فرمائے۔ حزب البحر کلاں کے متعلق میں نے اپنے منشی کو بھیجنے کے لیے کہہ دیا ہے۔

اے عزیز! عاشور سے کا دن اہل بیت کی یاد اور ان کے مصائب کے تذکرے اور کثرت سے درود خوانی کا ہے۔ اس دن ہم لوگ حسب ذیل دعا پڑھا کرتے ہیں۔ اگر ہو سکے تو تم بھی بہ یک جلسہ پانچ سو ایک مرتبہ اس دعا کو پڑھ لینا:

الٰھی بحرمۃ الحسین واخیہ وامّہ وابیہ وجدّہ وبنیہ

فرّج عمّا نحن فیہ۔

میری صحت کا حال بدستور ہے۔ ضعف بڑھتا جاتا ہے۔ والسلام

---

(۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خواب میں اڑتے دیکھنا بہت مبارک ہے اور یہ درود شریف کی برکت ہے۔ مومن جس قدر آلائش دنیوی سے پاک ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رفعت و بلندی عطا کرتا ہے۔ انسان میں دراصل کوئی قوت، کوئی قدرت، کوئی طاقت نہیں ہے۔

حوقلہ کا ورد

ہاں مگر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے کچھ تھوڑی سی طاقت اپنے کام کاج کرنے کے لیے عطا فرمائی ہے اسی لیے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کا وظیفہ بتایا گیا ہے تاکہ اس عظیم الشان قوت سے کبھی غفلت نہ ہو۔

اے عزیز! تم دلائل الخیرات اور درود شریف کے تو مداوم ہو، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ اب "حوقلے" پر بھی دوام کرو یعنی ایک سو بار روزانہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ لیا کرو۔ حدیث شریف میں آیا ہے: "ہی کنز من کنوز الجنۃ" اور افلاس و ناداری کے دفعیہ کے لیے بھی اس کا ورد اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ والسلام

۱۷ر اکتوبر یوم چہار شنبہ

---

(۱۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا ملا۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ تم نے درود و طریقہ کا پھر ایک ختم کر لیا ہے۔ شغل درود میں اب تم کو لگ جانا چاہیے۔ مولوی منظور الحق صاحب سے اس کی تفصیل معلوم کر لو۔ میں فرصت کے وقت انشاء اللہ اس کی مفصل ترکیب لکھ بھیجوں گا۔ اس میں شک نہیں کہ حزب البحر کا نصاب پھلواری میں دینا نہایت مفید ہو گا۔ لیکن آمد و رفت کا صرفہ کثیر ہونے کے باعث وہیں کسی مسجد میں معتکف ہو جانا اچھا ہے۔ روح الامین اور عبدالرشید سلمہما اللہ تعالیٰ کا خط آیا ہے، وہ انشاء اللہ تعالیٰ زکوٰۃ دینے یہیں آئیں گے۔ گاہے گاہے خط لکھا کرو۔ اپنے حالات و کیفیات سے مطلع کرتے رہو۔ والدعا۔

مولانا سید محمد حنیف صاحب مفتی جالندھر

عزیز مخلص! السلام علیکم! آپ کا خط آیا۔ کاشف حال ہوا۔

"ھو الکل" نہ لکھا کیجیے

آپ ہر خط کے شروع میں "ھو الکل" لکھا کرتے ہیں۔ مجھے یہ ادا پسند نہ آئی، اس لیے کہ (الکل) اسمائے حسنیٰ سے نہیں ہے، نہ کوئی اسم ذاتی ہے۔ بس بہتر یہ ہے کہ اس کی جگہ پر ھو اللہ لکھا کیجیے۔ اس جملے میں جو اخلاص ہے وہ دوسرے الفاظ میں کہاں؟ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ" (اللہ کہو اور دوسروں کو چھوڑ دو) یہ محبوب کا فرمان ہے اس کی پاک ادا کو دوسرا لفظ کیونکر ادا کر سکتا ہے۔ اور جب ذات احدیت کو آپ کل کہیں گے تو کل کے واسطے اجزا بھی ثابت کریں گے اور اجزا سے ترکیب لازم آئے گی۔ وتعالیٰ شانہ عن ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اور اس سے اس کی شان بہت زیادہ بلند ہے)۔

ذاتِ باری کُلّی طبیعی نہیں ۲

اے عزیز! حقیقت امر یہ ہے کہ لیس کمثلہ شئ (اس کے مانند کوئی شے نہیں) نہ وہ کل ہے نہ وہ جزو ہے۔ بلکہ وہ کُلّی ہے نہ جزئی ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؏

تیرا رب جو رب العزت ہے اُن تمام باتوں سے پاک ہے جو اس کی طرف

لوگ منسوب کرتے ہیں رسولوں پر سلامتی ہو اور حمد اس اللہ کے لیے ہے
جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

بعض اہل علم نے جو ذات واجب الوجود کو مثل کلّی طبیعی کے اور جملہ کائنات کو مثل اس کے اشخاص و افراد کے ٹھہرایا ہے وہ ہماری وحدتِ حقہ سے کوسوں دُور ہے۔ اس لیے کلی طبیعی کا خارج میں علٰحدہ کوئی وجود نہیں مانا جاتا بلکہ اس کا وجود افراد کے ضمن میں ہے۔ آپ نے منطق کی کتابوں میں پڑھا ہوگا:

والحق ان وجود الکلّی طبیعی بمعنی وجود اشخاصہ فی الخارج
حق یہ ہے کہ وجود کلی ان معنی میں طبیعی ہے کہ خارج میں وہ نہیں بلکہ اس کے افراد پائے جاتے ہیں۔

یہ تصور محض الحاد ہے

اور حاشا وکلا صوفی اس کے قائل نہیں کیونکہ یہ تو محض الحاد و زندقہ ہے بلکہ صوفیہ حضرت احدیت کے لیے ذاتِ بحت کے اطلاق میں رب سے علٰحدہ ایک وجود مستقل ثابت کرتے ہیں اور اس کو "موجود حقیقی فی الخارج" تسلیم کرتے ہیں اور باوجود اس کثرت تنوعات و تطورات کے اس کی ذات کی بہ نسبت "لا بشرط شیٔ" (کسی شرط کے بغیر) کے مرتبے میں "اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ" (اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا) کا اعتقاد رکھتے ہیں۔
وحدتِ وجود مشاہدہ و کشف ہے نہ کہ لفظی تفہیم

الغرض یہ مسئلہ بہت ہی نازک ہے۔ اس کی افہام و تفہیم مشاہدے اور مکاشفے سے ہے نہ مجرد تقریر و تحریر سے۔ اسی لیے عام سالکین و طالبین کے لیے وحدت وجود کے مباحث دیکھنا اور پڑھنا بھی میں پسند نہیں کرتا اور نہ خشک الفاظ کا استعمال پسند کرتا ہوں۔ الفاظ ماثورہ کا تتبع کرنا چاہیے۔ جب تک وہ الفاظ مل سکیں ہیں دوسرے الفاظ سے کنارا کرنا چاہیے۔ اب حضرت جامی کی ایک غزل سنیے اور اس کا مزہ لیجیے ؎

وحدتِ وجود اور جامی

آں کان حسن بود نہ بود از جہاں نشاں الاٰن ان عرفت علی ما علیہ کان

اعداد و کون و کثرت صورت نمائش است — فالکل واحد یتجلی بکل شان[۵۲]

نوریست محقق کرد باوصاف خود ظهور — نام تنوعات ظہورش بود جہان

ہر چند در عیان و نہان نیست غیر او — فی حد ذاتہ نہ نہان است و نے عیان

قائم بود بجود بر اعیان جن و انس — ساری بود ز لطف در اطوار جسم و جان

دانا بہر بصیرت و بینا بہر بصیر — گویا بہر زبان و توانا بہر توان

جامی کشیدہ دار زبان را کہ سر عشق
رمزیست گفتنی نگوید، حدیث است گفتنی نخوان

---

[۵۱] اگر تم پہچان لو تو وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔

[۵۲] یہ سب ایک ہی حقیقت ہے جو نئی نئی شانوں سے جلوہ گر ہوتی ہے۔

مولوی مفتی انوار الحق ایم۔ اے
ڈائرکٹر تعلیمات بھوپال

غلطی کا احساس صحت کی علامت ہے

عزیز مخلص! وعلیکم السلام۔ ہر سالک کی ابتدا یوں ہی ہوتی ہے کہ اپنے عیب کو وہ عیب سمجھے اور اس کے ازالے کا ساعی ہو۔ اور اس کے ارتکاب پر ندامت ہو۔ الحمدللہ کہ یہ امر آپ میں موجود ہے۔ اس کے بعد یہ درجہ ہے کہ جو نیک کام ہو اس کے انوار و تجلیات کا ظہور ہو کر شرح صدر ہو اور نزول سکینہ سے طمانیت قلبی حاصل ہو۔ آپ جس انداز پر چل رہے ہیں عنقریب انشاء اللہ اس درجہ متوسط میں آپ پہنچ جائیں گے۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل درکار ہے۔ ہمیشہ یہ دیکھتا ہوں کہ آج ایک شخص ہوا و ہوس کا بندہ ہوتا ہے پھر کل اپنے مولیٰ کا ایسا مخلص ہو جاتا ہے کہ ہوا و ہوس اس کے گرد بھی نہیں پھٹکتی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط

یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دے۔

پس خدا کے فضل کے طالب رہو، اور نماز میں یک سوئی پیدا کرو۔ ارشاد خداوندی ہے:

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط

ہاں جو اپنا چہرہ اللہ کے آگے جھکا دے اور وہ نکوکار بھی ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے ذمے ہے اور ایسوں پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اے عزیز! خدا کے آگے جو سر نیاز خم کرے اور مراقبات احسانیہ اس کے رفیق ہوں وہ سرکار خداوندی سے اجر بے شمار کے ماورا دنیا و آخرت میں بے خوف و خطر ہے۔ مگر مراقبۂ احسانیہ خوب یاد رکھیے: ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔

اے عزیز! یہی نفس جو آج "امارہ" ہے کل "مطمئنہ" ہو جاتا ہے پس توحش اور مالیخولیا سے کام نہ لیجیے۔ غرور و نخوت کمبخت کیا بلا ہے جو خلوص کے مقابلے میں آسکے ؎

ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نباشد عام را

پس خلوص و احسان و تبتل سے کام لو، سب خیالات واہیہ ہوا ہو جائیں گے آپ کا رسالہ اثبات واجب الوجود میں نے ابھی نہیں پڑھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ کسی سفر میں اسے پڑھوں گا۔

والسلام۔ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

شیخ منوّر صاحب کلکتہ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمھارا آیا۔

ایک آیت کی تفسیر

تم نے دریافت کیا ہے کہ آیۂ کریمہ سورۂ احقاف "ما ادری ما یفعل بی ولا بکم"[1] منسوخ ہے یا غیر منسوخ۔ اے عزیز! حضرت عبداللہ بن عباس سے اس کا نسخ منقول ہے اور حضرت حسن بصری بھی اس آیۂ پاک کے مفہوم کی ایک صورت کو منسوخ بتلاتے ہیں۔ ابن جریر طبری اور ابن کثیر و بعض محدثین و مفسرین حسن بصری کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں مگر دیگر علمائے محققین و مفسرین اس نسخ کی صورت کو غلط بتلاتے ہیں اور آیت کو محکم قرار دیتے ہیں مثلاً صاحب مدارک و بیضاوی و ابو مسعود صاحب روح المعانی و نیشاپوری و صاحب جامع البیان و امام رازی و صاحب بحر محیط و دُرر وغیرہم۔ اس فقیر کی تحقیق بھی امام رازی وغیرہ کے موافق ہے اور یہی جمہور مفسرین کا مسلک ہے اور معنی اس آیت کے یوں ہوئے کہ میں اپنے اندازۂ عقل و فہم سے تو کچھ بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا پیش آئے گا اور میرے ساتھ کیا ہو گا۔ اب تک جو کچھ کہا ہے یا آئندہ کہوں گا وہ خدا کے بتلانے سے کہا ہے اور کہوں گا۔ رسولوں کی ہمیشہ یہی شان رہی ہے

---

[1] کہہ دو اے رسول کہ میں نہیں جانتا کہ میرے نیز تمھارے ساتھ کیا معاملہ ہو گا۔

علم غیب

اور علم غیب کے متعلق میری وہی تحقیق ہے جو متکلمین اہل سنت و احناف و صوفیہ کرام لکھتے آئے ہیں۔ بعض علمائے دیوبندی و جماعت اہل حدیث کی اس بارے میں جو تقریر میں نے سنی ہے وہ مجھے بالکل پسند نہ آئی۔ بعضوں کی تحریر میں ایسے الفاظ ہیں کہ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ۔ فالی اللہ المشتکی (اس سے خوف خدا رکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ ہی سے فریاد ہے)۔ اے عزیز! ہاں حضرت صلعم کو علم غیب دیا گیا اور وہ بھی وسیع اور محیط علم "علم ما کان وما یکون" علم اولین و آخرین۔ لیکن "عالم الغیب اور علام الغیوب" سے علم ذاتی اور علم محیط تام فعلی متبادر ہوتا ہے۔ اس لیے ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور علام الغیوب نہیں کہتے۔ اور آں حضرت صلعم کے علم کو خدا کے علم کے برابر کہنا اور تمام کلیات و جزئیات کا علم فعلی سمجھنا معاذ اللہ یہ اہل حق کا عقیدہ نہیں۔ علم الواجب و علم الممکن شتان بینھما ع "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

"و از جملہ معجزات باہرہ وی صلعم بودن ؑ اوست مطلع بر غیوب و خبر دادن بآنچہ حادث خواہد شد از کائنات و علم غیب اصالۃً مخصوص است بہ پروردگار تعالیٰ و تقدس کہ علام الغیوب است و ہرچہ بر زبان رسول اللہ صلعم و بعضے از تابعان وے ظاہر شدہ است بوحی است یا بالہام و در حدیث آمدہ است

واللہ انی لا اعلم الا ما علمنی ربی[۱]

ہاں حضرت صلعم کا علم ایسا وسیع ہے کہ تمام علوم اولیا و علوم انبیا اس کے ایک گوشے میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا علم محیط تام، اس پر حاوی، اس کی غایت و وسعت عمومی کو علم ممکن نہیں پہنچ سکتا، اور اس میں رسول صلعم کی شان پاک کو کوئی نقصان نہیں ؎

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود ۔۔۔ ورنہ پس عالی است نزد خاک تود

---

[۱] بجز اس کے وہی جانتا ہوں جس کا علم خدا نے مجھے دیا ہے

حکیم امام الدین صاحب وزیرآباد (گوجرانوالہ)

عزیز مخلص سلمکم اللہ تعالیٰ! از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیۂ سلام مسنون پذیرا نمایند۔ اما بعد خط پہنچا کاشف احوال ہوا۔ اے برادر! تمھاری قرضداری و ترکِ ملازمت اور ایک گونہ بے کاری بلاشک جائے افسوس ہے مگر بہر حال صبر و استقلال سے کام لو اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ [1]

دنیوی برکات کا در بند ہونے پر اُخروی برکات کا دروازہ اکثر کھلتا ہے

جب دنیا دی فتوح کا در بند ہوجاتا ہے تو اخروی برکات کا نزول ہوتا ہے پھر دونوں فتوح و برکت مجتمع بھی ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے مومنین کو یوں دعا کے لیے ارشاد ہوا

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

باوجود انتشار قلب درود مستغاث و وردِ طریقہ کے روحانی برکات کا تم پر نزول شروع ہوگیا۔ پس اب یہ سمجھو ؎

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند
چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

---

[1] تنگی کے ساتھ ہی آسانی ہوتی ہے۔

شانِ حسنینؑ

تم نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین سلام اللہ علیہما سے مشرف ہوا۔

اے برادر! الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ (حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں) پس ان کا شرفِ زیارت درحقیقت جنت کے در پر قبضہ کرنا ہے اور حضوری سرکارِ محمدی کے لیے یہ بہترین تقرب ہے اس لیے کہ یہ دونوں امام آئینۂ حضرت خیرالانام علیہ وعلیہما السلام ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ امام حسن علیہ السلام از سر تا کمر بالکل رسول خدا صلعم کے مشابہ تھے۔ ان کے دیکھنے والے وجد میں بول اٹھتے ھذا وجہ رسول اللہ صلعم (یہ تو حضورؐ کا چہرہ ہے) اور حضرت امام حسین علیہ السلام از کمر تا قدم رسول خدا صلعم سے بہت اشبہ تھے۔ آپ کی رفتار کو دیکھ کر صحابہ وجد میں کہتے ھذا قدم النبی صلعم ابوہریرہ صحابی نے ایک دفعہ امام حسین علیہ السلام کے قدم مبارک کو پکڑ لیا اور کہا اسے میرے کندھے پر رکھو۔ حضور نے تواضع فرمائی۔ انھوں نے بآواز بلند کہا "اے فرزند رسول اللہ! یہ وہ قدم ہیں کہ اگر لوگ انھیں سمجھیں تو تمھیں ہمیشہ لوگوں کے سروں پر چلنا پڑے اور زمین پر قدم رکھنے کی نوبت نہ آئے۔" سبحان اللہ۔

بزمینے کہ نشانِ کفِ تو بود!
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

اے برادر! تم نے لکھا ہے کہ میں نے اس مبارک قدم پر اپنا سر رکھ دیا۔ اے عزیز! مبارک ہو کہ تم از سر تا پا برکت والے ہو گئے۔ حقیقت میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا قدم ان کے جد کا قدم ہے۔ یہ نیازمندی عین بارگاہِ محمدی میں نیازمندی ہے "آئینۂ ذات احمد حسنین"۔

اور سنو! حسنین علیہما السلام میں حسن و جمال محمدی کی تنصیف اس بات کی شاہد ہے کہ فیوض جمال و کمال محمدی تا قیامت انھیں دونوں کے ذریعے سے شایع رہے گا۔

اور بحمد اللہ تمام سلاسل اولیاء کے منبع فیوض یہی دونوں حضرات ہیں۔ چشتیہ کی نسبت حسن بصری کی طرف سے اور وہ خود جس طرح حضرت علی مرتضیٰ کے دست گرفتہ ہیں اسی طرح حسنین سے مستفیض ہیں۔ بالخصوص امام حسن علیہ السلام سے بہتیرے شکوک و مشکلات آپ نے حل کیے ہیں جیسا کہ کتب سیر میں درج ہے۔ اور چشتیہ کی ایک نسبت جنیدیہ خاص حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف ہے اور قادریہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و شاذلیہ سب نسبتیں بتوسط حسنین علیہما السلام ہیں۔ پس عالم خواب میں تمہارا ان حضرات سے مشرف ہونا طریقت کا فتح باب ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

شانِ بلال رضؓ

اب تم اپنے دوسرے خواب کی تعبیر سنو۔ تم نے لکھا ہے کہ عین شغل درود میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا دیدار نصیب ہوا۔ اے برادر! تمہارے اس خواب نے آج مجھے بے حد لذت بخشی اس لیے کہ کل بارھویں ربیع الثانی کو ہمارے بزرگوں کی خانقاہ میں مجلس تھی۔ قوال نے یہ غزل گائی ؎

کار جہاں دیگراں اگر کند خیال تو
جلوہ کنی چو بے نقاب تا چہ کند جمال تو

پھر یہ شعر پڑھا ؎

داغ غلامیٔ تو شد سکۂ شاہیٔ جہاں
تاج سر شہاں بود خاک در بلال تو

اس شعر نے مجھے بہت مزہ دیا اور تمہارے اس خواب نے اس مزے کو دوبالا کر دیا۔

اے برادر! بلال رضؓ و عمار رضؓ و مقداد رضؓ و ابوذر رضؓ و سلمان حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدمائے یاران خاص اور فدائیان با اختصاص میں ہیں۔ ان غریبوں نے حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلی ہیں اور دم واپسیں تک اپنے اسی جوش و خروش محبت پر ثابت قدم رہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غلام مقبول کی یوں عظمت بیان فرماتے ہیں:

بلالٌ سیدنا ومولیٰ سیدنا

بلال ہمارے آقا ہیں اور ہمارے آقا کے آزاد کردہ ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں:

بلال رسول اللہ خیر بلال

رسول اللہ کے بلال تمام بلالوں سے بہتر ہیں۔

والسلام

محمد حسن قادری چشتی

(۱)

دعائے حیدری

میرے مخلص! وعلیکم السلام۔ دعائے حیدری وہی ہے جو حضرت مخدوم شاہ عبدالحق ردولویؒ کی طرف منسوب ہے۔ خاندانی اجازتوں کے سوا مجھے اس کی اجازت حضرت قطب علی شاہ صاحب مقیم ردولی شریف سے ہے۔ وہ اس کے بڑے عامل تھے۔ میرے حلقے کے لوگوں میں مولوی شریف اعظم لکھمنیا ضلع مونگیر اس کے بڑے عامل ہیں اور جنھوں نے بہت نصاب وزکوٰۃ دیے ہیں اور جو مع مراقبات اس کے عامل ہیں وہ حاجی وزیر حسن خاں ساکن بریلی محلہ پرانا قلعہ متصل جامع مسجد ہیں۔ اور بھی چند اشخاص ہیں۔ اگر آپ دعائے حیدری کی زکوٰۃ ونصاب چاہتے ہیں تو ان حضرات سے بذریعہ خط وکتابت مشورہ کر لیجیے۔ میں نے آپ کی اس مرسلہ دعائے حیدری کو پڑھ لیا۔ دو ایک جگہ اعراب کا فرق ہے اور ایک آدھ جملے کا اضافہ بھی۔ خلوص قلب سے پڑھیے اور معانی کا خیال بھی رہے تو یہ اختلاف نسخہ کوئی شے نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ پڑھتے وقت حضرت امیرالمومنین حیدرؓ کو اپنے سامنے تصور کیجیے اور نیز شیخ عبدالحق ردولوی کو اس بارگاہ حیدری میں متوجہ دیکھیے۔ اے برادر! ان سب ادعیہ میں خلوص قلب اور مراقبہ ضروری ہے ورنہ خالی الفاظ!

برکت سے تو وہ بھی خالی نہیں۔ مگر اس کا فائدہ کہاں تک ہوگا؟ پس ان باتوں کا خیال رکھیے اور میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔ کما اجازنی بہ شیخنا رحمۃ اللہ علیہ (جس طرح مجھے میرے شیخ نے اجازت دی) ؎

ما زباں را ننگریم و قال را
ما دروں را بنگریم و حال را

اے برادر! آپ کی وجہ سے اس بارے میں میں نے تھوڑی قلم فرسائی کی ہے ورنہ یہ وہ اسرار ہیں کہ اگر ان کو بر ملا کہوں تو علماء کفر و شرک کا فتویٰ ٹھونک دیں۔ مگر میں آپ کو اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں ع این زمیں را آسمانے دیگر است ؎

منعم کنی ز عشق تو اے مفتیٔ زماں
معذور دارمت کہ تو او را نہ دیدۂ

۲۵۔ صفر ۱۳۵۴ھ

میاں عبدالقدوس صاحب قدم بنگلور

(۱)

آفتاب نبوت کی مختلف کرنیں

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تم نے جو اپنی بیعت کی تاریخ لکھی ہے کہ "بیعت آفتاب عالم کرد" یہ مادۂ تاریخی کی حیثیت سے تو بہت ہی خوب ہے مگر چونکہ آفتاب عالم سے میری طرف اشارہ ہے اس لیے اگر اس تاریخ کو میں ناموزوں کہوں تو کچھ بے جا نہیں۔ میں آفتاب نہیں ہوں بلکہ آفتاب کا ذرہ ہوں۔ میں دریا نہیں ہوں بلکہ ایک دریا کا قطرہ ہوں۔ میں مخدوم نہیں؛ خادم ہوں۔ میں سلطان نہیں، گدا ہوں۔ پس کس قاعدے سے اپنے کو آفتاب عالم سمجھوں۔ پھر بھی اس خیال سے کہ تمھیں شکستگی دل نہ ہو اتنی تشفی دیتا ہوں ؎

ذرہ ام لیکن ز مہر بو تراب
آفتابم آفتابم آفتاب!

اے عزیز! میں گو کہ کچھ بھی نہیں ہوں اور جس قدر ہوں اس کو خوب سمجھتا ہوں۔ من آنم کہ خود میدانم۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ میرا شجرہ نوری ہے۔ اس کی ابتدا "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" ہے۔ اسی نور کی تجلی آفتاب رسالت ہے یعنی مہر محمدی کی تابانی اور شمس احمدی کی

درخشانی حقیقت میں اسی نورِ وحدت کی تجلّی ہے "والشمس وضحٰھا" جس کی شان ہے۔

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ایک صحابی سے کسی نے حضرت صلعم کے چہرۂ مبارک کی کیفیت کو پوچھا انھوں نے کہا کہ یا بُنیّ لو رایتہ رایت الشمس طالعۃ" (یعنی اے فرزند اگر تم حضرت کے چہرے کو دیکھتے تو دیکھتے کہ ایک آفتاب نکلا ہوا ہے)۔ سچ ہے ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

پھر وہ نورِ وحدت ایک دوسرے آفتاب میں درخشاں ہوا جس کو آفتاب ولایت کہتے ہیں اور یہ "آفتاب جہاں" جو چرخ چہارم سے آگے نہیں بڑھتا، آفتاب ولایت کے سطوت و جبروت سے سرتابی نہیں کر سکتا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کی نماز عصر قضا نہ ہو جانے کے خیال سے اس "آفتاب جہاں" کو کچھ دیر تک ٹھہرنا ہی پڑا، یہاں تک کہ اس جناب نے نماز ادا کر لی۔ پھر یہ آفتاب اپنی جگہ پر چل کھڑا ہوا۔ اس مقام پر مولوی رومی قدس سرہٗ نے بڑے پاکیزہ اشارے سے کام لیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

در بشر روپوش گشتست آفتاب　　فہم کن واللہ اعلم بالصواب

اور پھر وہ آفتاب ولایت بروج اثنا عشر سے گزرتا ہوا کمال درخشانی کے ساتھ حضرت غوث الثقلین سیدی و مولائی شیخ الاصاغر والاکابر شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ میں جلوہ افروز ہوا اور ایسا مستقر ہوا کہ ظہور امام آخر الزماں علیہ السلام تک اب کوئی مستقل مطلع اس کا نہ ہوگا۔ بلکہ ہر ولی اسی آفتاب غوثیت سے منور ہوتا رہے گا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ ہاں شمس ولایت غوثیت سے بہتیرے مستنیر ہوئے اور ہوتے ہی رہیں گے۔ اور کمال نورانیت سے "انا الشمس" کا دعوےٰ کرتے آئے اور کرتے بھی رہیں گے۔ اور ایک حد تک یہ دعوے ان کو نازیبا بھی نہیں۔ مگر مطلع حقیقی اس آفتاب ولایت کا یہی ذات پاک حضرت غوث الثقلین، رضی اللہ عنہ ہے۔ اسی لیے اس جناب نے فرمایا ؎

افلت شموس الاولین و شمسنا　　ابدًا علیٰ افق العلیٰ لا تغرب

یعنی اگلوں کا آفتاب غروب ہوگیا اور میرا آفتابِ ولایت ہمیشہ افق بلندی پر ہے کبھی غروب نہ ہوگا۔

اے عزیز! اب سمجھو کہ ہمارا شجرۂ نوری، آفتابِ نبوت، آفتابِ ولایت، آفتابِ غوثیت سب سے منور اور تاباں ہے۔ پس میرے طریقے کو طریقۂ نوریہ شمسیہ سمجھو۔ اور انھیں آفتاب کے عکس کا ظہور ہے کہ ہمارے جدِ اعلیٰ حضرت تاج العارفین شاہ مجیب قدس سرہٗ کا لقب "آفتابِ طریقت" ہے اور ہمارے حضرت جدی شیخ العارفین حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کا لقب "آفتابِ عالمتاب" ہے۔ پس مجھ بندۂ ناچیز میں بھی ان آفتابوں کی جھلک دکھائی پڑے تو لیس العجب۔

خیر یہ باتیں تو ایک تشفی بخش انشا پردازی سے متعلق ہیں۔ مگر حقیقت امر یہ ہے جو بابا افغانی رحمہ نے فرمائی ہے ؎

یک آفتاب کرد زچندیں افق طلوع
یک سر زصد ہزار گریباں برآمدہ

اب دعا کرتا ہوں کہ تم نور ہو جاؤ۔ والسلام۔

---

(۱۰۸)

نورِ دیدۂ من نور اللہ قلبکم! السلام علیکم۔ اما بعد، تمہارے خط کا جواب بقلم حسین میاں روانہ ہوا تھا، تعجب ہے کہ تمھیں نہ ملا۔ خواب بہت مبارک ہے اللہ تعالیٰ اس کی برکات عطا فرمائے۔

یاد تو ہر دم انیس جان من
اے خیالت ہر شبے نہان من

اے عزیزو! تم آنکھوں سے دور ہو پر دل سے دور نہیں ہو ؎

احبابنا ان غبتم عن ناظری   فعن الفؤاد وخاطری ما غبتم

اے میرے احباب! اگر تم میری نظروں سے غائب ہو تو میرے دل سے تو غائب نہیں۔

شیخ کی یاد کا مآل خدا ہی کی یاد کی طرف ہے پس "فاذکرونی اذکرکم" (تم مجھے یاد رکھو میں تمھیں یاد رکھوں گا) کا قاعدہ علیٰ سبیل التنزل و الانعکاس اس یاد میں بھی جاری رہے گا۔ "کفیٰ باللہ شہیداً" (اللہ کافی گواہ ہے) اگر مجھے توانائی اور صحت کا فیہ ہوتی تو ضرور بلا کہے سنے بنگلور پہنچ جاتا اور مودی کے بنگلے پر پہنچ کر پوچھتا کہ بڑے مودی کہاں ہیں؟ دیکھو ہم آگئے مگر اے فرزندان

ناتواں کرد مرا غفلت صیاد چناں بال پرواز کجا زور پرافشانی نیست

اے عزیزو! شیخ کا نظارہ اور اس سے استفاضہ ہمیشہ جاری رکھنا چاہیے، طریقے میں اصل شیخ تربیت خود سرکار بدولت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہم لوگ ان کے غلامان انتہا سے انتہا شیوخ صحبت ہیں، پس تم صاحبوں کو حضورؐ ہی کی طرف توجہ تام چاہیے ع "کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند" ماہ مبارک میں تلاوت قرآن سے نزہت پیدا کرو اور کثرت درود سے مورد رحمت بن جاؤ ؎

زہے سعادت آں بندۂ کہ کرد نزول
گہے بہ بیت ہذا و گہے بہ بیت رسول

نور چشم محمد شریف اعظم سے اکثر امور وارده کو بیان کرو اور ان سے اور ان کے مشورے سے وظائف میں کام لو۔ میری زبان سے وہ آئینہ نہیں مگر دل کے آئینہ ہیں۔ اگر اہل بنگلور کچھ بھی درویشی کے طالب ہوتے تو وہ سمجھ سکتے کہ ان میں کتنی بلند پروازی ہے۔ مگر افسوس! عزیزان بنگلور وعظ و مولود و لفاظی کے زیادہ معتقد ہیں اس لیے اہل دل کے وہ کم قدر داں ہیں۔

مولوی رومی فرماتے ہیں ؎

ما زباں را ننگریم و قال را
ما دروں را بنگریم و حال را

الحمدللہ ماہ صیام میں حسب دستور لنگر جاری ہے۔ افطار کے وقت لوگ جمع رہتے ہیں

پھر تراویح پھر تہجد کے لیے مسجد میں دوڑ رہتی ہے۔ حسین میاں، غلام حسین، میاں جعفر، میاں عزالدین، میاں فصیح اعظم، وکیل احمد، مولوی نعیم، و دیگر عزیزان دونوں ختم میں شریک ہوا کرتے ہیں۔ تمام شب کوئی سوتا نہیں۔ البتہ میں گنہگاراں نعمتوں سے محروم ہوں ؎

مائیم و تحیر و خموشی
آفاق ہمہ بگفتگو یست

میاں شریف اعظم سے کہو بیک زانو ایک ختم دلائل الخیرات میری طرف سے پڑھیں بروز دوشنبہ زیادہ مناسب ہے، اور سب سے دعا کہو۔

والسلام

سید خورشید حسین احمد صاحب نقشبندی مجددی، لاہور

مخلص کرم فرما! وعلیکم السلام۔ آپ کا کرم نامہ مع نقشہ ۹۹ نام حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصول ہوا۔ آپ کی یاد فرمائی کا ممنون و متشکر ہوں۔ یہ نقشہ مجھے بہت پسند آیا۔ حروف بہت صاف ستھرے، چھپائی، صفائی اور عمدگی کاغذ سب قابل قدر ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ عطا فرمائے۔ یہ محنت و مشقت آپ کی اسی پاک محبت کا ثبوت ہے اور آپ کے دلی جذبات کی کافی دلیل ہے۔ مگر اے برادر! جب آپ نے مجھ سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا ہے تو بمقتضائے "المستشار مؤتمن" (جس سے مشورہ کیا جائے اسے امانت دار ہونا چاہیے) مجھے دیانت داری سے رائے دینا چاہیے۔ آپ اسے اب ذرا غور سے سنیے:

حضورؐ کے اسمائے حسنیٰ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی مثل اسمائے حسنیٰ جناب باری عز اسمہ توقیفی نہیں ہیں۔ متاخرین مشائخ نے ۹۹ نام منتخب کر لیے ہیں مگر ہر خاندان کے انتخاب میں اختلاف ہے۔ ہاں محدثین رحمۃ اللہ علیہم مثل علامہ قسطلانی و سخاوی و سیوطی و زرقانی وغیرہم نے چار سو کئی نام قرآن و حدیث سے مستنبط کیے ہیں۔ چنانچہ مواہب لدنیہ، اور القول البدیع میں مشرح موجود ہیں اور ان محدثین نے وجہ تسمیہ و استنباط سب کچھ بیان کیا ہے اور امام جزولی محدث عارف یعنی صاحب دلائل الخیرات نے دلائل الخیرات

میں لکھا ہے ..... کہ

اسماء النبی صلعم مائتان وواحد

یعنی حضور صلعم کے اسمائے گرامی دو سو ایک ہیں۔

یہ فقیر محمد سلیمان قادری چشتی اسمائے دلائل کو اصح اور اختلاف سے پاک پاتا ہے اور ہمارے ورد میں وہی اسماء ہیں۔

تعداد اسماء میں اختلاف

ہاں ایک بات رہ گئی ہمارے شیخ حضرت محی الدین بن عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی ایک ہزار ہیں مگر فتوحات وغیرہ میں اسے ذکر نہیں فرمایا اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس معاملے میں مزید احتیاط برتتے ہیں یعنی حضورؐ کے وہ نام جو آپؐ کی والدہ اور دادا نے رکھے جنھیں خود آنحضرت صلعم نے صراحتًہ ارشاد فرمایا۔ ان کے سوا دیگر اسماء استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سب حضرات میرے بزرگ پیشوا ہیں، میں کسی کی تردید نہیں کر سکتا، مگر محدثین نے جو لکھا اور بالخصوص جن اسماء کو صاحب دلائل الخیرات نے نقل کیا ان پر بہت ہی اعتماد کرتا ہوں۔ ؏

وللناس فیما یعشقون مذاہب

چند غلطیوں کی اصلاح

خیر یہ باتیں تو اصل اسمائے گرامی کے متعلق ہیں اب آپ اپنے نقشہ مطبوعہ کے حسن و قبح کو سنیے۔ زبان عرب میں عمومًا الف و لام و تنوین کا خیال کیا جاتا ہے۔ آپ نے ان اسمائے گرامی میں اس کا خیال نہیں کیا۔ حضرت کے اسم مبارک احمدؐ پر آپ نے تنوین لگا دی حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ احمد بوجہ علم اور وزن فعل ہونے کے غیر منصرف ہے اس پر تنوین نہیں آسکتی۔

اور آگے چلیے۔ مصطفًی، مجتبًی، مرتضًی، ان تینوں اسماء میں آپ کو تنوین لکھنا چاہیے تھی، اس لیے کہ یہاں کوئی مانع تنوین نہیں ہے۔ حجازی کے بعد آپ نے ایک

نام نامی " تزاذیؒ " بھی لکھا ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ کسی فارسی خواں شیخ کا تراشیدہ لفظ ہے۔ یہ عربی لفظ نہیں ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اصل کتاب منقول عنہ میں یہ لفظ " نزادی " ہو یعنی نون بالکسر مقدم، اس کے بعد " ز " ہو، اس کے بعد " ر " ہو۔

نزادبن محمد بن عثمان حضرتؒ کے اجداد میں ہیں ان کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ مگر القول البدیع اور مواہب میں یہ نام نہیں ہے۔

منقیؒ جو آپ نے بہ تشدید لکھا ہے عربیت کے قاعدے سے متقٍ ہونا چاہیے۔ اولٌ میں بھی تنوین غلط ہے۔ اوّلُ ہونا چاہیے تھا۔ محللٌ کے بعد آپ نے محرَّمٌ بالفتح لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ بکسرِ ر المحرِّمُ چاہیے بصیغۂ اسم فاعل۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت صلعم چیزوں کے حلال وحرام کرنے کا اختیار رکھتے تھے۔ والسلام۔

یہ مختصر علی سبیل الاجمال گذارش ہے اب زیادہ غور و فکر و طول و طویل لکھنا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ حسن میاں مرحوم کے انتقال کے بعد سے یہ دفتر بند ہے۔

میرے کرم فرما حافظ حمایت علی شاہ صاحب کے پاس یہ نقشہ مع عریضۂ فقیر کے بھیج دیجیے۔ وہ عالم بھی ہیں اور عارف بھی! کافی طور سے اس کی تصحیح کر دیں گے۔

والسلام

مولوی صاحب سیالکوٹی

میرے مکرم مخلص زید مجدکم! وعلیکم السلام۔

ایک تعزیت نامہ

آج آپ کا کرم نامہ جسے ہم غم نامہ بھی کہہ سکتے ہیں ملا۔ عزیزم محمد سعید اور اس کی بی بی اور اس کا ایک بچہ، ان سب موتوں نے بے حد صدمہ پہنچایا۔ موت، جوانی کی موت اور بے بسی کی موت اور لائق فرزند کی موت؟ ــــ معاذاللہ! کس قدر جگر پاش پاش کرنے والی اور خون جگر آنکھوں سے بہانے والی خبریں ہیں۔ مگر غور طلب امر یہ ہے کہ اب ہمیں کرنا کیا چاہیئے۔ بس جو کچھ ہے یہی ہے کہ

اِنَّا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اغفر ذنوبنا وکفر عنا سیاٰتنا واحشرنا فی زمرۃ سید المرسلین ط

ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اے اللہ! ہمارے گناہوں کی پوشش فرما اور ہماری برائیوں کی تلافی فرما اور ہمارا حشر سید المرسلین کے گروہ میں فرما۔

اے برادر! موت قطعی چیز ہے، بدیہی امر ہے اور یقینی بات ہے اس کا نام تک یقین ہے جیسا کہ فرمایا گیا: وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ اپنے رب کی عبادت اس وقت تک کرتے رہو جب تک موت نہ آجائے۔ اور دوسری جگہ فرمایا گیا: حتی اتانا الیقین

(یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی) مگر بشریت کی پُر زور جہالت، گویا اس کے وقوع پر پردہ ڈال دیتی ہے اور وہم وخیال بنا دیتی ہے۔ اسی لیے خداوند تعالیٰ نے اپنے کلام میں ہیں بار بار نوٹس دیا ہے۔ کہیں ارشاد فرمایا: کل نفس ذائقۃ الموت (ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے) اور پھر ارشاد ہوا: کل من علیھا فانٍ (روئے زمین پر جو بھی ہے وہ فانی ہے) اور ارشاد فرمایا: ثم انکم بعد ذلک لمیتون" (اس کے بعد تم کو بھی موت آئے گی) اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص خطاب کرکے یوں کہا: اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (آپ اور سب موت سے دوچار ہونے والے ہیں) اور ایک جگہ فرمایا: حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا وَھُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ" (یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے ان کی جان نکال لیتے ہیں اور وہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے۔ اور ایک جگہ ارشاد فرمایا: فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون (جب جان حلق میں آکر اٹک جاتی ہے اور تم اس وقت دیکھتے رہ جاتے ہو) اور ایک جگہ ارشاد فرمایا: کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ وَقِیْلَ مَنْ رَاقٍ وَّظَنَّ اَنَّہُ الْفِرَاقُ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ (ہاں جب روح حلق میں اٹک جاتی ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا؟ اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ چل چلاؤ ہے اور پنڈلی سے پنڈلی رگڑ کھاتی ہے۔ آج یہ روانگی تیرے رب کی طرف ہے)

مگر وائے سرکشی و بدبختی اور شوخی و شرارت کہ ان ٹھوکروں کی بھی ہم کو پروا نہیں اور دنیاوی عیش و نعم میں ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ نہ خوفِ خدا ہے اور نہ اعمال صالحہ کی فکر ہے: فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ (اے اہل بصیرت عبرت حاصل کرو)۔ مرحوم روحانی فرزند ہمارا چونکہ طاعون میں مرا، ہم کو اپنے مولائے کریم کے فضل وکرم سے امید ہے کہ وہ درجۂ شہادت سے کامیاب ہوا، اور اپنے بوڑھے غم زدہ باپ کے لیے بہترین پیش خیمہ اور فرط و ذخر ثابت ہوگا۔ آپ اہل علم ہیں آپ کو میں کیا کہوں بجز اس کے کہ اے برادرا مانیز روز سے ہم چنیں۔ میرے یتیم عزیز نورچشم عبدالحی پر شفقت اور مہربانی رکھیے گا اور اس کی تعلیم و تربیت کی کوشش کیجیے گا۔ واللہ مولی و نعم المولی ونعم النصیر۔ والسلام۔

صوفی وزیر حسن خاں صاحب بریلوی مرحوم

شہر بانس بریلی محلہ پرانا قلعہ کے رہنے والے تھے۔ زبیری خاندان سے تعلق تھا۔ جوانی میں حضرت قبلہؒ سے بیعت ہوئے تھے۔ بڑے مرتاض، عابد و زاہد اور کاسب و شاغل بزرگ تھے۔ ایک عرصہ تک یو۔ پی کے مختلف اضلاع میں حکومت کی جانب سے قرق امین رہے۔ پھر آخر وقت تک کچھ خاندانی متروکہ جائداد پر گذر اوقات کرتے رہے۔ تکمیل سلوک کے بعد اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت کی معیت میں برِ عظیم کے تمام متبرک آستانوں کی حاضری پابندی سے دیتے اور حضرت کی ان پر خاص توجہ رہتی۔ ان کی فنائیت بہت نمایاں تھی۔ اپنے واردات و کیفیات و مکشوفات کو قلمبند کر کے حضرت قبلہؒ کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ افسوس کہ یہ ذخیرہ محفوظ نہ رہ سکا لیکن حضرت کے جتنے خطوط ان کے نام کے اس مجموعے میں ہیں ان سے بھی مرحوم کی شخصیت واضح ہوتی ہے۔ کم و بیش ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ فدست اسرارہم۔

(۱)

راحت جانم! سلام علیکم۔ تم سترھویں شریف میں شوق سے جاؤ۔ مجھے حضرت محبوب پاک سلطان المشائخ سے جو نیازمندی ہے تم کو معلوم ہے ۔

بجاں دیوانۂ جانانِ خویشم
غلامِ حضرتِ سلطانِ خویشم

ایک دن وہ بھی گذرا ہے کہ میں بزمانۂ طالب العلمی دہلی، اغیار کی وجہ سے حجاب میں تھا کہ قوال کی زبان سے یوں مخاطب کیا گیا ؎

اے یار بیا بخانۂ ما
بے گانہ مشو یگانۂ ما

پھر نہ حجاب رہا نہ ہوش اور آخر اپنا بنا ہی لیا ؎

عشقِ خودم را دیوانہ کردی
چہ کردی کز خودم بیگانہ کردی

اور اب نہیں معلوم کیا خطا ہوئی کہ ان کی کشش وجذبات کا ادراک نہیں ہوتا معہذا حاضر رہوں یا غائب انھیں کا نیاز مند ہوں ؎

بلطفم بخواں یا براں از درم
ندارد بجز آستانت سرم

میری جانب سے آستانہ بوسی و فاتحہ خوانی کے بعد یوں عرض کر دینا ؎

طفیل سازو سامانے کہ داری
کرم بر فردِ بے برگ و نوا کن

---

(۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمھارا ملا، تم نے ایک معصیت کی وجہ سے عجیب شور و غوغا کیا اور اپنے آپ کو بالکل ہی نادم بنا لیا۔ اگرچہ تمھیں خلجان و تردد ہے مگر مجھے تمھارے اس تردد سے عجیب مسرت ہے اس لیے کہ:

ندامت آفریں توبہ

التوبۃ الندم (توبہ کے معنی ہیں ندامت) جب تمھیں ندامت ہوئی تو صحیح توبہ نصیب ہو گئی اور بمقتضائے :

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اب تم مجرم ہی باقی نہ رہے۔ پھر میں کیونکر مسرت نہ کروں؟ بموجب فرمان الٰہی تمھارا گناہ مٹ گیا اور مستحق جنت ہو گئے۔ سنو! فرمان الٰہی ہے :

توبہ سے گناہ مٹ جاتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ

اے مسلمانو! اللہ کے آگے مکمل توبہ کرو۔ امید ہے کہ تمھارا رب تمھاری برائیوں کی تلافی کر کے تمھیں ایسی بہشت میں داخل کرے، جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں۔

حضرت عمر بن الخطاب و ابی بن کعب و معاذ بن جبل فرماتے ہیں :

توبۂ نصوح کی تعریف

التوبۃ النصوح ان یتوب ولا یعود الی الذنب کما لا یعود اللبن الی الضرع

توبۂ نصوح یہ ہے کہ اپنے کیے سے ایسا باز آئے کہ پھر کبھی اُدھر رخ نہ کرے جیسے تھن سے دودھ نکل کر پھر اس میں نہیں سما سکتا۔

اسی طرح توبہ کے بعد پھر گنہگار نہیں ہو سکتا۔

حقیقت توبہ اور اس کے فوائد

اے عزیز! توبہ کی حقیقت بزرگوں نے یوں لکھی ہے کہ گناہ جو موجب حجاب و دوری محبوب ہے اس سے باز آجانا اور کیے پر ندامت و افسوس کا اظہار اور زمانۂ حال و استقبال میں اس کے ترک کرنے اور اس سے دور رہنے کا قصد، اور تلافیٔ مافات۔ اور اس توبہ کے

فوائد بے شمار ہیں۔ فلاح دارین اس سے نصیب ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون ط

اے مسلمانو! اللہ کے آگے توبہ کرو۔ کُل تو یہ امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

اور متاعِ حسن سے برخورداری جیسا کہ ارشاد ہوا:

وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعا حسنا ط

اپنے رب سے مغفرت چاہو اور اس کے آگے توبہ کرو تو وہ تمھیں عمدہ فوائد

سے نوازے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کی دوستی جیسا کہ ارشاد ہوا:

ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین ط

اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور پاکبازوں کو بھی پسند کرتا ہے۔

پس اے عزیز! توفیقِ توبہ کو نعمتِ کبریٰ سمجھو اور استغفار پر دوام کرو۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سید المعصومین ہیں استغفار کی کثرت فرماتے تھے۔ پھر ہم لوگوں کو بہ طریق اولیٰ اس پر دوام چاہیے اور غفران و بخششِ گناہ ہی تک اس کا فائدہ منحصر نہ سمجھو بلکہ اس میں بے شمار فوائد ہیں۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:

من لزم الاستغفار جعل اللہ لہ من کل ضیق مخرجا و

من کل ھم فرجا و رزقہ من حیث لا یحتسب ط

جو شخص استغفار پر دوام کرے اللہ تعالیٰ اس کو ہر تنگی سے چھٹکارا نصیب کرے گا اور ہر ایک تردد سے خلاصی دے گا اور روزی اس کو نصیب کرے گا جہاں سے اس کے گمان میں بھی نہ ہو گا۔

سید الاستغفار

اے عزیز! سید الاستغفار جو شداد ابن اوس رضی اللہ عنہ صحابی سے بروایت بخاری منقول ہے میرے وظیفے میں شامل ہے۔ تم بھی اس پر دوام کرو۔ وہ استغفار یہ ہے:

اللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

تو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ تو میرا خالق ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں اپنی استطاعت بھر تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں۔ میں نے جو کچھ بھی کیا اس کی برائی سے تیری پناہ لیتا ہوں، میں تیری نعمت کا جو مجھ پر ہے اور نیز اپنے گناہ کا بھی اقرار کرتا ہوں۔ میری پوشش فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی پوشش کرنے والا نہیں

رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ جو اسے دن کو پڑھے اور مر جائے تو شام سے پہلے ہی جنت نصیب ہو جائے۔ اور اگر رات کو پڑھے اور مر جائے تو صبح سے پہلے ہی داخل جنت ہو۔ اور سنن ترمذی میں ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ

دوسرا مسنون استغفار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ "

میں اس اللہ سے پوشش کا طلب گار ہوں جس کے سوا کوئی بھی الٰہ نہیں، وہ حی وقیوم ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

کا جو ورد کرے وہ بخش دیا جائے گا خواہ وہ جہاد ہی سے کیوں نہ بھاگ آیا ہو۔

تم اسے بھی پڑھا کرو۔ اور پانچ سو بار استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ (میں اپنے رب (اللہ) سے اپنے تمام گناہوں کی پوشش چاہتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں) پر بھی دوام کر لو۔ والسلام

---

(۸۴)

توبہ، انابت اور اوبہ تین مدارج

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ حضرت ابوعلی دقاق نے

فرمایا ہے کہ توبہ کے تین درجے ہیں۔ اوّل توبہ ۔ اوسط انابت ۔ آخر اوبہ ۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر خوف عذاب سے کوئی اپنے بُرے کاموں کو چھوڑدے اور گناہوں سے باز رہے تو وہ "صاحب توبہ" ہے۔ اور اگر وہ گناہوں سے باز آئے آرزوئے ثواب کے لیے تو وہ "صاحب انابتہ" ہے۔ اور اگر کوئی گناہوں کو چھوڑدے محض رضائے الٰہی اور اس کے حکم کی بجا آوری کے لیے تو وہ "صاحب اوبہ" ہے۔ اور بزرگوں نے یوں بھی فرمایا ہے کہ توبہ صفت مومنین ہے اس لیے کہ ارشاد ہوا: تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ اور انابتہ صفت اولیائے مقربین کی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ ط

اور وہ رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔

اور اوبہ صفت انبیاء و مرسلین کی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّہٗٓ اَوَّابٌ ط

وہ بہت اچھا بندہ ہے کیونکہ وہ بہت رجوع کرنے والا ہے۔

والسلام

---

(۴۸)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میں درحقیقت درودی محمدی ہوں۔ جو کچھ پایا درود سے پایا اور پایا تو کس کو پایا خدا کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا۔ ؎

روزم بیاد روئے محمدؐ بسر شود
شب در خیال موئے محمد بسر شود

؎ ترجمہ گزرچکا ہے

کچھ استغراقی کیفیات

اس ماہ مبارک رمضان میں بے حد فیوض و برکات کا نزول ہوا۔ شغل درود شریف نے اپنے میں بالکل محو کر دیا۔ نماز فرض و سنت سب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اقتدا سے کرتا ہوں۔ سورۂ فاتحہ کے لطائف و اسرار بے شمار منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ تشہد قعدہ کے سلام و درود میں گویا مجلس شریف پیش نظر ہوتی ہے "السلام علیک ایھا النبی" میں سلام نور معلوم ہوتا ہے۔ پھر "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ نور ہم پر اور رہا ہے۔ تمام پیران طریقت پر منعکس ہوا۔ عجیب لطف رہتا ہے۔ درود میں علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم میں ایک دن ایسا معلوم ہوا کہ تمام انبیاء ابراہیمی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں یکاں یکاں فنا ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود ہیں اور نیز مجموعۂ انبیاء مرسلین۔ الغرض نماز میں عجائب خضوع و خشوع کے اسرار منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ کچھ کچھ یاد رہ جاتے ہیں اور کچھ کچھ بھول جاتے ہیں۔ ایک دن تسبیح پر درود شریف پڑھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں گم ہو گیا اور حضور صلعم بھی گم ہو گئے۔ مگر تسبیح کا ہر دانہ درود شریف پڑھ رہا ہے۔ اس کیف سے نزول کے بعد میں نے اپنی مستی میں یوں کہا ؂

لوگو یہ عجیب داستاں ہے
تسبیح مری درود خواں ہے

ایک دن شغل درود میں ایسی بے شعوری و بے خودی ہوئی کہ مجھے اپنا ہاتھ حضرت کا ہاتھ دکھائی پڑتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مجھ میں سما گئے۔ اور درود مجھ میں سے نکلتا اور پھر بلند ہو کر مجھی میں سما جاتا تا۔ میں نے کہا ؂

شد ورتنم چو احمد ...... بر خود درود خوانم
صلِّ علیٰ محمّد ...... بر خود درود خوانم (حضرت نصرؒ)

ایک خواب

آج کل میں سیوان میں ہوں۔ عید کی نماز پڑھانے آیا ہوں۔ یہاں اپنے حضرت قبلہ پیر و مرشد کو خواب میں دیکھا کہ وہ خلوت میں اپنے سجادے پر جلوہ افروز ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ آؤ میں

تمھارا سلوک تمام کرا دوں۔ میں سامنے کے ستون سے لگا بیٹھا ہوں۔ میں متوجہ ہو گیا۔ حضرت قبلہ نے ذکر اسم ذات کی توجہ دی۔ حضرت کے سفید خرقہ سے باہر ہر بن مو سے ستارے کی طرح سے چمکتی ہوئی چیز نکلنے لگی۔ پھر وہ بالکل نور ہو گئے۔ اسی طرح مجھ سے بھی وہ انوار نکلنے لگے اور میں بھی نور ہو گیا۔ پھر آپ نے مجھے کلمۂ طیبہ نفی و اثبات کی تلقین فرمائی۔ نفی میں تمام چیزیں معدوم ہو گئیں۔ اثبات میں مجھے فقط ایک اپنی ہستی معلوم ہوئی۔ پھر آپ نے ھوالحق کی تلقین فرمائی اس کی کیفیت بھی عجیب تھی۔ مگر نفی و اثبات میں مثبت فقط اپنا وجود تھا اور ھوالحق میں فقط اس کا وجود تھا۔ وہ "انا" تھا اور یہ "انت" پھر "ذکر قدوسی" میں نے چاہا مگر غیر ضروری سمجھا اور خیال ہوا کہ کام ہو گیا۔ اسی درمیان میں بیدار ہو گیا۔

منصور کا نعرہ

آج چار بجے صبح کو یہ دیکھا کہ منصور نے غلطی کی پھر دیکھا کہ مجبور تھا۔ غرض خواب میں عجیب کش کشی سوال و جواب کی تھی۔ میں جاگ گیا۔ لیٹے لیٹے ان مضامین کو یوں ادا کیا۔

سوال :

منصور جو حق بولا تو سولی پہ چڑھا کیوں؟ حق بینی و حق گوئی کی آخر یہ سزا کیوں؟

جواب :

حق بینی و حق گوئی تو بیشک ہے ضروری مجرم ہوا ناداں کہ بولا وہ انا کیوں
توحید کے "بیکے" یہ سبھی چلتے ہیں کھٹ کھٹے منصور سے شکوہ ہے کہ "ہو تھا" یہ چڑھا کیوں
اسرار حقیقت کا بجاتے نہیں "ہو تو" پھر میں نے بجایا تو نہ پائے گا سزا کیوں
ہاں برق تجلی میں نہیں صوت و صدا ہے اس نکتے کو سمجھا نہیں یہ مرد خدا کیوں

کیوں کیف شہودی میں وہ مستانہ پڑا تھا
توحید سے تفرید کو آگے نہ بڑھا کیوں

(یہ خط نا تمام ہے اس کا بقیہ معارف میں چھپ چکا ہے)

(۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تم نے اپنے مواجید و اذواق کو جو قلم بند کرنا شروع کیا ہے مبارک امر ہے۔ اگلے بزرگوں کے طالبوں نے بھی ایسا کیا ہے۔

مگر اے عزیز! یہ خیال ضروری ہے کہ عجب نفس نہ پیدا ہو، ورنہ تمام محنت بے کار ہو جائے گی اور نیز اس فقیر کی روش سے تجاوز نہ کرو اور وہ روش اس فقیر کی کیا ہے ؎

از بروں درمیانِ بازارم
واندروں خلوتے است با یارم

دل میں پوشیدہ تپِ عشق بتاں رکھتے ہیں
آگ ہم سنگ کی مانند نہاں رکھتے ہیں،

نمائش اس راہ میں سخت مخل ہے۔ ہاں اگر کسی بارگاہ سے بذریعۂ کشف و الہام کسی امر پر مامور ہو تو اسے نیک نیتی سے بجا لائے اور پھر زاویۂ خمول و گمنامی میں جا بیٹھے۔ کسی پر شیخ کے طریقہ و انداز پر طعن نہ کرو

اور یہ بھی یاد رکھو کہ فیوض کے بہتیرے در ہیں اور ہر در کی آرائش و زیبائش جدا گانہ ہے۔ پس اپنے طرز و انداز کی وجہ سے دوسرے کی نفی نہ کرو ؎

اے ز مشکیں طرات در ہر دلے بندے دگر
رشتۂ جاں را بہر موئے تو پیوندے دگر

عوام پیرزادے اور مشائخ جو کوچۂ علم سے باہر ہیں اور اپنی خاندانی رسم و رسومات کے گرفتار ہیں جب کسی بزرگ کو اپنے خاندانی طریقے کے خلاف پاتے ہیں تو طعن و تشنیع شروع کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کا فیض لاتعد و لاتحصیٰ ہے۔ ایک طریقہ اور ایک انداز میں کیونکر منحصر رہ سکتا ہے۔ جس بزرگ کی جو روش اور انداز تھا یا ہے وہ سب نیک نیتی اور کسی

مصلحت سے ہے۔ کسی کے یہاں خرقہ و کلاہ ہے۔ کسی کے یہاں موتراشی ہے۔ کسی کے یہاں یہ چیزیں بالکل نہیں۔ محض صحبت و القا ہے۔ کسی کے یہاں تکرار بیعت اور بیعت ارشاد ہے اور کسی کے یہاں بیعت کی ضرورت ہی نہیں۔ کسی کے یہاں خلوت نشینی و خانقاہ اور کسی کے یہاں سفر و سیاحت و جلوت و مجالس وعظ۔ الغرض

لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا

ہر ایک کے لیے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ مڑا ہوا ہے۔

اے عزیز! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

میری امت کے علماء مثل انبیائے بنی اسرائیل ہوں گے۔

مراد ان سے وہی علمائے ربانی ہیں جو جامع احکام و اسرار ہیں۔ جن کو مشائخ طریقت کہا جاتا ہے پس جس طرح انبیائے بنی اسرائیل کی نسبت ارشاد ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

ان میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے قانون اور راستہ بنا دیا۔

اسی طرح علمائے ربانیین یعنی مشائخ طریقت کا بھی ایک ایک انداز و طریقہ ہے۔ اگرچہ مقصود سب کا ایک ہے مگر روش جداگانہ ہے۔ پس کسی کے انداز و روش پر طعن کرنا موجب حرمان و خسران ہے۔ اعاذنا اللہ منہ اور جس طرح انبیاء کی نسبت فرمایا گیا:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے۔

اسی طرح یہاں بھی سمجھو:

الاولیاء کنفس واحدۃ

اولیاء بھی ایک جان ہوتے ہیں۔

عوام مشائخ بجز اپنے بزرگوں کے ملفوظات و مکتوبات کے فتاوائے تصوف سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں اس لیے ایسے کلمات سخیفہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ فتاوائے تصوف

آداب المریدین، فتوح الغیب۔ مرصاد۔ عوارف وغیرہ اگر وہ دیکھتے یا پڑھتے ہوتے تو ایسی بے باکی وجرأت نہ کرتے۔

عوارف المعارف کی تصریح

عوارف المعارف شیخ الشیوخ کی وہ کتاب ہے کہ خاندان کے کبرائے مشائخ نے اسے اپنا معمول بہ قرار دیا ہے۔ صوفیہ کے مختلف انداز کو اس میں صاف لکھ دیا ہے کہ

وقد رأینا من المشائخ من لا یلبس الخرقة ویسلك باقوام من غیر لبس الخرقة ویوخذ منه العلوم والاداب وقد کان طیقه من السلف الصالحین لا یعرفون الخرقة ولا یلبسونه المریدین فمن یُلبسها فله مقصد صحیح واصل من السنة وشاهدٌ من الشرع ومن لا یلبسها فله رأیة وله فی ذٰلك مقصد صحیح وکل تصاریف المشائخ محمولة علی السداد والصواب ولا تخلوا عن نیة صالحة فیه والله تعالیٰ ینفعنا بهم وباثارهم

حاصل اس کا یہ ہے کہ کچھ مشائخ خرقے وغیرہ کے پابند تھے کچھ بالکل نہیں۔ اور سبھی بزرگ تھے۔ اور ان کے تمام تصرفاتِ آداب وطریقہ، نیک نیتی پر محمول تھے۔ اسی طرح سفر وحضر، و خلوت نشینی وجلوت میں بھی مختلف مذاق آپ نے لکھے ہیں۔ حضرت غوث الثقلین وحضرت شیخ ابوالنجیب اور خود شیخ الشیوخ وغیرہم قدست اسرارھم جلوت ومجالس وعظ کو ترجیح دیتے تھے۔

حرمین میں عرس وغیرہ نہیں ہوتا

مشائخ حرمین شریفین میں وہ رسومات جو یہاں کے مشائخ میں مروج ہیں بالکل نہیں ہیں۔ عرس وغیرہ جس طرح یہاں ہوتا ہے اس کا وہاں نام ونشان بھی نہیں ہے۔

علیٰ ہذا القیاس مشائخ نقشبندیہ اور ان میں بالخصوص مجددیہ ہمارے ان رسومات کو غیر ضروری بلکہ لا یعبأ بہ کہتے ہیں۔ امام ربانی قدس سرہٗ اپنے بعض مکتوبات میں فرماتے ہیں:

"حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمودہ اند کہ خواجگان ایں سلسلۂ علیہ قدست اسرارہم بہر زراقی و رقاصی نسبت ندارند کہ کارخانۂ ایشاں بلنداست دریں طریق

پیری و مریدی بہ تعلیم و تعلّم طریقہ است نہ بہ کلاہ و شجرہ کہ در اکثر طرق مشائخ رسم شدہ است الخ

سماع کے متعلق مختلف مشائخ کی رائیں

علیٰ ہذا القیاس سماع و مجالس قوالی و وجد و حال، ایک جماعت صوفیہ کی اس سے بالکل محترز ہے۔ بعضے حضرات اس پر نکیر کرتے ہیں اور نقص حال بتلاتے ہیں، وجد و شورش کو قوت بہیمیہ کا ظہور کہتے ہیں۔ مشائخ ملک مغرب و اکابر مصر مثل حضرت ابومدین مغربی و شیخ محی الدین بن عربی و سیدی ابو الحسن شاذلی و ابو العباس مرسی وغیرہم اسی مسلک پر تھے۔ مشائخ سہروردیہ، و قادریہ، و نقشبندیہ اگرچہ سماع سے محترز رہے مگر اس پر نکیر نہیں کرتے تھے۔ اور کبرویہ و چشتیہ وغیرہما اس سماع کو غذائے روحانی فرماتے ہیں۔ اس سے وہ بے حد فائدہ اٹھاتے آئے ہیں۔ طریقۂ مجددیہ میں بھی عام سماع پر بے حد انکار ہے۔ الغرض ہمارے حضرات اصول میں متفق ہیں مگر نہج تعلیم و انداز تربیت و آداب طریقت میں جو فروعی باتیں ہیں مختلف ہیں۔ پس اے عزیز! تم اپنی روش و طریقہ پر قائم رہو اور اسی کو مفید سمجھو۔ مگر کسی بزرگ کے انداز و روش و تقریر پر نکتہ چینی نہ کرو الاولیاء کنفس واحدۃ۔

نسبت رابطہ بے حد ضروری ہے

ہاں اے عزیز نسبت رابطہ کی بہ نسبت یہ امر ضروری ہے کہ یہ ہر طریقے میں ہے۔ صحابہ کو جو بہت جلد فائدہ پہنچتا تھا اس کی وجہ یہی ہے کہ نسبت رابطہ ان کی بہت قوی تھی اور جس کا وہ قرب چاہتے تھے اس سے ان کا شیخ بالکل ہی اقرب تھا۔ پس آناً فاناً ان کو ترقی بالائے ترقی ہوتی جاتی تھی۔ ان کو زیادہ ریاضت و محنت کی ضرورت ہی نہ تھی۔ مجرد صحبت و نسبت رابطہ کافی تھی۔ اب اس زمانے میں اس قدر فوری اور آنی فائدہ تو ہیچ نہیں نکلتا۔ پھر بھی جو کچھ فائدہ ہوتا ہے اسی نسبت رابطہ سے ہوتا ہے۔ جب کسی نے مرشد و شیخ قبول کیا اور انوارِ الٰہی و فیوضاتِ ربانی کا طالب ہوا تو اسی وقت نسبتِ رابطہ قائم ہو گئی۔ اور وہ شیخ برزخ و واسطہ بن گیا اور جو فیض آئے گا اس کے ذریعے سے آئے گا۔

نورِ معشوقِ ازل در دلم از یار افتاد　　　عکس خورشید ز آئینہ بہ دیوار افتاد

اگر اس شیخ کا برزخ نہ ہو تو اس نور کا انعکاس بند ہو جائے۔ اس لیے کہ جسم کثیف نور لطیف کو پا نہیں سکتا۔ ہاں جو جسم کثیف خود اس نور سے منور ہو چکا ہے اور آئینہ بن گیا ہے وہ دوسرے جسم کثیف کو بھی اپنے انعکاس سے منور کر سکتا ہے۔

طالب و مطلوب کے درمیان سے رفتہ رفتہ شیخ غائب ہو جاتا ہے

یہ شیخ ایک مدت تک یوں ہی برزخ رہتا ہے مگر جب طالب کی قوت کو وہ دیکھتا ہے تو تھوڑا تھوڑا اپنے کو ہٹاتا ہے۔ جس قدر وہ طالب قوی ہوا شیخ کا توسط و تبرزخ غائب ہوا پھر نورِ معشوق کی پوری تجلی ہوئی تو وہاں نہ شیخ ہے نہ برزخ ہے نہ توسط ہے نہ خود طالب ہے ؎

بروَ اے عقلِ نامحرم کہ امشب با خیالِ او   چناں خوش خلوتے دارم کہ من ہم نیستم محرم

نقل ہے کہ ایک طالب عارف نے اپنے شیخ سے کہا کہ اے شیخ! میری حضوریٔ خاص میں اگر تم آجاؤ تو تمہارا سر بھی تن سے جدا کر دوں، شیخ نے کہا الحمدللہ اور گلے سے لگا لیا۔ اس مقام پر مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت   ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتلِ غیرِ حق براند   در نگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت   شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

والسلام

---

(۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

سفر پنڈوہ

میں اجمیر شریف سے کانپور ہو کر ہیرا پنج آیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر لکھنیا ہوتا ہوا پنڈوہ شریف چلا گیا۔ وہاں ہمارے پیران چشتیہ نظامیہ کے مزارات مقدسہ اور قدیم خانقاہیں ہیں، بالخصوص حضرت اخی سراج ..... خلیفہ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ اور حضرت مخدوم علاء الحق

قدس سرہٗ پنڈوی اور حضرت مخدوم نور قطب عالم قدس سرہٗ، اور حضرت جلال الدین تبریزی سہروردی قدس سرہٗ۔ یہ پنڈوہ اور گوڑ اور لکھنوتی جو اب بالکل جنگل اور ویرانہ ہے ایک زمانے میں دار السلطنت تھا۔ یہاں ایک جامع مسجد ہے جس کو "مسجد آدینہ" کہتے ہیں۔ اس قدر عظیم الشان ہے کہ پچاس ہزار آدمی اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اور خدا جانے کتنے بزرگوں نے وہاں نمازیں پڑھی ہوں گی۔ آج وہ مسجد ایک سنسان جنگل میں پڑی ہوئی ٹوٹی پھوٹی زبان سے اپنے نمازیوں کو پکار رہی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

آبادی و ویرانی شان جمال وجلال ہے

یہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی ہے کہ اونچے کو نیچا اور نیچے کو اونچا کر کے دکھاتا ہے۔ اور آباد کو ویران اور ویران کو آباد کر کے عبرت کا سبق دیتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ۔ جو کچھ ہو عارف ہر انداز میں اسی کو دیکھتا ہے اور اسی کی یاد میں رہتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

جو بستی اور ویرانے میں دیکھا   وہ سب کچھ دل کے کاشانے میں دیکھا

مسلماں کافر اور کافر مسلماں   یہ اس کافر کے یارانے میں دیکھا

اے عزیز! عارف کبھی محبوب کے جلال کی سیر کرتا ہے اور کبھی اس کے جمال میں محو ہو جاتا ہے ؎

میرس از کفر و ایمان عراقی

کہ ہم کفر و ہم ایمانش تو باشی

تمھیں یاد ہو گا کہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہٗ کے آستانے پر جب تم میرے ساتھ تھے تو حضرت مخدوم نے عجیب غریب نوازی فرمائی تھی اور مجھے اپنے فیض سے معمور کر دیا تھا۔ بحمد اللہ کہ تم ان تمام حالات میں میرے ضمنی تھے۔ اسی طرح اس سفر میں حضرت نور قطب عالم قدس سرہٗ نے بڑی غلام نوازی فرمائی اور فیوض بے شمار سے مالا مال فرما دیا ع

"گردنم زیر بار منت اوست"

اور عزیزم میاں شریف میرے ضمنی تھے۔

ان کے والد ماجد حضرت غوث العالم مخدوم علاء الحق پنڈوی کی ایک عجیب شان اور جاہ وجلال ہے۔ مجھ پر اس قدر ہیبت اور رعب ان کا غالب تھا کہ استفاضہ اس سرکار سے میں قائم نہیں رکھ سکا۔ اور حضرت پیران پیر اخی سراج قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر جو بالکل جنگل میں ہے، عشق کی سوختگی نمودار ہے اور ایسی رفیع منزلت سرکار ہے کہ ہمارے ایسے گدا وہاں قدم نہیں جما سکتے جیسز جو کچھ ہو ؎

درقافلہ کہ اوست دانم نرسم
این بسکہ رسد ز دور بانگ جرسم

نورچشم شریف سلمہ اللہ تعالیٰ صبح سے عصر تک وہاں رہے اور متوجہ رہے ان کو خوب کیفیت عشقی رقت آمیز رہی۔

تبرکات کا اثر

حضرت موصوف قدس سرہٗ العزیز کے سرہانے حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ کا خرقہ اور دیگر تبرکات مدفون ہیں۔ اس بقعۂ مبارک سے عجیب محبوبیت کا فیض آتا ہے۔ ذاق من ذاق (جس نے اس کا مزہ چکھا وہی جانتا ہے) ؏

"ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی"

سبحان اللہ جن لوگوں کے ملبوسات سے اور قبور متبرکہ سے یوں فیض آتا ہے تو ان کی پاک صحبت صوری سے کیا رنگ آتا ہوگا۔ نہایت مبارک تھے وہ لوگ جنھوں نے ان کے شرف صحبت سے فیضان حاصل کیا اور ایک عالم کو ان کے مقدس نور سے منور کر دیا۔ در و دیوار سے ان کے عشق کے آثار نمودار ہیں۔ سنگ وخشت اور مٹی اور خاک سے ان کی محبت کی خوشبو پیدا ہے اور کیوں نہ ہو ؎

گلے خوشبوئے درحمام روزے — رسید از دست معشوقے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری؟ — کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من ہماں ناچیز خاکم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اے عزیز! اسی مقام سے حضرت صدیق اکبرؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے رتبے اور مقام کو سمجھو۔ پس اب اس خط کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے ذوق و شوق میں مست رکھے اور ظاہری اخلاق کے ساتھ باطنی اور روحانی خصائل سے متخلق کرے اور تم ان لوگوں کا نمونہ بن جاؤ، جن کی شان یہ تھی، دل بہ یار و دست بکار۔ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (ان کو ذکر الٰہی سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت)۔

والسلام

---

(۱۷)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمھارا خط حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کی برات سے واپسی پر ملا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔ جو خواب اعتکاف میں تم نے دیکھا اچھا ہے اللہ مبارک کرے۔ لڑکی کے عقیقے کی نسبت جو لکھا ہے تو اس میں مسنون طریقہ تو یہ ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔ اب تم لوگ جو تاریخ وغیرہ مناسب سمجھو اس دن کر لو۔ سر کے بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کر دینا اور ایک بکرا یا مینڈھا ذبح کر دینا۔ حضرت خاتونِ جنت، فاطمہ زہراؓ سے بڑھ کر دنیا کے کسی گھر میں کوئی بیٹی نہیں ہو سکتی اور نہ علی مرتضیٰؓ سا داماد اور نہ حسینؓ سا پیارا فرزند۔

کوئی بدعت نہ پیدا کرو

پس اے عزیز! اس مبارک گھر کے طریقے کو اختیار کرو اور نیا طریقہ و رسم نہ نکالو۔ حضرت سیدی شیخ عبد القادر جیلانیؒ اپنے وعظ میں فرماتے تھے "اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا" یعنی رسول اللہ صلعم کا اتباع کرو اور کوئی بدعت نہ پیدا کرو۔ پس تم لوگوں کو ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہیے بچی کا نام بلقیس فاطمہ سے بہتر کنیز فاطمہ ہے۔

والسلام

---

(۸)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط اور منی آرڈر سب پہنچا۔ آج کل میرے یہاں دفتر خط و کتابت بالکل بند ہے اور طبیعت کا میلان بھی ادھر نہیں ہے۔ قرآن شریف اور دلائل الخیرات و شغل درود میں وقت ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں ایک صاحب سنن ابن ماجہ پڑھتے ہیں۔ ایک گھنٹہ ان کو پڑھاتا ہوں۔ مگر باوجود اتنی مشغولی کے دل یہ چاہتا ہے کہ عزیزم وزیر کا خط آئے اور ان کے قلبی مواجید کے حالات معلوم کر کے اپنے مولیٰ کا شکر ادا کرتا رہوں۔ اہل غرض دنیاوی اور مقدمہ بازوں اور بیماروں کے خطوط سے تنگ آ گیا ہوں۔

کوئی روحی مرض کی دوا نہیں ڈھونڈتا

کوئی بھی اپنے روحی مرض کی دوا نہیں ڈھونڈتا اور اللہ کا نام نہیں پوچھتا۔ اُشْرِبُوْا فِي قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ کی طرح دنیا کی محبت لوگوں کے رگ و پے میں سما گئی ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ط

لوگوں کو جن خواہشوں کی چاہت مرغوب ہے وہ عورتیں ہیں، اولادیں ہیں، سونے چاندی کے ڈھیر ہیں۔ سکھائے ہوئے گھوڑے ہیں، چوپائے ہیں، کھیتی ہے، یہ ذلیل زندگی کی متاع ہے اور اچھا ٹھکانہ اللہ کے پاس ہے۔

روز و شب کا الٹ پھیر، زمانے کی گردش، عالم کا انقلاب، عبرت کے لیے بہترین سبق ہے مگر کوئی بھی یہ سبق پڑھنا نہیں چاہتا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَمَا لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ

یہ اس لیے ہے کہ انھوں نے حیات دنیا کو پسند کر لیا اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں

اے عزیز! اللہ تعالیٰ اندھا نہ کرے بلکہ چشم بصیرت دے کر دنیا کو ادنیٰ دیکھوں اور آخرت کو

اعلیٰ پاؤں کہ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (اور آخرت زیادہ بہتر اور پائیدار ہے)۔

مخالفتوں کے طوفان میں کیا کرنا چاہیے

اس تمہید کی بابت اب خاص کر تم سے یوں کہتا ہوں کہ مقدماتِ ناحق کے ذریعے سے تم کو جو مخالفین دق کر رہے ہیں اس میں اعلیٰ درجے کی بات یہ ہے:

وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰهُ وَهُوَ خَیْرُ الْحَاكِمِیْنَ۔

صبر کرو اور خداوندی فیصلے کے منتظر رہو اس سے بڑھ کر فیصلے والا حاکم کون ہے اور اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو لے سکتے ہو۔ پھر بھی یہی کہوں گا کہ صبر کا اعلیٰ درجہ بہتر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ۔

اگر تم معاقبہ کرتے ہو تو اسی قدر کرو جتنا تمہارے ساتھ کیا گیا ہے اور اگر تم صبر سے کام لو تو صابروں کے لیے اور بھی بہتر ہے۔

مگر اے عزیز! تمہارے مخالف دولت مند، قوی، بلکہ اقویٰ، دنیوی ذی وجاہت، حق و باطل کی ان کو پروا نہیں غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا (انھیں حیاتِ دنیا نے دھوکے میں ڈال رکھا) پھر تم ان کے مقابلے پر کیونکر کمر باندھ سکتے ہو۔ ہاں اگر دل دردمند رکھتے ہو تو مقابلہ کر سکتے ہو کہ اپنے ساتھ خشوع و خضوع و نیازمندی و عاجزی و بےکسی و بےپناہی کی فوج لے کر دشمن کے سامنے آجاؤ، اور اپنے رحیم خداوند سے فریاد کرو:

رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔

اے میرے رب! میں مغلوب ہوں میری مدد فرما۔

پھر خداوندی امداد سے دعاؤں کے تیر دشمن پر ڈالو جو اس کی شرارت کے جگر پر پڑیں اور بالآخر اس کے فتنے اور شرارت کو شکست ہو جائے۔

سنو! حضرت امام جزری صوفی محدث قدس سرہٗ کو ایک ظالم خونخوار بادشاہ نے بہت ستایا وہ دعاؤں کے تیر لے کر کھڑے ہو گئے اور یوں فرمایا:

الا قولوا لشخصٍ قد تقوّی علیٰ ضعفی ولم یخش رقیبہ

جنأت لہٗ سھامًا فی اللیالی واجوان تکون لہ مصیبۃ

ہاں کہہ دو اس شخص سے جو مجھے ضعیف سمجھ کر اپنی قوت کا گھمنڈ کرتا ہے کہ میں نے تیرے لیے رات کو چلنے والے تیر رکھ چھوڑے ہیں جو انشاء اللہ تجھ کو لگیں گے اور تیرا کام ہی تمام کر دیں گے۔

چنانچہ آپ کے دعائی تیروں نے ظالم بادشاہ کو بھگا دیا اور مخلوق اس کے شر سے محفوظ رہی۔ پس اے فرزند (وزیر) خدا کی رحمت کا دروازہ بند نہیں ہے۔ وہ فقط جنید و شبلی و امام جزری ہی کا خدا نہیں بلکہ ہم گداؤں اور بے نواؤں کا بھی وہی خدا ہے۔ پس بسم اللہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہو اور دعاؤں سے کام لو۔ مگر میں نے آج تک مقہوری اعدا میں کبھی بھی اپنے عدو کی ہلاکت و بربادی نہیں چاہی بلکہ اس کے فتنہ و شرارت کا دفعیہ چاہا۔ تم بھی یہ خیال برابر رکھو۔ اور "تکبیر عاشقاں" خاص دفع شر اعدا کے لیے پڑھو۔ یہ دعا حضرت شیخ عبدالرحمٰن جانباز قلندر لاہر پوری کی ہے اس سے پہلے ان کا فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ پھر خاص پیران سلسلہ قلندریہ کا شجرہ اس دعا میں ملاؤ اس طریق سے۔

تکبیر عاشقاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ خیر الاسماء انبیاء الاسماء قائد الغر المحجلین شفیع المذنبین رحمۃ للعلمین قاھر المضادین مبین الکافرین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ را و آل اہل بیت و اصحاب و انصار و اتباع و اولیاء امت ایشاں را خصوصاً سیدی و مولائی فاتح خیبر امیر المومنین حیدر امام المشارق و المغارب علی ابن ابی طالب مشکل کشا را و حضرت عبدالعزیز عبداللہ علمبردار مکی صحابی را و حضرت خضر رومی شعلہ قلندر را و حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر را و حضرت سرانداز غوثی قطب الدین بینا دل قلندر را و حضرت شیخ محمد قطب قلندر را و حضرت شیخ عبدالسلام عرف شاہ علن قلندر را و حضرت شیخ عبدالقدوس قلندر را و حضرت شیخ شاہ مجا قلندر را و حضرت شیخ عبدالرسول قلندر را و حضرت سید فاضل قلندر را و حضرت خواجہ عماد الدین بادشاہ قلندر را و حضرت آفتاب طریقت شاہ مجیب اللہ قلندر را و حضرت آفتاب عالمتاب شاہ نعمت اللہ

قلندر را و حضرت فرد الاولیا رشاہ ابوالحسن قلندر را و حضرت شاہ محبوب محمد علی حبیب قلندر را و خادم خادمان آستانۂ قلندراں محمد سلیمان قلندر را و زہاد را و عباد را و سالکاں را و ناسکاں را و محباں خصوصاً حبیب اللہ خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین حسن سنجری را و محبوبان بالخصوص حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی و محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا محمد بدایونی را و زہاد را و عباد را . . . . . الی آخرہ ۔ (اب یہاں سے سب پڑھ جاؤ) بہ برآمدن حاجات یا قاضی الحاجات انصرنا علی أعدآئنا و مہمات دینی و دنیوی یا کافی المہمات احفظنا عن شر اعدآئنا دونوں جگہ اپنے عدو اور مقدمے کا خیال و تصور چاہیے۔ ہر کہ درآید برآید ۳ بار۔ دونوں ہاتھ اپنے سینے پر لاکر باہر جھاڑ دو یعنی دشمن کے شر و فتنہ و فساد کو دور پھینک دیا۔ ہر کہ درافتد برافتد ۳ بار۔ پھر زمین پر دونوں ہاتھ سیدھے مارو اور دشمن کے فنا پر ضرب دو۔ ہر کہ دگر کند جگر خود بخورد ۳ بار۔ اسلئے دونوں ہاتھ زمین پر مارو اور دشمن کو ناکامیاب خیال کرو۔ روزانہ بوقت شب تین بار تکبیر عاشقاں پڑھو۔ اور بعد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے بعد یہ مصرعہ پڑھو

گردنش بشکن قلندر ہر کہ بدخواہ من است

اور اپنے آپ کو قلندروں کے روبرو خیال کرو۔ بس زیادہ گھنٹے کا ضرورت نہیں۔ سمجھ جاؤ۔ اس ترکیب سے یہ دعائے تکبیر عاشقاں فقط تم پڑھو کسی دوسرے کو اجازت نہیں۔ اور شجرۂ قلندریہ میں جب پیروں کا نام لو تو سبھوں کو مجلس شریف نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ و اولیائہ وسلم میں خیال کرو۔ اور حضرت غوث الثقلین و حضرت خواجہ و محبوب پاک کو بدستور وہاں دیکھو

یک آفتاب کرد ز چندیں افق طلوع   یک سر ز صد ہزار گریباں برآمدہ

اللّٰہم صلّ علیٰ سیّدنا محمّد نور الانوار و علیٰ صحبہ الکبار و آلہ الاطہار ۰

عبد العزیز علیہ و آلہ

اسناد پیران قلندریہ۔ اصل سلسلۂ قلندریہ حضرت عبد العزیز علیہ و آلہ سے ہے۔ یہ حضرت صلعم کے صحابی ہیں مگر عالم استغراق میں گم ہو گئے تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ظاہر ہو کر ان سے مستفیض ہوئے۔ پھر عالم استغراق کے زاویۂ خمول میں رہے۔ اسی

طرح سے چھ سو برس کی عمر پائی۔ پاک پٹن میں ان کا مزار ہے۔ میں بارہا وہاں حاضر ہوا ہوں صحابی اور وہ بھی سر قلندراں سے مستفیض ہونا کوئی آسان امر نہیں۔ علمائے ظواہر ایسی نسبت اور سلسلے کے بالکل منکر ہیں مگر اولیائے کرام کے پاس کافی ثبوت اس کا ہے۔

حسن میاں مرحوم کا عرس یہاں بھی نہیں ہو سکا۔ معمولی فاتحہ ہوا۔ انشاء اللہ تعالے ربیع الاول شریف کی دس تاریخ کو کیا جائے گا۔ رمضان میں شغل درود کو بہت زیادہ کر دو۔ قوالی وغیرہ میں شریک نہ ہوا کرو۔ اپنے خاص مجمعے کے سوا عام طرح سے میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ کبھی مجمع اغیار میں ایسا سخت انقباض ہوتا ہے کہ سالک گھبرا جاتا ہے۔

اے عزیز! اصل چیز مراقبہ ہے۔ حضرت سلطان العارفین صاحب کے عرس میں شریک ہو کر اس فقیر کی جانب سے فاتحہ پڑھنا، اور جب تک رہنا میرا تبرز رخ کرنا اس سے مجھے بھی اس جناب سے استفاضہ ہو جائے گا؎

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم
ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

اکیسویں شب کو حضرت امیر علیہ السلام کی طرف بہت زیادہ متوجہ رہو۔ اور عرض کرو۔

پردہ از رخ برکشا یا امیر المومنین
جلوۂ مقصود را نمای یا امیر المومنین

---

(۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون دو دعا کے خیر مدعا یہ ہے کہ میں بہ حالت انتظار تمھارا خط آیا۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار شکر کہ نصاب سے تم فارغ ہو گئے۔ پریشانی مقدمہ کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا ہے۔ بجز اس کے کہ اسے میں اپنی شامت اعمال سمجھوں اور کیا ہے۔ مگر مجھے اپنے مولا پر بھروسہ ہے کہ وہ میری وجہ سے تم پر مہربانی و کرم کیا

ورہند نہ کرے گا۔ اسے مولا تو رحم کر۔ اور اس مقدمے کی پریشانیوں کے سلسلے کو ختم کر دے اور عسر کے بعد یسر کا در کھول دے۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (خیر تیرے ہی ہاتھوں میں ہے تو ہر بات پر قادر ہے)

مجلس تم نے کر لی خوب کیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ربیع الاول شریف میں لطف یک جائی نصیب ہو گا۔ اب زمانہ قریب ہے۔ اس سال والدۂ محمود اگر نہ آسکیں تو کچھ مضائقہ نہیں میں انشاء اللہ تعالیٰ بریلی آکر ان کو دیکھ لوں گا۔ جس طرح تمھیں اپنا فرزند سمجھتا ہوں اسے بھی اپنی دختر سمجھتا ہوں۔ اگرچہ ہمارے روحانی سلسلے کے فرزندان بہت ہیں مگر تم سے مجھے ایک خاص مناسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ جل اس کا ثمرہ عطا فرماتے۔

حسین میاں سلام کہتے ہیں۔ ۱۹ر جنوری ۱۹۱۲ء

---

(۱۰)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ دونوں خط تمھارے ملے اور میں مکان پر ہوں مگر خط لکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے نہیں لکھا۔

جوش و مستی بالکل ابتدائی درجہ ہے

پہلے خط کا جواب یہ ہے کہ وجد و جوش و مستی ہمارے طریقے میں چنداں قابل قدر چیز نہیں ہمارے روحانی مدرسوں کے مبتدیوں کو ایسا پیش آیا کرتا ہے۔ مگر یہ مقصود نہیں ہے اور نہ رقاصی میرے طریقے میں داخل ہے۔ ہمارے طریقے کا مقصود اصلی بزمانۂ توسط حضوری مجلس شریف و بزمانۂ انتہا انکشاف وحدت ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان دونوں مقاصد میں کامیاب کرے۔ حضرت سلطان المشائخ غریب نواز ہیں جس کو جیسی صلاحیت ہوتی ہے اسی انداز کا فیض ان کی سرکار سے ملتا ہے۔ یہ کمال غلام نوازی ہے کہ تمھاری نیازمندی کو سرکار محمدیہ سے بہت ہی مضبوط کر دیا۔ اور شورش و وجد و التہاب کو اضافہ بالائے اضافہ ہوا۔ تم اس کی قدر کرو۔ اور شکر یے میں روزانہ ایک فاتحہ

حضرت سلطان المشائخ کا پڑھا کرو مگر اس سے پہلے میرا تبرزخ کیا کرو۔ اس لیے کہ میری مناسبت اس سرکار سے اقرب واقوی ہے۔

سنو! غالباً عرصہ پچیس برس کا ہوا ہوگا کہ خواب میں نہیں بلکہ ایک قسم کی بیداری میں ہم نے دونوں محبوب پاک حضرت غوث الثقلین و حضرت سلطان المشائخ کو سامنے پایا۔ مگر حضرت سلطان المشائخ سے قرب زیادہ تھا۔ جب میں نے اس واقعے پر غور کیا تو اس قرب کو صرف مناسبت جبلّی پایا۔ والحمدُ للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

دوسرے خط کا جواب یہ ہے کہ اپنے مواجید واذواق وکیفیات کو قلمبند کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگلے بزرگوں نے بھی ایسا کیا ہے۔ مگر یہ ضرور خیال رکھو کہ عجب نفس اور برائی اور تفاخر نہ آنے پائے۔ یہ چیزیں ایسی بری ہیں کہ انکشاف میں سدِّ راہ ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں محفوظ رکھے۔ اے عزیز! میں نے درویشی کو ہمیشہ چھپایا ہے اور اپنے مواعظ وغیرہ میں کبھی اس کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔ مجھے خدا سے امید ہے کہ تم بھی اپنے درویشانہ رنگ کو ہمیشہ لباس دنیا سے ڈھانکتے رہو گے۔ اسی میں سلامتی ہے۔ ؎

دل میں پوشیدہ تپ عشق بتاں رکھتے ہیں
آگ ہم سنگ کی مانند نہاں رکھتے ہیں

والسلام

---

(۱۱)

۱۴ر اگست ۱۹۱۴ء

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون ودعائے خیر مدعا یہ ہے کہ آج کارڈ تمہارا ملا۔ فقیر کا کام دعا کرنا ہے۔ قبولیت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ تمہارے مخالفین ولایت میں اپیل کر رہے ہیں تو تم نہ گھبراؤ۔ تم اپنی "گھری ولایت" یعنی سرکار شاہ ولایت حضرۃ مولا

علی علیہ السلام کے یہاں اپیل کرو ؎

قد اشکل علیّ امرٌ من المصائب

یتسرلنا بلطفک یا مظہر العجائب

یا مظہر العجائب میں ایک سخت مصیبت میں پھنس گیا ہوں اپنی عنایت سے اسے آسان فرما دیجیے۔

"علی مشکل کشا داری چہ ہم داری چہ غم داری"

شب بیست و یکم کو خلوص کے ساتھ فاتحہ کرو اور ادھر ہی متوجہ رہو اور یوں مراقبہ کرو کہ ہم نجف اشرف میں روضۂ مطہر پر روبروئے امیر المومنین حاضر ہیں اور درود و سلام عرض کرتے ہیں اور درود میں علیٰ آلہ و اہلِ بیتہ میں دل سے حضور مرتضوی اور حضرت خاتونِ جنت اور حسنین علیہم السلام کی طرف اشارہ کرو۔ آخر میں حلِ مشکل مقدمہ میں ان کو اپنا وسیلہ بناؤ۔

حسن میاں مرحوم کا عرس خلاف امید بہت ہی عمدگی کے ساتھ ہوگیا۔ میاں صدیق اللہ و میاں امیر و عبد الکریم و محمود خاں وغیرہ بلیا و لکھمینہ و ضلع اعظم گڈھ و دربھنگہ وغیرہ سے آ گئے تھے۔ ختم قرآن و فاتحہ خوانی و دعوت وغیرہ ہوئی۔ قوالی نہیں کی گئی۔ ایک ریشمی چادر بھی مزار پر چڑھائی گئی۔ حضرت قبلہ پیر و مرشد قدس سرہ کے مزار پر بھی غلاف چڑھایا گیا۔ مگر ہم نے کسی کو بلایا نہ تھا۔ بست و یکم شریف میں تم قوالی نہ کرو۔ ابھی تمھارے لیے تنہا یہ مناسب نہیں ہے۔ کسی بزرگ کے اتباع میں سنو۔ خود شیخ نہ بنو۔ ذوق و شوق جو قلب میں ہے اس کی حفاظت کرو۔ اسے باہر نہ نکلنے دو۔

---

(۱۷)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمھارا آیا۔ خواب کے واقعے سنے بے حد خوشی ہوئی ؎

خفتہ بخت آں کس کہ در خوابش نہ دید
وانکہ دیدش دولت بیدار اوست

اس حصول نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ درود شریف کے ساتھ جس قدر ملاحظہ جمال محمدی ہوگا اتنا ہی قرب محمدی زیادہ ہوگا۔ پس خدا کرے تم محمدیٔ خالص ہو جاؤ اور ہر دم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رہو بلکہ اپنے آپ میں بھی انھیں کو پاؤ ؎

سراپا جسم و جانم محمدؐ
مسلماں ہستم ایمانم محمدؐ

نماز میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اے نبی! آپ پر سلامتی ہو۔ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں) کے قبل حضور صلعم کو سامنے خیال کرو۔ پھر درود میں بھی اسی طرف اشارہ رہے۔ جینیؔ کے عرس میں تم نہ گئے۔ مجھے اس غلطی پر افسوس ہے۔ وہاں جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اپنا گھر ہے۔ بدایوں شریف کی تبدیلی مناسب حال ہے۔ وہاں حضرت شیخ شاہی موے تاب کے آستانے پر جب میں حاضر ہوا تھا تو ایک عجیب پُر زور طاقت سے اس جناب نے میرے قلب پر تصرف کیا کہ ایک مدت تک دوسرا رنگ اس پر نہ چڑھ سکا۔ وہ نہایت ہی پُر زور صاحب تصرف بزرگ ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔ تم ہر پنجشنبہ کو وہاں حاضر ہوتے رہنا اور اپنے آپ کو محمد سلیمان سمجھ لینا اور فقط فاتحہ و درود سے کام لینا۔ اُدھر متوجہ زیادہ رہنا۔ تمھارا قلب ان کے فیوض کا تحمل نہ ہو سکے گا۔ الا ان دیکھا۔ والسلام

---

(۱۳۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمھارا پہنچا۔ نور چشمی دلبری جان سلمہا اللہ تعالیٰ کو آج عصر کے وقت ہم نے اپنی بیعت میں قبول کیا۔ اُن سے کہہ دو کہ تم طریقۂ قادریہ میں مرید ہو گئیں اور میرا شجرہ ان کو دے دو۔ اور درود طریقہ

ان کو تعلیم کر دو۔ جو خواب دیکھیں لکھا کرو۔ تم کو حزب البحر کی زکوٰۃ کی اجازت ہے۔
بے تکلف نصاب میں بیٹھ جاؤ۔ اور اپنی خوش دامن کو کہہ دو کہ وہ درود شریف کی کثرت
کریں یہی ان کے لیے کافی ہے۔ جہاں تم مناسب سمجھو اعتکاف میں بیٹھو۔ مگر مسجد جماعت
ضروری ہے۔ اور اعتکاف میں روزانہ بعد نماز عصر فاتحہ شیخ الاسلام مرشدنا حاجی امداد اللہ
صاحب کا پڑھو۔ پھر دوسرا فاتحہ حضرت سیدی ابوالحسن شاذلی کا پڑھو اور ان دونوں بزرگوں
کی طرف متوجہ رہو۔
اے عزیز! جدھر سے یہ چیز آئی ہے ادھر ہی سے فیض لو۔ باقی تفضلات بزرگانہ ہے
جدھر سے آئے۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۴ء۔

---

(۱۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میں لکھنؤ گیا تھا۔ کل
واپس آیا۔ تمھیں جب خط لکھنے بیٹھتا ہوں تو بے شمار مضامین پیش نظر ہو جاتے ہیں پس لکھوں
تو کیا لکھوں۔ سب چھوڑتا ہوں۔ کتابیں بھیج رہا ہوں جو مناسب سمجھو کرو۔ حافظ عبدالکریم
کے خطوط بریلی سے آتے ہیں۔ احمد اللہ خاں بھی توبہ و استغفار کے بعد اب ادھر رجوع
ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب کرے۔ قوالی کی مجلس کے متعلق پھر تم کو کبھی
تفصیل سے لکھوں گا۔ مگر کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر تم کبھی کبھی اپنے گھر پر بھی سنا کرو۔
البتہ کثرت اس کی نہ کرو۔ ورنہ ذوق و شوق کم ہو جائے گا۔ اور حضرت سلطان المشائخ
اور حضرت مخدوم صاحب کے یہاں سے جو فیوض بے پایاں ساتھ لائے ہو اس کی
بہت ہی حفاظت کرو۔ اور شغل درود میں مستغرق رہو۔ تمھاری قلبی صلاحیت اور
جبلّی مناسبت شغل درود کے ساتھ زیادہ ہے۔ پس اسی کی کثرت کرو۔

والسلام

---

(۱۵)

نورچشم من سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا پہنچا۔ حضرت سلطان العارفین کے مزار پر جو واقعات تمہارے ساتھ پیش آئے یہ کوئی تعجب خیز معاملہ نہیں ہے۔

سنو! جب قلب میں صفائی آتی ہے تو وہ نورانیت سے آئینہ ہو جاتا ہے۔ آئندہ پیش آنے والے واقعات بلا غور و فکر اس میں سامنے آجاتے ہیں اور مستقبل کے واقعات کی مثالیں حال میں صورت پذیر ہو جاتی ہیں۔ سالک کو ابتدائے سلوک میں ایسا بہت پیش آیا کرتا ہے۔ اب سمجھو کہ سقے کا آنا اور کٹورے میں پانی ڈال کر پلانا یہ اصل واقعہ ہے جیسا کہ ظہور میں آیا۔

حضرت سلطان العارفین کے حضور میں تم بیٹھے تھے ان کے فیضان سے تمہارے قلب کا ظلماتی حجاب ہٹ گیا تھا اور وہ کٹورے کا پانی پہلے ہی تمہارے سامنے مثالی ہو کر آگیا تھا۔ حضرت سلطان العارفین کا جام عشق اور پیالۂ محبت اور ساغر وحدت ابھی تم سے بہت دور ہے اور اس کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ اور گھبرانے اور مایوس ہونے کی بات نہیں ہے۔ "دیر آید درست آید" باقی احوال تمہارا بدستور سابق ہے اس کے متعلق کیا رائے ظاہر کروں کام کیے جاؤ اور شغل درود میں مستغرق رہو۔ اور دامن محمدی کو مضبوط پکڑے رہو اور ذوق و شوق میں یوں کہتے رہو ؂

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

چونکہ آج کل کاتب میرے پاس نہیں ہے اس لیے خط و کتابت میں بے حد تکلیف ہوتی ہے، اور جواب طرفین بہت کم روانہ کیے جاتے ہیں۔

حافظ عبدالکریم صاحب نے بریلی میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ میرے یاران ذی علم میں تھے۔ میرے بہت سے اسرار کے باعث ظہور وہی ہوئے۔ میرے

شجروں کے ناظم تھے۔ قصیدۂ غوثیہ کے مترجم تھے۔ اللہ ان کو بخشے اور غریق رحمت کرے محمد نبی ان کے بیٹے نے اور بی نایاب جان ان کی دختر نے بیعت عثمانیہ مجھ سے کی ہے اللہ تعالیٰ قبول کرے۔ تعزیت کا ایک خط تم ان کے پاس لکھو۔ والسلام

۱۹ ر ستمبر ۱۹۱۵ء

---

(۱۶)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! وعلیکم السلام۔ خط آیا۔ احوال منکشف ہوئے۔ اے عزیز! اللہ پاک پر بھروسہ کرو۔ ہاں اسباب وتدابیر سے غافل نہ رہو۔ مگر مسبب الاسباب کو نہ بھولو۔ وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے "فعال لما یرید" کل شب بست وکیم رمضان ہے۔ حضرت مولائے کائنات علیہ السلام کا فاتحہ و عرس ہے۔ میں انشاء اللہ بشرط یاد تمھارا معاملہ پیش کروں گا۔ ہمارے آقا و مولا وہی ہیں۔ جو ہوگا انھیں کے کرم سے ہوگا۔ میرے اعلیٰ حضرت[۱] نے فرمایا ہے ؎

یا علی کیست کہ منت کش احسانِ تو نیست | بندۂ نیست کہ او در خط فرمانِ تو نیست
مشکلے نیست کہ از دستِ تو آساں نہ شود | عقدۂ نیست کہ آں در حد امکانِ تو نیست

والدۂ محمود حسن خاں نے ایک خط بھیجا ہے۔ دریافت کرتی ہیں کہ مال زکوٰۃ، چندۂ مظلومان طرابلس میں دیا جائے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ دیا جائے، تم وہاں خط لکھ دو۔ فقط۔

---

(۱۷)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون ودعائے خیر مدعا یہ ہے

---

[۱] آپ کے پیر بیعت اور خسر حضرت شاہ علی حبیب نصر اللہ پھلواروی

قطب الدین بینادل کی داستانِ بیعت وفیض

الحمدللہ تکبیر عاشقاں پڑھنے کا اور شجرۂ پیران قلندریہ کا اثر بہت متعدی و قوی ہے۔
آج مجھے تمام شب بعالم خواب حضرت قطب الدین بینادل قدس سرہٗ کی حضوری میں حاضری رہی، اور انواع فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ اے عزیز! حضرت بینادل قدس سرہٗ جامع طرق ہیں۔ نسبت قادریہ و سہروردیہ و چشتیہ و کبرویہ و فردوسیہ تمام فیوض کا سرچشمہ آپ ہیں۔
نسبتِ قادریہ و سہروردیہ کا ذکر تم نے بہ تفصیل تمام "تذکرہ حضرت ابونجیب" میں پڑھا ہوگا اور نسبت چشتیہ اس جناب کی جو اس سلسلے میں بہت اقوی ہے وہ دو طرح سے ہے ایک تو یہ ہے کہ حضرت قطب الدین بینادل قدس سرہٗ کو تمام فیوض و برکات اپنے شیخ حضرت سید نجم الدین قلندر غوث الدہر سے حاصل ہوئے۔ اس جناب کی عمر بہت زیادہ تھی۔ کم سنی میں حضرت شیخ الاسلام باوا فرید گنج شکر قدس سرہٗ سے بھی مشرف ہوئے تھے۔
پھر آپ نے بیعت اور اخذ طریقہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ سے کیا۔ ایک مدت تک حضرت سلطان المشائخ کے حلقے میں رہے۔ بالآخر ایک روز حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا:

"اے عزیز! ترا فتح باب بر دست میر سید خضر رومی سید المجذوبین است و او پیشوائے مشائخ طریقۂ قلندریہ است۔"

حضرت سید نے عرض کیا کہ میں ان کو کہاں پاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ملک روم جاؤ وہ مرد نورانی تم کو وہاں ملیں گے۔ حضرت سید فرماتے ہیں کہ میں ملک روم کو روانہ ہوگیا۔ وہاں ایک بازار میں پہنچا۔ وہ مرد نورانی بہ ہیئت و اوصاف فرمودۂ سلطان المشائخ مجھے وہاں ملے۔ میں قدم بوس ہوا۔ حضرت موصوف نے بہت اخلاق فرمایا اور کہا:

یا نجم الدین جئت سالما غانما؟

اے نجم الدین تم سلامتی و کامرانی کے ساتھ پہنچ گئے۔

پھر فرمایا کہ مجھے عالم غیب سے خبر ہوئی ہے کہ شیخ نظام الدین کے فرستادہ آرہے ہو۔ پھر آپ نے مجھ کو نسبت قادریہ عطا فرمائی۔ میں مدتوں خدمت میں رہ کر ہندوستان واپس آیا۔ حضرت

سید یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ :-

"در تلقین شیخ المشائخ نظام الدین بدایونی و تلقین حضرت سید السادات حضرت خضر رومی رضی اللہ عنہما ہیچ فرق نیافتم۔ مگر اینکہ حق تعالیٰ فتح باب بر دست مبارک حضرت سید مبارک روزیٔ من کرد۔"

اے عزیز! ان واقعات سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ یہ مبارک طریقہ جو حضرت قطب الدین بینا دل قدس سرہٗ سے ہیں پہنچا ہے یہ فقط قلندریہ ہی نہیں ہے بلکہ زمین اس کی چشتی نظامی ہے اور آسمان اس کا قلندریہ ہے۔ یہ تو ایک نسبت چشتیہ نظامیہ کی ہوئی۔ دوسری نسبت اور سنو! حضرت سید خضر رومی شعلہ قلندر بہ لباس قلندرانہ اپنے سفر و سیاحت میں ہندوستان تشریف لائے اور غیب سے مامور ہوئے کہ نعمت چشت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار سے جا کر لے لو۔ چنانچہ جب آپ دہلی پہنچے تو حضرت خواجہ قطب استقبال کر کے اپنی خانقاہ میں لے آئے اور فرمایا کہ ہاں آپ کی امانت میرے پاس ہے۔ لیجیے۔ پھر کچھ روز صحبت میں رہے، اور اجازت و خلافت سلسلۂ چشتیہ کی حاصل کر کے اپنے سفر و سیاحت کو روانہ ہو گئے۔ اور پھر یہ ساری نعمتیں ان سے حضرت سید نجم الدین غوث الدہر کو ملیں۔ اب سمجھو یہ طریقہ قلندریہ قطبیہ چشتیہ بھی ہے۔ اور نسبت چشتیہ بہت ہی رفیع ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس چشتیہ قلندریہ کے ماورا اور دیگر طریقے بھی حضرت قطب الدین بینا دل کو پہنچے ہیں چنانچہ فردوسیہ کبرویہ حضرت حسین نوشہ توحید سے پہنچا۔ کہتے ہیں کہ حضرت حسین توحید خود سرہر پور مسکن شیخ پر تشریف لے گئے تھے اور ابتدائے زمانہ میں حضرت بینا دل کو آپ نے طریقہ فردوسیہ تلقین فرمایا تھا۔ اور حضرت نجم الدین غوث الدھر تشریف آوری کی بشارت دی تھی ؎

گفت کارشما بسازو راست

سید کو کنوں بغار حرا ست

اس زمانے میں حضرت نجم الدین غوث الدہر غار حرا میں معتکف تھے۔ الغرض حضرت قطب الدین بینا دل قلندر جامع طرق اور چشمۂ فیوض ہیں۔ آپ کی پیدائش ۷۷۶ھ میں۔

اور وفات آپ کی ۹۲۵ھ میں ہوئی ہے اور عمر شریف آپ کی ایک سو انچاس برس۔ پانچ دن زیادہ۔ اور قبر مبارک آپ کی جون پور کے موضع علن پور میں ہے۔ اب شہر سے باہر جیل خانے کے قریب واقع ہے۔ حضرت شیخ محمد قطب قلندر اور حضرت شاہ عبدالسلام عرف علن قلندر اور حضرت عبدالقدوس قلندر سب کے مزارات وہیں ہیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ میرا فاتحہ چاول اور دہی اور شکر پر کیا جائے۔ چنانچہ اب تک اس جناب کے فاتحے میں شکرانہ ہوا کرتا ہے۔

طریقۂ مداریہ

اس خاندان مبارک میں حضرت شیخ عبدالقدوس قلندر کے وقت سے طریقۂ مداریہ بھی جاری ہوا یعنی حضرت شیخ عبدالقدوس قلندر کو حاجی بڈھن سے پہنچا اور ان کو حضرت شاہ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے پہنچا اور ان کو اپنے والد ماجد حضرت شیخ قاضی شطاری منیری سے پہنچا اور ان کو حضرت حسام الدین سلامتی سے اور ان کو حضرت بدیع الدین قطب مدار سے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب سن وفات اور تاریخیں ان تمام پیران قلندریہ کی تذکرۂ حضرت ابو نجیب میں مرحوم حسن میاں نے درج کی ہیں۔

---

(۱۸)

الٰہی بحرمت الحسین واخیہ وامہ وابیہ وجدّہٖ وبنیہ فرّج عما نحن فیہ

میرے عزیز! وعلیکم السلام۔ پہلے خط پہنچا پھر منی آرڈر مبلغ پچیس روپیہ کا پہنچا۔ جو پانچ روپے میری نذر کے تھے وہ حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے حضور میں پیش کیے۔ آج روز عاشورہ ہے اور اس وقت میری نیاز مندی اس جناب کی سرکار میں ہے ؎

دُرِ یگانۂ دریائے مجمع البحرین
بخوں طپیدۂ کرب و بلا امام حسین

میں اور میرے مخلص سب اسی سرکار کے خانہ زاد ہیں۔ فَاللّٰہُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِہٖ وَعَلَیْہ۔

مجھے جب کوئی تردد پیش آتا ہے تو یہ دعا میں بکثرت پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس تردد کو دور کر دیتا ہے:

الٰهی بحرمة الحسین واخیه وامه وابیه وجدّه وبنیه فرّج عمّا انا فیه

وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد واله اجمعین ۰

درود شریف کا برابر ورد رکھو اور بعد نماز مغرب روزانہ فاتحہ حضرت غوث الثقلین اور حضرت غریب نواز کا پڑھا کرو۔

بریلی اگر جاؤ تو حافظ عبد الکریم صاحب محرر چنگی سے ملاقات کرو وہ تم کو عنایت اللہ خاں صاحب سے ملا دیں گے یا عقب کو توالی حافظ غفور الدین صاحب پنشنر ڈپٹی انسپکٹر مدارس سے ملو۔ وہ تم کو عنایت اللہ خاں سے ملا دیں گے۔ اور مولوی اصغر علی خاں وکیل بھی میرے مرید ہیں ان کو بھی عنایت اللہ خاں کا پتہ معلوم ہے۔ اپنی بیوی صاحبہ کو میرا سلام اور دعا کہو۔ وہ درود شریف برابر پڑھا کریں۔ انشاء اللہ میں عنقریب دو تین ماہ کے اندر آؤں گا۔ ظاہر طور میں بھی بیعت ہو جائے گی۔ والله نعم المولیٰ ونعم النصیر ط

از پھلواری ضلع پٹنہ۔ تاریخ دہم روز عاشورہ

---

(۱۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ سب احسان ہے خدائے کریم کا شکر کرو اور باقی کاموں میں اس پر بھروسہ رکھو۔ مجھے کل یہ خیال گذرا تھا کہ ہائیکورٹ سے کامیابی ہوئی۔ آج خط بھی آ گیا۔ فالحمد للہ۔ شاید تم کو حسن میاں مرحوم کے عرس میں ۲ رمضان کو یہاں آنا پڑے۔ وقت خالی کرتے رہو۔ از پھلواری شریف۔ ۳ جولائی ۱۹۱۲ء

---

(۲۰)

نور دل من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ جب میں تم کو خط لکھ چکا

اس کے دوسرے دن تمہارا پچیس روپیہ نذرانہ بھی پہنچا۔ عربی زبان میں درخت کے نئے پھل کو "باکورہ" کہتے ہیں، اور مثل مشہور ہے کہ جو زیادہ دوست ہوتا ہے اسی کو وہ پھل چکھایا جاتا ہے پس تمہاری جائداد مقبوضہ کا یہ نیا پھل ہے جو تم نے میرے پاس پیش کیا۔ رقم کثیر تو نہیں ہے مگر محبت کا خزانہ ہے۔ پس ایک شعر میں سوال وجواب دونوں سن لو ؎

بہ ملک محبت کدام است امیر
بگفتم وزیرٌ وزیرٌ وزیر

ہمارے مولا محبوب کبریا سرور انبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ وتحفۂ دوستانہ سے بہت خوش ہوتے تھے اور خلوص کی رقم قلیل کو امراء کے تحفۂ کثیر پر ترجیح دیتے تھے۔ اور کیوں نہ ہو اصلِ کار خلوص ہے۔ زر خالص میں اگر چمک بھی نہ رہے زر خالص ہے۔ نقلی سلور اس کو نہیں پہنچتی۔ اصل اصل ہے اور نقلی نقل۔ پس آگے کیا لکھوں جزاکم اللہ خیرا۔ ؎

دل سرا پردۂ محبت اوست
دیدہ آئینہ دار طلعت اوست

---

(۲۱)

نورچشم و راحت دل من! وعلیکم السلام۔ تمہارے خطوط تو برابر پہنچا کرتے ہیں۔ موقع بموقع جوابات بھی دیے جاتے ہیں مگر داستان ختم ہی نہیں ہوتی، اور ختم کیونکر ہو ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بماند تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ہمارے شہر عظیم آباد (پٹنہ) میں ایک رئیس تھے قاضی سید رضا حسین[1] صاحب خان بہادر نامی، بظاہر وہ لباس اہل دنیا میں تھے مگر درحقیقت "دل بہ یار دست بکار" کے مصداق۔

---

[1] قاضی رضا حسین عظیم آباد میں سرسید احمد خاں کے رفیق کار دوست راست تھے

ہر ہفتے ترجمۂ قرآن مجید اور مثنوی شریف کا درس ان کے یہاں ہوا کرتا تھا۔ نہایت فہم لطیف اور ادراک عالی رکھتے تھے۔ ایک دن قوالی کی مجلس تھی۔ قوال یہ گیت گا رہا تھا کہ ؎

اُسرے نہ سیّاں جی کی بتیاں اے ننددو، کہاں لے سناؤں

اردو ترجمہ اس کا یہ ہے کہ داستانِ محبوب تو ختم ہی نہیں ہوتی سناؤں تو کہاں تک سناؤں۔ اس گیت پر صاحبانِ ذوق کو وجد شروع ہوا۔ "سیاں" سے کسی نے اپنے پیر کو کسی نے اپنے بزرگ کو مراد لیا۔ غرض کوئی کسی دھیان میں تھا اور کوئی کسی دھیان میں۔ قاضی صاحب مرحوم تھوڑی دیر غوطے میں رہے پھر ایک پُر زور مستی میں اٹھ کھڑے ہوئے اور عالم وجد میں ہاتھ تھام کر یوں کہنے لگے کہ "مولانا! نہ اُسری ہے نہ اُسرے گی"

لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

کہہ دو کہ اگر سمندر روشنائی بن جائے تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے گا اگرچہ ہم ایسا ہی اور سمندر مدد کے لیے لے آئیں۔

اے عزیز! میں اس وقت کی کیفیت کو اب تک نہیں بھولا اور خوب یاد ہے کہ جناب موصوف کی اس لاہوتی سیر نے تمام مجلس کو نقش بہ دیوار کر دیا تھا۔ اور در حقیقت امر بھی یوں ہی ہے کہ اسفل سے اعلیٰ کو جانا چاہیے نہ یہ کہ اعلیٰ سے اسفل کو تنزل کرنا۔ پس ہمیشہ ہمت بلند رکھنا چاہیے ؎

ہمت بلند دار کہ دادار کردگار
بر ہمت بلند کند فضل خود نثار

مقصد صرف وصول الی الحق ہے

اصل مقصد یہ ہے کہ حضرت سید العارفین سے اگر تمہاری نسبت قوی ہے تو ظاہری قرب و بعد کوئی شے نہیں اور ان کا فیض تم کو آگے بڑھائے گا۔ نہ یہ کہ ہمیشہ کو اپنے سے لگائے رکھے گا۔ مقصود وصول الی الحق ہے اور یہ منزلیں ہیں۔ پس کسی منزل میں ہمیشہ کو اٹک جانا منزل مقصود سے دور رہنا ہے۔ پس اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ اللہ تم کو اپنا بنا لے۔ والسلام

---

(۱۴۴)

شیئاً فشیئاً

نورچشم من سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ بارش رحمت ہے مگر اس کی کثرت کبھی زحمت ہو جاتی ہے در و دیوار عمارات کو اس کے تحمل کی قوت نہیں رہتی اور پشت بہ زمین ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح سمجھ لو کہ فیوضات کی بارش موقع بموقع اور وقفے کے بعد ہونا چاہیے ورنہ دل و دماغ اس کے متحمل نہ ہو سکیں گے۔ اور جذب یا جنون کی طرف میلان ہو جائے گا۔ تم سے پہلے بھی کئی بار کہا جا چکا ہے کہ میرے یہاں کی تعلیم تدریجی ہے جس میں دیر تو بہت ہوتی ہے مگر پائدار ہے۔ پس تم میری خاموشی اور خط نہ بھیجنے سے گھبرا کیوں جاتے ہو۔ زمین تیار رہنی چاہیے جب موقع ہوگا بارش ہوگی۔ تم اپنے کام میں مشغول رہو۔ اور دل کو صاف رکھو جب اس کا فضل ہوگا عرفانی بارش ہوگی۔ اور خوب یاد رکھو وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ۔ وَبِيَدِهِ الْخَيْرُ۔ تم جو بار بار اپنے جزئی حالات کو لکھا کرتے ہو میں اس میں کوئی نئی بات نہیں پاتا ہوں۔ یہ تو سالک کو ابتدا و توسط میں ہوا ہی کرتا ہے۔ جب آگے بڑھو گے تو تم خود اسے معمولی بات اور گزرا اور اک سمجھو گے۔ خدا کرے جلد آگے بڑھو۔ اس وقت سمجھو گے: الرجوع الی البدایۃ ھو النہایۃ۔ (آغاز کی طرف رجوع کرنا ہی انتہا ہے)۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فنا فی اللہ۔ پس جب فنا فی اللہ میں سالک مستقیم ہو گیا تو اس وقت بقا باللہ حاصل ہوتی ہے جس میں قلب پر نزول سکینہ ہے۔ اور نفس مطمئنہ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ہے۔ دربار رسالت کے احکام دنیا داری کے ساتھ اجرا پاتے ہیں۔ مخلوق کے حقوق بال بچوں کے حقوق سب اپنے موقع و محل پر انجام پاتے ہیں۔ غفلت کوسوں دور تو بیہوشی و سکر بھی غائب، وجد و حال سکر یہ ندارد۔ الغرض اصل مقام عرفان یہی منزل ہے صحابۂ کرام کی یہی روش تھی۔ اللہ تعالیٰ تم کو یہ مقام نصیب کرے۔

سید عبدالرشید صاحب قرق امین بسولی کو دلائل الخیرات سے فارغ کر دو۔ وہ اس پر دوام کریں اور شغل درود میں منہمک رہیں۔ والسلام

---

(۲۴)

وزیرا! خوش باش۔ امابعد ؎

بے حجابانہ در آ از در کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز درد تو در خانۂ ما

دعا اور توکل میں کوئی تناقض نہیں

اے عزیز! آگے بڑھنا دعا و توکل والحاح و زاری کے خلاف نہیں ہے۔ رضا بالقضاء مسلک صحیح ہے۔ مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب دعا سے کام لیتے تھے تو ہم ان کے غلام کیوں ان کا اتباع نہ کریں ؎

ذوق رکھ سنت گرامی سے
ہے شرف آپ کی غلامی سے

ہمارے یہاں دعا میں توکل ہے اور توکل دعا کے ساتھ ہے۔ (لا منافاۃ بینھما۔ ان دونوں میں کوئی تناقض نہیں) دوسرا امر یہ ہے کہ صعود و ہبوط سالک کو برابر رہا کرتا ہے ؎

گہ بلطفم می نوازد گہ بناز م می کشد
زندہ می سازد مرا آں شوخ بازم می کشد

کبھی جلال ہے، کبھی جمال ہے، کبھی وصل ہے، کبھی فراق ہے۔ کبھی بالکل نہ یہ ہے نہ وہ ہے۔ کبھی بلندی ہے کبھی پستی ہے۔ پس بحالت ہوش و حواس ہر او پر راضی رہنا چاہیے۔ میرے ساتھ اٹکے رہنے سے تمھاری ترقی رُکی ہوئی ہے

میں چاہتا ہوں کہ اپنے سے تمھیں ہٹا تا جاؤں تاکہ تمھارا قدم آگے بڑھتا جائے۔ مگر تمھارا الحوق و لذوق میرے ساتھ ایسا مستحکم ہو گیا ہے کہ آگے بڑھنے سے تم اٹکے رہتے ہو۔

سالک کو چاہیے کہ زینے کو زینہ سمجھے اور مسقف و محلات کو مقصود جانے بس اتنا اشارہ کافی ہے

---

(۲۴)

نور چشم من تودکم اللہ بانوار البصیرۃ والعرفان السلام علیکم - الحمد سہ

روئے در روئے یار باید کرد

پشت بر روزگار باید کرد

بس "اللھم صلِّ علیٰ محمدؐ" میں مستغرق ہو جاؤ اور جدھر دیکھو انھیں کو دیکھو۔ اور جس دھندے میں رہو انھیں کے تصور میں رہو سہ

تصور قدر جاناں مشاہدہ ہے یہی

خیال یار میں رہنا مجاہدہ ہے یہی

الحمد للہ بازار محمدی گرم ہے - خریدار آ رہے ہیں - احمدی نعمتوں کا بیوپار ہے اور جو کچھ ہے یہاں نقد ہے نہ قرضہ ہے نہ ادھار ہے۔ اور برکات مصطفویؐ اور افضال مرتضویؓ کی دھوم دھام ہے۔ بس تمہارے آنے کا انتظار ہے سہ

ہاں خریدارو! اٹھو، دوڑو، چلو

نعمت کون و مکاں حاصل کرو

والسلام

---

(۲۵)

از پھلواری شریف

۷ رعید الفطر - روز یک شنبہ ۱۳۳۷ھ

لہ یہ خط فاتحہ دوازدہم ربیع الاول شریف کی تقریب کے موقع پر لکھا گیا تھا۔

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ ارشاد ہوا ہے: اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ "یعنی اللہ تعالیٰ ہی رزق میں کشادگی عطا فرماتا ہے جس کو چاہے اور جسے چاہے اس کی روزی تنگ کر دے۔ کوئی شاہ ہے کوئی امیر ہے، کوئی بے نوا فقیر ہے ع "جسے چاہا جیسا بنا دیا تری شان جل جلالہٗ"

رمضان میں باران فیوض

اے عزیز! رزق جسمانی و روحانی دونوں قسم کا ہوتا ہے۔ ایک سے جسمانی بقا ہے تو دوسرے سے اقتدار ہے۔ مگر چونکہ روح میں لطافت زیادہ ہے اور اس کو علوِ شان حاصل ہے۔ پس روحانی رزق جسمی و مادی رزق سے کہیں زیادہ قابل قدر، اور واجب الشکر ہے۔ پس ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ روحانی رزق کی کشائش اور روحانی فیض کا بسط اور روحانی رحمت کی بارش اس سال ماہ مبارک میں ہمارے حلقے پر بہت زیادہ ہوئی ؎

اے خدا قربان احسانت شوم
ایں چہ احسانست قربانت شوم

یاران لکھمنیا، صوفی وصی الدین، ماسٹر یعقوب، اور حکیم عبدالغنی وغیرہم نے تلاوت قرآن مشاغل درودیہ و توکل و تبتل سے بہت کچھ روحانی برکات حاصل کیے۔ اور عزیزم مولوی شریف اعظم عین نماز تراویح میں مشاہدۂ روضۂ مقدس نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے۔ اور نماز میں محویت بے حد ان پر غالب رہی۔ ابھی تک اس جاذبے کا اثر ان میں موجود ہے۔ اور وہ خط کے ذریعے سے بار بار متقاضی ہیں کہ مجھے مدینۂ منورہ کی حاضری کی اجازت دی جائے۔

عزیزم سید مبارک علی شاہ کا ایک طولانی خط پہنچا ہے انھوں نے بھی ماہ مبارک کے برکات سے بے حد فائدہ اٹھایا اور شغل درود شریف و ملاحظۂ جمال محمدی میں ایک گونہ ان کو استغراق شروع ہو گیا ہے۔ اور بالآخر شرف حضوری ان کو حاصل ہوا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ذٰلِكَ" عزیزم حافظ غلام حسین کے خطوط کلکتے سے آئے ہیں باوجود قلت فرصت

ملازمت انھوں نے اپنے اوقات کو معمور رکھا۔ "وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ" یاران پنجاب و امروہہ نے ابھی تک اپنے واردات سے کچھ بھی خبر نہیں دی ہے۔

لَعَلَّ اللّٰهُ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا

شاید اللہ اس کے بعد کوئی بات پیدا کر دے۔

اور عزیزم اسے۔ عبدالرحیم صاحب مدراسی کو بھی اس ماہ مبارک رمضان میں یک سوئی نصیب ہوئی اور مقامات صالحہ سے مشرف اندوز ہوئے۔ "فالحمد للّٰه علی ذٰلک" حافظ عبدالصمد خاں سہارنپوری چھاؤنی نوگاؤں سے لکھتے ہیں کہ ختمات قرآن میں اسی سال لذت بے پایاں حاصل ہوئی "فالحمد للّٰه علی ذٰلک" اسی طرح اور عزیزوں کے بھی خطوط آئے ہیں۔

تمھارے دو تین خطوط پہنچے۔ پہلے تم نے خبر دی تھی کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب سلام اللہ علیہ کا جاذبہ بتوسط حضرت سلطان العارفین مجھ پر غالب ہوا۔ اور پھر کیا دیکھا اور کیا دیکھا "فالحمد للّٰه عَلٰی ذٰلِکَ" اب تم نے ایک نہایت ہی طولانی خط بھیجا ہے جس کا نام ہم نے "فیوضات کی ڈائری" رکھا ہے۔ یہ بھی بہت مبارک ہے۔ "والحمد للّٰه عَلٰی ذٰلِکَ"۔

سالک کو قبض و بسط دونوں ہی سے سابقہ ہوتا ہے

مگر عزیزم تم باربار انقباض کی شکایت کیا کرتے ہو۔ یہ مجھے پسند نہیں۔ اس لیے کہ میں نے تسلیم کیا کہ قبض میں ایک قسم کی تکلیف ہوتی ہے مگر اس سے غافل ہونا، یعنی چہ؟ قبض کے وقت تم یوں سمجھو کہ یہ جلالی تجلی کے انوار ہیں اور اسی کے آثار ہیں ؎

گہ بلطفم می نوازد گہ بنازم می کشد

زندہ می سازد مرا آں شوخ بازم می کشد

یا یوں سمجھو کہ "یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ" دونوں اسی کی شانیں ہیں۔ یا یوں سمجھو کہ بسط رزق و تنگیٔ رزق دونوں اسی کی قدرت سے ہیں جیسا کہ میں نے شروع خط میں لکھا ہے "اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیَقْدِرُ" الغرض سالک و عارف کو قبض و بسط دونوں ہی سے پالا پڑتا ہے اور دونوں

برابر ہی قائم رہتا ہے ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

اس لیے جب حضرت حنظلہؓ صحابی نے حضورؐ سے اپنے انقباض کی شکایت پیش کی تو آپؐ نے فرمایا "یا حنظلة ساعة فساعة" یعنی ہر دن برابر نہیں ہوتا۔ گھڑی ہی گھڑی میں کیفیات کی بوقلمونی ہوتی رہتی ہے۔

پس اے عزیز! استقلال و ہمت مردانہ سے کام لو اور انقباض کا شکوہ نہ کیا کرو ؏

شکوہ از بخت ہم شکایت اوست

جناب باری کا ارشاد ہے وَلَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ پس شکر گذاری سے زیادہ کام لو کہ نعمت کی فزونی ہو اور عرفانی نور میں ڈھک جاؤ۔ جہاں نہ زمین ہے نہ آسمان ہے نہ مکین ہے نہ مکان ہے نہ پتہ ہے نہ نشان ہے۔ نہ ہوش ہے نہ بے ہوشی ہے۔ نہ جہل ہے نہ علم ہے۔ لا الٰہ الا اللہ الا کل شیء ما خلا اللہ باطل۔

اب میں اپنی حالت کیا لکھوں۔ بوجہ علالت و ضعف و نقاہت اگرچہ نعمت صوم سے محروم ہو جایا کرتا ہوں مگر اوقات معمولہ بحمد اللہ حسب دستور معمور رہا کرتے ہیں۔ ابتدائے ایام صیام میں بوجہ شدت گرمی تلاوت یومیہ دشوار تھی مگر بارش کے بعد وہ عسر یسیر سے بدل گیا، اور روزانہ بعد نماز عصر ختم دلائل تمام و کمال اور بعد ازاں سورۂ یوسف جاری رہا۔ سورۂ یوسف کے انوار قریب افطار ہر بُن مو میں متجلی ہوتے رہتے ہیں فالحمد للہ علی ذٰلك۔ محمدیہ لنگر معمول سے کہیں زیادہ اہتمام کے ساتھ جاری رہا۔ افطار کے ماورا نقدی کی تقسیم بھی ہوا کی۔ والحمد للہ علی ذٰلک "مبلغ آٹھ سو روپے سے کچھ زیادہ لنگر پر خرچ ہوا اور کسی قسم کی قرضداری نہ ہوئی۔ میں لنگر کے کام میں ایسا مشغول ہوا کہ حسین میاں کی شادی وغیرہ سب کچھ بھول گیا۔

اصل شادی یہ ہے کہ حضور صلعم مجھ سے خوش ہو جائیں اور ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ

راضی رہے۔ مجلس بست و یکم میں اس سال اوّل تو انوار قرآنی کی لذت رہی۔ پھر حقرو خاں قوال کے ابیاتِ مثنوی نے ایک نئی زندگی بخشی ؎

در بشر روپوش گشتہ آفتاب
فہم کن واللہ اعلم بالصواب۔

آفتاب بے درمیان ذرہ
شیر نر در پوستین برہ

ذرہ گر باشم بہ مہر بوتراب
آفتابم آفتابم آفتاب

۸ر شوال

زوجۂ وزیر حسن خاں بریلوی

(۱)

میری عزیزہ سلمہا اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمھیں پہلے درود شریف کے انوار کی برکت نصیب ہوئی۔ پھر جب قصیدۂ غوثیہ تم پڑھنے لگیں تو اس سے سرکار محبوبیت مآب غوثیہ میں ایک مناسبت پیدا ہوئی۔

اے عزیزہ! رفتہ رفتہ یہ مناسبت تم کو آگے بڑھائے گی۔ تم کو اس نسبت کی بہت ہی حفاظت کرنا چاہیے اور تم کو یہ سمجھ لینا چاہیے:

عرش کمال کے مکیں حضرت غوث پاک ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ خاتمِ فقر کے نگیں حضرت غوث پاک ہیں

راحتِ جان سیدہ، قوتِ دستِ مرتضیٰ ‏ ‏ ‏ ‏ نورِ امام مرسلیں حضرت غوث پاک ہیں

حضرت غوث پاک خاندانِ رسالت کے چشم و چراغ ہیں، اس لیے ان کی مناسبت نے تمھیں حضرت خاتون جنت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے مشرف کرایا اور تم نے جو دیکھا سو دیکھا۔ اس کو نعمت کبریٰ سمجھو اور روزانہ جس طرح تم حضرت غوث پاک کا فاتحہ پڑھتی ہو ایک فاتحہ حضرت سیدہ کا بھی پڑھا کرو۔ مگر درود شریف ۱۴ بار، اوّل و آخر ضروری ہے اور تسبیحات فاطمہ جو ہر شب حضرت سیدہ پڑھا کرتی تھیں، تم ان پر دوام کرو، یعنی جب رات کو سونے لگو تو ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ پڑھ کر سویا کرو۔

اس وظیفے میں بڑی برکت ہے۔ میں تقریباً چالیس برس سے اس پر مداوم ہوں۔ اے عزیزہ! تم بھی اسی طرح سے پڑھا کرو۔ آئندہ چل کر اس کا مراقبہ بھی بتا دوں گا۔ مگر اپنے خواب یا کیفیت کو جو ظاہر ہو بجز اپنے شوہر میاں وزیر کے کسی پر ظاہر نہ کیا کرو۔ میاں وزیر مجھے خط لکھا کریں گے اور وہ میرا جواب تمھیں سمجھا دیا کریں گے۔ تمھاری طرح میری دو عزیزہ بنگلور میں ہیں۔ وہ نہایت ہی محنتی ہیں۔ وہ درود شریف کے شغل میں فنا ہو گئی ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوتی ہیں۔ اور کبھی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو بھی دیکھتی ہیں۔ ان کو بھی میں نے تاکید کر دی ہے کہ یہ سب امور بجز اپنے شوہر و فرزند کے کسی پر ظاہر نہ کریں۔ والسلام۔

بچوں کی تقریب تم کو مبارک ہو۔

---

(۲)

میری پیاری اللہ تجھے خوش رکھے۔ جس حالت کو تم نے لکھا ہے اس میں روزے سے معذوری ہے مگر جب طاقت و موقع آئے ادا کرنا چاہیے۔ مگر تین برس کے نوے روزے ادا کرنا آسان امر نہیں ہے، اور انسان کو اپنی زندگی کا بھروسہ کیا۔ اس لیے تم نیت قضا کی رکھو مگر مسکین کو کھانا بھی دے دو تو بہت بہتر ہے۔ حنفی مذہب میں ہر روزے کے عوض دو سیر گیہوں یا ان کی قیمت دینا چاہیے۔ تم جیسا مناسب سمجھو کرو۔ یہاں کے نرخ سے تمام رمضان کے روزے کے گیہوں کی قیمت سات روپے چند آنے ہیں۔ یہاں گیہوں نو سیر سے زیادہ کا نہیں ہے۔

مولوی عبدالغنی صاحب امروہہ ضلع مرادآباد

(۱)

میرے دل کی راحت اور آنکھوں کے نور عبدالغنی نوراللہ قلبہ!

خواب، الہام اور مشاہدے میں بڑا فرق ہے

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا پہنچا، حضرت غوث الثقلین کو خواب میں دیکھنا مبارک ہے اور جو وظیفہ بتایا گیا وہ بھی مبارک ہے مگر اے عزیز! اگرچہ خواب ایک عمدہ چیز ہے اور کیوں نہ ہو حدیث شریف میں اس کو جزء من اجزاء النبوۃ فرمایا گیا ہے مگر پھر بھی یہ ابتدائی درجہ ہے۔ واردات اور الہامات اس سے کہیں زیادہ ہیں، (رزقکم اللہ تعالیٰ بہا تمھیں بھی اللہ یہ نعمت دے) خواب ہیں اور پھر ابتدائی سلوک کا خواب ایک قسم کی گنجلک ہے اور الہام میں انکشاف تام ہے اور اس کے بعد پھر ایک درجہ مشاہدے کا ہے اس کی ضیا اور اس کے انوار ایسے ہیں کہ خواب اس کے مقابلہ میں دھوال معلوم ہوتا ہے۔ اسی لیے کہنے والے نے کہا ہے ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

چونکہ تمھاری بیعت طریقۂ انیقۂ قادریہ میں ہے اور ہم سے تمھیں حضرت غوث الثقلین سے

سپرد کیا تھا اس لیے تمھیں جو فیض آتا ہے اور آئندہ آئے گا اُدھر ہی سے آئے گا، چاہیے تمھیں اس کا ورک ہو یا نہ ہو، خدا کرے کوئی ایسا موقع ہو کہ تمھیں زیادہ دن تک میری صحبت و رفاقت میسر آئے تاکہ میں موقع بموقع اصلاح کرتا رہوں۔ قصیدۂ غوثیہ غالباً اب تک تمھارے دوام میں ہوگا۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ایک ایسا طریقہ بتا دوں گا کہ زبانی پڑھنے کی کوئی ضرورت ہی نہ رہے۔ مراقبہ اور سرکارِ غوثیہ کی حاضری کافی و وافی ہو گی۔ تعویذ جاتا ہے، مانگنے والوں کو دے دو اور بار بار مجھے اب اس کی تکلیف نہ دیا کرو۔ تم میرا تبرزخ کرکے اور اپنے ہاتھ کو میرا ہاتھ سمجھ کر تعویذ لکھ دیا کرو، اور لوگوں کو دو۔ اللہ تعالیٰ برکت دے گا اور لوگوں کی مرادیں بر آئیں گی۔ عزیزم سبطِ نبی سلمہ اللہ تعالیٰ اور میاں رفیق احمد اور اپنے گھر اور دوسرے عزیزوں کو سلام و دعا اور جناب مولانا کو تسلیم۔

---

(۲)

میری آنکھوں کے نور اور دل کے سرور عزیزم عبدالمغنی سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمھارا پہنچا، درود شریف سے اور دلائل الخیرات سے جو تم نے اپنا شغف بیان کیا ہے وہ حقیقت میں ہمارے ذوق و شوقِ درودیہ کا انعکاس ہے۔

ہمارا راس المال درود اور شغل درود ہے

اے فرزند! میری بیعت و ارادت اگرچہ طریقۂ قادریہ میں ہے مگر قبلۂ توجہ ہمارے اس طریقۂ قادریہ کے حضرت مولانا سید محمد وارث رسول نما قدس سرہٗ العزیز ہیں جو اویسی محفل اور محمدی خالص ہیں۔ اس جناب سے اعلیٰ درجے کی تعلیم جو ہمارے مقدس خاندان میں پہنچی ہے وہ درود اور شغل درود ہے، یہی اوّل ہے، یہی آخر ہے، یہی اوڑھنا ہے یہی بچھونا ہے، اسی میں خواب ہے اسی میں بیداری ہے، اسی میں فنا ہے، اسی میں بقا ہے، جو کچھ ہے اسی درود سے ہے، مجھے مختلف خاندانوں سے فیض پہنچا ہے اور مختلف طرق کے اشغال و اوراد کو میں برتتا ہوں مگر راس المال اور سرمایہ درود ہیں درود و شغل درود، اور جس طرح سے کہ شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی رح نے القول الجمیل میں تمام اشغال اور اذکار نقل کرنے کے بعد درود شریف کا ذکر کر کے لکھا ہے، فقنھا وجدنا ما وجدنا (ہم نے اس سے جو کچھ پایا سو پایا) میں بھی یہی کہتا ہوں اور چونکہ میرا پہلا شیخ محمدی خالص تھا اور محمدیت کی روح اس نے مجھ میں القا کی تھی اس لیے میری تمام زندگی اور حیات و لقا اسی محمدیت میں ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ خاتمہ بھی میرا اسی محمدیت خالصہ پر ہو گا۔

مرید پیر مغانم دگر نمی دانم
خراب بادۂ آنم دگر نمی دانم
محمد عربی مرشد و حبیب من است
فدائے او دل و جانم دگر نمی دانم

اجازت دلائل الخیرات کی سند اور تاثیر

میری کتاب 'درود شریف' میں جس قدر درود مندرج ہے اسے بالالتزام پڑھا کرو، اور دلائل الخیرات کا ورد شروع کرو مگر کسی پڑھنے والے شیخ سے پہلے اس کو پڑھ لو اس لیے کہ اس کے اندر چند جگہ زبانی بتلانے کی ہے، میں انشاء اللہ تعالیٰ بوقت ملاقات تم سے پھر سن لوں گا، سب بزرگوں سے پہلے مجھ کو اس کی اجازت حضرت قبلہ مخدومی و ملاذی و سیدی و استاذی تاج العلما عبدالحی صاحب (فرنگی محلی) قدس اللہ نفسہ سے ہے اس کے بعد حضرت قبلہ شیخ العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ نفسہ نے مجھے اس کی اجازت دی، مکۂ معظمہ میں اور پھر مدینۂ طیبہ میں شیخ محمد امین رضوان شیخ الدلائل وغیرہما نے اجازت دی۔ مگر یہ سب سندیں شیخ علی حریری مدنی شیخ الدلائل پر جا کر منتہی ہو جاتی ہیں اور ایک اجازت نہایت نادر و خاص میرے ہی خاندان کی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ میں نے اس کو بلا واسطہ ورک نہیں کیا، مجھے اس کی اجازت جناب مولوی عبدالغنی صاحب مرحوم و مغفور بہاری سے ہے اور ان کو میرے نانا صاحب قبلہ حضرت مولانا آل احمد محدث مدنی سے ہے اور انھوں نے عالم خواب میں از اوّل تا آخر دلائل الخیرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پڑھا اور اس مجلس روحانی میں حضرت سید محمد بن سلیمان جزولی قدس اللہ نفسہ صاحب دلائل الخیرات بھی خود حاضر تھے۔

جب یہ تمام و کمال دلائل حضرت نانا صاحب ممدوح نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب دلائل سے فرمایا کہ تم ان کو اس کی اجازت دے دو اور انھوں نے حسب ارشاد نبوی اجازت دے دی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ الغرض یہ سب اجازتیں میں نے تم کو دیں اللہ تعالیٰ اس کی برکت تم کو عطا کرے۔ اور بوقت ملاقات سب طریقے بھی میں بتا دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ، اور یہ بھی یاد رکھو کہ صاحب دلائل الخیرات شیخ سید محمد بن سلیمان جزولی المتوفی ۸۵۴ھ محمدی خالص اور اویسی مشرب ہیں، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ ان سب نسبتوں سے ایک علاحدہ خاص نسبت رکھتے ہیں، اس کا تعلق بجز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے سے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کتاب اللہ قرآن مجید کے اگر تمام اسلامی دنیا میں کسی کتاب کا ورد کیا جاتا ہے تو اسی کتاب دلائل الخیرات کا، اور اس مبارک کتاب کے ذریعے سے رحمت عامۂ محمدیہ شائع و ذائع ہوئی ہے" وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

تنگ حالی میں ختم دلائل کا طریقہ

میرے چھوٹے ماموں حضرت شاہ اشرف مجیب قدس اللہ نفسہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب مجھے عسرت ظاہری ہوتی ہے تو میں ختم دلائل الخیرات کرتا ہوں اس طرح سے کہ با وضو بیک زانو تمام دلائل الخیرات از اول تا آخر پڑھتا ہوں اس کی برکت سے عسرت و تنگ حالی جاتی رہتی ہے میں نے بھی بارہا اس کا تجربہ کیا ہے، بے شک اس سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے، الغرض

ہر مرض کی دوا درود شریف
دافع ہر بلا درود شریف

والسلام

---

(۱۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمھارا ملا، بے شک

بوجہ علالت حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ مراسلات کا سلسلہ قائم نہیں ہے مگر تمھاری جانب توجہ ہماری پہلے سے زیادہ مبذول ہے۔

نسبت رابطہ ضروری ہے

پہلے خطوط میں میں تمھیں لکھ چکا ہوں کہ اس راہ میں رابطے کی ضرورت ہے۔ بغیر اس کے منزل طے نہیں ہو سکتی اور بمقتضائے "الرفیق ثم الطریق"[1] ہادی اور رہنما کا ساتھ ضروری ہے بلکہ ہر دم اس کی معیت درکار ہے۔ بس اب سمجھ لو کہ میں تمھیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں اور تم مجھ سے کیونکر کنارہ کش ہو سکتے ہو؟ یہ ارادت وہ مضبوط رشتہ ہے کہ جو کسی کے توڑے ٹوٹ نہیں سکتا، "العروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا"[2] ہے اور یہی رشتہ "حبل اللہ" ہے، "فاعتصموا بحبل اللہ جمیعا"[3] جسے فرمایا گیا ہے۔ اے عزیز! اپنے کاموں میں مستقیم رہو عجیب عجیب قدرت کے تماشے دیکھو گے، ابھی تم عالم خواب میں ہو، آئندہ مشاہدے کی لذت سے قلب پر نزول سکینہ ہو گا، گھبراؤ نہیں دیر آید درست آید، چونکہ بیعت تمھاری طریقۂ قادریہ میں ہے اس لیے یہ تمام فیوض و منامات صالحہ اسی آستانے سے ہیں، خواب کی تعبیر یہ ہے کہ حضرت غوث الثقلین تمھیں سرکار محمدی میں پہنچائیں گے، ابھی اس کا وقت نہ آیا تھا اس لیے تم بیدار ہو گئے اور ممکن ہے کہ موانست کے لیے تم کو یہ سیر کرائی جاتی ہو اور صاحب مزار بزرگ بھی کوئی میرے پیران طریقت سے ہیں، قادریہ ہوں یا چشتیہ۔ الغرض سب مبارک ہے۔ خدا کرے میں رجبی شریف میں آؤں اور دو چار روز فیض صحبت گرم رہے حسن میاں سلمہ اللہ کی صحت کے لیے دعا کرو، مولانا کو تسلیم کہو۔

---

(۴۸)

عزیزم میاں عبد المغنی اذاقنا اللہ و ایاکم حلاوۃ الایمان و نور العرفان۔

---

[1] پہلے ساتھی پھر راستہ

[2] ایسی مضبوط کڑی جسے شکستگی نہ ہو

[3] اللہ کی رسی کو پوری طرح تھام لو۔

سلامٌ علیکم! امابعد خط تمہارا آیا۔ حسن میاں کی علالت کا کہاں تک تردد و انتشار کرو گے؟ صبر و رضا سے کام لو اور ذکر و فکر میں مشغول رہو، عزیزانِ ناگپور کے متواتر خطوط آتے ہیں اور علاج و معالجہ کے متعلق بہت کچھ باتیں لکھتے ہیں، وہاں تمام عزیزان نے روزانہ ایک وقت معین عام دعا کے لیے مقرر کیا ہے۔ میں نے ان کی ہمدردی کی داد دی، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جزائے خیر دے۔

---

(۱۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ کارڈ تمہارا آج ملا، تم نے لکھا ہے کہ شغل درود میں محویت غلبہ کرتی جاتی ہے۔

اے عزیز! الحمدللہ کہ اب جذبۂ درود یہ نے تم کو اپنی طرف کھینچا مگر یہ محویت ابھی ابتدائی ہے اس لیے تم شغل درود میں اس قدر کوشش کرو کہ تم کو اپنا وجود و ہستی اور اس کا شعور بھی باقی نہ رہے اور بجز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ بھی نہ ہو۔

فنائیت میں وحشت کا احساس بھی نہیں ہوتا

تم لکھتے ہو کہ وحشت بھی اپنا اثر دکھلا رہی ہے۔ یہی دلیل ہے کہ یہ محویت ناقصہ ہے ورنہ کمال محویت میں وحشت کا پتہ کہاں؟ جب اپنا وجود و ہستی غائب ہے تو پھر کم بخت وحشت کدھر سے موجود ہوگی؟ اے عزیز! تم جس کو وحشت کہتے ہو وہ درحقیقت وحشت نہیں ہے بلکہ جذبۂ شوق اور فرطِ وجد ہے۔ ابتدا و توسطِ زمانۂ محویت میں یہ پیش آیا کرتا ہے مگر پھر اس کے بعد ہی قلب پر نزول سکینہ ہوتا ہے اور اس کی سراسیمگی غائب ہو جاتی ہے، عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ لذتِ نزولِ سکینہ تم کو حاصل ہوگی، گھبراؤ نہیں، ہمت بلند سے کام لو اور اعلیٰ محویت چاہو جہاں غیر و غیریت کا بکھیڑا نہیں رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاَوْصِلْنَا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ اٰمِیْن (اے ہمارے رب! ہمارے لیے نور کی تکمیل کر دے اور ہمیں سلامتی کے ٹھکانے میں پہنچا دے) چند دنوں سے تمہاری

طرف طبیعت کا تعلق بہت زیادہ ہے اور تمھاری صورت مثالی سامنے آجاتی ہے۔ تمھارے تعلق کا یہ انعکاس ہے میں ایسا موقع ڈھونڈ رہا ہوں کہ امروہے آؤں اور ایک ہفتہ تم سے ساتھ رہو، اجمیر شریف جاتے ہیں یہ موقع نہ ہوگا اس لیے کہ حسین میاں اور گلو میاں وغیرہ سبھی لوگوں کا ارادۂ حاضری ہے۔ شاید واپسی میں موقع ملے، ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اگر تم بھی اجمیر شریف جانے کے لیے تیار ہو جاؤ تو بہت ہی بہتر ہے نُورٌ عَلٰی نُورٍ۔

---

(۵۳)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تم نے خط میں لکھا ہے کہ شغل ورود سے نماز میں کوئی وسوسہ پیدا نہیں ہوتا اور یکسوئی رہتی ہے، تا اختتام آنکھیں بند رہتی ہیں اور اگر کھل جاتی ہیں تو بار گذرتا ہے، بعض اوقات سنہرے نور ظاہر ہو کر محیط ہو جاتے ہیں، اے عزیز! یہ حالت بہت مبارک ہے، شغل ورود جب اپنے میں محو کر دیتا ہے تو تمام خطرے اور وسوسے ہوا ہو جاتے ہیں ع

آنجا کہ سلطاں خیمہ زد غوغا نہ باشد عام را

سنہرے انوار وردوسی، محمدیؐ انوار ہیں، پہلے انھیں کی بارش قلب سالک پر ہوتی ہے پھر اسے مکیّف و منوّر کر کے تمام اشیاء میں بروز کرتا ہے اور اپنی احاطت تامہ سے شاغل کی چشم بصیرت میں "النور المنبسط علی ہیاکل الموجودات" ایسا نور جو موجودات کی شکلوں میں پھیلا ہوا ہو) دکھائی پڑتا ہے، ابھی تمھاری ابتداء ہے۔ آگے چل کر اس کا تماشا کروگے، اور وہ احاطت تامہ تم کو بھی گم کر دے گی، تم اپنے آپ کو ڈھونڈو گے بھی تو نہ پاؤگے، میرے ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

مرا بہ پیش وجود ت سر وجود نماند — کہ پیش شمع چو پروانہ رو نمود نماند
ز تاب حسن تو از خویشتن چناں رفتم — کہ در ثنائے جمالت بجز درود نماند
ہزار شکر کہ از فیض فرد خود اے نور — بجز وجود مرا کار با شہود نماند

ذکر یا نورُ

اے عزیز! اس شغل درود کے ساتھ تم "یا نورُ" کا ذکر جہری بھی کرو، حزب البحر میں جس طرح "حوامیم" میں دائیں بائیں آگے پیچھے نیچے اوپر کا اشارہ کرتے ہو اسی طرح "یا نورُ" شش طرف اشارہ کر کے ذرا بلند آواز سے خوش الحانی کے ساتھ کم سے کم چھ سو بار کہا کرو اور مراقبہ ومعنی میں وہی نور محیط خیال کرو یعنی اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ بسم اللہ کر کے ابھی سے یہ ذکر شروع کر دو، انشاء اللہ تعالیٰ اجمیر شریف میں اگر ملاقات نصیب ہوئی تو تفصیل سے بتا دوں گا، اجمیر شریف جانے کے متعلق تم میرے خط یا تار کے کانپور سے منتظر رہو۔ ۲ مئی ۱۹۱۵ء

---

(۸)

نورِ چشم من جَعَلَکَ اللہ نُوْرًا السلام علیکم۔ خط تمہارا ملا۔ تم نے لکھا ہے کہ اپنے آپ کو نور میں چھپا ہوا پاتا ہوں اور بجز نور کے کچھ پیش نظر نہیں۔

ذکر یا نورُ کا اثر

میں تمہاری اس کیفیت پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں، "یا نورُ" کا جو تم ذکر کرتے ہو یہ اسی کا ثمرہ ہے، مگر یہ محض ابتدا ہے، جب اس ذکر کے ساتھ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا مراقبہ جم جائے گا تو تم اس نور محیط میں نور ہو کر گم ہو جاؤ گے اور نور و نورانیت کا جب تک ادراک ہے کمال نہیں، کمال یہ ہے کہ ادراک بھی گم ہو جائے ؎

آمد خبرے ز آمد او

من بعد خبر نماند ما را

یہاں نہ کلام ہے نہ کلیم ہے، نہ وجد ہے نہ حال و قال ہے۔ بس جو ہے وہی ہے، ہاں جب اس سے نزول ہوتا ہے تو پھر لذت میں پھنستا ہے، مزہ لیتا ہے اور حیرت سے یوں کہتا ہے ؎

شَرَّقَتْنِی غَرَّبَتْنِی اَخْرَجَتْنِی عَنْ دَطَتی

تاذا غبت بدا واذا بدا غیّبنی

یعنی بمقتضائے وللہ المشرق والمغرب، پورب اور پچھم سب طرف انھوں نے جھکایا یہاں تک کہ مجھے اپنے وطن یعنی ہستی موہوم سے نکال دیا مگر یہ طرفہ تماشا ہے کہ جب میں غائب ہوتا ہوں وہ ظاہر ہوتے ہیں اور جب وہ ظاہر ہوتے ہیں مجھے غائب کر دیتے ہیں!

اے عزیز! حق حق حق!

دعائے نور احادیث میں

اے عزیز! تم "یا نوری" کے ذکر جہری اور مراقبے میں مستقیم رہو، انشاء اللہ تعالیٰ سب باتیں پیدا ہوں گی اور صبح کی نماز کے لیے جب مسجد جاؤ تو یہ دعا پڑھ لیا کرو، صحیح حدیثوں میں یہ دعا ہے، صحیح بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ و مستدرک وغیرہا میں باسناد صحیحہ مروی ہے اور ابتدائے سلوک میں مجھے اس دعا سے بہت فائدہ پہنچا تھا، تم کو بھی پہنچے گا مگر معنی کا خیال ضرور رہے:

اللّٰھم اجعل فی قلبی نورًا وفی بصری نورًا وفی سمعی نورًا وعن یمینی نورًا وعن شمالی نورًا وخلفی نورًا واجعل لی نورًا وفی عصبی نورًا وفی لحمی نورًا وفی دمی نورًا وفی شعری نورًا وفی بشری نورًا وفی لسانی نورًا واجعل لی فی نفسی نورًا واعظم لی نورًا واجعلنی نورًا۔ الخ

اے اللہ! نور عطا فرما میرے دل میں، میری آنکھوں میں، میرے کانوں میں، میرے دائیں، میرے بائیں، میرے پیچھے، میرے لیے، میرے پٹھے میں، میرے گوشت میں، میرے خون میں، میرے بالوں میں، میرے چہرے میں، میری زبان میں، میری ذات میں، میرے لیے نور کو بہت عظیم کر دے اور مجھے سراپا نور بنا دے!

یہ دعا مختلف طور سے وارد ہوئی ہے ماسب کا لب لباب یہی ہے کہ میں آخر میں نور ہی

نور ہو جاؤں، سبحان اللہ تدریجی طور سے کیا مراقبہ بتایا گیا ہے کہ پہلے اپنے دل میں وہ نور پیدا ہو، پھر وہ ایک عظیم الشان نور منبسط ہو جائے، پھر اس میں میں فنا ہو جاؤں، سب نور ہی نور،

اب تمھارے دوسرے مضمون کا جواب دیا جاتا ہے، تم نے لکھا ہے کہ محفل سماع میں اکثر حجاب عارض ہو جاتا ہے اور جو کیفیت وارد ہوتی ہے وہ زائل ہو جاتی ہے اور انقباض ہو جاتا ہے۔

سماع کب مفید ہے؟

اے عزیز! سماع و غنا مفید بھی ہے اور مضر بھی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ مبتدی کو ابتدا میں جو ذوق و شوق ہوتا ہے وہ سماع بالخصوص وجد و رقص سے بالکل نکل جاتا ہے اور غریب خالی القلب رہ جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے ایک خیال میں مشغول ہے اور قوال جو کچھ کہتا ہے اس کے موافق نہیں، مثلاً تم قرب و معیت کے مراقب ہو اور قوال فراق و ہجر کے دکھڑے گا رہا ہے پس خواہ مخواہ انقباض ہوگا، اسی طرح اور بھی وجوہات ہیں اس لیے صحبت شیخ کی ضرورت ہے۔ شیخ کی معیت میں سماع مفید ہی مفید ہے، جب قلب مرید خالی ہوگا شیخ اس کو مملو کر دے گا اور حرکت قلب کو زیادہ نہ ہونے دے گا۔ نزول سکینہ کی توجہ دے گا، مراقبین قرب و معیت کو تجلیات میں غرق کر دے گا وغیرہ وغیرہ۔

پس اے فرزند! تمھارے لیے یوں مناسب ہے کہ پیروں کے آستانوں پر استفاضۃً سماع سن لیا کرو مختصر طور سے۔ باقی مجالس و محافل کی شرکت سے احتیاط کرو، ہاں تمھارے حلقے کے لوگ اگر یکجا ہوں اور محفل اپنی خاص ہو تو جس طرح سے چاہو سنو مگر اس فقیر کا تبرزخ از اول تا آخر مجلس قائم رکھو۔

نورِ چشم وزیر حسن خاں کو چونکہ میری صحبت زیادہ رہی ہے اس لیے ان کو سماع میں ذوق بڑھتا ہی جاتا ہے مگر اب میں نے ان کو بھی عام سماع کی شرکت سے منع کر دیا ہے بلکہ دو چار ماہ کے بعد ایک دم ان کے لیے سماع ہی بند کر دوں گا، اس لیے کہ اس سے مراقبۂ حضوری کو نقصان پہنچے گا۔

اسے عزیز! میں کثرت مریدان سے اپنے حلقے کو وسیع کرنا نہیں چاہتا، ہاں یہ چاہتا ہوں کہ دو چار ہی آدمی ہوں مگر کام کے ہوں، اس لیے تم لوگوں کی مجھے سخت نگرانی کرنی پڑتی ہے ع

الی اللہ اشکوا انّ فی النفس حاجۃ
تمرّ بھا الایّام وھی کما ھیا

میں اللہ سے فریاد کرتا ہوں کہ میرے دل میں ایسی خواہش ہے کہ اس پر زمانہ گزر گیا مگر وہ جوں کی توں ہے۔

تیسری بات قصیدۂ غوثیہ کے متعلق ہے اُسے آج معاف رکھو پھر کبھی لکھوں گا۔

---

(۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

نسبت رابطہ، تصور شیخ، اور شغل برزخ

تصور شیخ اور نسبت رابطہ اور شغل برزخ سب ایک ہی چیز ہے، لغت میں برزخ اس کو کہتے ہیں جو دو چیز کے درمیان میں واقع ہو۔ اسی لیے موت کے بعد قیامت تک کا جو عالم اس کو عالم برزخ کہتے ہیں اس لیے کہ وہ آخرت و دنیا کے درمیان میں حائل ہے۔ اللہ نے فرمایا: بَرْزَخٌ اِلیٰ یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ط (قیامت تک کے لیے ایک برزخ ہے) اور صوفیوں کی اصلاح میں پیر و مرشد کو بھی برزخ کہتے ہیں اس لیے کہ خداوند تعالیٰ اور مسترشد کے درمیان وہ واسطہ ہے، یہ واسطہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا جب وہ اس عالم سے تشریف لے گئے تو ان کے پیرو وہ ہیں جس میں نورانیت زیادہ ہو، جس میں پاک روحانیت کی تقدیس زیادہ ہو وہی یہ واسطہ و برزخ بن سکتا ہے، جسے اصلاح میں مرشد اور شیخ کہتے ہیں۔ شغل برزخ کے معنی شیخ کی صورت کی پرستش نہیں معاذ اللہ من ذٰلِکَ ہرگز اس کا کوئی قائل نہیں۔

بزرگوں نے تو اسی قدر لکھا ہے کہ:

"پس ذاکر را باید کہ در وقت ذکر صورت مرشد را در نظر خود متصور دارد تا از برکت آں بہ قرب حق تعالیٰ رسد و خود را و کل کائنات را در ہستی حق گم کند!"

انصاف شرط ہے کہ اس میں کہاں پیر پرستی ہے اور کہاں صورت پرستی ہے اور کہاں بت پرستی ہے۔ وَاللہِ ذٰلِكَ بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

تفصیل اس بحث کی "جواہر السلوک" میں ملاحظہ کرو اور میرے اگلے مکاتیب پر بھی غور کرو۔ والسلام۔

---

(۱۰)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

چلہ گاہوں اور عبادت گاہوں میں اثرات ہوتے ہیں

بزرگوں کی خانقاہوں اور عبادت گاہوں کا بلکہ ان کے مکانوں کا بھی نہایت ہی ادب کرنا چاہیے، ان بزرگوں کی روحانیت کا ان جگہوں میں گہرا اثر ہو جاتا ہے، جس کو ارباب نظر دیکھتے ہیں اگرچہ عوام کی نظر سے یہ بات پوشیدہ ہے۔

حضرت سلطان المشائخ کے روضۂ شریف سے حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے روضۂ مبارک تک صدہا خانقاہیں اور بیسیوں مساجد اور بزرگان دین کے مکانات تھے جو انقلاب زمانہ سے گر پڑ کر میدان ہو گئے ہیں اور کہیں کہیں ٹوٹے پھوٹے ان کے آثار اب بھی موجود ہیں، ایک دفعہ میں پیادہ پا اس طرف سے گذر رہا تھا، ایک کھلی سرزمین سے مجھے عجیب انوار کا معائنہ ہوا اور نہایت قوی فیض پہنچا، عزیزم وزیر حسن خاں اور دیگر احباب میرے ہمراہ تھے، میں نے ان سے کہا کہ شاید اس مقام پر کسی بزرگ کی خانقاہ یا روضہ تھا اور پھر امام عبدالوہاب شعرانی کے اس قول کی جو انھوں نے لطائف المنن میں لکھا ہے تصدیق کی۔ اس جناب نے لکھا ہے کہ:

امام شعرانی کا قول

ان روحانیۃ الولی اذا دخل مکانا او مشی فی ارض تبقی تلک الروحانیۃ فی ذلک المکان ستۃ اشھر کما یشھدہ ارباب القلوب فکیف بالمکان الذی کان مسکن الولی لیلاً و نھاراً

ولی کی روحانیت کا یہ حال ہے کہ جب وہ کسی جگہ داخل ہوتا ہے یا کسی زمین پر چلتا ہے تو اس کی وہ روحانیت اہل دل کے مشاہدے کے مطابق چھ ماہ باقی رہتی ہے۔ پھر اس جگہ کو کیا پوچھتے ہو جہاں ولی دن رات رہتا ہو۔

اے عزیز! بزرگوں کے جو جابجا چلّے بنے ہوئے ہیں اور ان کے عبادت خانوں کو لوگوں نے گھیر دیا ہے بے شک ان مقاموں سے ان بزرگوں کی پاک روحانیت کا فیض آتا ہے حضرت علی خواصؒ فرماتے ہیں:

حضرت علی خواص کا قول

کل فقیر لا یدرک سعادۃ البقاع ولا شقاوتھا فھو والبھائم سواء

جو فقیر زمینوں کی جلالی و جمالی کیفیات کو درک نہ کرے وہ فقیر کیا ہے بہائم ہے۔

پس اے عزیز! ان بزرگوں کے مکانات چلّہ کو عوام کا ڈھکوسلہ نہ سمجھو ـــــ "در ہر عامے خلقے ہست"، یا یوں سمجھو کہ "ما من عام الا خُصَّ" (ہر عام قاعدے میں استثنا بھی ہوتا ہے)۔

اپنے تجربے

اے عزیز! میں ایک دفعہ جونپور حاضر ہوا، حضرت عیسٰی تاج کے مزار پر گیا، ان کے فیض سے اس قدر قلب مملو ہو گیا کہ اپنے پیران طریقت مثل حضرت قطب الدین بینا دل قلندر کے مزار مبارک پر جب حاضر ہوا تو قلب میں ان کے فیض کی بھی گنجائش نہیں تھی۔ الاولیاء کنفس واحدۃ سمجھ کر جدید استفادے کو مناسب نہیں سمجھا، پھر ایک دفعہ جونپور حاضر ہوا تو بلا نیت استفادہ تمام مزارات بزرگان دین پر حاضر ہوا اور میں نے یہ خیال کر لیا تھا کہ میں کچھ ارادہ

نہیں کرتا ہوں، جدھر سے جو کچھ آجائے، عجیب و غریب بات ہے کہ جب حضرت بدیع الدین مدار قدس سرہٗ کے چلّے پر پہنچا جہاں اس جناب نے سالہا سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تھی تو بس اس مقام پر کھڑا ہوتا تھا کہ ایک استغراقی تجلی نے اپنے آپ میں گم کردیا اور کئی دن تک اس کا اثر محسوس ہوتا رہا۔ اے عزیز! تذکروں میں لکھا ہے کہ جنید بغدادی جس دکان پر شیشے کی تجارت کرتے تھے حضرت جنید کے بعد بھی حضرت شبلی جب ادھر گذرتے تو رعب و جلال سے اس مقام پر ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے، اتفاقی طور سے ایک دن بے وضو وہاں چلے گئے تو ہمیشہ اس بات پر نادم رہے کہ یہ خلافِ ادب امر کیوں مجھ سے سرزد ہوا۔

میں ایک دفعہ راجگیر جائے حضرت مخدوم شرف جہاں پر ہفتہ عشرہ مقیم رہا، وہاں سے مجھے اتنا فائدہ پہنچا کہ میں اس مقام کو ہندوستان کا کوہ طور کہا کرتا ہوں۔

مقلدین ابن تیمیہ کا خیال

اے عزیز! علمائے ظواہر اس کوچے سے بالکل بے خبر ہیں اور بالخصوص مقلدین ابن تیمیہ و ابن القیم وصاحب تقویۃ الایمان وغیرہم تو ان تعظیمات کو کفر و شرک بتاتے ہیں۔ والی اللہ المشتکی من من صنیعاتہم وترھاتہم وخرافاتہم ان کی خرافات، اباطیل اور کرتوت کا اللہ ہی سے گلہ کرتا ہوں) کیا یہ لوگ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی "(مقام ابراہیم کو نمازگاہ بناؤ)" سے بھی آگاہ نہیں؟ آخر یہ اتخاذِ مصلّٰی مقام ابراہیم سے کیوں ہے؟ ابراہیمی برکات و انوار و تجلیاتِ خلت کی وجہ سے ہے! ورنہ فائدہ ہی کیا؟ حضرت حافظ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

بر زمینے کہ نشان کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

ہاں عوام الناس کے توہمات اور افراط و تفریط بے شک قابل نکیر ہیں، مگر خواص کی نیات ہی اور ہیں۔ انما الاعمال بالنیّات!

میں اس سال پنڈوہ شریف جب حاضر ہوا وہاں کے فیوض کا حال میاں وزیر حسن خاں

کے خط میں کچھ مذکور ہوا ہے بالخصوص حضرت جلال تبریزی کا چلہ اور اس کی مسجد بقعۂ نور ہے

شاہ نعمت اللہ فیروزپوری

فیوض کا دریا وہاں امنڈ آیا ہے مگر خاص کر مسجد سے جانب شمال حضرت شاہ نعمت اللہ فیروزپوری کی نشستگاہ اور مشغولی کی جگہ اس مقام پر نُوْدٌ عَلٰی نُوْدٍ ط اللہ اللہ عجیب دلکش مقام ہے۔ دیوار پر یہ کتبہ ہے ؎

چندیں فنون شیخ نیز زد بہ نیم خس
راحت بہ دل رساں کہ ہمیں مشرب است بس

یہ وہی شاہ نعمت اللہ ہیں جن کا تذکرہ کسی صاحب نے آستان نعمت ۱۰۷۲ھ نظام المشائخ میں شائع کیا تھا مگر بالکل غیر محقق اور بے سند، ان کا معقول تذکرہ مرحوم حسن بیاں نے مستند طور سے لکھا تھا مگر افسوس ہے کہ وہ بھی مسوّدہ ہے اور اب مجھ سے صاف نہیں ہو سکتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ مشاہیر مشائخ صوفیہ سے ہیں اور اکابر علمائے محققین سے ہیں۔ حضرت استاذ الملک ملا محمد افضل جونپوری کے شاگرد ہیں، ایک تفسیر بھی الفول نے لکھی ہے، شاہ شجاع ابن شاہ جہاں بادشاہ مع حلقۂ امرا و اعیانِ دولت سب کے سب ان کے مرید تھے اور اکابر علما مثل ملا محمود جونپوری صاحب شمس بازغہ بھی ان کے حلقۂ ارادت میں تھے۔ گوڑ (لکھنوتی) کے متصل آپ نے سکونت اختیار کی تھی اور اس گاؤں کا نام فیروزپور تھا جس کو بنگالے کے مسلمان پیروج پور کہتے ہیں اور آپ کی خانقاہ اور لنگر کے آثار اب تک وہاں موجود ہیں، آپ بنڈوے میں حضرت شاہ جلال قدس سرہٗ کے چلّے پر اکثر مستغرق رہا کرتے تھے اور اس آستانے کی نئے سرے سے آپ نے مرمت کروائی چنانچہ وہاں کے کتبے کی یہ عبارت ہے،

"آستانۂ حضرت جلال تبریزی تیار کردہ حضرت شاہ نعمت اللہ فیروزپوری۔" ؎

چون ایں عالی عمارت یافت ترتیب
شدہ تاریخ روشن آستاں باد

۱۰۷۵ھ

بنیر اور شیخ پورہ میں آپ کے معتقدین کافی تھے اب بھی آپ کا سلسلہ سہروردیہ وغیرہا بعض خاندان میں موجود ہے بالخصوص ہمارے صوبے کے نہایت ہی ممتاز اور صاحب علم وعمل مشائخ جناب مولوی شاہ عبدالقادر صاحب اسلام پوری ان کے سلاسل کے مجاز ہیں ۔ حسن میاں مرحوم کے پاس جناب شاہ صاحب موصوف نے وہ سب شجرے بھیج دیے تھے جنھیں مرحوم نے ان کے تذکرے میں درج کر دیا تھا ، یہ خط طویل ہوگیا اور ابھی فیوض کے متعلق کچھ اور باتیں رہ گئی ہیں ، انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی لکھوں گا ،

واستغفر اللہ ربی من کل ذنب فعلتہ الی وقتی ھذا استغفار عبد ظالم لنفسہ معترف بذنبہ مستشفعًا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قبول توبتہ وموتہ علی الشہادتین آمین اللّٰھم آمین ط

اور میں اللہ سے جو میرا رب ہے استغفار (بخشش کی درخواست) کرتا ہوں، ان تمام گناہوں سے جو میں نے اس وقت تک کیے ہیں ، ایسے بندے کا استغفار جو اپنے اوپر ظلم کرنے والا ، اپنے گناہ کا اعتراف کرنے والا اور قبول توبہ کے لیے بھی اور اقرار توحید ورسالت پر موت واقع ہونے کے لیے بھی رسول اللہ کی سفارش چاہنے والا ہو۔ آمین!

---

(۱۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام ودعا مدعا یہ ہے کہ

وحدت وجود وشہود کا مسئلہ کتابوں سے حل نہیں ہوتا

تمھارا مکتوب ملا ، انکشاف وحدت کے متعلق جو تم نے لکھا ہے اس کے لیے خلوت کی کوئی ضرورت نہیں ، جلوت انشاء اللہ تعالیٰ میں خلوت ثابت ہوگی اور ورد وہی اشغال جن کے تم مداوم ہو انھیں سے انوار رحمت نمایاں ہوں گے ، تھوڑے صبر واستقلال سے کام لو اور وحدت وجود وشہود کے متعلق ہرگز ہرگز کوئی رسالہ نہ دیکھو یہ سب بھی حجاب ہو جاتے

ہیں، اشغال کے ذریعہ سے جو انکشاف ہوتا ہے وہ عین الیقین وحق الیقین ہے اور کتب و رسائل اور اس کے دلائل و براہین کی انتہا علم الیقین تک ہے جو ابتدائی حالت ہے، ہاں واردات و مشاہدات کے بعد جب تم یہ رسائل دیکھو گے تو فی الجملہ اس سے کچھ فائدہ ہوگا اور محض تمہیدی عقلی دلائل سے اس مسئلے پر عبور حاصل کرنا ایک مشکل امر ہے۔ اور اس میں الحاد و زندقہ کا کھٹکا ہے، میں اپنے حلقے کو اس مسئلے کی قیل و قال سے بالکل علٰحدہ رکھتا ہوں ہاں ع

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

فنا فی اللہ کے تین درجے

اے عزیز! فنا کے تین درجے ہیں، فنا فی الافعال۔ فنا فی الصفات۔ فنا فی الذات

فنا فی الافعال کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے افعال کوئی بھی ہمارے نہیں، اصل میں اس واحد حقیقی کا فعل ہے، جو کرتا ہے وہی کرتا ہے لَا فَاعِلَ اِلَّا اللہُ۔ پھر جب یہ خوب جم جائے کہ اس میں غفلت نہ ہو تو آگے بڑھے یعنی فنا فی الصفات یعنی جو کچھ ہماری صفات ہیں مثلاً حیٰوۃ و علم و قدرت و ارادہ و سمع و بصر و کلام یہ دراصل سب خدا ہی کی صفات ہیں، پس لاحی ولا علیم ولا قادر ولا مرید ولا سمیع ولا بصیر ولا متکلم علی الحقیقۃ الا اللہ پس جب یہ خوب جم جائے تو اور آگے بڑھے یعنی فنا فی الذات، اس کا مطلب یہ ہے "ہمہ و مم" کچھ بھی نہیں بجز ایک ذات ایک ہستی کوئی کچھ بھی نہیں پس لاموجود علی الاطلاق الا اللہ ۔

پناہ بلندی و پستی توئی
ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی

اے عزیز جب یہ ہر سہ منازل فنا طے ہو جاتی ہیں تو پھر بقا باللہ ہوتی ہے کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے ؎ فیفنیٰ ثم یفنیٰ

فکان فناءہ عین البقاء

وہ فنا ہوتا ہے، پھر فنا ہوتا ہے، پھر اس کی یہ فنا عین بقا ہو جاتی ہے۔

اب تم خود انصاف کر لو کہ کتب بینی اور رسالہ بازی سے یہ مقامات فنا و بقا پیدا ہو سکتے ہیں؟
لا واللہ، لا واللہ۔ لا واللہ!

دلائل الخیرات پر مداوم رہو، حصن حصین و قصیدۂ بردہ کو ابھی ملتوی رکھو۔

نومولود کا نام

فرزند وزیر کا نام میری طرف سے جو مناسب سمجھو بدل دو، مظفر حسن یا اور جو مناسب سمجھو! مگر اصلی نام اس کا حسن ہی ہو گا اس لیے کہ ہم لوگوں کو ہمیشہ اتباع سے کام لینا چاہیے اور ابتداع و اختراع سے احتراز کرنا چاہیے، حضرت غوث الثقلین فرمایا کرتے تھے "اتبعوا ولا تبتدعوا"[1] پس نام رکھنے میں حضرت کے قول و فعل سنت سے باہر نہ جانا چاہیے، سنن ابی داؤد میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تسموا باسماء الانبیاء واحب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمٰن

یعنی انبیاء علیہم السلام کے نام پر نام رکھو! اور عبد اللہ و عبد الرحمٰن نام رکھنا دیگر ناموں سے اللہ کو زیادہ پسند ہے۔

اور حضورؐ نے خاص کر اپنے نام پر ہی نام رکھنے کو فرمایا،

سَمُّوْا بِاِسْمِیْ

میرے نام پر نام رکھا کرو۔

اور فعلی حدیث یہ ہے جو مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں مروی ہے کہ حضورؐ نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔ پس میاں وزیر حسن کی اولاد میں ہمیشہ کو حسن نام رہے گا، فرق کے لیے اس حصے کے اول و آخر جو لقب یا اسم بڑھا دو۔ ہمارے مقدس خاندان میں حضرت تاج العارفینؒ کے وقت سے محمدؐ نام ہوتا ہے فرق کے لیے کوئی اسم لگا دیا جاتا ہے، پس اس فقیر کا اصلی نام محمدؐ ہے، سلیمان فرق کے لیے ہے ؎

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل بود بس است

---

[1] اتباع کرو، بدعت نہ پیدا کرو۔

(۱۲)

نورِدلِ من ! سلامٌ علیکم۔ امابعد ایک مدت کے بعد تمہارا روح افزا نامہ آج مجھے
ملا۔ بے حد خوشی ہوئی اور درود شریف کے شغل میں جو تمہاری حالت ہے وہ قابلِ قدر
ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اور درود شریف میں ہمیشہ "اجمعین" تک پڑھا کرو۔ ہمارے
حضرت جدی تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قدس سرہٗ کے طریقے میں اسی طرح پڑھا جاتا
ہے۔

وظائف و اوراد میں بھی روحانی اجتہادی تبدیلی ہو سکتی ہے
اس میں ردوبدل کا مجھے کوئی اختیار نہیں اور اگلے لوگوں نے جو اضافہ کیا ہے وہ صاحبِ
حضوری تھے اور روحانی و اجتہادی طاقت رکھتے تھے، پس ؏

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

شغل درود میں جو تمہیں خوشبو کا احساس ہوتا ہے ؎

ایں بوئے نہ بوئے بوستان است
ایں بوئے ز کوئے دوستان است

مجھے ابتدائے زمانہ میں جب شغل درود میں انہماک تھا تو نماز صبح کی سنت میں ایک عجیب

روح افزا خوشبو دماغ میں محسوس ہوا کرتی تھی۔ اور نماز کے بعد مجھے اس شعر کی بڑی لذت ملتی تھی ؎

زنسیم جانفزایت دل مردہ زندہ گردد
بہ کدام باغی اے گل کہ چنیں خوشی است بویت

اور اس وقت روضۂ مطہرہ اور انوارِ جمالِ محمدیہ پیش نظر ہو جاتے تھے۔ پھر میں گم ہو جاتا تھا۔ آگے خبر نہیں ؎

جامی از حیرت تو رہ گم کرد
یا دلیل لمن تحیر فیہ

والسلام۔ فقط

پھلواری۔ ۲۲۔ ستمبر ۱۹۱۸ء

میاں رفیق احمد صاحب امروہہ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

ختم درود

الحمد للہ تم نے درود شریف ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ تم کو انوار محمدیہ سے منور فرمائے اور تم کو حضور سرکار اقدس نصیب ہو تمہارا شوق اور دیدار کی تمنا اس شغل درود کا پہلا زینہ ہے۔ ہر طالب جب اس زینے پر قدم رکھتا ہے تو یوں کہتا ہے ؎

سر من و ہوس جعد مشکبوئے رسول
دل من است و تمنا و آرزوئے رسول

تم نے جو انوار و تجلیات دیکھے وہ سب جمال محمدیؐ کے تجلیات ہیں۔ بسم اللہ اب دوسرا ختم درود کا شروع کرو اور جمال محمدی اور صورت احمدی ہر دم اپنے پیش نظر رکھو۔ اور اتنا مشغول ہو جاؤ کہ اس میں محویت پیدا ہو جائے پھر اتنا مشغول ہو جاؤ کہ عشق محمدی کی دیوانگی پیدا ہو جائے اور کہہ اٹھو ؎

ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم
مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

اور اس دیوانگی سے گھبراؤ نہیں کہ یہ عین ہوش ہے۔ یہاں بے عقلی عین عقل ہے۔ یہاں کا دیوانہ ہر عصر بیشتر پکارتا ہے ؎

دیوانہ ام از زلفِ سمن بوئے محمدؐ
سودا زدہ ام از سرِ گیسوئے محمدؐ

تم نے جو خواب دیکھا ہے وہ مبارک ہے۔ میرے خیال میں وہ بزرگ میرے پیر بیعت حضرت شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ ہیں۔ وہ درودی تھے۔ وہ محمدی تھے۔ اس لیے وہ اپنے سلسلے کے درود خوانوں کی طرف جلد متوجہ ہوا کرتے ہیں۔ ع

گردنم زیر بارِ منت اوست

درستیٔ اخلاق کی ضرورت

اے عزیز! یہ کیفیات عموماً درود خوانوں کو ہوا کرتی ہیں مگر ان کو بقا اسی وقت ہوتی ہے کہ جب درود خواں کی اخلاقی حالت بھی درست ہو اور قلب اس کا غل و غش سے پاک ہو۔

چکنے پتھر پر جب بارش ہوتی ہے تو اس کو قرار کہاں؟ پانی بہ جاتا ہے، اور اگر اس میں نرمی ہے اور گہرائی ہے تو بارش کا پانی اس میں ٹھہر جائے گا۔

پس اے عزیز! دل کو نرم کرو اور سوز و گداز کے گڑھے اس میں پیدا کرو تاکہ تجلیات کی بارش جو اس میں ہو اس کے لیے کافی جگہ اس میں ہو۔ ورنہ وہ باہر نکل جائے گی۔

پس اس پر غور کرو۔ والسلام۔

محمد شاہ ولی، شہر جالندھر

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ چند صدیوں سے ہندوستان میں روحانی سلسلوں میں زیادہ تر طریقۂ قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ ہی کا رواج ہے اور شاید کوئی خاندان ایسا ہو گا جس کے اوپر کے بزرگان کسی سلسلے سے وابستہ نہ ہوں۔ ان بزرگوں کی بزرگی و ارادت کا اثر پشتہا پشت تک باقی رہتا ہے۔ عوام کو چاہے اس کا ادراک ہو یا نہ ہو مگر جب کسی شیخ سے انضباط پیدا کر کے اشغال و اوراد میں لگ جاتے ہیں تو حجاب ہٹ جاتا ہے اور وہی خاندانی اثرات بروز کرتا ہے "الاولیاء کنفس واحدۃ" پس ایک کا ارادت مند دوسرے کا بھی ارادت مند ہے۔ طالب کو چاہیے کہ ہر فیض کو ایک شان سے قبول کرے اور شکر گزاری کے ساتھ سر ارادت اس جناب میں خم کرے۔ اس تمہید کے بعد اب صاف صاف سنو۔ تمہاری بیعت تو ہم نے طریقۂ قادریہ میں لی ہے مگر تمہیں خاندانی مناسبت خاندان چشتیہ سے ہے۔ اور مجھ پر بھی آج کل نسبت چشتیہ بہت ہی غالب ہے، اور حضرت غریب نواز خواجۂ خواجگان اور حضرت محبوب پاک سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے فیوض سے ہمہ تن معمور ہوں۔ اس لیے کچھ اپنی خاندانی مناسبت اور کچھ میرے مواجید و حالات کے پرتو نے تم پر یہ اثر کیا ہے۔ اور بحمد اللہ تم نے حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری کو عالم خواب میں دیکھا اور شرف و سعادت اندوز ہوئے۔ پس اے عزیز! اس نسبت و فیض کی حفاظت کرو اور ہر شب کو ایک فاتحہ حضرت خواجہ کا اس طرح سے پڑھا کرو۔ درود شریف ۲ بار، سورہ

فاتحہ ۲ بار، سورۂ اخلاص ۲ بار، درود شریف ۲ بار، اور اس کو روح پاک حضرت خواجہ کو ہدیہ کرو۔ بایں الفاظ کہ یا اللہ ان تمام آیات قرآنیہ و درود کا ثواب روح پُرفتوح حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو پہنچے۔

ابھی تمھاری طالب علمی کا زمانہ ہے اس لیے زیادہ تر تم کو میں ادھر متوجہ کرنا نہیں چاہتا "دیر آید درست آید"

تقویٰ کا اصلی وقت

ہاں تمھارا عنفوان شباب ہے۔ صلاح و تقویٰ کا اصلی وقت یہی ہے "فاتقوا اللہ ما استطعتم"، جتنا زیادہ تم سے ہو سکے تقویٰ اختیار کرو، اس وقت اگر تقویٰ و صلاح کا ملکہ تم کو پیدا ہو گیا تو اس کی عرفانی لذت بڑھاپے میں کام آئے گی۔ اور خدا نخواستہ اگر جوانی خراب ہوئی تو کبر سنی میں حسرت و حرمان ہے۔

اعاذنا اللہ منہ۔

اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے،

والسلام

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مدرس
مشن اسکول، سیالکوٹ

(۱)

عزیزم مولوی اسمٰعیل صاحب نور اللہ قلبکم بنور العرفان، وعلیکم السلام۔

عزیزم قاضی باقی شاہ سے وزیر آباد جاکر ملا کرو اور ان کو میرا جانشین سمجھ کر ان سے استفاضہ کرو۔ وہ تا موقع و محل سے اشتغال وا وراد نم کو القا کرتے رہیں گے اور علمی حجاب اٹھا دو اور سمجھو ع "متاع نیک ہر دکاں کہ باشد"۔

سماع صرف ایک محرک ہے

اور وہ دکان بھی تو آخر ہماری ہے۔ دکان غوثیہ ہے۔ اور مجلس سماع کی آپ کو ابھی اجازت نہیں ہے۔ جب درود و شغل ورود کا کافی اثر آپ کے دل میں پیدا ہو سکے گا اس وقت قاضی باقی شاہ کے ساتھ آپ شریک سماع ہو کر فائدہ مند ہو سکیں گے۔ اے عزیز! بعض غذا دود مستقیل بخلط غالب ہوتی ہے یعنی معدے اور جگر میں جو خلط غالب ہوتی ہے صحیح یا فاسد، اسی رنگ میں رنگ جاتی ہے۔ یہی حال سماع کا ہے کہ دل و دماغ میں جو خیالات ہوتے ہیں انھیں کو تیز کر دیتی ہے۔ پس جب تک دل و دماغ آلائش ظلماتی سے پاک نہ ہوں اور ان میں اصلی محبت کی تخم ریزی ہو لا یجوز السّماع حقًّا اس وقت تک سماع فی الواقع جائز نہیں، کم علم متقشفین بیا ہے جو سمجھیں مگر ہمارا یہاں رقاصی اور لہو و لعب آیا ہے۔ مقصود کچھ اور ہے۔

حکیم میر دوست محمد صاحب نور محل جالندھر

(۱)

جامع الفضائل حکیم میر دوست محمد صاحب طال بقائکم! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ مکرر آپ کے خطوط نیاز مندانہ پہنچا کیے، سب کا مختصر جواب یہ ہے کہ اپنے کام میں لگے رہو اور خوب یاد رکھو،

مَنْ جَدَّ وَجَدَ

مَنْ جَدَّ وَجَدَ (جو کوشش کرتا ہے وہ پاتا ہے) مایوسی اس راہ میں نہ ہونی چاہیے۔ فتح باب کا ایک وقت معین ہے۔ ابھی آپ کے لیے وہ وقت نہیں آیا ہے مگر اس دروازے پر اگر سر ٹیکے رہیے گا تو وہ دولت ضرور نصیب ہوگی اور اگر گھبرا کر بھاگ گئے تو معاذ اللہ حرمان ہی حرمان ہے۔ اگلے بزرگوں کی حکایتیں ایسی بہت ہیں کہ وہ ایک مدت تک سرگرداں رہے مگر جب وقت آیا تو امید سے کہیں زیادہ پایا۔ پس اے عزیز!

لَا تَقْنَطُوْا وَلَا تَيْئَسُوْا۔

ناامید یا مایوس نہ ہو۔

ہمت بلند رکھو اور دامن امید مضبوط پکڑے رہو۔ اور جو عمدہ حال پیدا ہو اسے اپنی ریاضت و محنت کا ثمرہ نہ جانو بلکہ محض فضل الٰہی اور اس کا کرم نامتناہی سمجھو!

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ الخ

سنو! اس سال جب میں پیر بنگلور کو گیا تو چند خاندان مع زن و فرزند داخل سلسلہ ہوئے۔ ایک ذی علم سوداگر کی بی بی اور ماں بھی داخل سلسلہ ہوئیں۔ پڑھی لکھی عابدہ زاہدہ ہیں۔ دو دن میں نے اس گھر کے تمام لوگوں کو توجہ دی۔ مگر سب سے زیادہ متاثر یہی دو عورتیں ہوئیں۔ اور ان کا ذوق و شوق تمام حلقے میں متعدی ہو گیا۔ اور مجلس پر عجیب و غریب انوار مستولی ہو گئے۔ میں نے ان عورتوں کو بھی ورد و پھر شغل ورود بتایا۔ خدا کی یہ عجیب قدرت ہے کہ چھ مہینے میں ان ایک عورتوں نے ارواح طیبہ کو دیکھا۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ سے مشرف ہوئیں۔ اور حضور صلعم کو نہایت ہی لطف فرمایا۔ عشق محمدیؐ میں یہ دونوں عورتیں سرشار رہیں۔ ان کے خطوط میرے پاس آتے ہیں۔ ایک نے لکھا ہے کہ میں تو ہر دم حضورؐ کے سامنے ہوں۔ سبحان اللہ کیا ذرہ نوازی ہے۔ اور عجیب قدرت ہے کہ مردوں کو باوجود علم و فضل اب تک شغل ورود نہ چھا۔ اور عورتوں نے گنج مقصود پایا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ عزیزم مولوی عبدالغفور اور ان کے والد اور بھائی باوجود دولت مندی اور کاروبار تجارت کے وظائف و اوراد کے بہت ہی پابند ہیں۔ مجھے خدا سے امید ہے کہ وہ لوگ بھی رفتہ رفتہ ترقی پاتے رہیں گے۔

اے برادر! میں اپنے اعمال و افعال کو دیکھتا ہوں تو بالکل سیاہی نظر آتی ہے۔ سَوَادُ فِی سَوَادٍ مگر تم عزیزوں کو جو اللہ کا نام بتایا ہے ممکن ہے کہ اس کے انعکاس تجلی سے ہماری یہ سیاہی سفیدی سے بدل جائے اور تمہیں لوگ میرے لیے ذریعہ مغفرت ہو۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں
گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

حاجی محمد صدیق صاحب صدیقی کانپور

مسجد مچھلی بازار کانپور کی شہادت اور اس ضمن میں مسلمانوں کی قربانی ایک تاریخی واقعہ ہے جس نے ۱۸۵۷ء کے عبرت ناک ردِ عمل اور طویل جمود کے بعد نئے سر سے اس برِ عظیم کے عامۃ المسلمین میں ایک سیاسی بیداری پیدا کی۔ حاجی محمد صدیق صدیقی ان بزرگوں میں ہیں جنہوں نے اس موقع پر گولیوں کی بوچھاڑ کا مقابلہ کیا اور پھر قید و بند کی مشقتیں برداشت کیں۔ اس واقعے سے کچھ ہی پہلے حضرت قبلہؒ کے سلسلے میں داخل ہوئے تھے سلمہ اللہ تعالیٰ۔

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ نورِ چشم بھیا کریم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کو کھو کر میں نے کوئی نئی بات تمھارے متعلق نہیں کہی ہے۔ میں وہی کہتا ہوں جو اجمیر شریف میں روانگی کے وقت ان سے کہی تھی۔

"حضرت غریب نواز کے فیوضات و کرم کی بارش جو تم پر ہوتی ہے اس کی عزت و حفاظت کرو اور بہ اطمینان دوکان کھولو اور اپنے کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔"

بزرگوں کے ہاں روزانہ نہ جاؤ

نہ میں نے ان کو جا جمعہ جانے سے منع کیا ہے اور نہ کسی سے ملنے کو روکا ہے۔ ہاں بزرگوں کے یہاں روزانہ جانا اور اس کی عادت کر لینا ٹھیک نہیں۔ ہر پنجشنبے کو جایا کریں اور ع

متاع نیک ہر دکاں کہ باشد

مگر میرے سلسلے میں درجہ بدرجہ اپنے ہی پیران طریقت سے فیضان ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ ولی الہند ہیں۔ اس ہندوستان میں قادری ہوں یا چشتی، نقشبندی ہوں یا سہروردی سب پر حضرت خواجہ کا فیض محیط ہے ؎

متع اللہ زمرۃ الاخوان

بفیوضاتہ الی الازمان

ان کے فیوض سے عرصۂ دراز تک اللہ تعالیٰ برادران طریقت کو مستفیض کرتا رہے۔

ابتدا میں مزارات سے استفاضہ مضر ہوتا ہے

اور یہ بھی یاد رکھو کہ سالک کو ابتدائے سلوک میں عموماً مزارات اولیاء سے استفاضہ بالکل غیر مفید بلکہ مضر ہو جاتا ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے یک در گیر و محکم گیر فرمایا ہے۔ بھیا[1] کے وہ حالات جن کو وہ بیان کرتے ہیں، میری فہم میں تو میزان طریقت پر قابل وزن نہیں۔ پھر میں کیونکر کہہ سکتا ہوں کہ وہ صحیح ہیں۔ بھیا کو، خدا خوب جانتا ہے کہ میں اپنے فرزند حسین میاں کی طرح سمجھتا ہوں۔ ان کے خیالات و اعتقادات کو میں اپنے آئینۂ جمال میں دیکھنا چاہتا ہوں اس لیے مجھے حق ہے کہ جو صحیح حالات ہوں ان کو صحیح کہوں اور جو غلط خیالات ہوں ان کو تخیل بتاؤں، اور دماغی کمزوری پر ان کو محمول کروں اور اس سلسلے میں جو علاج میری دیانت تجویز کرے اسے بتاؤں۔ حکیم صاحب

---

[1] شیخ کریم احمد کانپوری مرحوم

کو اگر ان کے علاج کے لیے میں نے لکھا تو وہ میری دیانت کا اقتضا تھا نہ کہ ان سے رنجیدگی کا سبب۔ حسین میاں کی اگر ایسی حالت ہو تو کیا میں ایسا نہیں کر سکتا ہوں۔ ضرور مجھے یہ حق حاصل ہے۔ ہندوستان میں میرے ہزار ہا مرید ہیں مگر معدودے چند ایسے ہیں کہ جن سے مجھے بے حد محبت ہے۔ ان کی مصیبت، ان کی بیماری دکھ کو میں اپنی مصیبت سمجھتا ہوں اور ان کے آرام و راحت کو میں اپنا آرام سمجھتا ہوں ان میں ایک یہ بھیا کریم احمد بھی ہیں۔ پھر ان کو منتشر الخیال و پریشان کیونکر دیکھ سکتا ہوں۔ میں ان کو یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ "دل بہ یار و دست بکار"۔ خدا سے ان کی لو لگی رہے اور دوکان میں بیٹھ کر سب اپنا کام دھندا کریں۔ بھیا کریم احمد کی وقعت و عزت و وجاہت پر حاسدوں کا چشم زخم ہے اور یہ ایک قسم کا سحر ہے۔ اسی لیے اس کے دفعیہ کے لیے "تکبیر عاشقاں" میں نے پڑھی اور پڑھائی اور ان کو خود بھی پڑھنے کے لیے کہتا ہوں۔

(یہ خط ابھی ناتمام ہے۔ مغرب کی نماز کی وجہ سے موقوف کیا گیا)۔

۸ر اپریل ۱۹۲۱ء از بمبئی روز جمعہ وقت مغرب

ڈاکٹر محمد بخش

بستی چک مغلانی ضلع جالندھر (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ آنکھ کا علاج قدیم ہندوستانی طریقے سے کرنے میں بڑے ماہر تھے۔ انگلستان جا کر شہر مانچسٹر میں اپنا مطب شروع کیا اور اچھی خاصی شہرت و کامیابی حاصل کی۔ گزشتہ جنگ عظیم کے بعد اپنے وطن مالوف واپس آئے اور عزلت گزین ہو گئے۔ اس وقت ان کے صاحبزادے فوج کے اعلیٰ ڈاکٹر تھے۔ اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمہارا خواب بہت اچھا خواب ہے۔ موجب خوشی ہے نہ کہ جائے رنج۔ درود شریف اگر خلوص دل سے پڑھا جائے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل معصوم تھے گناہوں کی وہاں ہوا بھی نہ تھی۔ پس یہ قرب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب قریب ہونے والا گناہوں کی ناپاکی اور پلیدی اور بد اعمالی کی خیانت سے پاک ہو۔ پس تمہارے خواب میں گندہ پانی وہ بد اعمالی تھی کہ بحمد اللہ وہ سب باہر نکل گئی اور اب تم پاک و صاف ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس گھر کا سایہ تمہارے خانۂ دل پر پڑا اور خدا کا

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔

استغفار

سے تم کو بے شمار فیوض و برکات حاصل ہوں گے اور مجھے تم نے جو دیکھا کہ میں نے غصے سے تم کو گستاخ کہا اور وہاں سے چلا آیا تو یہ بھی بے موقع نہیں ہے۔ شیخ مربی ہر دم مریدوں کو تنبیہہ کرتا رہتا ہے۔ چونکہ تم نے نعمت درود سے ناشکر گزاری کی اس لیے اس کی جلالی صفت کا ظہور ہوا، اور میری صورت میں ان نے بصورت جلالی ظاہر ہو کر متنبہ کیا کہ آئندہ درود کی تنزیہہ کے خلاف کوئی کام نہ کرو۔

اے عزیز! اب جب ایسی خفگی اور تنبیہہ دیکھو تو استغفار کرو، یعنی گناہوں سے توبہ کرو اور استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ (میں اپنے رب اللہ سے تمام گناہوں کی پوشش چاہتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع چاہتا ہوں) ایک سو ایک بار پڑھا کرو۔ عذاب الٰہی سے بچنے کے لیے ہم لوگوں کے لیے توبہ و استغفار ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

یعنی وہ لوگ جو توبہ استغفار کرتے رہیں گے ان پر عذاب الٰہی نہ آئے گا۔

اگرچہ تم کو اشتیاق حاضری ہے مگر کچھ دن صبر کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگر میں پاک پٹن شریف عرس کے موقعہ پر گیا تو جالندھر سے تم کو بلا لوں گا اور اگر موقع ہوا تو وہ ایک دن رستے میں قیام بھی کروں گا۔ غالباً ۷ یا ۸ نومبر تک سفر شروع ہو گا۔ آج کل طبیعت اچھی نہیں رہتی ہے۔ بواسیر و قبض و حرارت طرح طرح سے تکلیف دیتی ہے۔ مگر بہر حال اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ کا شکر ہے۔ دوسرے ڈاکٹر محمد بخش اور دیگر عزیز ان و دوستان کو سلام کہو۔ اپنے گھر میں اور بچوں کو دعا کہو۔

---

(۴)

بحمدہ تعالیٰ۔ اللّٰھم صل علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک وسلم بعدہ معلوم الخ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعاتے خیر مدعا یہ ہے کہ ایک مدت کے بعد تمہارا خط آج ملا۔ تمہاری خیریت اور خاندان کی صحت و عافیت پر اللہ کا شکر کرتا ہوں۔ حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانے پر تمہارے نہ پہنچنے کا بے شک افسوس ہے مگر انشاء اللہ کبھی تلافی مافات ہو جائے گی اور فیوض حضرت غریب نواز سے محروم نہ رہو گے۔ عزیزم ڈاکٹر محمد بخش ثانی کو دختر مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دے۔ عزیزم ڈاکٹر خوشی محمد اور شاہ محمد سلمہم اللہ تعالیٰ کا خط سنگاپور سے مکرر آیا ہے۔ وہاں سے ان لوگوں نے مبلغ بیس روپے نذر کے بھی ارسال کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان عزیزوں کو اس دور دراز سفر سے بامراد بخیریت تمام واپس لے آئے۔ مجھے ان عزیزوں کا بہت تعلق رہتا ہے۔ تم نے حضرت مخدوم شاہ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کے توشے کے متعلق سوال کیا ہے۔

مخدوم عبدالحق رودولوی کا توشہ

اے عزیز! یہ حضرت مخدوم ہمارے پیران طریقۂ صابریہ سے ہیں اور شیخ الکل اور شیخ العالم کے لقب سے مشہور ہیں۔ ہندوستان کا نصف سلسلۂ چشتیہ انھیں سے وابستہ ہے۔ یہ بزرگ آٹھویں صدی ہجری کے بزرگان سے ہیں۔ ولیٔ مادرزاد تھے۔ پھر بھی طلبِ کمال میں پنڈوہ، بہار اور اودھ وغیرہ شہروں میں بزرگوں سے ملتے رہے اور ریاضاتِ شاقہ میں اپنی زندگی بسر کرتے رہے۔ پھر اسی سیر و سیاحت میں دہلی اور وہاں سے پانی پت پہنچے اور حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس سرہٗ سے شرفِ بیعت حاصل کیا اور نعمہائے عرفانی سے مالامال ہو کر اپنے قدیم وطن رودولی شریف میں مقیم ہوئے۔ آپ پر استغراق بہت غالب تھا، اور باوجود اس کے کہ آپ کے اہل و عیال بھی تھے مگر توکل میں اس قدر ثابت قدم تھے کہ امرا و رؤسا کا آنا اپنے یہاں پسند نہیں فرماتے تھے اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر فرماتے تھے۔ اطراف و جوانب سے لوگ دعا کرانے کو جوق در جوق آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ اور ہر شخص جو آپ کے توکل سے واقف تھا وہ آپ کے لیے توشہ لایا کرتا تھا یعنی دو موٹی روٹیاں اور انھیں پر گھی اور شکر۔ آپ انھیں اپنے اہل و عیال کو بھیج دیا کرتے تھے اور اسی میں سے آپ کے مریدانِ با اختصاص جو درویش کامل

اپنا قوت لایموت حاصل کرتے تھے۔ پس توشے کی اصل یہی ہے۔ حضرت کے بعد آپ کی اولاد کے پاس بھی لوگ اسی طرح سے توشہ لایا کرتے تھے اور خانقاہ میں جو لوگ متقی و ایماندار تھے وہ لوگ بھی اس سے اپنا قوت لایموت حاصل کر لیتے تھے۔ پھر جب حضرت کا سلسلۂ بیعت وسیع ہوگیا تو جو لوگ یہاں سے حضرت کا فاتحہ کرتے تھے تو یہی توشہ پکا کر سلسلے کے لوگوں کو جو متقی و پرہیزگار ہوا کرتے تھے کھلا دیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ فاتحہ بطور رسم کے ہوگیا اور چونکہ متقی اور پرہیزگار لوگ اس زمانے میں حُقّہ وغیرہ نہیں پیتے تھے اور پینے والے غیر متقی سمجھے جاتے تھے اس لیے ایسے لوگ اس مقدس توشے سے محروم رہتے تھے۔ مگر چونکہ اب حقّہ عام ہوگیا ہے اور عوام و خواص سبھی اس میں مبتلا ہیں اس لیے اب یہ تخصیص کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے۔ خود جناب شاہ التفات احمد صاحب سجادہ نشین ردولی شریف حُقّہ پیتے تھے اور صاحب توشہ تھے۔ الغرض اب یہ احتیاط بہت مشکل ہے، البتہ محتاط و متقی و پرہیزگار لوگوں کا یہ توشہ کھانا بہت زیادہ بہتر و انسب ہے۔ ایک بات اور سنو۔ بزرگوں کا تجربہ ہے اور میں بھی اس سے متفق ہوں کہ شفائے بیماران وغیرہ کے لیے حضرت شاہ عبدالحق قدس سرہٗ کا توشہ ماننا بہت مفید ہے۔ مگر توشہ ماننے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کرے کہ اگر فلاں بیمار کو صحت ہو جائے تو میں شاہ عبدالحق کا توشہ کروں گا۔ یعنی توشہ پکوا کر ان کی روح پُرفتوح پر ایصال ثواب کر کے متقی لوگوں کو کھلاؤں گا اور صحت مریض کے بعد اپنی نذر پوری کرے۔ سابق زمانے میں جب میں ردولی شریف عرس میں حاضر ہوا کرتا تھا تو نذر کے دو روپے توشے کے لیے حضرت شاہ التفات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کرتا تھا۔ اب یہ کم نصیبی ہے کہ چند برس سے عرس میں حاضری نہیں ہوتی اور سعادت زیارت سے محروم ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو ان بزرگوں کی روش پر قائم رکھے اور اپنا عرفان عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام

حضرت غفور شاہ صاحب وارثی حسامیؒ

ضلع پٹنہ کے ایک مشہور گاؤں "کراپرسرا" کے رہنے والے تھے۔ سر سید علی امام کا آبائی وطن بھی یہی تھا۔ سید غفور شاہ صاحب اور سر علی امام دونوں ہم جد تھے۔ دونوں ہی حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحبؒ (دیوہ شریف) کے مرید تھے۔ اول الذکر حضرت حاجی صاحب کے فقیر بن گئے اور طریقۂ وارثیہ کی ان سے بہت اشاعت ہوئی۔ بالخصوص اعلیٰ انگریزی دان طبقہ کثرت سے ان کے حلقے میں داخل ہوا۔ حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم بھی سید غفور شاہ صاحب وارثی سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ دونوں کی وفات تقریباً ایک ہی سن میں ہوئی۔ سید غفور شاہ صاحب نے بہت سے رسالے تصوف کے مختلف عنوانات پر اردو اور انگریزی زبانوں میں شائع فرمائے تھے۔ افسوس کہ ۱۹۴۶ء کے فسادات بہار کے بعد جب سادات کرام کا یہ اہم خاندان "کراپرسرا" چھوڑ کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گیا، تو یہ علمی ذخیرے بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ ان کی مطبوعہ کتاب "مخزن حرمین" بہت مشہور ہے۔ شاہ صاحب کے نام کے بہت سے خطوط حضرت اکبر الہ آبادی کے دستِ خاص کے لکھے ہوئے بھی تھے۔ افسوس کہ ان کے اعزہ انھیں بھی محفوظ نہ رکھ سکے۔ مولانا شاہ غلام حسنین صاحب نے ان سب خطوں کو جو پندرہ سولہ سے کم نہ تھے بچشم خود مطالعہ کیا تھا۔

(۱)

مخلص عزیز سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط آپ کا پہنچا۔ آپ

کی دختر کے انتقال سے آپ کے تردد خاطر کا تعلق ہوا مگر پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ درویش ہیں۔

وارثی رنگ

درویش کی آنکھوں کے سامنے حیات و موت کوئی تعجب خیز واقعہ نہیں ہے اور بالخصوص آپ حضرت قبلہ وارث علی شاہ صاحب قدس اللہ نفسہ کے فقیر ہیں جن کے یہاں جینے اور مرنے کی خوشی اور غم کا سبق کبھی پڑھایا ہی نہیں جاتا تھا۔ وہاں غنا اور فقر اور عزت و بے وقعتی سب کا ایک ہی خالق مانا گیا تھا اور خالق بھی محبوب۔ پس محبوب کی ہر ادا محبوب ہے۔ پس حضرت موصوف کا مسلک رضا بقضا تھا۔ پس بجائے اس کے کہ میں آپ کو رواج دنیا کے مطابق صبر و شکیبائی کی نمائش کروں، یہ کہوں تو بہتر ہے کہ اپنے وارثی رنگ میں رنگے رہو، اور یوں کہتے رہو ؎

میں پیا تورے رنگ میں سمائے رہی

آپ کے سوالات کے مختصر جواب یہ ہیں:

اویس قرنی

نمبرا۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ پیری و مریدی کے بکھیڑے سے پاک تھے۔ غائبانہ عشق کے فرطِ شوق نے ان کی ہمت کا قدم پکڑ لیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کو پہنچنے نہ دیا۔ تذکرۂ بزرگان دین میں یوں بھی درج ہے کہ حسب وصیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ نے ان کو خرقہ پہنایا۔ اب اسے چاہے خرقۂ برکت سمجھیے چاہے خرقۂ خلافت سمجھیے بہرصورت مبارک اور مقدس ہاتھوں سے یہ عزت بخشی گئی تھی۔ حضرت اویس زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہے اور حضرت امیر المومنین علیؓ مرتضیٰ کے ساتھ جنگ صفین میں باغیوں سے لڑ کر شہید ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

دنیا میں اپنی یادگار یہ چھوڑی کہ جب کوئی بزرگ، بلا واسطہ کسی شیخ کے، روحانیت محمدیہ سے فیض یاب ہوتا ہے تو اویسی کہلاتا ہے ؎

عشق آن است کز و نام و نشانم باقی است
گرچہ فانی شدہ ام ذکر و بیانم باقی است

خرقے کی حقیقت

نمبر۲۔ متقدمین اولیائے کرام میں خرقے وغیرہ کی پابندی نہ تھی۔ کوئی پہناتا تھا کوئی زبانی ہدایتِ خلقِ خدا کی اجازت دیتا تھا اور اجازت وغیرہ لکھنا یا عام مجمع کرکے کسی کو منتخب کرنا وغیرہ یہ سب لوازم اجازت سے نہیں ہیں۔ شیخ کامل ومکمل جس طرح سے جس کو چاہتا تھا سرفراز کرتا تھا۔

خرقۂ خلافت محض لباس نہیں

نمبر۳۔ کسی طرح کا خرقہ ولباس ہو اگر شیخ کامل نے ہمت اور ارادے سے بخشش کی ہو تو وہ بے شک بجائے خلافت واجازت کے متصور ہوگا۔ اب اس مختصر جواب کے بعد آپ سے مخلصانہ باتیں یوں کروں گا کہ آپ اگر اس وارثی لباس کے ساتھ اسی رنگ ڈھنگ پر ثابت قدم رہیں اور خلقِ خدا کو ہدایت کریں اور خُلقِ وارثی کے ساتھ متخلق ہو جائیں تو خدا سب سے پہلے میں آپ کو حضرت موصوف کا خلیفہ ماننے کو تیار رہوں اور یہ بھی عرض کیے دیتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کا اصلی رنگ یہ تھا کہ وہ دریائے وحدت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ غیر وغیریت ان کے سامنے بالکل محو تھی۔

وارثی توحید

میں نے مکہ معظمہ میں حضرت شیخ العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ "حاجی وارث علی شاہ صاحب سا موحد دیکھنے میں نہیں آیا" سبحان اللہ ایک شیخ الشیوخ جس شخص کو بے مثل سمجھے اور دریائے توحید کا شناور جانے، وہ کس پائے اور رتبے کا شخص ہو سکتا ہے۔

اب اس خط کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان بزرگوں کا بہترین نمونہ بنائے۔ اور آپ آئینۂ وحدت ہو کر عالم میں اپنا نور پھیلائیں۔ والسلام

میاں درگاہی شاہ صاحب نظامی
ریاست الوار

عزیز مخلص! اللہ تعالیٰ تمھیں منزلِ مقصود کو پہنچائے۔ بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ مسرت نامہ پہنچا۔ مگر آپ کے حالات میں ترقی نہ ہوئی اس کا بے شک افسوس ہے۔

مگر اے برادر! ذرا جی لگا کر سنو۔ اس طریقہ وارودیہ محمدیہ میں کشود دیر سے ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر طرق میں اشراق نورانی شیخ حاضر موجود سے ہوتا ہے اور بالاوسائط سے اشراق نورانی اس پر علاوہ ہے۔

طریقۂ اویسیہ میں واسطے نہیں

بخلاف اس طریقۂ اویسیہ کے کہ درحقیقت اس میں وسائط نہیں۔ اور شیخ ظاہر میں موجود نہیں۔ اس لیے مناسبت دیر میں پیدا ہوتی ہے۔ مگر جب ہوتی ہے تو پائدار ہوتی ہے۔ اب یہ مناسبت کیونکر پیدا ہو؟

مناسبت کے تین درجے

تو سنیے۔ اولاً تخلق باخلاق النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہونا چاہیے یعنی حضرت کی رفتار و گفتار و صورت و سیرت کو اخذ کرے اور اسی رنگ میں رنگ جائے۔ تاکہ مستی میں بولے بھی تو یوں بولے کہ

یہ جو صورت ہے مری صورت جاناں ہے یہی
یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی

دوسرا امر تنزیہ ہے یعنی گناہ صغیرہ وکبیرہ سے اپنے کو بالکل بچائے۔ فضول سے محترز رہے۔ یہاں تک کہ اس میں ایسی تنزیہت پیدا ہو کہ مقرب بارگاہ رسالت ہو سکے جب تک تنزیہت پیدا کر کے صحابی صفت نہ ہوگا نسبت محمدیہ حاصل نہ ہوگی۔

تیسرا امر تبتل و یکسوئی ہے یعنی بس ایک ہی طرف ہو جائے۔ تمام نسبتوں سے قطع نظر کرے ؎

اے تصور ہر نمبر سے وخیال پری وشے
من روز و شب بفکر وخیال محمد یم
اے نصر بز تو حال دلم آشکار شد
کز ہر سوے بریدہ بسوئے محمد یم

ان تینوں شرائط کے ساتھ سالک جب درود خوانی میں مصروف ہوا اور بعد شغل درود میں اس مبارک خیال میں غرق ہوا ؎

هاتيك روضة تفوح نسيمها[۱]
صلّوا عليه وسلّموا تسليمًا!

تو جمال محمدی اس کے پیش نظر ہوا اور وہ وجد میں کہنے لگا:

"وجهه فى نظرى كل غناائى وعشى"

پھر اور آگے بڑھا تو مستانہ وار بول اٹھا:

دنت عن ناظرى تلك الخيام[۲]
على سكانها منى سلام

یکسوئی نہ ہونے سے ناکامی ہوتی ہے

اب یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ آپ کو ناکامی کیوں ہوئی۔ آپ نے یکسوئی اختیار

۱؎ وہ ہے حضورؐ کا روضہ جس کی طرف سے ہوا کے جھونکے آرہے ہیں۔ حضورؐ پر صلوٰۃ و سلام بھیجو

۲؎ وہ خیمے میری نظروں کے قریب ہو گئے ہیں۔ وہاں کے رہنے والوں پر میری طرف سے سلام ہو

کی۔ قادری ہوئے پھر چشتی نظامی ہوئے۔ بے ضرورت در گاہوں کی خاک بھا نکا کیے۔ پھر بھی آپ کے جوش و خروش سے میں سنے آپ کی اویسی محمدی نسبت کا امتیاز کر لیا تھا اتنا اثر آپ میں ضرور تھا۔ بغیر یکسوئی کسی طریقے میں کام نہیں چلتا۔ اور یہاں تو بطریق اولیٰ نہ چلے گا۔ پس ہر طرف سے آپ انقطاع اختیار کیجیے اور اسی در محمدی پر سر ٹیکیے کہ ؏

بجز درے تو نہ دارم بہ ہیچ در گذرے

اور حضور ہی کو شیخ و سید و پیر و مرشد و استاذ و روحانی باپ اور شاہ و بادشاہ و سلطان دارین و مولیٰ و مربی سب کچھ سمجھیے ؎

شیخ من و سیدِ عالی نسب پیر طریق من و اُمّی لقب

فمحمدنا هو سيدنا

فالعزّ لنا باجابته[1]

اسے عزیز! جب اس سرکار میں مناسبت تامہ ہو جاتی ہے اور حضوری کی تجلیات پیش نظر ہوتی ہیں تو پھر وہیں سب حضرات مل جاتے ہیں۔ اور سب کو وہاں پائے گا۔ اور سب کے فیوضات کا ادراک بھی وہاں ہو گا ؏

چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

جنید ہوں یا شبلی، خواجہ ہوں یا غوث اعظم، سب میں جمال محمدیؐ ہی کو دیکھیے گا ؏

"ہر شکل میں محبوب کا جلوہ نظر آیا"

اور ذی یسعدی دالریا دب وزینب وانت التی یحنی وانت المؤمل[2]

اسے عزیز! باتیں تو بہت ہیں مگر وہ قلم سے نکلنے کے لائق نہیں بوقت ملاقات پیش کروں گا۔ آپ ربیع الاوّل کی دس تاریخ تک یہاں آ جائے۔

---

[1] پس ہمارے حضورؐ ہمارے آقا ہیں اور ہماری عزت ان کی اطاعت میں ہے۔

[2]

مولوی محمد اکرام علی صاحب
(حیدر آباد، دکن)

مخلص عزیز سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون وہ دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ مبلغ دس روپیہ نذر کا وصول ہوا "جزاکم اللہ عنا"

دنیا سے بے تعلقی کا مطلب

تم نے لکھا ہے کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ دنیا سے بے تعلق کر دے۔ یہ دعا تو بہت ہی عمدہ ہے مگر بے تعلقی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ برکات وحسنات دنیا سے محروم ہو جایئے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے دعا کے لیے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھی خوبی عطا فرما اور آخرت میں بھی خوبی عطا فرما۔ اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔

بے تعلقی کے یہ معنی ہیں کہ اس دنیا میں رہ کر اور دنیاوی برکات سے متمتع ہو کر ہمیشہ ہمیشہ اپنا تعلق سرکار خداوندی سے قائم رکھے۔ جب خدا سے تعلق ہے اور ہر چیز میں اسی کی ذات وصفات کا مراقبہ ہے تو مضرات یعنی ضرر رساں چیزیں ہمیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔ نہ چور و لڑکے سے ہمیں کوئی کھٹکا ہے نہ کثرت مال و متاع سے کوئی تردد ہے۔ اس لیے کہ میرا وظیفہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

شروع اسی اللہ کے نام سے کرتا ہوں جس کے نام کی موجودگی میں زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

الغرض اس دنیا میں رہو تو عزت کی زندگی حاصل کرو۔ اور عزت کی زندگی کا اصل اصول یہ ہے کہ اپنے مولا سے غافل نہ رہو۔ غفلت جرم ہے۔ اور سخت جرم ہے۔ تمام عبادات اسی لیے فرض کیے گئے ہیں کہ انسان غافل نہ رہے۔ اور اپنے مولا کو کسی حال میں نہ بھولے اور اس کی یاد سے غفلت نہ ہو ؎

یاد تو ہر دم انیس جان من
اے خیالت ہر شبے مہمان من

بزرگوں کی پاک روحانیت کے سلسلے سے جو لوگ وابستہ ہوتے ہیں وہ اس لیے ہوتے ہیں کہ ان کے پاک جذبات اور پر زور روحانیت کے ذریعے غفلت یاد سے بدل جائے اور جب ان کی یاد ہے تو قلب میں نزولِ سکینہ ہے۔ اور دل کو طمانیت ہے۔ اور جب قلب میں طمانیت آتی ہے تو اس میں نورِ بصیرت پیدا ہوتا ہے۔ پھر کیا ہے جو دیکھتا ہے خفی کو جلی، باطن کو ظاہر، ہر چھپے کو کھلا، سِر کو علن پاتا ہے، اور کیوں نہ ہو جب اللہ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تجلی ہے تو تمام مَلَکُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا اس کو مشاہدہ ہے، اور عالم لاہوت ان کے سامنے ہے اور وہ کہہ اٹھتا ہے ع

بخدا در دو جہاں غیر خدا چیزے نیست

والسلام

مولوی یعقوب صاحب (لکھنو)

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ معمورئ اوقات کے متعلق تم مکتوب حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ پڑھ چکے ہو۔ اپنے اوقات کو جس قدر گنجائش ہو سکے اسی انداز پر مطابق کرو۔ تمھارے مرض کی وہی دوا ہے اور اس کا پرہیز یہ ہے کہ "قلۃ الطعام و قلۃ المنام و قلۃ الکلام"

کم سخنی

پہلی دو قلتیں ابھی میں تمھاری توجہ سے دور رکھنا چاہتا ہوں مگر قلتِ کلام کے لیے تاکید بالائے تاکید کرتا ہوں۔

اے عزیز! قلب میں جو ذوق و شوق رہتا ہے وہ کثرت کلام کی وجہ سے باہر نکل کر غائب ہو جاتا ہے اور بالخصوص فضول اور لغو باتوں سے تو اخلاص و ایمان کی تنویر کم ہو جاتی ہے پس الحذر الحذر ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیر دانا را

بے سمجھے دعائیں پڑھنا بے فائدہ ہے

دوسرا امر ضروری یہ ہے کہ جتنی دعائیں پڑھو ان کے معنی سمجھتے جاؤ ورنہ حقیقت میں وہ دعا دعا نہیں ہے۔ دعا کے معنی پکار اور فریاد کے ہیں۔ پس کس کو پکارتے ہو اور کس کے حضور میں فریاد کرتے ہو، اور فریاد کر کے کیا کہتے ہو، کیا چاہتے ہو، کیا معذرت پیش کرتے ہو، جب تک اسے نہ سمجھو گے خالی الفاظ کیا فائدہ دیں گے۔ الفاظ کا تعلق زبان سے ہے۔ اور معانی کا تعلق دل سے ہے۔ پس زبان و دل کا متخالف ہونا نفاق نہیں تو کیا ہے۔

پس اے عزیز! منافق نہ بنو۔ جرمن سلور نہ رہو۔ نقرۂ خالص بن جاؤ۔ اور جو زبان سے کہو وہ دل سے چاہو۔ زبان کو فقط تمہارے دلی جذبات کا ترجمان ہونا چاہیے اس سے زیادہ اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

مراقبۂ حوقلہ

اے عزیز! حضرت قبلہ مولانا فضل رحمٰن صاحب قدس سرہٗ نے مجھے چھ سو بار روزانہ حوقلہ کی تعلیم فرمائی تھی یعنی لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم باوجود اس کے کہ میں مولوی تھا، معنی و مطلب خوب سمجھتا تھا مگر عامیانہ طور سے پڑھا کرتا تھا اور جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "کنز من کنوز الجنۃ" ہے یعنی یہ حوقلہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، یہ خیال کرتا تھا کہ ثواب کا خزانہ ہے جو میرے قبضے میں آگیا۔

مگر اے عزیز! ایک مدت تک پڑھا کیا لیکن کسی قسم کا قلبی بصیرت میں اضافہ نہ پایا۔ خوش قسمتی سے حج و زیارت کو گیا۔ مکہ معظمہ میں ایک دن "فتوحات مکیہ" پڑھ رہا تھا۔ اس میں اس حوقلے کے معنی و مطلب کی تفصیل تھی، وہ میرے دل و دماغ میں اتر گئی۔ پھر جب میں طواف کعبہ کو گیا اور عین طواف میں یہ حوقلہ پڑھا تو نور بصیرت کا عجیب انکشاف ہوا، جب لاحول ولاقوۃ کہا تو تمامی قوتیں مٹ گئیں اور سب کو فانی پایا۔ پھر پایا تو یہ پایا کہ اصلی طاقت اور کمال قوت اسی ایک عظمت والے خدا کی ہے۔ پس اس مراقبے نے مجھے گم کر دیا اور یہ خیال ایسا محیط ہوا کہ کدھر جا رہا ہوں، کدھر گھومتا ہوں۔ اس کا کوئی ادراک اور شعور بھی نہ تھا۔ پھر دوسرے دن حضرت قبلہ عالم حاجی

امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا اور حضرت کو یہ قصہ کہہ سنایا۔
حضرت کو نہایت بشاشت ہوئی اور فرمایا الحمد للہ توحید نے قدم جمایا مبارک باد۔

حوقلے کے معانی و فضائل

ان تمام قصوں سے میرا مقصود یہ ہے کہ جو ھاؤ ذکر کرو وہ معانی اور مراقبے کے ساتھ۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ الخ کا ابتدائی مراقبہ جیسا کہ خود بعض حدیثوں میں آیا ہے یوں ہے کہ

لاحول عن معصية الله الا بعصمة الله ولا قوة على طاعة
الله الا بعون الله۔

خدا کی نافرمانی سے بچنا خدا ہی کی توفیق سے ممکن ہے اور خدا کی فرمانبرداری
خدا کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

اس صورت میں حول کے لغوی معنی " بازگشت اور بچاؤ " کے ہوئے یعنی کوئی گناہوں سے بچ نہیں سکتا مگر اللہ تعالیٰ کے بچاؤ سے۔ اور کوئی عبادت پر قادر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔

اور انتہائی مراقبہ یہ ہے کہ تمام طاقتوں کو اور قوتوں کو فانی اور مٹا ہوا پائے اور بجز ایک پر زور طاقت کے کسی طاقت کو ظاہر نہ پائے۔ اس صورت میں حول کے لغوی معنی " توانائی " کے ہوئے یعنی کسی قسم کی توانائی و طاقت کا وجود نہیں مگر جو ہے وہ اس عظمت والے خداوند تعالیٰ کی طاقت کا ظل و عکس ہے۔

اے عزیز! یہ حوقلہ خدا کی عجیب نعمت ہے اور برکت بالائے برکت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے من الباقیات الصالحات فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ:

قل لاحول ولا قوة الا بالله فانها كنز من كنوز الجنة

" لاحول ولا قوۃ الا باللہ " کے قائل ہو جاؤ۔ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

اور بعض روایتوں میں آیا ہے:

باب من ابواب الجنة — یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک

دروازہ ہے۔
اور بعض روایتوں میں آیا ہے:

غواس الجنۃ — یہ جنّت کی جڑ ہے۔

اور یوں بھی آیا ہے کہ ننانوے فی صدی بیماریاں جن میں کم درجہ غم والم ہے یہ حوقلہ سب کی دوا ہے۔ پس اس کے معانی ومطالب کا خیال کرکے پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے اور تم کو نور بنائے۔

---

(۱۴۳)

نور دل من میاں یعقوب وفاکم اللہ الی مدارج الکمال از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیۂ سلام مسنون پذیرا فرمایند۔ اما بعد الحمد للہ کہ قلیت کلام سے تم نے فائدہ اٹھایا۔ اور اجمیر شریف کی ہم سفری نے تمہیں بہت کچھ نورانی بنا دیا۔

ترکِ عادت

مگر اے عزیز! ریاضات کو تھوڑا تھوڑا بڑھاتے رہو اور بہترین ریاضت ترکِ عادت ہے۔ پس تم مجھ خیزی چھوڑو اور عزلت کو زیادہ پسند کرو۔ مجھے اور کثرت ملاقات سے کچھ فائدہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

لقاء الناس لیس یفید شیئاً — سوی الھذیان من قیل وقال
فاقلل من لقاء الناس الا — لاخذ العلم او اصلاح حال

لوگوں سے ملنا جلنا بجز قیل وقال کی بکواس کے اور کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ لہٰذا لوگوں سے کم ملا کرو۔ ہاں صرف علم حاصل کرنے یا اپنی حالت درست کرنے کے لیے ملا کرو۔

ماہ مبارک رمضان آگیا اس میں معمورئ اوقات کا بہت خیال رکھو۔ اشراق سے بارہ بجے تک چین سے سوتے رہو، اس لیے کہ اسکول بند ہے۔ بارہ بجے سے تلاوتِ قرآن

نماز عصر تک، بعد از نماز عصر درود شریف مراقبے کے ساتھ۔ میں دلائل الخیرات تمام پڑھتا ہوں۔ تم بھی پڑھا کرو۔ بعد ختم افطار تک حضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی طرف متوجہ رہو بلکہ مراقبے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افطار کے ساتھ تم بھی افطار کرو جب غفلت آئے تین بار استغفار کرکے صلاۃ وسلام عرض کرو۔ اور پھر متوجہ ہو جاؤ ؎

ایھا الغائب عنی اننی ٭ علم اللہ لمشتاق الیک

فاذا ھبت نسیم طیب ٭ آنا ذالک الوقت سلمت علیک

اے وہ جو مجھ سے دور اور غائب ہے خدا جانتا ہے کہ میں تیرا مشتاق ہوں۔

جب خوشگوار نسیم چلتی ہے تو میں اسی وقت تیری طرف اپنا سلام بھیج دیتا ہوں۔

یہ غائب وائب کہاں، چشم بصیرت ہردم انھیں دیکھتی ہے ؎

یا سیدی ان غبتم عن ناظری ٭ فعن الفواد وخاطری ما غبتم

اے آقا اگر تم میری نظروں سے غائب ہوتے ہو تو میرے دل سے تو غائب نہیں ہوتے۔

بعد نماز مغرب "کُلُوْا وَاشْرَبُوْا" کھانا کھاؤ جائے پیو۔ تھوڑی دیر استراحت کرو۔ نماز عشاء و تراویح کے بعد دن کے بقیہ وظائف کو ختم کرو۔ پھر دل چاہے تو استراحت کرو۔ سحری کے بعد تہجد و تلاوت قرآن میں مصروف ہو جاؤ۔ اوّل صبح سے پھر شغل درود میں مصروف ہو جاؤ۔ سنّت فجر کے بعد اکتالیس بار سورۂ فاتحہ بقاعدۂ معلومہ پڑھا کرو۔ بعد نماز صبح اشراق تک حسب معمول سورۂ مریم و سورۂ یٰسین و حزب البحر۔ اس کے بعد سو جاؤ، درودی خیال کے ساتھ، یعنی جمالِ محمدی پیش نظر رہے۔ والسلام۔

([illegible])

نور چشم من میاں یعقوب! اللہ تعالیٰ تمھاری عرفانی آنکھوں کو روشن کرے۔ بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ تمھارا خط ملا۔ اللہ تعالیٰ تم کو بہرحال خوش رکھے۔

سالک کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں

اے عزیز! عرفانی مواجید و کیفیات یکساں نہیں رہتے۔ ذوق و شوق بہت نیچے کی باتیں ہیں۔ سالک جب آگے چلتا ہے تو یہ ذوق و شوق گم ہو جاتا ہے۔ پس فقدان لذت سے گھبراتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ہم پیچھے ہٹ گئے حالانکہ وہ آگے بڑھ رہا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کثرت ذوق سے ایک حالت بسیط پیدا ہو جاتی ہے اور سالک ذوق میں ہوتا ہے مگر بوجہ مساوات حالت اس کو وہ ذوق نہیں سمجھتا اور کبھی انقباضی حالت بھی طاری ہو جاتی ہے جس سے وہ شکستہ دل ہو جاتا ہے مگر کچھ دیر کے بعد وہ شکستگیٔ قلب عجیب رنگ پیدا کرتی ہے کہ بے شمار فیوض کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

الغرض اے عزیز! کسی حالت میں مایوس نہ ہونا چاہیے اور اس کی قدرت و تجلیات کے تماشے دیکھنا چاہیے۔ ہر چیز کا تماشا ہے مگر اپنے آپ سے جو تماشا نکلے وہ مزے دار تماشا ہے ؎

یوں تو ہم کچھ نہ تھے پر مثل انار و مہتاب
آگ جب ہم میں لگائی تو تماشا نکلا

یہ آگ وہی آتش عشق ہے اور آگ لگانے والا وہی مرشد برحق ہے ؎

آتش عشق است کاندر نے فتاد
جوشش عشق است کاندر مے فتاد

یہ وہ سوختگی ہے جس میں تازہ زندگی اور ابدی حیات ہے اور یہ وہ آگ ہے جس میں حضرت جنیدؒ و شبلیؒ کو دے اور اپنے کو جلایا اور ہمیں بھی جلنے کا انداز بتایا اور یوں کہہ گئے ؎

سوختم خود را و طرز سوختن
شمع را پروانہ را آموختم

اللھم احرق قلبی بنار عشقک و شوقک و محبتک و تب علینا انک انت التواب الرحیم۔

اے اللہ! میرے دل کو اپنے عشق، شوق اور محبت کی آگ سے سوزاں رکھ اور ہماری توبہ قبول فرما۔ تو بڑا توبہ قبول کرنے والا رحمت والا ہے۔

جناب مولانا صوفی وصی الدین صاحب و حکیم عبدالمغنی صاحب و نورچشم ایوب و نصیر سلمہ اللہ تعالیٰ سلام و دعا خواہند۔ رویت ہلال رمضان و عیدین کے متعلق ایک رسالہ تیار ہو رہا ہے۔ عنقریب ارسال ہوگا۔ تم لوگوں نے شہادت رویت پر عید کی۔ یہ بہتر کیا۔ مجرد اخبار اس میں کافی نہیں اور تار برقی کے متعلق میں ابھی تک مشکوک ہوں اور اس کو شہادت نہیں سمجھتا۔

---

(۴)

مخلص عزیز! سلمکم اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمھاری بہن مرحومہ کے انتقال کا بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کو غریق رحمت کرے۔ اور تم لوگوں کو صبر و استقلال عطا فرمائے۔ اے عزیز! کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (روئے زمین پر جو کچھ ہے فانی ہے)، کو ہمیشہ پیش نظر رکھو اور ایسے واقعات کو اعجوبہ اور خلاف امید نہ سمجھا کرو۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے)۔

ماہ مبارک رمضان آگیا۔ تم اپنے معمولات میں مصروف رہو۔ الاستقامۃ فوق الکرامۃ (استقامت کا مرتبہ کرامت سے بلند تر ہے۔)

اے عزیز! تمھارے جذبات کا اقتضا یہی ہے کہ میں جلد جلد لکھتا رہا کروں مگر قلت فرصت اور ضعف پیری میرا قدم تھام لیتا ہے۔ مگر بُعد کو بُعد نہ سمجھو۔ تم عزیزان لکھنؤ ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے ہو۔ اور اگر سمجھو تو میں بھی تمھارے سامنے ہوں ؎

تم ہو میرے سامنے اور میں تمھارے سامنے

پیر کی حقیقت رومی کی زبان سے

مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

چوں بداوی دست خود در دست پیر | پیر حکمت کہ علیم است و خبیر
کو نبی وقت خویش است اے مرید | تا از و نور نبی آید پدید
پیر باشد نردبان آسمان | تیر پراں از کہ گردد؟ از کماں
دست پیر از غائباں کوتاہ نیست | دست او جز قبضۂ اللہ نیست
چوں کہ دست خود بدست او دہی | پس ز دست آکلاں بیروں جہی
دست تو از اہل آں بیعت شود | کہ یدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ بود
دست را مسپار جز در دست پیر | حق شد است آں دست او را دستگیر

اے عزیزا! اگر کوئی پیر ناقص بھی ہے جب بھی وہ واسطۂ محض ہوتا ہے۔ اگر عقیدت ہے تو اس پیر کا پیر۔ پھر اس کا پیر۔ یہاں تک کہ سرور کائنات خلاصۂ موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلعم جو اصلی پیر ہیں ان کا فیض آئے گا۔ اور کیوں نہ آئے گا؟ ان کی بعثت عامہ ہے۔ کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ اور وہ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ پھر ہم ان کی رحمت سے کیوں محروم رہیں گے۔ ہم ان کی سرکار میں روئیں گے۔ فریاد و فغاں کریں گے اور عرض کریں گے۔

از سر اکرام از بہر خدا | پیش ازیں ما را مدار از خود جدا
ما بگفتار خوشت خو کردہ ایم | ماز شیر حکمت تو خوردہ ایم
ما چوں طفلانیم ما را دایہ تو | بر سر ما گستراں آں سایہ تو
ایکہ چوں تو در زمانہ نیست کس | اللہ اللہ خلق را فریاد رس
داد دہ ما را کہ بس زاریم ما | بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
داد دہ ما را ازیں غم کن جدا | دست گیر اے دست تو دست خدا

مثنوی کے اشعار مختلف جگہ سے التقاط کیے گئے ہیں۔ اب ان پر خوب غور و فکر کرو۔

لہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔
لہ تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر ہیں

اور بالخصوص ماہ مبارک رمضان میں بعد نماز عصر حضور صلعم کی طرف توجہ تام رکھو اور اصل شیخ و مرشد و پیر و ہادی و رہنما انھیں کو سمجھو دگر ہیچ ؎

عشق بازان جہاں محرم رازے ارند نقر را محرم اسرار محمدؐ باشد

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ وخیار امتہ وبارک وسلم بعدد کل معلوم لک ۰

اے اللہ! ہمارے سردار اور ہمارے مولا محمدؐ پر ان کی آل اور اصحاب پر، اور ان کی امت کے بہتر لوگوں پر اپنی معلومات کی تعداد کے برابر، صلوٰۃ بھیج۔

نورچشم وصی الدین و عبدالغنی کو خط لکھا گیا ہے اس خط کو بھی پڑھ لیجیو۔

---

(۵)

نورچشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ بحمداللہ تم دو بار اس ماہ مبارک میں شرف زیارت حضرت سیدالانام علیہ السلام سے مشرف ہوئے۔ یہ دلائل الخیرات کے ورد کا ثمرہ ہے اور درود و شغل درود کا نتیجہ ہے اور جس قدر مراقبات درودیہ میں مستغرق رہوگے۔ جمال اور اس کے دیدار کا انکشاف زیادہ ہوگا نباتِ مصری جو تم نے پائی اور مکرر پائی اور اسے کھا لیا جس کا مزہ اب تک یاد ہے یہ سب فیوض محمدیہ ہیں جو مختلف آستانوں سے تم کو ملے ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ احلی الکلام یعنی نہایت ہی شیریں گفتار تھے ؎

سخن لطیف سعدی نہ سخن کہ قند مصری
خجل است ازیں حلاوت کہ تو در کلام داری

آپ کا نام نامی بھی ایسا شیریں ہے کہ جب زبان پر آیا لب سے لب چپک گیا اور صلی اللہ علیہ وسلم ؎

بس ایں دلیل حلاوت باسم پاک رسول
کہ لب بہ لفظ محمدؐ دو بار می چسپد

اور ان پر یہ درود شریف قند مکرر ہے جس کی حلاوت سے زبان و دل و روح سبھی تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ پس اسے فرزند! تم درودی ہو تو مصری کی ڈلی پا جانا اپنی نعمت کا پانا ہے سو لیس العجب اور نہ پانا سخت محرومی تھی۔ اور اعجب عجاب۔ اعاذنا اللہ من الحرمان۔

تلخ آں کام و دہاں باد کہ او شیریں نشد
از نبات نام و از قند درود مصطفیٰؐ

اور اپنے اہل خانہ کی صحت کے لیے درود ہی سے استعانت چاہو۔ اور ایک ختم دلائل الخیرات یک زانو بہ نیت صحت پڑھ کر دو رکعت نفل ہدیۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادا کر کے سر بسجدہ بالحاح و زاری سرکار خداوندی میں ایک سو ایک بار یا حی یا قیوم برحمتک استغیث عرض کرو۔ پھر سر اٹھا کر تین بار درود شریف پڑھو۔ والسلام

---

(۱۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

درودِ خاص

شب دوشنبہ و شب جمعہ کا درود خاص جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونے کے لیے پڑھا جاتا ہے، ہمارے اس خاندان میں اس کی اجازت حضرت شاہ محمد فاضل نقشبندی مجددی ساکن موضع رہی سے پہنچی ہے مگر ملفوظات حضرات چشتیہ سے معلوم ہوا کہ یہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ سے منقول ہے اور چشتیہ اس کے مداوم رہا کیے ہیں۔ خاص کر عبداللہ ابن مسعود سے اس عمل میں توجیہ کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موصوف خادم خاص اور یاران با اختصاصِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت

کی چیزیں آپ ہی کے پاس رہتی تھیں اور جب حضورؐ پاپوش اتارتے تھے، عبداللہ ابن مسعود اسے اٹھاکر اپنے پیراہن کے گریبان میں رکھتے اور جب حضور باہر جانے کا قصد فرماتے تو یہ نعلین مبارک سامنے رکھ دیتے اسی لیے دیگر صحابہؓ ان کو "صاحب النعلین والطہور والوسادۃ" کہا کرتے تھے اور "صاحب الاسرار" بھی ان کا لقب ہے۔ یہ تمام باتیں صحاح و سنن میں منقول ہیں۔ بس اب تم سمجھو کہ خادم کے ذریعے مخدوم تک رسائی ہوتی ہے۔ اس لیے خاص کر ان کا فاتحہ پڑھا جاتا ہے۔ والسلام

---

(۷)

نورِ چشم من نور اللہ قلبکم! وعلیکم السلام۔

یہ تمہارا[1] خواب بہتر خواب ہے — درحقیقت یہ دُرِ نایاب ہے

گرچہ بے پایاں ہے یہ دریائے عشق — ہاں تمہارے واسطے پایاب ہے

جلوۂ محبوبِ پاک، نورِ ذات — رشکِ نورِ مہرِ عالمتاب ہے

ان کے آنے پر میاں یعقوب کیوں — تم کو حیرت اور استعجاب ہے

نورِ عینِ رحمۃٌ للعالمین — وہ حبیب سید الاقطاب ہے

طرّۂ دستارِ اربابِ کمال — زینتِ بزمِ اولی الالباب ہے

ہمت بلند دار کہ وا از کرد گار
برہمت بلند کند فضل خود نثار

---

[1] انھوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت محبوب الٰہی ان کے گھر تشریف لائے ہیں۔

(۸)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ[1]! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ الحمد للہ تم رفتہ رفتہ ترقی کرتے جاتے ہو، اور تدریجی کام بہت ہی معقول ہوتا ہے پس مولا کا شکر کرو اور آگے بڑھنے کے مترقب رہو اور اس مقام تک پہنچ جاؤ کہ برملا بول اٹھو ؎

فریدم فرد بنشستم کہ در خود
ز فردیت بے انوار دیدم

حزب البحر کی زکوٰۃ و نصاب مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ وہاں کی رداءت آب و ہوا کو دور کرے اور تم لوگوں کو محفوظ رکھے۔ نورچشم حکیم عبدالمغنی کی علالت کا مجھے بہت تعلق رہا۔ الحمد للہ کہ آج ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط پایا اور تھوڑا رفع تعلق ہوا۔

امداد مظلومین کی فکر

مجھے آج کل باوجود اس کے کہ طبیعت زیادہ خراب رہتی ہے اور بوجہ خیال استغراق، غذا بہت ہی کم ہو گئی ہے مگر مظلومانِ ضلع آرہ، پٹنہ و گیا کے دکھوں کا بہت خیال ہے۔ اب تک بارہ سو روپے کا سامانِ سرمائی تقسیم کرا چکا ہوں، اور میاں ایوب ابھی اسی طرف ہیں۔ اور آج کانپور سے چھ سات سو روپے کا اور بھی سامان آیا ہے جو دوشنبے کے دن روانہ اُدوں ضلع گیا ہوگا۔

مدراس سے ایک سیٹھ نے مبلغ ایک ہزار روپیہ اسی کام کے لیے میرے پاس بھیج دیا ہے اور اپنے نام کے اظہار سے منع کیا ہے۔ پھلواری اور اطراف سے دوبارہ مبلغ دو سو روپیہ کا چندہ ہوا ہے۔ اس کے بھی کمبل خرید لے گئے۔ غرض یہی شغل رہتا ہے اور میں سعدی رح کے اس شعر سے لذت حاصل کرتا رہتا ہوں ؎

طریقت بہ از خدمت خلق نیست　　بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

---

[1] ۱۹۱۷ء کے ہنگامہ شاہ آباد کے زمانے کا یہ خط ہے۔ یہ فسادات بسلسلۂ ذبیحہ بقر ہوئے تھے۔

میرے سب عزیزوں کو دعا کہو۔ حسین میاں ابھی لکھمنیا سے نہیں آئے ہیں۔ مگر خدا کے فضل سے اچھے ہیں۔ جعفر بیمار ہے اور حلق میں حرج ہے۔ ڈاکٹروں کی رائے آپریشن کرنے کی ہے اور پھر بھی خطرناک بتاتے ہیں مگر وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ وَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ خط برابر لکھا کرو۔

---

(۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ تمہارے خطوط ملے بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ حدیث مسؤلہ سنن ابی داؤد میں ہے۔ اس فقیر کے خیال میں بھی بہ نظر صحت و تبدیل آب و ہوا یا کسی دوسری غرض سے باغات وغیرہ میں منتقل ہونا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا۔ فرار ضرور منع ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

یہاں بھی فی الجملہ روائت آب و ہوا ہے مگر ذکر رسول و سامانِ زیارت وعُرس سب ہو رہا ہے۔ تم اور حکیم مغنی ایک ہی دن کے لیے سہی مگر ضرور آجاؤ۔ ۱۰۔ ۱۱۔ تاریخ کو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان پر ہمیشہ بھروسہ کرو۔ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔

مولانا وصی کا خط گڑگری سے آیا تھا۔ جواب دے دیا گیا۔ مولوی شریف اعظم جب وہاں پورنیہ سے واپس آئیں تو فی الفور یہاں بھیج دو۔ الحمد للہ شب کو مجلس خیر برابر منعقد ہوتی ہے۔ جعفر، گلو، حسین میاں و سربرہنہ شاہ سب تم کو سلام و دعا کہتے ہیں۔ سب عزیزوں کو سلام و دعا کہو۔

---

(۱۰)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی وَصَامَ وَقَعَدَ وَقَامَ

اے اللہ! ہمارے سردار محمد اور ان کی آل پر روزہ رکھنے والوں اور قعود و قیام کرنے والوں کی تعداد کے برابر صلوٰۃ بھیج۔

نورِ چشمِ من! وعلیکم السلام۔ جس دعا کو تم نے دریافت کیا ہے وہ حصن حصین میں مجھے نہ ملی مگر اوراد مشائخ میں میں نے اسے پڑھا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی محقق ہیں۔ انھوں نے صحاح وسنن متداولہ کے ماورا رکسی کتاب میں اس کی سند پائی ہوگی۔ اگر ان پر اعتماد کرکے تم پڑھا کرو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ سربرہنہ شاہ مع روغن زرد مع انجیر یہاں پہنچ گئے۔ تم لوگوں کی کیفیت مجمع مسجد و اعتکاف معلوم کرکے دل بہت خوش ہوا۔

صائم کو کیا ہونا چاہیے

نورِ چشم صوفی وصی الدین مولوی جو کثرتِ تلاوتِ قرآنِ پاک اس ماہ مبارک میں کرتے ہیں اس سے دل بہت خوش ہے۔ اے عزیز! ماہ رمضان مبارک کو قرآن پاک کے ساتھ خاص مناسبت ہے اس کی شان میں "اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ" وارد ہے۔ اور صوم کا نتیجہ فرمایا گیا "لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" صوم کے ذریعے سے مومن جماعت متقین میں داخل ہوتا ہے اور متقین کی ہدایت قرآن سے ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ یہ ہدایت ہے اہلِ تقویٰ کے لیے)

پس صائمین کو قرآن سے کبھی بے پروائی نہیں ہو سکتی۔ اس بات پر خوب غور کرو "اَلصَّوْمُ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ الصَّوْمِ" (روزہ قرآن کے ساتھ اور قرآن روزے کے ساتھ ہے)

اے عزیزو! صائمین کو متقین ہونا چاہیے اور متقین کا اعلیٰ درجہ محسنین ہوتا ہے اور احسان کے معنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (اللہ کی عبادت یوں کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ تصور ممکن نہ ہو تو یہی تصور باندھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے)۔

پس صاحب صوم کو صاحب خلوص و اہل بصیرت بھی ہونا چاہیے اور شب بیداری و دعائے سحری میں توبہ و استغفار اور پھر صاحب ایثار نفس و اہل جود و کرم بھی ہونا چاہیے۔ سورۂ ذاریات کی ان آیتوں پر غور کرو:

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ ط اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُحْسِنِیْنَ ۝ کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝

اہل تقویٰ باغوں اور چشموں میں ہوں گے جو کچھ ان کا رب انھیں دے گا وہ لے لیں گے۔ وہ اس سے پہلے نیکو کار تھے۔ راتوں کو بہت کم آرام کرتے تھے سحر کے وقت استغفار کرتے تھے۔ اور ان کی دولت میں سوال کرنے والے اور سوال نہ کرنے والے محتاجوں کا حق بھی تھا جو وہ ادا کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو ایسا ہی بنائے۔ مولوی وصی سے کہو کہ ان آیتوں پر خوب غور کریں اور ترجمہ و تفسیر سے اس کی تفصیل تم کو اور حکیم مغنی وغیرہ کو بتلائیں۔ اس فقیر رو سیاہ کے سب لیے ملحی [illegible] دعائے خیر سے دریغ نہ کرو۔ حکیم عبدالمغنی و قاضی نصیر سلام و دعا خوانند۔

عزیزان لکھنیہ

عزیزانم سلمکم اللہ تعالیٰ! السلام علیکم۔

مختلف صلاحیت والوں کے لیے مختلف وظائف

الحمدللہ صحیح ہوں۔ ہاں ضعیف و ناتواں ہوں۔ مگر قرآن و درود نے اپنے آپ میں محو کر لیا ہے۔ ہر دم قرآن سننے اور پڑھنے کو دل چاہتا ہے ؎

مخدرات سراپردۂ ہائے قرآنی
چہ دلبرند کہ دل می برند پنہانی

خط و کتابت کی طرف دل مائل نہیں ہے اس لیے جواب عرائض کے لیے تقاضا نہ کرو۔ تم لوگوں کے لیے قرآنی تحفہ یہ ہے:

عزیزم یعقوب۔ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ (جیسا حکم دیا گیا ہے اُسی کے مطابق ڈٹے رہو)۔
دلائل الخیرات کے متعلق جو میاں شریف نے کہا اس پر عمل کرو۔

عزیزم حکیم عبدالمغنی۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ (یہ وہ لوگ ہیں جن کو ذکر الٰہی سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت)

عزیزم شریف اعظم۔ مَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا جو تقویٰ اللہ اختیار کرے گا اس کے لیے وہ کوئی نہ کوئی سبیل پیدا کر دے گا اور اُسے ایسے راستے سے روزی دے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ اللہ اپنی بات پوری

کر ہی لیتا ہے۔ اللہ نے ہر شے کے لیے ایک خاص اندازہ مقرر فرما دیا ہے)۔

صوفی وصی الدین۔ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ٥ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ (جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت کا مزہ چکھا کر پھر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ مایوس اور ناشکرا بن جاتا ہے اور نقصان کے پہنچنے کے بعد اسے کسی نعمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ اب پریشانیاں دور ہو گئیں۔ پھر وہ اکڑتا ہے، اتراتا ہے۔ اس انداز زیست سے مستثنیٰ ہیں وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں۔ ان کے لیے مغفرت بھی ہے اور بڑا اجر بھی)۔

ہر شخص کے نام پر جو آیت ہے اس پر غور کرے اور عبرت پکڑے۔ والسلام

---

(۳)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ دراصل اس راہ میں قلب سلیم کی ضرورت ہے اور قلب سلیم میں سلامت روی اور طمانیت بغیر ذکر الٰہی کے پیدا نہیں ہو سکتی

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ٥

ذکر الٰہی کا مطلب

مگر ذکر کے معنی یہ ہیں کہ آگاہی قلب بھی اس کے ساتھ ہو۔ پس اے عزیز! مجرد ذکر لسانی اور کثرت درود خوانی پر غرہ نہ ہونا چاہیے بلکہ حلقۂ ذکر کی کیفیات کو دل میں اتار لاؤ اور جوارح کو اس کا مغلوب نہ کرو۔ وجد و حال و قال چیزے نیست اصل طمانیت قلبی ہے فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِ (اللہ نے ان پر سکینت نازل فرمائی) حضرت رومیؒ فرماتے ہیں سہ

مشک را بر تن مزن بر دل بمال

مشک چہ بود؟ نام پاک ذوالجلال

استقلال سے کام لو

بعض عزیزوں کو شکایت ہے کہ ایک مدت تک درود و شغل درود میں مصروف رہے مگر ہنوز انکشاف نہ ہوا اور منزل مقصود کی جھلک نہیں دکھائی پڑی۔ میں ان کو بجز اس کے کیا جواب دوں کہ صبر و استقلال سے کام لو اور ہمت نہ ہارو۔ مولوی رومیؒ کیا خوب فرماتے ہیں ؎

توبہر جائے کہ باشی می طلب   آب می جو دائماً اے خشک لب
گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے   عاقبت زاں در بروں آرد سرے
چوں نشینی بر سر کوئے کسے   عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
سایۂ حق بر سرِ بندہ بود   عاقبت جوئندہ یابندہ بود

پس اے عزیزو! درِ محمدی کھڑکھڑاتے رہو۔ اور اس آستانہ فیض کا شانہ پر سر پڑا کرو۔ وہ رحمۃ اللعلمین اور رؤف و رحیم ہیں۔ پس ایک نہ ایک دن رحمت و رافت اپنے جذبات دکھائے گی اور تم منزلِ مقصود کو پہنچو گے۔ تم یوں کہتے رہو ؎

دیدۂ یک عالمے روشن شد از انوارِ تو
چشمِ من سویت بامیدِ تو نگراں تابکے

درودِ خمسہ

ہاں ایک بات اور یاد آئی۔ میں نے جب تمہیں اپنا وظیفہ بتایا تھا تو اس میں "درودِ خمسہ" بھی تھا۔ تم نے اس کے متعلق پوچھا تھا کہ یہ کس کا تالیف کردہ ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ابو عبد اللہ مطوعی سے روایت ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور استفسار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا۔ بخش دیا۔ پوچھا کس عمل کی بدولت؟ فرمایا۔ ان پانچ درودوں کی بدولت جو حضور صلعم پر بھیجا کرتا تھا وہ یہ ہیں:

(۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ۔

اے اللہ! محمدؐ پر صلوٰۃ بھیجنے والوں کی تعداد کے برابر صلوٰۃ بھیج۔

(۲) وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ۔

اور محمدؐ پر صلوٰۃ نہ بھیجنے والوں کی تعداد کے برابر صلوٰۃ بھیج۔

(۳) وصلِّ علیٰ محمدٍ کما تحب وترضیٰ ان یصلّی علیہ۔

اور محمدؐ پر ایسی صلوٰۃ بھیج جیسی صلوٰۃ بھیجی جانی تجھے محبوب و پسند ہے۔

(۴) وصلِّ علیٰ محمدٍ کما امرتنا بالصلوٰۃ علیہ۔

اور محمدؐ پر ایسی صلوٰۃ بھیج جیسی صلوٰۃ بھیجنے کا تونے ہمیں حکم دیا ہے۔

(۵) وصلِّ علیٰ محمدٍ کما ینبغی الصلوٰۃ علیہ۔

اور محمدؐ پر ایسی صلوٰۃ بھیج جیسی صلوٰۃ ان پر بھیجنی چاہیے۔

میں نے یہ واقعہ شرح برزخ سے نقل کیا ہے اور دیگر کتب میں بھی ہے۔ الفاظ میں اختلاف بھی ہے مگر معنی ایک ہیں۔

---

(۴۰)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ حسین میاں سلمہ اللہ تعالیٰ باہر گئے ہوئے ہیں اس لیے جواب خطوط میں دیر ہوئی ہے۔ معاف کرو۔

اعمال و وظائف میں زیادہ کرید نہ کرو

"تکبیر عاشقاں اور دعائے "یا ادیب دخلت دخلی" دونوں کی اجازت ہے۔ جس طرح سے دلی جذبات ہوں پڑھو۔ موقع و محل سے کمی بیشی بھی کر سکتے ہو۔ یعنی عدد میں نہ کہ الفاظ میں۔ اعمال میں زیادہ کرید کرنا نہ چاہیے "یسروا ولا تعسروا" آسانی پیدا کرو۔ دشواری نہ پیدا کرو" کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ اللہ تعالیٰ تم کو طمانیت قلبی عطا فرمائے۔ عزیزم شریف اعظم کا کارڈ آیا ہے خیریت معلوم ہوئی۔ سلام و دعا کہو۔ نور محمد سیٹھ بلگام کا انتقال ہو گیا۔ ولی محمدؐ کا تار آیا تھا۔ ان کے لیے عبادت و دعائے مغفرت کریں۔

اجمیر شریف کے سفر کے متعلق ابھی تک میرا کوئی پروگرام مرتب نہیں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ نِعْمَ الْمَوْلیٰ وَنِعْمَ النَّصِیْر۔

---

(۵)

مخلص عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ مجھے ضعف اب تک ہے کل میں جھنگ میں گیا تھا۔ آتے جاتے میں بہت تکان معلوم ہوئی اس بارے میں اپنے آسنے کے متعلق کیونکر لکھوں۔ مگر بظاہر دور ہوں اور بہ باطن وہیں حاضر ہوں۔ تدبیر عمل "تکبیر عاشقاں" میں تم نے میری پوری نیابت کی ہے "جزاکم اللہ" میں بھی وہاں آتا تو یہی کرتا۔

ردِّ سحر وغیرہ کے لیے دعائے تکبیر عاشقاں

اے عزیز! ردِّ سحر و اثر دعائے بد و اختلاج و جنون و مالیخولیا کے لیے میں نے تکبیر عاشقاں سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں پایا اور چالیس دن تک برابر ہونا چاہیے۔ والسلام۔

---

(۶)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ نورِ چشم مولوی وصی الدین کی بیماری کی خبر سنے مجھے سخت دردمند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و شفا دے۔ حسین میاں گوگری جائیں گے وہاں سے ان کی عیادت کو پہنچ جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تکبیر عاشقاں شفائے مریض کے لیے

تم از راہ مہربانی دعائے تکبیر عاشقاں قبل از طلوع آفتاب تین بار پڑھ کر پانی پر دم کر دو۔ اور ان کو تین گھونٹ پلاؤ۔ اور پھر اپنی انگلیوں کو اس پانی میں تر کر کے پیشانی کی طرف تین بار ان کے سر کے بالوں کا مسح کرو۔ اور طبی قاعدے سے خمیرہ گاؤ زبان عنبری ان کو کھلانا چاہیے۔ باقی "اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ" مہربانی کر کے ہر دوسرے تیسرے دن ایک کارڈ بھیج دیا کرو۔ اور ان کے گھر کو تسلی دو کہ اللہ پر بھروسہ کرو۔

---

(۷)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ

روزہ اخلاط ردّیہ کے لیے مسہل ہے

یہ ماہ مبارک رمضان ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہو۔ اور شب کو دعا سے زیادہ کام لو۔ اس ماہ میں قبولیتِ دعا کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے۔ پس اے عزیز! فَادْعُوْا دُعَائَکُمْ ۔ مسہل کے بعد اخلاط ردّیہ جسم سے نکل جاتے ہیں، تو خون صالح پیدا ہوتا ہے اور ضعف طاقت سے بدل جاتا ہے اور مریض صحیح ہو کر بالکل اپنی اصلی حالت پر ہو جاتا ہے۔

پس روزہ بھی اخلاط گناہ کا مسہل ہے۔ بعد اتمام روزہ مومن میں ایک نئی تبدیلی ہونی چاہیے اور پاک روحانیت رگ ریشے میں سمانی چاہیے ورنہ سمجھو کہ روزے کا اثر نہیں ہوا اس لیے بکثرت یہ دعا کرو:

"اللھم اجعلنا من عتقاء شھر رمضان"

اے اللہ! ہمیں بھی ان لوگوں میں بنا جو ماہ رمضان میں شیطانی پھندوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

جن لوگوں کے اخلاقی حالات خراب ہیں ان کو بعد رمضان غور کرنا چاہیے کہ وہ حالات ان کے بدلے یا نہیں؟ اگر خدانخواستہ نہ بدلے تو "لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" سے انھوں نے فائدہ نہ اٹھایا اور فقط بھوک پیاس کی مصیبت ان کو نصیب ہوئی۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

مساجد کے کاموں کا نہایت ہی ہجوم ہے اس لیے مجبوراً میاں شریف اعظم کو بنگلور سے بلا بھیجا ہے۔ خدا کرے وہ جلد آجائیں تاکہ تھوڑی سی سبکدوشی ہو۔

سربرہنہ شاہ کو بلا کر کہو کہ وہ بہت جلد واپس ہوں۔ مساجد ضلع آرہ کے کاموں میں ان کی نہایت ہی ضرورت ہے۔ ۲۰ تاریخ تک وہ روانہ ہوں۔

میاں یعقوب سے کہو کہ ایک ختم دلائل رمضان میں روزانہ میرے حلقے کے معمولات سے ہے اس سے غافل نہ رہیں۔ اور سب عزیزوں کو سلام دعا کہو۔ فقط۔

(۸)

اللّٰھمّ صلِّ علیٰ محمد بعدد من صلّی وصام

نورِ چشم من تقبل اللہ صیامکم۔ بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ

فنا فی الرسول فنا فی اللہ ہے

ہمارے طریقے میں اصل و اصول فنا فی الرسول ہے اور اعلیٰ وظیفہ ورد و شغل درود ہے اور کمال مراقبۂ جمالِ محمدی میں محویت ہے۔ بالآخر یہی فنا فی الرسول فنا فی اللہ ہے۔ اور یہی مراقبۂ جمالِ محمدی مراقبۂ احدیت و وحدت ہے۔

محمدیت میں فنا ہونے کا انداز اور طریقہ

بس ہر وظیفہ و دعا میں ہماری نگاہ جمالِ محمدی پر ہونا چاہیے۔ سرکار خداوندی میں حضوری ہو تو وہ بھی نورِ محمدی کی مشعل سے اور بمعیت محمدیہ ہو۔ نماز پڑھو تو حضورؐ کے پیچھے پڑھو۔ اور حضورؐ ہی کو "امام الحق" مانو۔ حضورؐ ہی کی آوازِ تکبیر پر قیام و رکوع و سجود ہو۔ قعدے میں السلام علیک ایّھا النبیؐ میں گہری نظر حضورؐ کی طرف ہو۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد میں جمالِ محمدی پیشِ نظر ہو۔ کما صلیت علیٰ ابراھیمؑ میں حضرت ابراہیمؑ بھی اسی جمالِ محمدی میں نظر آئیں۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ میں پہلا سلام حضورؐ پر اور ملائکہ پر پھر دوسرا سلام پیرانِ طریقت و حاضرین جماعت پر اسی طرح اور اسی طرح۔ روزہ بھی رکھو تو حضورؐ کی بھوک پیاس میں فنا ہو جاؤ۔ اور افطار بھی کرو تو ان کے پس خوردہ سے۔ اور پانی بھی پیو تو حضورؐ ہی کے فضالۂ زمزم سے۔ اسی طرح تراویح و نمازِ تہجد و سحری میں اور اسی طرح استراحت و نوم و یقظہ میں جمالِ محمدی پیشِ نظر رہے بلکہ تہجد کے بعد اگر سو جاؤ تو قدمِ محمدی اپنے سر پر رکھ کر سو جاؤ اور حضورؐ کے زیرِ قدم آرام کرو۔

الغرض ہر مجور اور ہر ادا میں سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے حضورؐ ہی کی طرف نظرِ بصیرت رہے اے عزیز! رفتہ رفتہ تم کسی طور میں اپنے آپ کو نہ پاؤ گے۔ بس حضورؐ ہی حضورؐ ہوں گے۔ پھر ایک ہی ہستی تم کو مُدرک ہوگی۔ اس کو نورِ محمدی کہو گے۔ مگر وہ نورِ احدی ہے اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ پھر گفت و شنود بھی غائب۔ ہمارے طریقے کا یہ خلاصہ ہے۔

بیہودہ کس قدم نہ نہد در طریق ما
ما سالکانِ مسلک کوئے محمدیم

اے عزیز! ہمارے حلقے کے تمام عزیزان ماہ صیام میں بعد نماز عصر ختم ولائل تمام و کمال اور افطار تک حضوری خاص و دوام و آگاہی پر جو مداوم ہیں تم اس کی وجہ خوب سمجھ گئے ہو گئے کہ اصل مطلب حضوری اور قرب محمدی ہے۔ ز ہر چیزے بہ ہر چیزے ؎

جمالِ یار می بینم ز ہر سوئے بہ ہر کوئے
تماشائے رخش بینم بہر صورت بہر روئے

افطار کا لطیف نکتہ

اے عزیز! "چوں گوشِ روزہ دار بر اللہ اکبر است" بس ہر واقعہ و حکایت و قصہ و روایت سے ہمیں اپنی فنائیت کا سبق لینا چاہیے۔ ایک بزرگ نے کہا کہ حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رأیت رب العزۃ فی المنام علی صورۃ امی "

میں نے رب العزت کو اپنی ماں کی شکل میں دیکھا۔

ایک عارف محمدی نے کہا:

صدق غوثنا اللّٰھم صلّ علیٰ محمدن النبی الامّی

ہمارے غوث پاک نے صحیح کہا ہے۔ اے اللہ ہمارے نبی امی "پر صلوٰۃ بھیج۔
حضرت غوث نے حضرت رب العزت کو ہمارے "حضور نبی امی" کی صورت میں دیکھا اس لیے کہ حضورؐ نے فرمایا:

من رانی فقد رای الحقؐ

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

پس جمال الٰہی جمال محمدی میں دیکھا ؎

محمدؐ بشکل عرب آمدہ
بمعنی نگر عین رب آمدہ

اے عزیز! حضرت غوث الاعظم کے اس جملے کے بہتیرے محامل و توجیہات ہو سکتے ہیں مگر محمدی خالص مستغرق ضرور اپنے سلوک کے محمل پر اس کو محمول کرے گا۔ اس لیے کہ اس کے پاس دوسرا خیال ہی نہیں ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم

پس اے عزیز و! محمدی ہو جاؤ۔ وگر ہیچ۔ والسلام

از پھلواری شریف۔ ۱۲ ماہ مبارک

مولوی اسحٰق صاحب (چھوٹی بلیا)

عزیزم مولوی محمد اسحق سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ آپ کے پاس وقت بہت فاضل ہے مگر آپ اس کی قدر نہیں کرتے۔

وظائف ماثورہ کے رتبے اوراد مشائخ نہیں پاسکتے

تلاوت قرآن شریف اور درود شریف بہترین وظائف ہیں۔ مگر اسی پر قصر نہ کیجیے۔ بلکہ تہجد، اوابین و اشراق پر بھی دوام کیجیے۔ عصر کی سنت حتی المقدور ناغہ نہ کیجیے۔ صلوٰۃ الاوابین کے متعلق میں نے آپ سے مکرر کہا ہے اور سنن ترمذی میں اس نماز کی فضیلت بھی آپ نے پڑھی ہوگی۔ اب پھر کہتا ہوں کہ ہمارے حضرات مشائخ کرام برابر اس کی تاکید کرتے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ برابر مسترشدین کو اس مقدس نماز کے لیے وصیت فرماتے تھے۔ میں نے مانا کہ مغرب کے بعد اور بھی وظائف ہیں مگر یہ آٹھ رکعت نماز ان سے باز نہیں رکھ سکتی بلکہ ان وظائف کے انوار کو اور بھی زیادہ منجلی کر دے گی۔ اس لیے کہ وظائف و اوراد و نماز ہائے مسنونہ و ماثورہ کے انوار کو مشائخین کے مقرر کردہ وظائف کبھی نہیں پاسک

ماثورہ اور غیر ماثورہ کا فرق

سنو! ضلع ہردوئی کی ایک مسجد میں ادائے نماز مغرب کو میں گیا۔ مرحوم حسن میاں نے امام کی۔ نماز میں بہت ہی عمدہ کیفیت رہی۔ پھر دو رکعت سنت کے بعد ایک شخص نے حزب ا کا ورد شروع کیا اور ایک مقدس مولوی صاحب نے صلوٰۃ الاوابین شروع کی۔

اے عزیز! اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صلوٰۃ الاوّابین کے انوار تمام مسجد کو محیط ہیں۔ اور حزب البحر کے انوار بالکل اس میں ڈھک گئے۔ میں نے مرحوم حسن میاں سے کہا کہ دیکھو ماثورہ اور غیر ماثورہ کا یہ فرق ہے اور صلوٰۃ الاوّابین کی یہ برکت ہے۔ مرحوم اس زمانے سے صلوٰۃ الاوابین کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اور ادعیہ ماثورہ کے تو وہ عاشق تھے۔ دس برس تک وہ روزانہ حصن حصین پڑھا کیے۔ اور پھر اس کی دعائیں ان کے اوقات پر علٰحدہ پڑھا کرتے تھے۔ حصن حصین روزانہ تلاوت کرنے سے بھی انوار سنت و برکت کا حصول ہوتا ہے۔ مگر جس وقت کی دعائیں ہیں اس وقت ان کو پڑھنا نورٌ علیٰ نور اور اصل ثواب و موجب برکت ہے۔

حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن قدس سرہٗ بھی اس کی تاکید فرماتے تھے۔ اور اس فقیر کو حصن حصین کی اجازت اس جناب قدس سرہٗ سے بھی ہے۔ تم کو بھی میں اجازت دیتا ہوں برابر پڑھا کرو۔ والسلام۔

قاضی نصیرالدین صاحب (لکھنؤ)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے ؎

عمر من و ہوس جعد مشکبوئے رسول
دل من است و تمنا و آرزوئے رسول

مایوس نہ ہو

ہر مومن کے دل میں رسول صلعم کے دیدار کی تمنا ہونا چاہیے اور ہر مسلمان کے دل میں رسول صلعم کی محبت کا سودا ہونا چاہیے۔ خدا نخواستہ اگر نہ ہو تو اسلام کمزور اور ایمان ناقص ہے اور اے عزیز! تم تو درود کے شاغل ہو۔ ہر جلسے پر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ پر تمہارے دل میں تڑپ پیدا ہو گی کہ جن کا یہ مبارک نام ہے انہیں دیکھوں اور جلد دیکھوں۔ مگر اے عزیز! خدا کا فضل و کرم ہمارے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے۔ محض موہبت اور کرم ہی کرم ہے۔ جسے چاہے اور جس وقت چاہے اپنے کرم سے ممتاز کرے۔ پس صبر و استقلال سے کام لو۔ اور مایوسی کا لفظ بھی درمیان میں نہ آنے دو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار

مختلف ارشادی تجربات

میں نے ارشاد و مرشد کے درمیان عجیب عجیب کیفیتیں دیکھی ہیں۔ کسی کو ورد بتایا، جلد اس کا فائدہ اس کو مترتب ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوا۔ قلب میں سوز گداز پیدا ہوا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد یہ سب کیفیتیں غائب ہو گئیں۔ اور وہ بالکل کورا ہو گیا۔ اور بعضوں کو دیکھا کہ انھوں نے ذکر و شغل ورد سب کچھ کیا اور بہت کوششیں کیں مگر ان کی آنکھوں میں اور مراقبات میں جمالِ محمدی جم نہ سکا اور خواب میں بھی شرف زیارت سے محروم رہے۔ مگر ایک مدت کے بعد شکستگی قلب نے یہ رنگ دکھایا کہ مراقبہ جم گیا۔ اور خواب میں بارہا شرفِ لقا سے مشرف ہوئے۔ پھر بڑھے اور آگے بڑھے اور اس میں ان کو استقامت نصیب ہوئی اور بعضوں کو یوں بھی دیکھا کہ ابتدا ہی سے شرف زیارت سے مشرف ہوئے اور روز بروز ان کے ملاحظے کا انکشاف بڑھتا ہی گیا۔ اور آخر تک اس پر ثابت قدم رہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ یہ اللہ کا فضل ہے اور جسے چاہتا ہے یہ فضل بخشتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔ اب ان واقعات کے بعد میں صاف طرح سے یوں کہوں گا کہ تم عزیزان گھبراؤ نہیں۔ تمھیں سب کیفیتیں پیدا ہوں گی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ پائدار ہوں گی۔ شاید تم لوگوں کو خیال ہے کہ میری توجہات تمھاری طرف کم مبذول ہیں اور شاید یہی کم توجہی سنگ دراہ ہے مگر یہ محض ایک غلط فہمی ہے جو ناکامیابی کے وقت لوگوں کو ہوا کرتی ہے۔

شیخ صرف راہ بتاتا ہے

اے عزیزان! اگر تم لوگوں کو مجھ سے ربط مستحکم ہے تو پھر ربط قلب با شیخ کا فائدہ کیوں نہ پہنچے گا۔ مگر منزل مقصود پر پہنچا دینا شیخ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ اس مضبوط ہاتھ میں ہے جس کو يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ کہتے ہیں۔ ہاں تدبیریں بتانا اور رستے پر لگا دینا شیخ کامل کا کام ہے اس سے آگے محض موہبت اور فضل ہے۔ پس موہبت اور فضل کے منتظر رہو۔

ایک قصہ سنو!

ابراہیم رشیدی

مکۂ معظمہ میں حضرت ابراہیم رشیدی ایک صاحب حضوری اویسی بزرگ تھے۔ تیسرے دن وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف کرادیتے تھے۔ بڑے شیخ کامل مکمل تھے۔ میں نے ان کا زمانہ پایا مگر سعادت قدم بوسی سے محروم رہا ہوں۔ البتہ ان کے حلقے کے لوگوں سے میں نے استفادہ کیا ہے۔

الغرض ان بزرگ کی خدمت میں ایک ہندوستانی عالم فاضل کاسب شاغل ارادت کے لیے حاضر ہوئے۔ کئی دن حلقے میں بھی بیٹھے۔ مگر شرف حضوری سے محروم رہے۔ جب اس محرومی میں کچھ دن گزر گئے تو انھوں نے ادب سے شیخ کی خدمت میں اپنی محرومی کا ذکر کیا۔ شیخ نے بڑے جوش سے کہا کہ ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ ملک یمن سے مدد آئے گی۔ یہ ہمارے مولوی صاحب مایوسی کے ساتھ متحیر تھے۔ حسب معمول ایک دن مقام حطیم میں مراقب بیٹھے تھے کہ دیکھا یمن کی طرف سے بہت سی چڑیاں آئی ہیں اور ان کے سر پر ٹھوکریں دیتی ہیں۔ بس اس کے بعد ہی ان کو حضوری سرکار محمدی میں ہوگئی۔ پس اے عزیزان چھوٹا منہ بڑی بات ہے تمھیں بھی پھلواری کی طرف سے مدد پہنچے گی۔ اور ایک دن تم بھی کامیاب ہوگے۔ اللہ تعالیٰ ذوق وشوق کو قائم رکھے۔ آمین ثم آمین!

اسم ذات کا ذکر جو تین ہزار میں نے تمھیں بتایا ہے اسے چھوڑ دو۔ اور فقط درود و شغل درود میں زندگی بسر کرو۔ اور شب جمعہ و شب دوشنبہ کو بعد نماز عشا یہ عمل کیا کرو۔ اول فاتحہ حضرت عبداللہ ابن مسعود صحابی۔ پھر اس کے بعد گردن جھکا کر ایک ہزار بار اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ اس کے بعد سوجایا کرو۔ عشا کے پہلے ہی ان دونوں دنوں میں کھانا کھالیا کرو تو بہت بہتر ہے۔ یہ عمل تم بھی کرو اور اپنی بیوی سلمہا اللہ تعالیٰ کو بھی بتادو۔ اور میری جانب سے تم کہہ دو کہ رنج نہ کرو اور مایوس نہ ہو۔ چاند چاند جو تمھارے منہ سے نکلا کرتا ہے یہ نہایت مبارک شگون ہے۔ درود شریف کے شاغلوں کو کبھی آگے کبھی پیچھے چاند معلوم ہوا کرتا ہے۔ مراقبۂ درودیہ میں ابتدائے زمانہ میں مجھے بھی ایسا معلوم ہوا کرتا تھا کہ میرے پیچھے چاند نکلا ہوا ہے۔ پھر وہی چاند سامنے آجاتا ہے۔ یہ چاند حقیقت میں جمال محمدی کا ج

ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک چودھویں رات کے چاند سے زیادہ چمک دمک رکھتا تھا۔ پس تم یہ پڑھتے رہو ؎

یا صاحب الجمال و یا سید البشر

من وجهك المنير لقد نور القمر

اے قمر طلعت و مکی مطلع | مدنی مہد و یمانی برقع
لیلۃ القدر ز مویت تارے | وحی منزل ز لبت گفتارے
عاصیاں بے سر و سامان تو اند | دست امید بدامان تو اند
خاص جامی کہ کمیں بندۂ تست | چشم گریاں بہ شکر خندۂ تست

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد اللهم تد مع عيني بفراقه فلا تحرمني برؤية جماله بحق اصحابه وآله۔ فقط والسلام۔

زوجۂ قاضی محمد نصیر الدین صاحب (لکھنؤ)

میری مخلصہ عزیزہ! خدا تمھارے دل کو روشن کرے۔ بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمھارا خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔

سالک پر بسط و قبض دونوں کی حالت گزرتی ہے

سنو! انسان پر دو طرح کی تجلّی ہوتی ہے۔ کبھی جلال کی اور کبھی جمال کی۔ جب جمال کی تجلّی ہوتی ہے تو بسط و انشراح قلب ہوتا ہے۔ خواب و بشارات وغیرہا سے مشرف ہوتا ہے اور جب جلال پر تو افگن ہوتا ہے تو وحشت و انقباض پیدا ہوتا ہے۔ منامات صالحہ بند ہو جاتے ہیں۔ مگر اللہ والے بندے کبھی گھبراتے نہیں۔ ہر حال میں خدا کا شکر کرتے ہیں۔

پس اے عزیزہ! انقباض کے وقت تم گھبراؤ نہیں۔ بلکہ استغفار و کثرت دعا سے کام لو اور یا مفتح الابواب افتح علینا الباب خشوع و خضوع کے ساتھ ایک سو ایک بار پڑھو۔ پھر اپنے معمولی وظائف و شغل ورد میں لگ جاؤ۔

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو اس سے مایوس امیدوار

انقباض کا نبوی علاج

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، اللہ تعالیٰ سے ایک لحظہ بھی غافل نہ تھے۔ مگر وہاں بھی یک حالت نہیں رہتی تھی۔ فرماتے ہیں "لیغان علی قلبی" یعنی کبھی میرے قلب پر بھی چھاؤں آ جاتی ہے

ایسے وقت میں حضور صلعم اپنی بی بی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے کہ تم محبوب کی کچھ مزیدار باتیں کرو جس سے دل کو مزہ آجائے۔ اسی کو مولوی رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مصطفیٰ خواہد کہ سازد ہمدمے

کلمیتی یا حمیرا کلمی!

اور کبھی حضرت بلال کو فرماتے کہ ارحنی یا بلال یعنی اے بلال! محبوب کا نام لے کر میرے دل کو راحت پہنچاؤ ؎

جاں کمال است وندائے او کمال

مصطفیٰ گویاں ارحنا یا بلال

اے میری پیاری! یہ بھی خیال رکھو کہ اگر ہمیشہ انبساط قائم رہے تو چنداں اس کی قدر وقیمت درتبہ ومنزلت باقی نہ رہے بلکہ یکساں معمولی حالت ہو جائے گی۔ اور جب کبھی انقباض کے بعد دولت انبساط حاصل ہوئی تو انسان اس کو نعمت بالائے نعمت سمجھے گا۔ اور اپنے مولیٰ کی شکر گذاری بہت زیادہ کرے گا۔ اور جس قدر شکر گذاری کرے گا اسی قدر حالات میں ترقی ہوتی رہے گی لئن شکرتم لازیدنکم ارشاد ہوا ہے۔

اے عزیزہ! جاگتے دل کا سونا، اور منور قلب کا ظلمت میں آنا گو بے حد تکلیف دہ ہو مگر یہ الٹ پھیر بھی قدرت الٰہی کے کمالات کا اظہار ہے۔ آفتاب اور ماہتاب کیسی روشن چیزیں ہیں مگر ان میں بھی گرہن لگ جاتا ہے تاکہ انسان کمال قدرت الٰہی پر غور کرے کہ ایسی بلند اور فیاض چیزیں بھی اس کی سطوت وجلال وقہر کے زیر حکومت ہیں لِلّٰہ علیٰ کل شیءٍ قدیر پس خدا سے ڈرتی رہو اور اس کے کام میں لگی رہو۔ وھو مولاکم ونعم المولیٰ ونعم النصیر۔ والسلام۔

رات کا خواب

یہ خط جب ختم ہوا تو ڈاک کا وقت نہ رہا۔ میں نے کہا کل روانہ ہوگا۔ رات کو سویا تو خواب دیکھا کہ روضۂ اقدس آنحضرت صلعم پر میں حاضر ہوں اور ذوق وشوق سے بآواز بلند یہ سلام پڑھتا ہوں ؎

سلامٌ علیک اے نبی مکرم مکرم تراز آدمؑ ونسل آدم

میرے ساتھ دو چار مقدس علماء بھی ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں۔ مگر میری آواز غالب ہے۔

پھر میں نے نہایت الحاح وزاری سے یہ شعر پڑھا ؎

جگر تشنگانیم از رہ رسیدہ

ترحم علینا بماءٍ ترحم[1]

اس کے بعد بیدار ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور شگونِ نیک یہ لیا کہ تم عزیزوں کو بہت جلد کشود ہوگا۔ اور فیضانِ محمدیہ سے سیرابی ہوگی۔ والسلام والدعا۔
فقط۔

---

[1] آپ رحمت سے ہماری تشنگی دور فرمادیجئے

حکیم عبدالمغنی صاحب (لکھنؤ)

(۱)

اللّٰھم صل علیٰ حبیبک محمد و آلہٖ

صحت آں حس بجوئید از طبیب　　صحت ایں حس بجوئید از حبیب

جسمانی اور روحانی بیماریاں

حکیم صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے، بیمار رہنا اچھی بات نہیں ہے۔ مگر بیماری جسمانی بیماری میں منحصر نہیں ہے بلکہ جسم و روح دونوں میں بیماری آتی ہے۔ جسم کی بیماریوں سے تم بخوبی واقف ہو۔ طب اکبر۔ شرح اسباب، قانون شیخ سب کچھ تمہارے پیش نظر ہے۔

اے عزیز! اسی طرح سے روحانی امراض بھی ہیں۔ حسد، کینہ، بغض، رنج، عداوت، نفاق شقاق، عقائد باطلہ، کفر، الحاد، زندقہ وغیرہ۔ ان کے اسباب و علامات اور علاج معالجہ کی مباحث، کیمیائے سعادت، احیاء العلوم۔ عوارف۔ فتوح الغیب۔ وغیرہ میں موجود ہیں۔ اور جس طرح تم جسمانی امراض کے طبیب اور معالج ہو اور تمہارے ذریعہ سے صدہا بیمار صحت پاتے ہیں، اسی طرح سے روحانی امراض کے بھی طبیب و معالج ہیں جن کو مرشد طریقت و عارف حقیقت کہا جاتا ہے۔ ان کے ذریعے سے صدہا روحانی مریض شفا پاتے ہیں مگر اتنا فرق ضرور

ہے کہ تم لوگ فیس اور محنتانہ وصول کر لیتے ہو اور روحانی طبیب یوں فرماتا ہے کہ:

لااسئلکم علیہ اجرا ان اجری الا علی اللہ۔

میں اس کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر اللہ کے ذمے ہے۔

روحانی طریقۂ علاج

اس فقیر بے نوا کے یہاں بھی روحانی طبابت کا فی الجملہ سلسلہ ہے۔ میں اپنے علاج کا مختصر طریقہ عرض کیے دیتا ہوں۔ کوئی ہلکے مرض کا مریض جب آتا ہے تو درود و تسبیح و تہلیل وغیرہ معتدلات سے کام نکال لیتا ہوں۔ اور اگر یہ دیکھتا ہوں کہ مادہ بہت ہی فاسد ہے تو ان کے لیے پہلے منضجات یعنی اعمال مفردہ مثل نفی و اثبات و اسم ذات وغیرہ وغیرہ کا استعمال کراتا ہوں۔ جب ان چیزوں سے اخلاطِ ردّیہ میں نضج کامل آجاتا ہے تو مسہل دیتا ہوں یعنی ذکر جہری، دوازدہ تسبیح، ذکر ہوالحق، ذکر قدوسی، اور ذکر یانور وغیرہ کی تعلیم اور صوم کے ذریعے سے پرہیز سخت کراتا ہوں۔ الحمدللہ کہ اس ذریعے سے اخلاط ردّیہ (ہوا و ہوس) بالکل دفع ہو جاتے ہیں۔ البتہ مریض کو فی الجملہ اس سے ضعف آجاتا ہے اس لیے مقوی اور حافظ صحت یعنی نماز تجویز کرتا ہوں اور اسی کے اسرار استعمال کراتا ہوں۔ اور ایک وقت مقررہ پر مفرح قرآنی یعنی تلاوت قرآن اور اسرار کلام ربانی کی جانب ہدایت کرتا ہوں۔ پھر میرا مریض ہمیشہ کے لیے بالکل صحیح و توانا ہو جاتا ہے۔ انوار ملکوت و اسرار لاہوت اس پر منکشف ہوتے رہتے ہیں۔

اے عزیز! میں نے اپنا طریقہ گذارش کر دیا۔ اب تمھیں اختیار ہے کہ اپنی طبابت کو میری طبابت پر ترجیح دو یا میری طبابت کو اپنی طبابت پر ترجیح دو۔

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا

ہر شخص اپنے طریقے کے مطابق عمل کرتا ہے اور تمھارا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کس کا راستہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔

---

(۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ میں عید کرنے کو سیوان گیا تھا چونکہ یہاں خانقاہ میں رویت کی تصدیق نہیں ہوئی اس لیے عید ہفتے کو ہوئی مگر پٹنے اور دانا پور کھگول وغیرہ میں باتفاق بموجب رویت جمعے کی عید ہوئی۔ آپ نے میرے خط کو عید کا حکم سمجھا یہ غلطی تھی۔

فقہی مسئلہ رویت ہلال

اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر ابر ہو تو رمضان میں ایک شہادت مرد کی یا عورت کی کافی ہے اور عید کے لیے دو گواہ عادل سے کم نہیں اور گواہ رویت کے ہوں یا استفاضہ خبر بموجب شرعی ہو۔ یعنی بکثرت لوگوں کا بیان ہو کہ فلاں جگہ رویت ہوگئی اور وہاں عید ہے۔ مجرد خط اور تار پر اعتبار نہ کرنا چاہیے الخط یشبہ الخط اس قاعدے کو خوب یاد رکھو۔ لوگوں کی یہ غلطی ہے کہ قبل سے رمضان کے چاند کا اہتمام نہیں کرتے۔ عین وقت پر اختلاف کرتے ہیں۔ رجب کے مہینے سے چاند کا اہتمام کرنا چاہیے اور اطراف و جوانب کی رویت کو دریافت کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور خلفائے راشدین چاند کا اہتمام فرماتے تھے۔ اور رویت کی منادی کی جاتی تھی اور خلفائے راشدین کے زمانے کے بعد عموماً صحابہ مثل حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس اپنے غلاموں کو چاند دیکھنے پر مامور فرماتے تھے۔ ہاں اس وقت ریل نہ تھی۔ رستے کی یہ آسانی نہ تھی اس لیے دور دراز کی خبریں ان کو بمشکل مل سکتی تھیں۔

اور اس زمانے میں نہ خلافت ہے نہ باضابطہ قاضی و مفتی ایسی ہر گاؤں کے مسلمان رئیس یا وہاں کے مولوی مذہبی مقتدا پر واجب ہے کہ وہ خاص کر اس کا اہتمام کریں اور شرعی طور سے شہادت گزرنے کے بعد اس کا اطراف و جوانب میں بھی اعلان کریں تاکہ مسلمانوں میں اختلاف نہ ہو۔ والسلام

حکیم محمد حسن صاحب جالندھری

عزیز مخلص حکیم محمد حسن صاحب چشتی نظامی! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ آپ کا خط پہنچا۔ فی الجملہ آپ کی طمانیت قلب، اور وظائف میں یکسوئی پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور آپ کو بھی ہزار ہزار شکر کرنا چاہیے تاکہ "لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" کے وعدے کے بموجب نعمت بالائے نعمت حاصل ہو۔ حق یہ ہے کہ طمانیت قلب خدا ہی کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ چاہے یہ خدا کا ذکر لسانی ہو یا قلبی۔ مگر دونوں میں وقوف و آگاہی مشروط ہے۔ ورنہ فائدۂ ذکر مترتب نہ ہوگا۔

تدریج ضروری ہے

آپ کے مرشد نے جو اذکار و اشغال آپ کو بتلائے ہیں اس کی فہرست میں نے پڑھ لی۔ یہ سب ٹھیک اور اپنی جگہ پر درست ہے۔ مگر برادر! آپ جب اس فقیر سے وابستہ ہوتے ہیں تو میں صاف صاف یہ کہوں گا کہ "طلب الکل فوت الکل" یہ تمام اشغال و اذکار ایک دفعہ کیجیے گا تو ہرگز مفید نہ ہوگا۔ بلکہ اس میں سے ایک ایک کر کے جائیے۔ جب ایک ذکر سے مناسبت تامہ پیدا ہو جائے اور ثمرہ مترتب ہو تو آگے بڑھیے شیئاً فشیئاً۔ سردست آپ کو میں "دوازدہ تسبیح" کی اجازت دیتا ہوں۔ ایک برس تک اس میں غرق رہیے۔ بلکہ شروع چار تسبیح سے کیجیے۔ اس طرح سے کہ پہلے فاتحۂ پیران چشتی پڑھیے اور اپنے شیخ کو یا اس فقیر کو سامنے خیال کیجیے پھر برفق و نرم آواز سے لا الٰہ الا اللّٰہ دو سو کہیے۔ بائیں جانب یعنی قلب

لَآ اِلٰہَ" کو کھینچ کر پس پشت دائیں بازو کی طرف سے ڈال دیجیے۔ اور "اِلَّا اللّٰہُ" کو قلب پر مار دیجئے کہ اس میں سما جائے اور مطلب یوں سمجھیے کہ محبت غیر خدا کو دل سے نکال کر باہر ڈال دیا اور خدا کی محبت کو دل میں ڈال لیا۔ بس اللہ کے سوا کوئی محبوب نہیں۔ ایک سو بار کے بعد پھر "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کہیے اور اس کا مطلب یوں سمجھیے کہ یہ محبت الٰہی انھیں رسول کے ذریعہ اور واسطے سے ہے۔ پھر "اِلَّا اللّٰہُ" سو بار دل پر ضرب کیجیے۔ پھر "اللّٰہُ اللّٰہُ" سو بار دائیں بائیں پھر "اللّٰہ" سو بار۔

اس کے بعد کچھ دیر خاموش رہیے اور خیال کیجیے کہ ادھر اُدھر اور دل میں اور باہر ہر طرف اسی محبوب کا نور ہے۔ تین ماہ تک جب آپ اس پر دوام کرلیں تو پھر دوسری سہ ماہی میں "لا الٰہ" کے معنی "لا مشہود" کے ہو جائیں گے۔ اور میں اس کی تفصیل پھر بتاؤں گا۔

ملاحظۂ معانی کی اہمیت

معانی کے ملاحظے کے ساتھ قلت عدد بھی مفید ہے۔ اور بے ملاحظۂ معانی کثرت عدد بھی غیر مفید ہے۔ ہاں اعمال و ادعیہ جو آپ نے استفسار فرماتے ہیں ان کے متعلق مختصر جواب یہ ہے کہ دعائے ماثورہ کو یہ فقیر بہت احب رکھتا ہے۔ حصن حصین سے دیکھ کر جو چاہیے پڑھیے مگر معانی کے خیال کے ساتھ اور بخشوع و خضوع۔ سورۂ فاتحہ درمیان سنت و فرض نماز صبح جس طرح آپ پڑھا کرتے ہیں پڑھیے اور بعد نماز صبح سورۂ مریم ایک بار اور دعائے حزب البحر ایک بار۔ پھر آیۂ کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پانچ سو بار۔ اور یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ پانچ سو بار۔ اور استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ" پانچ سو بار پڑھ کر دو رکعت نماز اشراق ادا کیجیے۔ اس کے بعد ظہر تک جو کام چاہیے کیجیے بعد نماز ظہر درود شریف ایک سو بار۔ پھر جو کام چاہے کیجیے۔ بعد نماز عصر حزب البحر ایک بار۔ اور یا مغنی گیارہ سو گیارہ بار۔ پھر مغرب تک درود شریف جس قدر ہو سکے۔ ایک جگہ بیٹھ کر پڑھنے کی قید نہیں۔ البتہ باوضو ہونا چاہیے۔ اور بعد نماز فرض و سنت مغرب دو دو رکعت کرکے چھ رکعت صلوٰۃ الاوابین ادا کیجیے۔ حضرات

چشتیہ نے ہمیشہ سے اس کو اپنے معمولات میں رکھا ہے۔ بعد نماز عشا پھر ایک تسبیح درود شریف کی ضروری ہے۔ اور جب بستر خواب پر جائیے تو اوّل عمل محاسبہ میں مشغول ہو جیے یعنی صبح سے اس وقت جتنے کام نیک وبد آپ نے کیے ہیں ان کو اپنے پیش نظر کیجیے۔ اپنے برُے کاموں پر نفرین کیجیے۔ اور توفیق خیر چاہیے۔ اور "تسبیحات فاطمہ" پڑھ کر سو جائیے۔ تسبیحاتِ فاطمہ سے یہ مطلب ہے کہ ۳۳ بار سبحان اللہ۔ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ پڑھ کر سو رہیے۔ نصف شب کے بعد یا جب موقع ملے اٹھ جائیے اور دو دو رکعت کر کے نماز تہجد ادا کیجیے۔ آٹھ رکعت۔ پھر تین رکعت وتر۔ پھر اس کے بعد فاتحۂ پیران چشتیہ پڑھ کر نسبت چشتیہ کے ساتھ دوازدہ تسبیح ہیں، جیسا میں نے اوپر لکھا ہے مصروف ہو جائیے۔ اور اپنے تمام دینی و دنیوی کاموں میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیجیے۔ ھو نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

حکیم سید ضامن علی صاحب، گجر ہا (رام پور)

عزیزم حکیم سید ضامن علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعایہ ہے کہ
یہی فراغت دلی و اطمینان قلب اصلی فراغت و امارت ہے۔
اللہ تعالیٰ جس کو یہ غنا نصیب کرتا ہے دنیاوی ثروت وجاہ سے فقط بے پروا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کو محض ذلیل سمجھتا ہے۔ مگر اے عزیز! اس زمانے میں یہ غنا بمشکل تمام حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ زمانۂ رسالت سے ہم لوگ بہت دور پڑ گئے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں کوئی دیہاتی حاجت مند بھی آتا تو جب وہ مشرف بہ اسلام ہوتا اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتا تو فی الفور پراگندگی خاطر اس کی دور ہو جاتی تھی۔ اور کیوں نہ دور ہوتی اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ارشاد ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں میں اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔

معاشی اطمینان کے بغیر ذکر و فکر میں یکسوئی نہیں ہوتی

مگر اے عزیز! اب عام طرح سے روحانیت کی وہ پُرزور طاقت نہیں ہے کہ جس طالب کو القائے ذکر کیا جائے وہ غنی النفس ہو جائے یا معاش و اہل و عیال کی جانب سے اس کو طمانیت ہو جائے۔ اسی لیے متاخرین مشائخ نے یوں کہا ہے کہ اس راہ میں آنے والوں کو فی الجملہ معاش کی طرف سے بے فکر ہونا چاہیے۔ تاکہ ان کو یکسوئی ہو۔ اور اللہ اللہ ذکر سے ان کو اطمینان اصلی پیدا ہو۔

تم نے خود چند طالب علموں کو دیکھا کہ ان کو بہت ہی بہتر ذوق و شوق و خشوع و خضوع پیدا ہوا مگر اہل و عیال کی خبر گیری، معاش میں وہ ایسے مبتلا ہوئے کہ وہ تمام نعمتیں اور برکتیں ان سے دور ہو گئیں۔ اور پھر وہ مبتدی ہو گئے۔ اور بہتیرے لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ کسی درویش کے مرید ہو جاتے ہیں تو اصلی مقصود ان کا فلاحِ دنیا کے لیے اعمال خوانی ہوتا ہے۔ ہاں اس کے طفیلی عقیلی کچھ اشغال و اوراد بھی کر لیتے ہیں۔ اس فقیر کے نزدیک یہ بھی ناحق شناسی ہے۔ معہذا اس نیت سے بھی کوئی ادھر قدم بڑھائے تو ہم استقبال کے لیے تیار ہیں۔ حزب البحر، قصیدۂ غوثیہ، اور دعائے حیدری وغیرہ اس کام کے لیے تیار رکھتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ فی الجملہ اطمینانِ ظاہری کے بعد پھر اس راہ کو طے کرے۔ تم کو اعمال خوانی کی بدولت رقتِ قلب و سوز و گداز سب کچھ پیدا ہو گیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ دنیاوی اطمینان کے بعد تم ادھر سے بے توجہ ہو گئے۔ اور اب ایک مدتِ دراز کے بعد ادھر آنا چاہتے ہو۔ میں نہیں کہہ سکتا کہاں تک تم چلو گے۔ اور چل سکتے بھی ہو یا نہیں۔ معہذا ؎

بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما

مولوی عبدالقیوم صاحب
آنریری مجسٹریٹ، پھریندا گورکھپور

سوال : بخاری کی حدیث ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب سے حضرت اسمٰعیلؑ کو "بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ" میں چھوڑ کر تشریف لے گئے تو پھر اس وقت تشریف لائے جبکہ حضرت اسمٰعیل کا عقد بنی جرہم کی ایک لڑکی سے ہو چکا تھا اور حضرت ہاجرہ کا بھی انتقال ہو چکا تھا" پھر واقعہ قربانی کب ہوا ؟ کیونکہ کلام اللہ میں تو فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ ہے۔

جواب :

عزیز مخلص اسلمک اللہ۔ بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ آپ کا خط آیا سوالات کے جواب یہ ہیں :

ذبیح اللہ کون ہے ؟

۱ قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہیں بالصراحت مذکور نہیں کہ ذبیح اللہ کون تھا۔ اسی لیے دونوں طرف جماعتیں ہیں اور دلیلیں بھی۔ لیکن حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذبیح اللہ ہونے کے دلائل زیادہ قوی ہیں بغور سنیے :

سورہ ہود میں ہے "فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ" یعنی ہم نے حضرت سارہ کو حضرت اسحاق اور انہیں اسحاق کی نسل سے حضرت یعقوب کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ کیا خدا ایسے فرزند کو ذبح کرنے کا حکم دے سکتا ہے جس کی نسل سے آئندہ دوسری اولاد ہونے کی خوشخبری بھی دے چکا ہو ؟ ہرگز نہیں۔ ہاں اس پر ایک شبہ پیدا

ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے خدا نے حضرت یعقوب کے پیدا ہونے کے بعد حضرت اسحاق کے ذبح کرنے کا حکم دیا ہو تو اس کی تردید کلام الٰہی کی اس آیت سے ہوتی ہے کہ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ الخ یعنی ذبح کرنے کا حکم اس وقت ہوا جب کہ بچہ چلنے پھرنے دوڑنے اور کچھ کام کاج کرنے کے لائق ہوا۔ غرض یہ واقعہ حضرت ذبیح کے بچپنے کا ہے نہ کہ اولاد ہونے کے بعد کا جس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں اور جس پر یٰبُنَیَّ کا لفظ بھی دلالت کرتا ہے پس جس بچے کے متعلق پیدا ہونے سے پیشتر ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صاحب اولاد ہونے کا یقین (یہ ارشاد خداوندی) ہو چکا ہو اُسے ذبح کرنے کے لیے پچھاڑنا کیا معنی؟ اور یہ کون سی بڑی ثابت قدمی اور خُلت ہو سکتی ہے۔ درانحالیکہ خدا کہہ رہا ہے کہ: اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ یعنی بلا شبہ ایک بڑی جانچ تھی۔ ہاں آپ نے جو حدیث بخاری کا حوالہ دیا ہے اس میں فقط اتنا ہے کہ حضرت اسمٰعیل کے مزوّج ہونے اور حضرت ہاجرہ کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے۔ اس حدیث میں اس سے پہلے کبھی تشریف لانے کی تردید یا نفی نہیں ہے۔ البتہ اس کا ثبوت دوسری حدیثوں میں ہے۔ حضرت ابوجہم سے مروی ہے کہ کان ابراہیم یزور ھاجر کل شھر علی البراق یغدو غدوۃ فیاتی مکۃ ثم یرجع فیقیل فی منزلہ بالشام یعنی حضرت ابراہیم ہر مہینے ہاجرہ کے پاس براق پر تشریف لایا کرتے۔ صبح چل کر مکہ معظمہ آتے پھر لوٹ کر شام میں آتے اور اپنی قیام گاہ میں قیلولہ فرماتے یہی حدیث حضرت علی سے بہ اسناد حسن فاکہی نے بھی روایت کی ہے۔ پس جب بخاری شریف کی حدیث میں تزویج حضرت اسمٰعیل اور رحلت ہاجرہ سے پہلے حضرت ابراہیم کے تشریف لانے کی کوئی نفی و تردید نہیں اور دوسری حدیثوں سے تشریف آوری کا ثبوت ملتا ہے تو وہ یقیناً قابل تسلیم ہے۔

حافظ محمد ایمن صاحب
سیکریٹری انجمن اعانت مظلومین

میرے مخلص! السلام علیکم - آپ کا خط پہنچا - حساب جمع و خرچ تفصیل وار رجسٹر ی کر کے کل آپ کی خدمت میں انشاء اللہ بھیجا جائے گا - ابراہیم پور کی مسجد نصف سے زیادہ تعمیر ہو چکی ہے اور امید ہے کہ اوائل رمضان شریف تک پوری ہو جائے گی اور موضع ملکی کی مسجد کی مرمت عنقریب تمام ہو کر کنوئیں کی مرمت کا اہتمام کیا جائے گا - اور موضع پیرد کی مسجد کے واسطے چونہ وغیرہ لیا ہوا تیار رکھا ہے - اینٹیں ابھی نہیں ملی ہیں، اس لیے غیر مرتب ہے ابتدائے رمضان تک انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بھی انجام بخیر ہو جائے گا - بھرتیا کی مسجد پر باوجود اس کے کہ نو سو روپیہ سے زیادہ خرچ ہو چکا ہے ہنوز دیمنٹ تیار نہیں ہوئی ہے دو مرتبہ کی بارش نے سخت نقصان پہنچایا - کوشش برابر جاری ہے، آج بھی ایک آدمی وہاں روانہ کیا ہے - بھیا اسٹیشن کے قریب مسجد چکوہ جو خام ہے اس کے واسطے کوئیں وغیرہ کا اہتمام نہ ہو سکا اس سبب سے مسجد اپنی حالت پر پھر درست کر دی گئی اور صف و فرش وغیرہ کا سامان بھی عنقریب وہاں بھیجنے والا ہوں - ضلع گیا کی مساجد کا حال یہ ہے کہ بیس دن سے ہمارے برادرم مولوی محمد ایوب صاحب وہاں گئے ہوئے ہیں اور موضع بکھرا کی مسجد مرمت ہو رہی ہے، کل ان کا خط آیا ہے - دیگر مساجد کے واسطے دو تین آدمی اور روپیہ بھی طلب کیا ہے - کل تک انشاء اللہ تعالیٰ روپیہ اور آدمی روانہ کر دوں گا - مولوی محمد شریف اعظم جو میرے خلیفہ ہیں انھوں نے حسبۃً للہ ان کاموں میں بڑی مدد کی ہے اور نہایت محنت اور جانفشانی

سے تعمیر کے کاموں میں اپنا قیمتی وقت صرف کیا۔ وہ بمجبوری آج مجھ کو حساب کتاب سمجھا کر رخصت ہوتے ہیں اور رمضان کرنے کے لیے شہر بنگلور چلے جائیں گے۔ زیادہ اقامت ان کی وہیں ہے۔ ان کے جانے سے مجھے تھوڑی دقت ہوگی اور شاید ہی مجھے کوئی ایسا لائق اسسٹنٹ مل سکے۔ معہذا ہم تمام خاندان کے لوگ خود کام کرنے کو تیار ہیں واللہ مولانا ونعم المولیٰ و نعم النصیر۔

خدا کے فضل سے اب پہلے سے میری صحت بہت اچھی ہے۔ دو دانت نکلوا دیے گئے اور ایک دانت اور بھی نکالا جائے گا۔ مسجد کے کاموں میں ہر طرح سے کوشش کر رہا ہوں مگر بھروسہ اس وحدہٗ لاشریک کی ذات پر ہے۔ ''افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد'' بعض بعض دیہاتوں کی مسجدوں میں حافظ کا بندوبست بھی کر دیا ہے وہ تراویح پڑھائیں گے۔ دیگر مساجد جن کا میں نے ذکر کیا ہے ان کے لیے بھی آدمی بھیجنے والا ہوں۔[1]

---

[1] ۱۹۴۶ء میں ہندو بلوائیوں نے ضلع آرہ شاہ آباد کے بہت سے دیہاتوں میں مسلمانوں کے خلاف قتل وغارت کا بازار گرم کیا۔ اور بہت سی مسجدیں شہید کر دیں۔ حضرت نے اپنے حلقے کے لوگوں بالخصوص اہل کانپور و کلکتہ کی مدد سے امداد مظلومین و تعمیر مساجد شکستہ کا اہتمام بڑے پیمانے پر کیا تھا۔ یہ خط اس سلسلے کا ہے۔

مولوی عبدالجبار صاحب بلیاوی

میرے مخلص! وعلیکم السلام۔ اما بعد آپ کا کارڈ ملا۔ میں نے آپ کو بذریعہ بیعت عثمانیہ داخل سلسلہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ مقبول فرمائے۔

مولوی منظور الحق سلمہ اللہ تعالیٰ کو میرا قائم مقام سمجھو اور ان سے مل کر درود شریف حاصل کرو۔ پھر بعد ختم اور چیزیں بتائی جائیں گی۔

آج سے ماہ مبارک رمضان ہے۔ تلاوتِ قرآن زیادہ کرو۔ اور خشوع و خضوع کی زندگی بسر کرو۔ اللھم اجعلنا من عتقاء شھر رمضان۔

والسلام
یکم رمضان۔ روز سہ شنبہ

حکیم عبدالوہاب صاحب

مخلص و مہربانم برادرم حکیم عبدالوہاب صاحب!

اوصلکم اللہ الی المقصود[1]

حتی یتشعشع الوجود

آمین۔ آمین۔ آمین۔

امابعد۔ محبت نامہ موصول ہوا جزاکم اللہ عنّا نصاب حزب البحر اس سال بھی حسب معمول اس فقیر نے دیا۔ محمد شریف بھی میرے ساتھ ہے۔ الحمدللہ کہ فقیر کو انواع فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ وذالک من کو منہ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ "من آنم کہ خود می دانم" بخدا میں ایک رندِ خرابات ہوں۔ میں اور عرفان شتان بیٹھا ہاں اگر ہے تو یہ ہے ؎

احب الصالحین ولست منھم

لعل اللہ یرزقنی صلاحا[2]

سیہ دل تیرہ کار گو ہوں میں لیکن

فدائی ہوں اللہ کے عاشقوں کا

[1] اللہ تمہیں منزل مقصود تک اس طرح پہنچائے کہ وجود کی حقیقت منکشف ہو جائے۔

[2] میں اگرچہ خود صالح نہیں مگر صالح لوگوں سے اس لیے محبت رکھتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی صالح بنا دے۔

یہ امید رکھتا ہوں لطفِ ازل سے
کہ اس دل میں پر تو پڑے سعادتوں کا

درود شریف کی کثرت رکھو، اور ہر صبح و شام سو مرتبہ اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والاخرۃ[1] اول و آخر درود شریف کے ساتھ پڑھ لیا کیجیے اور شب کو کسی وقت اٹھ کر آہ بکا کیا کیجیے اور جو کچھ مانگنا ہو اس سے مانگیے جس کا خزانہ کبھی گھٹتا نہیں جاتا۔

اے پروردگار ہمارے برادر عبدالوہاب کو صحت جسمانی و روحانی دونوں عطا فرما ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم[2] گیارہ سو گیارہ مرتبہ "یا مغنی" بعد نماز عصر پڑھا کیجیے۔ غنائے قلبی و مالی کو بہت مفید ہے۔

از پھلواری۔ ۱۷ر صفر ۱۳۱۱ھ

---

[1] اے اللہ! میں تجھ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتا ہوں دین میں بھی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

[2] اے ہمارے رب ہمیں قبول فرما تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

مولوی عبدالہادی صاحب مرحوم
خلف اکبر جناب منشی عبدالحی صاحب لکھنیاوی

اخی فی الدین مکرم الفقراء ذیں کو مکرم! از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیہ سلام مسنون قبول فرمایند۔

امابعد۔ میاں شریف سلمہ اللہ تعالیٰ کے خطوط سے آپ کے احوال برابر معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا میں خوش رکھے اور اپنا بنا لے۔

حلقے کے دوام کی مجھے بہت خوشی ہے اور خدا سے امید ہے کہ آپ لوگ برابر قائم رکھیں گے۔ اگر میاں شریف اعظم نہ رہیں تو آپ سر حلقہ ہو کر ذکر کرایا کیجیے۔ اور اپنے آپ کو میری جگہ تصور فرمایا کیجیے۔ اصل یہ ہے کہ مجھ سے جس کو مناسبت زیادہ ہو وہ سر حلقہ ہوا کرے۔ اس راہ میں مناسبت سے بہت کام نکلتا ہے۔

اعمال شب برات آپ لوگوں نے دریافت کیے ہیں۔ شب پانزدہم جسے لیلۃ النصف من شعبان بھی کہتے ہیں، نہایت مبارک شب ہے۔ اس رات کو توبہ و استغفار و تلاوت قرآن و نوافل و زیارت قبرستان بہت مناسب ہے۔ اور حضرات مشائخ کرام کے بہت سے معمولات ہیں۔ منجملہ ان کے معمولات فقیر یہ ہیں:

میرے معمولات شب برات

۱۴۔ شعبان بعد نماز عصر یاحی یاقیوم برحمتک استغیث سو بار۔ اور قریب غروب لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اکتالیس بار۔ بعد نماز عشا سورۂ یٰسین تین بار پڑھیے۔ اول بار نیت

کی جائے ترقی حیات وحصول نیکی وصلاح وتقویٰ کی۔ دوسری بار نیت دفع امراض وبیماری و فلاح و وسعت رزق کی۔ تیسری بار نیت دفع بلا۔ پھر دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ دعا کنندہ کا نام نیک لوگوں کے دفتر میں لکھے۔ اور با ایمان اٹھائے۔ پھر سورۂ حٰم ۲۴ دخان ایک بار پڑھے اور صلاح فلاح و وسعت رزق وغیرہ کی دعا کرے۔ اور ۱۵ ر تاریخ کو روزہ رکھے یہ مستحب ہے۔

مخدوم الملک کا وظیفۂ شب برات

اور حضرت مخدوم الملک قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ اس دن چار رکعت نماز برائے رضائے خصمان یعنی دشمنوں کے راضی ہو جانے کی نیت سے پڑھے۔ نیت نفل کی کرے پہلی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ اخلاص گیارہ بار اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ کافرون تین بار اور اخلاص گیارہ بار، تیسری رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ سورۂ التکاثر تین بار اور اخلاص گیارہ بار اور چوتھی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ آیۃ الکرسی تین بار اور اخلاص پچیس بار پڑھا جائے۔ بعد سلام درود شریف کی کثرت کرے، اور خلوص قلب سے دعا کرے۔ یہ سب ترکیبیں میرے سب عزیزان کو بتا دیجئے گا۔ اور عورتوں کو بھی اگر وہ چاہیں بتا دیجیے گا۔ ندوے کا سالانہ جلسہ اس سال کلکتے میں ۲۲-۲۳-۲۴ شعبان کو ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے تو میں شریک ہوں گا۔ والسلام

معین المہام مولانا انوار اللہ صاحب خان بہادر
ناظم امور دینیہ، (حیدر آباد، دکن)

(۱)

جامع المناقب والفضائل مخدومی اخی مولانا انوار اللہ صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائکم!
از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیۂ تسلیم پذیرا فرمایند۔

اما بعد

جواب تعزیت نامہ
غم فرزند نوجوان اور وہ بھی کیسا فرزند کہ فخر خلف و نمونۂ سلف ہو، بے شک قلب کو مردہ کر سکتا ہے اور نور بصارت کے ساتھ نور بصیرت بھی کھو سکتا ہے۔ مگر
مخدوما! آپ خاطر جمع رکھیں آپ بزرگوں کے فیض صحبت سے اس درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ

در دل ما غم دنیا غم معشوق بود
بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

الحمد للہ کہ باوجود فراخی و وسعت اب اس دل میں انوار عرفانی کے سوا کسی کی گنجائش نہیں۔
اور اگر نعوذ باللہ آبھی جائے تو اس کا استحالہ انھیں عرفانی انوار سے ہو جائے گا خلا اُبالی۔

والسلام

مولانا الحافظ عبدالحمید ملیباری

(۱)

مولانا المکرم! بعد سلام مسنون عرض یہ ہے کہ

مرید شیخ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا

اس فقیر کی تحقیق میں کبھی بھی مرید شیخ سے بے پروا نہیں ہو سکتا۔ ہاں بے شک بعضے حالات ایسے وارد ہوتے ہیں مگر یہ حجاب ہے جس کا منشاء استغراق ہے۔ کام کو ختم سمجھنا یہ کم ظرفی ہے۔ یہاں کام ہے اور بہت کام ہے اور ہر کام میں وہی شیخ ممد کار ہے۔ درک اس کا ہو یا نہ ہو۔

امام شعرانی کی تصریح

امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ یہ جو بعضے اولیاء مدعی ہیں کہ بلا واسطہ حضور صلعم کے فیوض بے شمار جناب احدیت سے پاتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ توسط محمدی وہاں بھی موجود ہے۔ کثرت استغراق سے ان کو اس کا درک نہیں ہوتا ہے۔ یواقیت الجواہر میں یہ بحث قابل دید ہے۔

بعضے شیوخ نے کبھی ایسی شطحیات میں اپنے لائق و کامل مرید کو سخت ٹھوکر دے دی ہے۔ حضرت مجدالدین بغدادی اور حضرت نجم الدین کبریٰ کا قصہ آپ کو یاد ہوگا۔ وہ عبرت کے لیے کافی ہے فاعتبروا یاأولی الأبصار۔

حضرت شاذلی کے ایک مرید کا واقعہ

حضرت مرسی اور ان کے شیخ سیدی ابوالحسن شاذلی قدس سرہما کے ایک مرید نے ان سے ملنا چھوڑ دیا۔ ایک دن بوقت ملاقات آپ نے فرمایا: تم ہم سے الگ کیوں رہتے ہو؟ مرید نے عرض کیا کہ حضور نے اپنے آپ سے مجھے اب بے پروا کر دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا میاں شیخ سے کبھی کوئی بے پروا نہیں ہو سکتا ما استغنی ابوبکر رضی اللہ عنہ بالنبی صلعم ولم ینقطع عنہ یوما فاذا یعنی حضرت صدیق اکبرؓ سے بڑھ کر کون مرید کامل و مکمل ہو سکتا ہے مگر وہ تو حضرت سے کبھی بھی بے پروا ہو کر علحدہ نہ ہوئے بلکہ حیاً و میتاً ایسا لحوق ولزوق تھا کہ مرنے کے بعد بھی انھیں کی آغوش رحمت میں رہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ابدالآباد تک جو رحمت الٰہی اس گنبد خضرا اور مرقد مطہر پہ نازل ہوتی ہے صدیق اکبر بھی اس سے فیض یاب ہیں۔ سبحان اللہ ؎

مرغ و ایں رتبہ از کجا لیکن ۔۔۔ مور پروردۂ سلیمان است

ابن عربی کی تصریح

اور حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ کی تحقیق کا جو آپ نے ذکر فرمایا ہے مجھے فی الجملہ اس سے اتفاق ہے مگر وہ بھی تو اس مسئلے کو مختلف فیہ قرار دیتے ہیں اور اپنی ذاتی رائے یوں ظاہر کرتے ہیں کہ جب تک مرید مراتب یقینیات یعنی علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین کو طے نہ کرے اور مجتہد نہ ہو جائے تحت حکم شیخ قائم رہے گا۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ فتوحات مکیہ کتاب الجنائز:

واذا بلغ المرید مقاما لاجتہاد فھل یقیم تحت حکم استاذہ او یخالفہ قد قال بکل منھما جماعۃ والذی اراہ انہ یقیم تحت حکم شیخہ حتی یرقیہ الی علم الیقین او عین الیقین او حق الیقین ط

مرید مقام اجتہاد پر پہنچ جائے تو وہ اپنے استاذ ہی کے حکم کے تحت رہے گا۔ یا اس سے اختلاف بھی کر سکتا ہے؟ اس مسئلے میں جماعتیں دونوں طرف گئی ہیں لیکن جو کچھ میں سمجھا ہوں یہ ہے کہ وہ اس وقت تک اپنے شیخ کے حکم کے تحت رہے گا جب تک وہ ترقی پا کر علم الیقین عین الیقین یا حق الیقین تک نہ پہنچ جائے۔

مخدوما! یہ سوال و جواب زمانۂ قدیم میں زیبا تھے۔ اب اس زمانے کے شیوخ بظاہر تو خود ہی عرفانی اجتہاد سے معذور ہیں۔ پھر مرید کہاں تک اس مقام پر پہنچے گا۔ باقی رہے اخفیا یعنی وہ بزرگان طریقت جن سے ہمیں واقفیت نہیں ہے وہ اپنے مرید کے اجتہاد سے خود واقف ہوں گے۔ ہم لوگوں کے فتاویٰ کی ان کو ضرورت نہیں۔ والسلام۔

---

(۲)

مولانا المکرم۔ وعلیکم السلام۔

محمدی واسطہ کبھی ساقط نہیں ہو سکتا

حضرت مجدد کا وہ جملہ مکرر حقیر کی نظر سے گذرا ہے مگر میں اس کو غلبۂ استغراق پر محمول کرتا ہوں تحقیق حق حقیقی وہی ہے جو امام شعرانی نے نقل کی ہے کہ توسط محمدی کبھی بھی ساقط نہیں ہو سکتا۔ مگر سالک کا استغراق اتم اس کو درکِ توسط سے مانع ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ بلا توسط ہم نے پایا۔ آپ یواقیت الجواہر اور منن کبریٰ کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

قول شبلی اور اس کی توجیہہ

اور حضرت شبلی کا قول اذان میں "اشہد ان محمدا رسول اللہ" کے وقت، اور سید محمد مکی قدس سرہٗ کا اس کو نقل کر کے مقام غیرت بتانا یہ فقیر اس سے بھی بخوبی واقف ہے۔ اصل عبارت امام قشیری کے رسالے کی یہ ہے:

عن ابی بکر الشبلی رضی اللہ عنہ انہ اذن مرۃ فلما اتی للشہادتین وقف وقال وعزتک وجلالک لولا انک امرتنی بذکر رسول اللہ صلعم لما استطعت ان اذکرہ"

ابوبکر شبلی سے روایت ہے کہ آپ ایک بار اذان دیتے ہوئے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشہد ان محمدا رسول اللہ" پر پہنچے تو ذرا ٹھہر گئے اور بولے کہ تیری عزت و جلال کی قسم اگر تو نے رسول اللہ کے ذکر کا حکم نہ دیا ہوتا تو مجھے ان کی یاد کا یارا نہ ہوتا۔

تین مراحل

مولانا! عارف کے تین زمانے ہوتے ہیں۔ ابتداء۔ توسط۔ انتہاء۔ اور ہر مقام و زمانہ کے جذبات و اقوال و مواجید علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ ابتدا و توسط کی کیفیات کمالات نہیں سمجھی جا سکتیں۔ البتہ زمانۂ انتہا کی باتیں کمالات ہوتی ہیں۔ اور وہ قابلِ سند ہیں۔ پس حضرت شبلی کا یہ قول اور مقامِ غیرت میں ان کا متمکن ہونا یہ سب قبل از حصول درجۂ کمال ہے۔ جسے کامل لایعبأ بہ (ناقابلِ توجہ) کہتا ہے۔

کمال اور کامل وہ ہے جسے حضرت جنید فرماتے ہیں:

الکامل من الرجال من لا یحجب بشہود اللہ تعالیٰ عن شہود خلقہ
ولا عکسہ بل یعطی کل ذی حق حقہٗ

کامل آدمی وہ ہے جس کا مشاہدہ الٰہی مشاہدۂ خلق کے لیے پردہ نہ بن جائے اور نہ اس کا عکس ہو (یعنی مشاہدۂ خلق مشاہدۂ خالق کے لیے پردہ نہ بنے) بلکہ ہر ایک کو اس کا اصلی حق دے۔

یعنی! ؎

مستغرق تو ترا بہ بیند
بیرون جہان و در جہان نیز

اسی طرح احیاء العلوم وغیرہ میں جو ایسے اقوال بزرگوں سے منقول ہیں وہ سب ان کے درجۂ کمال سے قبل کے ہیں۔ ان اقوال کا عام لوگوں میں مذکور ہونا سخت مضر ہے۔ بلکہ ممکن ہے کہ زندقہ و الحاد کی طرف منجر ہو۔ آپ میرے اس مضمون پر خوب غور کریں اور فقیر کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

بنام یکے از مریداں

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

بیعت کا مقصد حصول دنیا نہیں

تم نے مجھ سے بیعت طریقہ کی ہے اس کے متعلق جو کچھ فقیر سے پوچھنا ہو بے تکلف استفسار کرو۔ میں نہ کوئی قانون پیشہ شخص ہوں اور نہ حفظان صحت کا ڈاکٹر! پھر بار بار اپنے اہل و عیال کی بیماری اور مقدمات کی پیشی کا مجھ سے کیوں ذکر کرتے ہو؟ اگر بیعت سے آپ کا مقصود یہی ہے تو آپ شوق سے کسی ڈاکٹر اور پلیڈر کی بیعت کر لیجیے میں تو اسی قدر کہوں گا ؎

غم دیں خور کہ غم غم دین ست

غم دنیا مخور کہ بیہدہ است

حقیقی صحت قلب کی صحت ہے اور بیماری بھی قلب کی بیماری ہے۔ اس بیماری کی دوا طمانیت ہے اور وہ اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ پس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو قلبی ہو یا لسانی۔ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ والسلام

بنام بعضے علمائے متقشفین

مولانا! وعلیکم السلام

اما بعد۔ گرامی نامہ وصول ہوا۔ آپ کی یاد فرمائی اور نصیحت برادرانہ کا ممنون و مشکور ہوں۔ جناب نے اس حقیر کو زمرۂ علماء و فضلاء میں داخل فرمایا ہے یہ محض عزت افزائی ہے ورنہ میں کہاں اور علمی مدارج کہاں ؎

جو پڑھا لکھا تھا نیازؔ نے اسے صاف دل سے بھلا دیا

ہاں اتنا شرف ضرور ہے کہ جس طرح آپ حضرات نے درسی کتابیں پڑھی پڑھائی ہیں اسی طرح میرا بھی ایک زمانہ گذرا ہے ؎

لقد طفنا کما طفتم سنینا　　بهذا البیت طرّاً اجمعینا

تمہاری طرح ہم بھی برسوں اس گھر کے گرد چکر کاٹتے رہے ہیں۔

مگر اب اپنی حالت کیا گذارش کروں نہ درس و تدریس ہے نہ کتب بینی ہے نہ کتابوں کا شوق ہے نہ تصنیف و تصانیف کا ذوق ؎

دارد دل دیوانہ ام سودائے لیلائے دگر　　مجنون طبع وحشیم بگزید صحرائے دگر

میرا دل دیوانہ ایک دوسری ہی لیلیٰ کا سودائی ہے، اور میری طبع وحشی نے (جو مجنون ہے) دوسرا ہی صحرا اختیار کیا ہے۔

پس فقہی مسائل سے اگر کبھی دور پڑ جاؤں تو قابل معافی ہوں اور وقع القلم عن ثلث (تین قسم کے

آدمیوں پر قانونی گرفت نہیں ، اس میں ایک میں بھی سمجھ لیا جاؤں۔ مگر عام مجانین میں اور مجھ میں اتنا فرق ضرور ہو گا کہ ؎

جنون فوق غایات الجنون   جنون من حبیب ذی فنون[۵۳]

یہ ایک جنون ہے جو تمام جنونوں سے بڑھا ہوا ہے۔ ایسا جنون ہے جو ایک طرحدار محبوب کی طرف سے ہے۔

اب اصل مقصد پر آتا ہوں کہ جناب والا سے جن بزرگوں نے یہ نقل فرمایا ہے کہ میں حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری قدس سرہٗ کی قبر مبارک کو سجدہ کیا کرتا ہوں یہ محض غلط اتہام و افترا ہے۔ حاشا و کلا میں نے کبھی کسی قبر کو سجدہ نہیں کیا ہے اور نہ فقیر کے مریدین و معتقدین مجھے سجدہ کرتے ہیں نہ میرے خاندان پھلواری میں کبھی اس کا رسم و رواج رہا ہے۔ ہاں یہ بات سچ ہے اور میں اس کا انکار نہیں کرتا کہ جب روضۂ مطہرۂ خواجہ غریب نواز پر حاضر ہوتا ہوں تو کثرت رعب و جلالت و عظمت حضرت خواجہؒ سے، اندرون حلقۂ مزار جانے کی ہمت نہیں پڑتی اور باہر ہی سے آستانہ بوسی کرتا ہوں۔

حضرت من! اگر یہ فعل میرا غلبۂ ذوق و شوق پر بھی محمول نہ کیا جائے تو میری دانست میں حرام قطعی نہیں ہے جس پر نکیر کی جائے۔ یا کفر کا فتویٰ لگایا جائے۔ شارع علیہ السلام کی طرف سے آستانہ بوسی کی ممانعت کی کوئی نص میری نظر سے نہیں گذری اور بزرگان دین مشائخ صوفیہ اور علمائے کبار میں بھی بعض حضرات سے یہ فعل آستانہ بوسی منقول ہے۔

وفیات الاعیان، علامہ ابن خلکان، جلد دوم صفحہ ۴۰۸ مطبوعہ مصر ملاحظہ ہو، حافظ ابن عساکر محدث امام محمد اسفرینیؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ وکان جدی (الامام عمر ابن الصفار) اذا وصل الی مشہد الاستاذ لایدخلہ احتراما بل کان یقبل عتبۃ المشہد[۵۴] انتہی

میرے دادا امام عمر بن صفار جب استاد کے روضے پر جاتے تو ادب کی وجہ سے اندر نہ جاتے بلکہ اس کی چوکھٹ چوما کرتے تھے۔

اور حضرت شیخ عبد الغنی نابلسی جو اکابر علمائے حنفیہ میں گذرے ہیں وہ اپنے رسالے میں فرماتے ہیں کہ:

وتقبيل توابيت الاولياء واعتابهم فلا خلاف فی جوازه ولا کراهة فی تقبيل اعتابهم علی قصد التبرك كما افتی به شيخنا الرملی رحمه الله۔ (۲)

اولیاء کے تابوتوں اور چوکھٹوں کو چومنے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں اور نہ برکت کے لیے ان کی چوکھٹوں کو چومنے میں کوئی کراہت ہے جیسا کہ ہمارے شیخ علامہ رملی کا بھی فتویٰ ہے۔

اب صفحہ ۵۶ شواہد الحق علامہ نبہانی ملاحظہ فرمائیے۔

اور امام عبدالوہاب شعرانی لطائف المنن میں فرماتے ہیں:

وكثيرا ما اُقبّلُ عتبة باب ذلك الشيخ او باب زاويته (۳)

میں اس شیخ کی چوکھٹ یا اس کی عبادت گاہ کے دروازے کو اکثر چوما کرتا ہوں۔

اور اس آستانہ بوسی کو وہ آداب میں داخل فرماتے ہیں۔ لطائف المنن جلد اول صفحہ ۲۰۶ ملاحظہ ہو۔

میں یہ ہرگز نہیں کہتا کہ فقہی کتابوں میں کوئی قول اس کے خلاف نہیں ہے۔ معاف فرمائیے یہ کتب فتاویٰ عطار کی دکان ہیں، جو کچھ چاہیے وہاں سے نکال لیجیے، مگر ارباب درایت ضرور تنقید سے کام لیں گے۔

میرے مکرم! یہ کتابی ثبوت بدرجۂ مجبوری میں نے پیش کیا ہے۔ اصلی مستند میرا اس مذاق میں قیس عامری کا وہ مقولہ ہے ؎

امرُّ علی الدیار، دیار لیلیٰ　　　اُقبّل ذا الجدار وذا الجدارا

وما حبُّ الدیار شغفن قلبی　　　ولکن حبّ من سکن الدیارا

جب میں لیلیٰ کے گھر کی طرف سے گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اُس دیوار کو۔ گھر کی محبت نے میرے دل میں گھر نہیں کیا ہے بلکہ محبت اس کی ہے جو اس گھر میں سکونت پذیر ہے۔

کافر ہے جو سجدہ کرے بت خانہ سمجھ کر　　　سر رکھ دیا ہم نے در جانانہ سمجھ کر

والسلام

سعید عثمان صاحب لشکر بنگلور

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط شوقیہ و اشتیاقیہ تمھارا آیا۔

حسنِ ارادت

میں تمھاری محبت و حسنِ ارادت سے بے حد خوش ہوں۔ مریدوں کو پیر کے ساتھ ایسا ہی چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اے عزیز! جس قدر نسبت رابطہ زیادہ ہوگی اسی قدر فیض زیادہ ہوگا۔ عربی کی مثل ہے کما تدین تدان یعنی جیسا برتو گے ویسا ہی تمھارے ساتھ برتا جائے گا۔ پس سمجھ لو کہ تمھیں میرا جب ہر دم خیال ہے تو گویا معنوی طور سے تم میرے پاس ہی ہو اور تمھارے جذبات کا انعکاس ضرور مجھ پر ہوگا۔ مگر یہ خالی خولی محبت اور سادہ خیالی اسی وقت مفید ہے کہ اشتغال و اوراد کو بھی برابر قائم رکھو۔ درود شریف شاید میں نے تمھیں نہیں بتایا ہے۔ مولوی عبدالغفور صاحب سے دریافت کرلو۔ وہ تمھیں اس کا طریقہ بھی بتادیں گے۔ تم اس پر عمل کرو۔ عزیزم حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے۔ تم خط برابر لکھا کرو۔

محمد عبدالحفیظ عرف صاحب جان بنگلوری

(۱)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ

سالک کی حالت یکساں نہیں رہتی

مومن سالک کی حالت یکساں نہیں رہتی، کبھی بسط ہے، کبھی قبض، جب بسط ہوتا ہے بے شمار فیوض آتے ہیں اور دل کو انشراح و مسرت ہوتی ہے اور جب قبض ہوتا ہے تو فیوض کی آمد بند معلوم ہوتی ہے اور دل کو وحشت ہوتی ہے۔ اس وقت توبہ و استغفار کرنا چاہیے تاکہ پہلی حالت عود کرے۔

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے آستانے سے جب کوئی واپس ہوتا ہے تو بے شمار فیوض و برکات اپنے ساتھ لاتا ہے، مگر مکروہات دنیاوی میں پڑ کر اس کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، پھر خدا کو جب منظور ہوتا ہے وہ شیرازہ باہم ہو جاتا ہے۔

اب تم اپنے پہلے خواب کی تعبیر سمجھ گئے ہو گے، مگر گھبرانے کی بات نہیں ہے اس لیے کہ پچاس دانے تم کو مل گئے ہیں وہ پھر رشتۂ صحبت شیخ سے پورے سو ہو جائیں گے۔ روزانہ تم حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کا فاتحہ بعد نماز مغرب یا عشاء پڑھا کرو۔ طریق فاتحہ درود شریف

چھ بار، سورۂ فاتحہ چھ بار، سورۂ اخلاص چھ بار، درود شریف چھ بار پڑھ کر یوں کہو کہ یا اللہ اس کا ثواب روح پُر فتوح حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی قدس سرہٗ کو پہنچے۔
دوسرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ عشقِ محمدی سے تم مشرف ہو گئے اور اس فقیر کے طریقے کا ماحصل یہی ہے۔ درود شریف کی کثرت کرو اور جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ملاحظہ قائم رکھو۔ اپنے سب رفیقوں کو میرا اسلام کہو۔

---

(۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ آج تمہارا خط ملا دل بہت خوش ہوا جو مرید خالص ہوتا ہے اور اپنے دل کو آئینہ بنانا چاہتا ہے اس کو ہمیشہ یہی چاہیے کہ اپنے قلبی حالات اور خواب و واردات سے اپنے مرشد کو مطلع کرتا رہے اس لیے میں تمہارے بار بار خط بھیجنے سے ناخوش نہیں ہوں بلکہ خوش ہوں۔
عزیز من، قوالی سننا بے شک مفید ہے مگر کثرت نہیں کرنا چاہیے اور ہر مجمعے میں نہیں شریک ہونا چاہیے بلکہ کبھی کبھی اپنے حلقے کے لوگوں کے ساتھ سننا چاہیے۔ اس کا بہت خیال رکھو اور یہ بھی خوب خیال کرو کہ درویشی میں بدگمانی، عیب بینی، غیبت اور شکایت اکبر و حسد نہایت ہی نقصان رساں چیز ہے۔
دوسروں کا عیب نہ دیکھنا چاہیے
پس اگر کسی بزرگ کو دیکھو کہ نماز میں بظاہر نہیں شریک ہوا تو ممکن ہے کہ وہ اپنے گھر پر جا کر پڑھے۔ ہم کو کسی کا عیب دیکھنے کا حق نہیں ہے۔ اور اگر مجبوراً دیکھ لیا تو آنکھیں بند کر لیں اور کسی سے بھی ذکر نہ کریں، ہم کو اپنے عیوب کو دیکھنا چاہیے اور اس کی اصلاح کی تدبیر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کے حال پر رحم کرے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط (اللہ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے)
حکیم عبدالکریم حیرت سلمہ اللہ تعالیٰ نے اب تک کوئی خط نہیں لکھا اس لیے میرے دل

کو تعلق ہے۔ تم ان کے پاس جا کر میرا سلام و دعا کہو اور ان کی خیریت سے مطلع کرو، پہلے مجھے اُن سے عام مریدوں کا سا برتاؤ تھا۔ اس دفعہ جب وہ اجمیر شریف حاضر ہوئے تو ان کے جاذبہ محبت کا مجھ پر گہرا اثر پڑا، اب وہ میرے عام مریدوں میں نہیں ہیں بلکہ حلقۂ خاص یاران میں ان کو شمار کر لیا، اللہ تعالیٰ ان کو بزرگانِ دین کے فیوض باطنی سے شرف اندوز فرمائے

اللھمّ ھذا دعائی وانت مجیب الدعوات تارحم علینا یا قاضی الحاجات وصل علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

(اے اللہ یہ میری دعا ہے اور تو دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے پس ہم پر رحم کر اے حاجتیں پوری کرنے والے اور صلوٰۃ بھیج ہمارے آقا محمدؐ پر، ان کی آل پر، اور ان کے اصحاب پر اسب پر)

اپنے رفقاء کو اور دیگر عزیزوں کو سلام و دعا کہو۔
بقلم میاں شریف اعظم سلمہ اللہ تعالیٰ، اور ان کا سلام بھی قبول کرو۔

مولوی ابو محمد عبد الحئی شاہ صاحب قادری چشتی
فرزند حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا پہنچا، تمہاری پریشان حالی سے سخت تعلق ہوا۔

قبولیت دعا کے لیے جمعیت خاطر ضروری ہے

اے عزیز! دعا کے لیے جمعیت خاطر اور رجوع الی اللہ کی ضرورت ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ لوگ اضطراب کی حالت میں ایسے غلط خیالات پیچیدہ میں پڑ جاتے ہیں کہ ان کا اضطرار اور بھی بڑھ جاتا ہے اور رجوع الی اللہ سے کوسوں دور جا پڑتے ہیں۔ پھر قبولیت دعا بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔

پس اے عزیز! پہلے تم جمعیت خاطر پیدا کرو پھر اپنے مولا پر پورا بھروسہ کرو کہ "ھو الرزاق ذو القوۃ المتین" پھر جو مانگنا ہو اسی سے مانگو، جو چاہنا ہو اسی سے چاہو۔ حدیث شریف "اذا سألت فاسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ" کو ہمیشہ پیش نظر رکھو، اور دعائے حزب البحر بعد نماز صبح و بعد نماز عصر بالدوام معنی کے ملاحظے کے ساتھ پڑھو۔ اگر معنی پر غور و فکر نہ کرو گے تو بہت ہی کم نفع ہوگا اور قصیدہ بردہ کا وقت شب کو رکھو۔ اور جب یہ شعر پڑھو

یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ سواک عند حلول الحادث العمم

تو اس وقت یہ خیال کرو کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہیں اور ان کے قدم مبارک پر اپنا سر رکھ کر مستمندانہ اور عاجزانہ یوں عرض کر رہے ہیں۔ اسی طرح سے مکرر سہ کرر اس شعر کو پڑھو اور اپنے قضائے حاجات کے لیے آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلۂ جلیلہ جانو۔

اے عزیز! اگر تم نے چالیس دن تک اسی ملاحظے کے ساتھ قصیدۂ بردہ کا دوام کیا تو اکثر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھو گے۔ اور پریشانیاں بھی دور ہو جائیں گی۔ میں اپنے اکثر عزیزوں کو "یا مغنی" کا عمل بھی بتایا کرتا ہوں۔ یعنی بہ یک نشست گیارہ سو گیارہ مرتبہ پڑھا کرو اور درود شریف اول و آخر تین تین بار۔ یہ عمل غنائے قلبی و مالی دونوں کو مفید ہے اور ایک چلّے تک سفر بند کرو اور نکاح وغیرہ کے خیالات بھی دل سے دور کر دو۔ شجرۂ قادریہ بھیجا جاتا ہے، کم سے کم ہفتے میں ایک بار بخلوص پڑھ لیا کرو۔ اور شجرۂ چشتیہ اس وقت نہ مل سکا، پھر کبھی بھیج دوں گا۔ حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ دو ڈھائی ماہ سے علیل ہیں اس لیے دفتر بالکل منتشر ہو رہا ہے۔

و السلام

---

(۲)

مخلص عزیز! وعلیکم السلام۔ مکرر خطوط آپ کے آئے۔ حسن میاں مرحوم کی علالت میں اس قدر مصروفیت تھی کہ موقع تحریر جواب نہ ملا۔ اب چار پانچ دن ہوتے ہیں کہ مرحوم نے انتقال کیا۔ سوئم سے بھی فراغت ہو گئی۔ آپ جانتے ہیں کہ "طلب الکل فوت الکل" اس لیے مختلف اعمال و وظائف کا خیال نہ کیجیے۔ میں نے جس قدر آپ کو پہلے خطوط میں لکھ دیا ہے اسی پر دوام کیجیے۔ جب وقت آئے گا اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے گا اور،

دعائے حزب البحر سبب افلاس نہیں

حزب البحر کو باعث افلاس سمجھنا بدترین بدعقیدگی اور سخت گستاخی ہے۔ عامیانہ خیالات پر اگر اپنی عقیدت کا مدار رکھیے گا تو بجز خسران مبین کے اور کیا ہاتھ آئے گا۔ اعاذنا اللہ منہ۔ اے عزیز! جب تک کسی امر میں یکسوئی نہ ہو اور قلب سیماب وار منتشر رہے تو فلاح و نجاح سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھنا چاہیے۔ اسی لیے بار بار میں آپ کو لکھتا ہوں کہ یکسوئی پیدا کرو۔ اور "تبتل الیہ تبتیلا" پر عملدرآمد کرو، اور شب کو بعد نماز تہجد خداوند عالم کے حضور میں اپنے اطمینان قلب کے لیے گریہ و زاری کے ساتھ دعا کیجیے اور "یا مفتح الابواب افتح علینا الباب" پچیس بار معنی کے خیال کے ساتھ پڑھا کیجیے۔

والسلام

جواب خطوط تعزیت حسن میاں مرحوم

میرے محبان و عزیزان! بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ تعزیت نامہ مرحوم حسن میاں صدہا آئے ہیں اور ابھی سلسلہ منقطع نہیں ہے۔ ہر کسی کو علحدہ علحدہ جواب دینا بالخصوص اس ماہ مبارک صیام میں مجھ جیسے بے دست و پا سے مشکل امر ہے، لہذا میں اپنے احباب و عزیزان کی ہمدردی کے شکریے میں یہ مضمون پیش کرتا ہوں اور خدا سے امید ہے کہ دردمندوں کے لیے ہمیشہ یہ مفید ہوگا۔

دنیا راحت و رنج کا مجموعہ ہے

دنیا عیش و راحت و رنج و غم کا مجموعہ ہے ہر زندہ کو یہ قطعاً فیصلہ کرلینا چاہیے کہ ایک دن موت ضرور آئے گی اور اس سے چھٹکارا نہیں یُدْرِكُكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ (تم کہیں رہو موت تم کو ضرور پکڑے گی چاہے تم مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ ہو)۔ کب آئے گی، کہاں آئے گی؟ قطعی طور سے اسے کوئی بتا نہیں سکتا۔ مَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ (کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا)۔

انسان اس قدر عیش پرست اور راحت طلب ہے کہ وہ دوسرے پہلو کو بالکل نظرانداز کردیتا ہے اور موت کو آنے والی شے سمجھتا ہی نہیں اور اگر سمجھا بھی تو اسے بہت ہی دور سمجھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس خیر امت کو بار بار تنبیہ کی اور جتایا کہ اسے فہمیدہ امت تجھے غافل نہ ہونا چاہیے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا

ضروری ہے) اور کُلُّ من علیہا فانٍ (روئے زمین کی سب چیزوں کو فنا ہے)۔

انبیاء ورسل بھی نہ رہے

انبیاء ورسل کی پاک روحانیت اور تقدیس کی وجہ سے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ وہ شاید ہمیشہ کو باقی رہیں اور موت ان کے پاس نہ پھٹکے، وہ وہم وگمان یوں مٹایا گیا کہ خاص رسولؐ سے خطاب ہوا:

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ٥

اے رسول! تمھیں بھی موت ہوگی اور ان لوگوں کو بھی۔

پھر یہ شبہ ہوتا تھا کہ رسول اگر اٹھ گئے اور انھیں بھی موت نے نہ چھوڑا تو نظام عالم شرع درہم برہم ہوجائے گا اور تمام قوائے دینی بے حس ہوجائیں گے، پس یہ شبہ یوں رفع کیا گیا کہ شرع و دین اللہ ہی کی طرف سے ہے:

وَلِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط

دین خالص کا مالک تو اللہ ہی ہے۔

ایک ہی ذات حیّ وقیوم ہے

اور وہ "حیّ لایموت" ہے پھر کیوں نظام شرع بگڑے گا اور دین اسلام کی موت کیوں ہوگی۔ اس کا مالک اصلی وہ قادر مطلق ہے کہ:

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ط

وہ زندہ توانا جسے نہ تو اونگھ آتی ہے نہ نیند!

رسول کو فقط ابلاغ وتبلیغ وانذار وتنذیر سے تعلق ہے کسی چیز کی حیات وممات سے نہیں!

اِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ٥

میرے رسول کے ذمّے فقط میری باتوں کو صاف طرح سے پہنچا دینا ہے۔

پھر سب رسولوں سے ممتاز حضور صلعم ہیں اس لیے خاص ان کا نام لے کر تمام مضامین گذشتہ کی یوں فہمائش کی گئی اور امت محمدیہ سے یوں خطاب کیا گیا:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ

اِنْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ؟

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول آئے اور گئے تو کیا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم اپنی قدیم جاہلانہ روش پر لوٹ جاؤ گے؟

ابدی زندگی کی تمنا کون کر سکتا ہے

اے عزیزو! ان آیات و نصوص کے بعد کیا کوئی ابدی زندگی کی تمنا کر سکتا ہے یا اپنے کسی عزیز یا بزرگ کا دنیا میں ہمیشہ رہنا خیال کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر میں کیونکر اپنے عزیز مرحوم محسن کے لیے امیدوار ہو سکتا تھا۔ اب رہا اس کے علم و فضل و سعادت و نوجوانی کا مسئلہ بے شک یہ ایک روح فرسا امر ہے مگر یہ بھی کوئی نئی بات نہیں اور نیا قانون نہیں کہ عذر داری کی جائے یا زبانِ شکوہ دراز کی جائے۔ جس گھر سے مجھے شرف ہے وہاں سے سند لیجیے۔ حضرت علی اکبر و حضرت قاسم نوجوانانِ اہل بیت و فرزندانِ حسن و حسین سید اشباب اہل الجنۃ کیسی اٹھتی جوانی میں چل بسے اور موت نے خنجر و نیزہ بن کر ان کا لہو چوس لیا۔ اب غور کرو میرا بیٹا یا کسی کا فرزند ہو اُسے حضرت علی اکبر شبیہ پیغمبر سا علم و فضل و کمال اور قرب رسول ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پھر اپنے نوجوان فرزند کو کوئی رو بیٹے تو کیا روئے۔ جو وہاں میرے بزرگوں نے کیا وہ مجھے یہاں چاہیے ورنہ "فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ" سے میرا کوئی حصہ باقی نہ رہے گا اور دعوائے تمسکِ ثقلین، کتاب اللہ و عترت، محض غلط ثابت ہو گا۔ پس اے عزیزو! ایسے مصائب میں ثابت قدم رہنا اسلام کی اہم تعلیم ہے۔ اور اسی ثابت قدمی کی بدولت ان کو صابر کا خطاب دیا گیا اور وہ بشارت کے مستحق قرار پائے

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو جو مصیبت آنے پر انا للہ و انا الیہ راجعون کہتے ہیں۔

ہم سب خدا کی ملک ہیں

مگر انا للہ کا زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ اس کے معنی کا مراقبہ اور اس کے مضمون کی تصدیق قلبی۔ یعنی ہم سب لوگ خدا کی ملک ہیں اور وہ اپنی ملک میں جو چاہے تصرف

کرے، اس جسم میں اس کی دی ہوئی جان ہے وہ جب چاہے اس جان کو اپنی طرف لوٹا لے، ضرور اس کی طرف لوٹنا ہی ہوگا۔

ان معانی کے ملاحظے کے بعد کیسا جزع و فزع اور کہاں کا غم والم؟ سب ہوا ہو جائے گا۔ پھر وعدۂ الٰہی ضرور پورا ہوگا کہ "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ" (صبر کرنے والوں کے ساتھ خدا کی معیت ضروری ہے) یعنی اس کا فضل و کرم شامل حالِ صابرین ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے بڑھ کر کون سی نعمت ہے۔

اے عزیزو! مرنا تو ضروری ہے مگر ہمیں کس طرح مرنا چاہیے اللہ تعالیٰ نے خود بتلا دیا:

البتہ وہ چاہتا ہے کہ ہم مسلمان مریں

لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

یعنی! مرو تو مسلمان ہی مرو!

دکھ بیماری میں اسلامی اخلاق نہ کھو بیٹھو، مردانہ وار جان کو جان آفرین کے سپرد کر دو۔ اور "ہکے دان و ہکے بین و بکے گوئے"۔

خوش ہوں کہ میرا فرزند سچا مسلمان مرا

میں اس غم کی داستان کے آخری حصے سے بے حد خوش ہوں یعنی میرا مرحوم فرزند حسن میاں نہایت ہی مردانہ وار سچا مسلمان مرا۔ سات ماہ کی علالت میں کبھی ایک وقت کی نماز بھی ناغہ نہ ہوئی۔ باوجودیکہ تپ دق میں مبتلا تھا مگر غصے کا نہایت متحمل رہا۔ کسی کا حق اپنے ذمے باقی نہ رکھا۔ اسلامی ہمدردی ایسی کہ جب میں لاہور سے واپس آیا اور ان کو خون تھوکتے دیکھا تو میں رونے لگا۔ وہ مجھ سے کہنے لگے کہ "ہائے بلقان میں سینکڑوں بچے یتیم اور بہتیری عورتیں بیوہ اور ہزار ہا نوجوان خاک و خون میں غلطاں۔ یہ اسلامی عمومی ماتم میرے ماتم سے زیادہ ہے؟ اللہ تعالیٰ اسلام کا بول بالا کرے میری ایک جان ہی کیا؟" ؎

مکن اے صبا مشوش سرِ زلف آں پری را — کہ ہزار جانِ حافظ بفدائے تار موئے

ایڈریانوپل میں جب ترک داخل ہوئے اور مرحوم کو اس کی خبر ہوئی تو کہنے لگے "میرے لیے دنیا کی آخری خوشی ہے۔" مرنے سے دو ایک روز پہلے انھیں استغراق ہو جاتا تھا اسی حالت میں کہا "السلام علیکم" لوگوں نے کہا کہ آپ کسے سلام کرتے ہیں۔ کہا "امام حسن و امام حسین علیہما السلام ہیں اور یہ کشتیٔ نجات ہے، واہ کیا شان اہل بیت ہے۔" پھر تیمم کیا اور نماز مغرب میں مصروف ہوئے۔ سورۂ فاتحہ بلند آواز سے پڑھی اور آمین کہی، اسی دم روح نے پرواز کی۔ سبحان اللہ! لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اسے کہتے ہیں۔ میں نے قطعۂ تاریخ میں یہ واقعہ لکھ دیا ہے وہو ہذا

حسن عاشق سید المرسلین	غلام علی و حسین و حسن
دم مرگ می گفت یا مرحبا	سلامٌ علیک از من پُر محن
بہ پرسیدم از وے کہ باکیست ایں	سلام و کلام اے عزیز من
بگفتا بہ بیں شان آل رسول	کہ اینک حسین و دریں جا حسن
ازیں واقعہ سال تاریخ اوست	بہ پیش حسن رفت میاں حسن ۱۳۳۰ھ

مرحوم* کی عمر ۲۳ سال دو ماہ ہوئی، دوسری شادی کو ان کے ڈیڑھ برس ہوا۔ آٹھ ماہ کا ایک بچہ "حسن مثنیٰ" نامی اپنی یادگار اور علمی یادگار کا ایک ذخیرہ چھوڑا ہے سہ

عشق آنست کزو نام ونشانم باقیست ۔۔۔ گرچہ فانی شدہ ام ذکر و بیانم باقیست

---

* خط بنام عبدالحی صاحب گولہ گنج لکھنؤ میں مرحوم کی وفات ۲۴ سال دو مہینے کی عمر میں درج ہے اور بچے کی عمر سات ماہ تحریر ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹۸ کتاب ہذا

میاں قمر الدین صاحب لاہور

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا ملا۔ اور داستان ترددات بھی گوش زد ہوئی۔

اے عزیز! دنیا رنج و راحت کا مجموعہ ہے۔ کبھی یہ کبھی وہ۔ پس انسان جب خوش ہو تو اس کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ایک دن ناخوشی بھی پیش آئے گی اور رنج والم سے بھی ہم کو سامنا ہوگا۔ مگر افسوس اور ہزار افسوس کہ انسان کنود ہے اور کافر نعمتی اس کا شیوہ ہو گیا ہے۔ رنج والم کو تو وہ احساس کرکے فریاد و فغاں کرتا ہے زبان شکوہ دراز کرتا ہے مگر ان نعمتہائے خداوندی کو جو بے شمار اس پر مبذول ہوئی ہیں بالکل بھول جاتا ہے۔ اگر بیمار ہوا تو یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے نعمت صحت کبھی پائی ہی نہ تھی۔ اور اگر فقر و فاقے سے سامنا ہوا اور تنگی و عسرت معاش پیش آئی تو سمجھنے لگا کہ ہم نے کبھی ایک آن بھی فارغ البالی اور وسعت مالی پائی ہی نہیں۔ سچ ہے:

رنج و غم کا شکوہ کرتے ہو تو اس کی نعمتوں کو بھی یاد کرو

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا

انسان کے خمیر میں بے صبرا پن ہے۔ جب اسے کوئی گزند پہنچتا ہے تو وہ

نالہ و فریاد شروع کر دیتا ہے اور جب بھلائی حاصل ہو تو کنجوس بن جاتا ہے۔
پس اے عزیز و باہم مسلمانوں کو ایسا نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ جہاں تکلیفوں کا شکوہ کرتے ہیں وہاں اس کی نعمت آسائش کو بھی یاد کرنا چاہیے۔ تمھیں خیال کرو خدا نے تم کو کتنی نعمتیں دی ہیں۔ دولت جوانی صحت جسمانی۔ عقل و دانش۔ علم و فہم۔ خلعت اسلام۔ اور بھی، اور بھی۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو نہیں کر سکتے"۔
ان نعمتوں کے مقابلے میں کچھ تکلیفیں پہنچیں تو ان کا گلہ غلط، نرم گرم سب اسی کی طرف سے ہے ؎

درد م از یارست و درماں نیز ہم　　دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

پس بمقتضائے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اپنے مولا پر بھروسہ کرو۔ اور جو چاہو اسی سے چاہو جو مانگنا ہو اسی سے مانگو اور اسی کی رحمت کے امیدوار رہو ؎

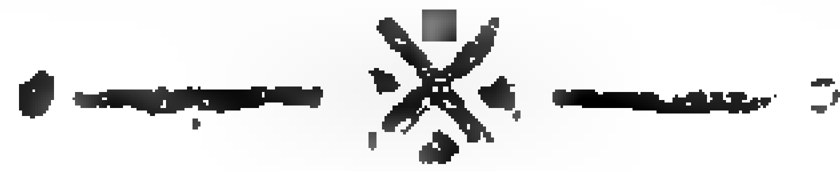
رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند　　چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

"گردش تقدیر" وغیرہ ناشکر گذاری کے الفاظ میرے خط میں نہ لکھا کرو۔ فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ جو اس نے مقدر کیا ہے اس میں حکمت و اسرار ہے۔ کبھی کچھ سمجھ میں آیا اور کبھی نہیں۔ مگر ایمان اس پر ضرور ہے۔ یا مغنی اور درود شریف پر حسب معمول دوام رکھو۔ جب اس کی مرضی ہو گی برکت آپ نمایاں ہو گی ؎

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس　　دربند آں مباش کہ نشنید یا شنید

تعویذ جاتا ہے۔ خط برابر لکھا کرو۔ اور اپنے والد کو سلام کہو۔

محمد سعید صاحب گوجرانوالہ پنجاب



میرے مخلص عزیز! وعلیکم السلام۔ تمہارا محبت نامہ آیا۔ دل کو بے حد خوشی ہوئی۔ اپنا شوق و اشتیاق جو کچھ تم نے ظاہر کیا ہے۔ وہ ثمرۂ محبت و نتیجۂ ارادت ہے۔ ہمارے مشائخ طریقت کے یہاں یہ نہایت ہی قابل قدر چیز ہے۔ اسی سے رابطہ پیدا ہوتا ہے اور رابطے ہی کے ذریعے سے تمام فیوض و برکات الہیہ و مواجید و انوار قلبیہ حاصل ہوتے ہیں اور انسان، انسان کامل ہو جاتا ہے۔

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہو

اور اس درویشانہ محبت کی ایک عجیب شان یہ ہے کہ آخر محب، محبوب ہو جاتا ہے۔ اور محبوبیت کے سلسلے سے وابستہ رہتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہو) اور ظاہری مفارقت سے گھبرانا، یہ سب ابھی خامیٔ محبت کی دلیل ہے۔ تم جب برابر میرے خیال میں ہو تو میں بھی خیالی طور سے ہی سہی تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر مفارقت کیا معنی؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اگر نالد کسے نالد کہ یارے در سفر دارد
تو بارے از چہ می نالی کہ یارے در بغل داری

والسلام

میاں عزیزالدین صاحب لاہور

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا پہنچا دل کو خوشی ہوئی۔ اسی طرح سے ہمیشہ خط لکھا کرو اور اپنے احوال سے مطلع کیا کرو۔ یہ ماہ مبارک رمضان ہے جس کی آج ۲۸ تاریخ ہے اور عید کے دن یہ خط تمہیں ملے گا اور عید فیض مکرر عید تمہارے لیے ہوگی۔ اے عزیز دربارہ رسالہ و اخبار کے جو تم نے دریافت کیا ہے اس کے متعلق کچھ تفصیل سے سنو۔ بزرگوں نے فرمایا ہے "یک در گیر و محکم گیر" جو درویشی اور عرفان کا طالب ہونا ہے اس کو ابتدا میں ایک ہی کا ہو کے رہنا چاہیے۔ جس شیخ کو اس نے قبول کیا ہے بس اسی کو کتاب سمجھے اسی کو رسالہ سمجھے اور اسی کو اخبار سمجھے ؎

بر مصحف روئے او نظر کن
خسرو غزل و کتاب تا کے

اشغال میں کتب بینی مخل بھی ہوتی ہے

بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ طالب کو ابتدائے زمانہ میں اپنے اشغال و اوراد کے سوا کتب بینی اور مختلف رسائل کی سیر اکثر نقصان رساں ثابت ہوتی ہے، اور تجربہ بھی یوں

ہی کہتا ہے کہ یک سوئی باقی نہیں رہتی ہے اور نسبت گڈمڈ ہو جاتی ہے۔ ہاں آخر زمانے میں یعنی جب قلب پر نزول سکینہ ہو یعنی اطمینان خاطر نصیب ہو جاتا ہے اس وقت کتب بینی بہت مفید ہوتی ہے اور اس سے قلبی واردات اور دلی جذبات کی تصدیق بڑھتی ہے۔ اے عزیز! میں نے جو تم کو نماز کا طریقہ بتایا ہے اور جو پڑھنے کے لیے لکھا ہے اپنے عزیز وقت کو اسی میں صرف کرو۔ یہ خوب یاد رکھو کہ فقط زبانی یاد اس راہ میں کوئی چیز نہیں ہے بلکہ آگاہئ دل اور یکسوئی کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (اور اپنے رب کا نام یاد رکھو اور اس کی طرف پوری طرح متوجہ رہو) پس ذکر کے ساتھ تم کو تبتل اور دوام آگاہی کی بےحد ضرورت ہے، فضول باتوں سے فضول ملاقات و ربط ضبط سے بالکل احتیاط کرو۔ حق دانی، حق گوئی، حق بینی اپنا شعار کرو۔ یہی تمہارا اوڑھنا ہو یہی تمہارا بچھونا ہو، دیکھو تھوڑے دنوں میں تم بول اٹھو گے ؎

ہرچہ آید در نظر غیر تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

نورچشم حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کی چند کتابیں اور رسالے تم کو بھیج رہا ہوں، ان کو مسلسل پڑھ جاؤ، بالخصوص "حب رسول" پھر "میلاد الرسول" پھر "تذکرہ" انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح سے تمہارے مناسب حال کتاب و رسالہ میں بھیجا کروں گا۔ تمہارے دیکھنے کو دل بہت چاہتا ہے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ صوری ملاقات کب تک نصیب کرتا ہے لیکن جب تک میں بلاؤں نہیں تم کبھی آنے کا قصد نہ کرنا، دو چار دن کے لیے شہر جانے کا ارادہ ہے شاید انبالہ بابو احمد جان کے یہاں دو ایک دن ٹھہروں گا۔

فطرہ اور مظلومان طرابلس

ہر مسلمان پر روزے کی زکوٰۃ یعنی فطرہ واجب ہے، تم اپنا فطرہ جس کی قیمت تخمیناً چار آنے ہوگی مظلومان طرابلس کے امدادی چندے میں بھیج دو، بذریعۂ دفتر زمیندار یا دفتر وطن۔ میں نے اپنے مریدوں کو لکھ دیا ہے کہ اس سے بہتر مصرف خیرات و زکوٰۃ کا نہیں ہے۔

میاں عزیز الدین و دیگر و میاں حفیظ اللہ صاحب لاہور

عزیزانم سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

جوانی کو غنیمت سمجھو

اے عزیزو! دولت جوانی کو غنیمت سمجھو۔ محنت و مشقت و تقویٰ و پرہیزگاری کا یہی زمانہ ہے۔ بڑھاپے میں بجز حسرت و افسوس کے کچھ پاس نہیں رہتا۔ لوگ جوانی کو حرص و ہوس و خواہش میں ضائع کرتے ہیں اور پیرانہ سالی میں کسی درویش کے مرید ہو کر ہاتھ میں تسبیح لے لیتے ہیں۔ پھر اپنی ناکامی پر حسرت کرتے ہیں۔

اے عزیز! پیرانہ سالی میں عشق کا مادہ کہاں سے پیدا ہوگا۔

پس اے عزیزان! خدا سے ڈرتے رہو اور اخلاقی حالات کی آراستگی کے ساتھ جہاں تک وقت ملے مجاہدے اور ریاضت میں مشغول رہو۔ عنقریب اس کا ثمرہ حاصل ہوگا۔

اب ایک حدیث سنو! اور غور کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسی کچھ حکیمانہ ہدایت فرمائی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمان اس سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے:

اغتنم خمساً قبل خمسٍ، شبابک قبل ھرمک و صحتک قبل مرضک

وغناک قبل فقرک وفراغک قبل شغلک وحیاتک قبل موتک

پانچ چیزوں کو دوسری پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھو ۔
جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، دولت مندی کو
ناداری سے پہلے، اطمینان قلب و فرصت کو مشاغل بے اطمینانی سے پہلے،
اور زندگی کو موت سے پہلے ۔
یہ حدیث شریف ترمذی میں مرسلاً مروی ہے اس پر غور و فکر و عمل درآمد ہونا چاہیے
والسلام

حاجی سید مبارک علی شاہ صاحب سلیمانی

بدیہ آباد (ریاست کپور تھلہ) کے رہنے والے تھے۔ پولیس میں "پے آفیسر" تھے۔
ان کے زہد و تقویٰ کا خود پولیس پر بڑا اثر تھا۔ جوانی ہی میں حضرت قبلہ کی بیعت کی تھی۔
بے حد رقیق القلب تھے اور اپنے پیر کے فدائی۔ اوراد و وظائف کا بہت ذوق
رکھتے تھے۔ شب بیدار تھے۔ علمی ذوق رکھتے تھے۔ "تکبیر عاشقان" اور "رحمت رحمان"
ان ہی نے شائع کرائی تھی۔ یہ دونوں وظائف کے کتابچے ہیں۔ لودھیانے میں
تعینات تھے۔ پھر پنشن لے کر فیروز پور آگئے اور انقلاب کے بعد اپنے بھائی حکیم
سید چراغ علی شاہ کے پاس ٹوبہ ٹیک سنگھ (ضلع لائل پور) میں آرہے اور وہیں انتقال
ہوا۔ حضرت قبلہ کے خلیفہ بھی تھے۔ اور ایک خاص حلقے کو ان سے بہت روحانی فیض
پہنچا۔

یہ خطوط جنوری ۱۹۱۶ء سے فروری ۱۹۳۵ء تک کے ہیں۔ اگرچہ یہ سارے خطوط
نہیں ہیں پھر بھی ایک تسلسل رکھتے ہیں۔ ان خطوط سے تعلیم و تربیت کے مختلف مدارج
اور احوال و کیفیات کا ایک خاکہ آسانی سے ذہن میں آسکتا ہے۔ دوسرے مکاتیب
میں جہاں علمی بحثیں ہیں، ان خطوط میں عملی مراحل ہیں۔

(۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ خطوط آپ کے برابر ملا کیے مگر بوجہ اہتمام عرس و قلت فرصت جواب نہ جا سکا۔ معاف کرو۔

درود و مستجابات کو ابھی ملتوی کرو۔ شجرے پر جو درود شریف لکھا ہے اسی کو پڑھا کرو۔
اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد ن النبی الامی و علیٰ آلہ و اھل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم و صل و سلم علیہ و علیھم اجمعین ط

درود شریف بہ تعداد مقررہ روزانہ با وضو ایک عدد، سو یا دو سو یا پانسو، مقرر کر لو۔ ناغہ نہ ہو اس کا خیال رکھو اور شمار کرتے جاؤ۔

سورۂ مریم روزانہ نماز صبح کے بعد ایک بار پڑھو۔

---

(۱۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ جو درود شریف میں نے بتلایا ہے سوا لاکھ بار
اس کی انتہائی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار ہے۔ اس کو جہاں تک ممکن ہو جلد ختم کر ڈالو، اور دلائل الخیرات و قرآن مجید و دیگر وظائف کی بھی تم کو اجازت ہے۔
خط برابر لکھا کرو اگرچہ تم میری آنکھوں سے دور ہو مگر دل سے نزدیک ہو، گھبراؤ نہیں اور اللہ اللہ کرتے رہو۔

---

(۱۳)

راحت جانم! وعلیکم السلام۔
جتنا وقت مل سکے اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کرو۔ درود شریف گویا قریب ختم ہے

بعد ختم انشاء اللہ تعالیٰ مجھے خبر کرو تو میں اور چیز بتلاؤں۔
الحمد للہ میرا مزاج باعتبار سابق اب بہت اچھا ہے۔ کچھ کام کر لیتا ہوں حسین میاں اور مولوی شریف اعظم جو میرے ہمراہ ہیں تم کو سلام کہتے ہیں۔

تصور جمال محمدی

دو سو بار درود شریف تنہائی میں بیٹھ کر پڑھو اور جب محمد ﷺ کہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سامنے خیال کرو۔

---

(۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ تمہارا خط ملا۔ ہمارے طریقے میں تصور شیخ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ بغیر اس کے کام نہ نکلے بلکہ ہمارے یہاں کا طریقہ یہ ہے کہ

تصور شیخ ضروری نہیں

ایک دم بغیر کسی وسیلہ شیخ وغیرہ کے براہ راست سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کیا جاتا ہے۔ اگرچہ صورت نہ جمے مگر تم دھیان کیے جاؤ اور اسی پر مستقیم رہو۔ رفتہ رفتہ ترقی کرو گے اور صورت وغیرہ سب جم جائے گی اور پھر ایسا پختہ رنگ آئے گا کہ تم مست ہو جاؤ گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ خاطر جمع رہو اور اپنے کام میں مشغول۔

---

(۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

احتیاط

بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا پہنچا۔ درود شریف صرف پلید اور ناپاک جگہ

نہ پڑھا کرو، اور ہر جگہ پڑھو۔ جو وظیفہ پڑھتے ہو اس کو پڑھا کرو۔ اور اس پر مستقیم رہو۔ خیریت سے مطلع کرتے رہو۔

---

(۱۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

طریقہ صابریہ کا معمول

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ بعد نماز فریضہ ۳ بار حق، حق، حق، تھوڑی بلند آواز سے کہا کرو، یہ میرا بھی معمول ہے، طریقہ چشتیہ صابریہ سے مجھے پہنچا ہے۔ اور صلوٰۃ و سلام، بعد جماعت نماز صبح بہت مستحسن ہے، بے تکلف ادا کیا کرو۔

ایک نسبت میری طریقہ صابریہ کی بھی ہے۔

رمضان شریف میں تلاوت قرآن و کثرت درود کی طرف متوجہ رہو۔

---

(۱۵)

عزیز مخلص! وعلیکم السلام۔

خط تمہارا پہنچا۔ حالات معلوم ہوئے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی محبت اور اپنا عرفان عطا کرے۔ ڈاکٹر رام سرن سہائے کے احوال معلوم ہوئے، ان کے تمام وظائف و معمولات بہت ہی بہتر معلوم ہوتے ہیں۔

درود مستغاث

درود مستغاث وہ جس قاعدے سے پڑھتے آتے ہیں پڑھا کریں۔ لیکن پڑھتے وقت یہ خیال کریں کہ میرا پیر بھی یہیں ہے اور وہ بھی پڑھ رہا ہے، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سامنے خیال کریں اور ہر صیغۂ درود میں حبیب رسول اللہ کا نام نامی لیں تو ہ لی اشارہ

حضرتؒ کی طرف کرتے جائیں۔ اصل ترکیب اس کی یہی ہے۔ میری طرف سے ڈاکٹر صاحب کو سلام و دعا کہو، اگر ممکن ہو تو حلِ مشکلات کے لیے یاحی یاقیوم برحمتک استغیث ایک سو بار بوقتِ شب پڑھا کریں، اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔

اور اپنے استاد شاہ صاحب کے متعلق جو تم نے لکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ان کو کوئی استخارہ بتا دوں گا۔ نورمحل سے حکیم میر دوست محمد صاحب کا خط آیا ہے وہ اپنی علالت سے بہت پریشان ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جلد شفا بخشے اور ان پر رحم کرے۔

---

(۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا بد عا یہ ہے کہ خطوط کے جواب کا تقاضا نہ کرو۔ اب نوشت وخواند میں بہت تکلف ہوتا ہے۔ مرید کو چاہیے کہ پیر کے خیال میں مست رہے اور اس کے ارشاد کی تعمیل کرے۔ کوئی جاذبہ یا کیفیت پیدا ہو تو اس کی اطلاع کر دے، جواب کا منتظر نہ رہے۔

توجہ کی مثال

پرندے فقط اپنی توجہ و خیال سے انڈے سے بچے لے اٹھتے ہیں، تو کیا شیخ اپنے طالبوں میں رنگ نہیں ڈال سکتا۔ مرید جب منزل سلوک طے کرتا ہے تو وہ شیخ کی توجہ کی معیت میں طے کرتا ہے ؎

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست ۔۔۔ تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

پس مرید کو گھبرانا نہ چاہیے الاستقامۃ فوق الکرامۃ کی تعمیل کرنا چاہیے۔

مولوی صاحب کے متعلق مجھے کوئی بات صراحتہً معلوم نہ ہوئی مگر دل کہتا ہے کہ طریقہ نقشبندیہ سے ان کو استفاضہ زیادہ مناسب ہو گا۔

سب طریقے ایک ہیں

اولیاء کے سب طریقے ایک سے ہیں، جس میں کمال ہو جائے۔ مقصود رضائے مولیٰ ہے

پس ہر طریقہ کہ باشد۔

پاک پٹن شریف کے متعلق ابھی تک میرا ارادہ نہیں ہے، تم فرصت نہ لو۔ اپنا کام کرتے رہو۔ آج اتوار ہے کل انشاء اللہ تعالیٰ مکتوبات ہر دو جلد ارسال کروں گا۔ حکیم میر دوست محمد صاحب کا خط آیا ہے وہ مع الخیر ہیں۔

---

(۹)

مخلص عزیز، وعلیکم السلام۔

الحمد للہ میاں غلام حسنین اب صحیح ہیں مگر ضعف فی الجملہ ہے، تم لوگوں کی دعاگوئی پر شکرگذار ہوں۔

دوا میں غفلت دعا میں یاد

دعا اور دوا دونوں میں اثر اللہ ہی کی طرف سے ہے مگر مسلمانوں کو بحیثیت خلوص، دعا ہی کی جانب زیادہ مائل ہونا چاہیے۔ دوا میں غفلت ہے اور دعا میں ان کی یاد ہے اسی لیے فَادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ فرمایا گیا ہے۔ بس اے عزیز! سب کاموں میں دعا سے مدد لو اور اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرو نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔

میرے مخلصوں کو، بالخصوص ڈاکٹر رام سرن لال کو سلام و دعا کہو۔

---

(۱۰)

مخلص عزیز، وعلیکم السلام۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ تمہارے خطوط برابر آیا کیے۔ مگر جواب نہ جانے کی وجہ یہ ہوئی کہ چند اضلاع اس صوبے کے ہندوؤں نے پامال کر دیے۔ بیچارے مسلمان غریب و بیکس لٹے پٹے مارے پھرتے ہیں۔

مسلمانوں کا مستقبل کیا ہوگا؟

اس حادثۂ عظیمہ کی کیا اصلاح ہوگی اور آئندہ، مستقبل مسلمانوں کا کیا ہوگا۔ انھیں کاموں میں مختلف مقامات میں جانا ہوا۔ خدا کے فضل سے اب یہاں امن وامان ہے۔ گورنمنٹ اور مقامی حکام نے مسلمانوں کو بچانے کے لیے معقول سامان کر دیا۔

نماز میں بے خودی کی حرکت

تم درود شریف کے شغل میں مستغرق رہو اسی سے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا اور فلاح دارین نصیب ہوگا۔ نماز میں اختیاری عمل نہ چاہیے بے خودی سے جو کچھ ہو جائے قابل عفو ہے۔

میرے مخلصین کو سلام و دعا کہو، اور اپنی ملازمت کا فرض منصبی ادا کرتے رہو، فرصت کے وقت وظیفے میں مشغول رہو، اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ

---

(۱۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ ہمارے یہاں عرس ربیع الاول شریف بتاریخ ۹ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۲ ر ہے، وہی زمانہ کرسمس کا ہے تم شوق سے آسکتے ہو۔ ۳۰ ر دسمبر سے ۱۲ ر دسمبر تک کی تم مہلت لو، اس میں آمد و رفت و قیام سب ہو جائے گا۔ فتح خاں صاحب رئیس نکودر نے بھی تاریخ عرس دریافت کی تھی میں نے جواب لکھ دیا تھا، نہیں معلوم اب ان کا کیا ارادہ ہے۔ معہذا تم لودھیانے سے براہ راست دانا پور اسٹیشن کا ٹکٹ لو۔ ڈاک گاڑی سے۔ یہ گاڑی مغلسرائے تک آتی ہے وہاں سے فی الفور تم کو اکسپرس ملے گا اور ۸ بجے شب کو تم دانا پور پہنچو گے، وہاں تم کو یکہ وغیرہ ملے گا، ۲۰ منٹ میں پھلواری پہنچ جاؤ گے یکم ربیع الاول کو پھر مجھ سے خط و کتابت کر لینا حسین میاں اب اچھے ہیں اور رات لکھنؤ سے واپس آگئے تم کو سلام کہتے ہیں۔ میر دوست محمد صاحب کا ایک مدت سے کوئی خط نہیں آیا طبیعت کو تعلق ہے۔

(۱۴)

نورچشم من سلکم اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون ودعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا ملا۔

صورت احمدی کا تصور ضروری ہے

حقیقت امر یہ ہے کہ شغل درود میں جمال محمدی و صورت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ضروری ہے اعلیٰ طریقہ تو اس کا یہ ہے کہ حلیہ مبارک جو محدثین نے لکھا ہے اسی ہیئت کذائی سے تصور کیا جائے اور اگر یہ اعلیٰ تصور نہ جم سکے تو شاغل کے ذہن میں جو صورت مقدس و منور آئے اسی میں جمال محمدی کا ملاحظہ کرے، اگر اپنے شیخ کی صورت سامنے ہو تو اسی میں جمال محمدی کا خیال جائے۔ الغرض کسی صورت میں ہو جمال محمدی سے تعلق ضروری ہے۔ بس اسی قدر پر کفایت کرتا ہوں اور تم اپنے کام میں لگے رہو اللہ تمہارے کاموں میں برکت دے گا اور درجہ بدرجہ روحانی ترقی نصیب فرمائے گا۔

میرے دوست ڈاکٹر رام سرن صاحب کو میری جانب سے سلام و دعا کہو، اور مولوی شریف اعظم سے خط و کتابت کا سلسلہ قائم رکھو۔ چودھری فتح خاں صاحب کا اس طرف کوئی خط نہیں آیا ہے، تعلق ہے۔

---

(۱۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا ملا۔

حلیۂ مبارک میں کوئی اختلاف نہیں

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک میں کوئی اختلاف نہیں ہے، رنگ مبارک گندم گوں، آنکھیں بڑی، لب مبارک پتلے، دنداں مبارک موتی کی طرح چمکتے۔ رخسار سرخ و

گندمی، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ سبز باندھتے، کبھی سیاہ، کبھی سفید، میانہ قد جبہ و قمیص بدن پر، گیسوئے مبارک دوش تک، ریش مبارک گول اور بہت ہی خوبصورت، تصور کے لیے یہی بس ہے۔

---

(۱۴)

نور چشم من نور کم اللہ بنور العرفان، وعلیکم السلام
آج تمہارا ایک کارڈ بنگلور سے واپس ہو کر یہاں پہنچا اس میں تم نے اپنے بھائی کی علالت کا ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو صحت و عافیت عطا فرمائے، اور تم کو اطمینان دے۔

فسادات آرہ کی مصروفیت

ہم لوگ سفر دکن سے تو واپس آ گئے مگر تعمیر مساجد کے کاموں میں بے حد مصروفیت ہے۔ میاں شریف اعظم بھی ضلع آرہ اسی کام کے لیے گئے ہیں اور میں بھی دوشنبہ کو چلا جاؤں گا اور پھر اجمیر شریف حاضر ہونا ہے۔ یکم رجب تک انشاء اللہ تعالیٰ وہاں پہنچ جاؤں گا۔ انبالہ کے جلسے میں ۲۸ مارچ کو مجھے لوگ بلاتے ہیں مگر اجمیر شریف کی وجہ سے نہایت ہی معذوری ہے۔ اس لیے کہ اگر انبالہ جاؤں تو امرتسر جانا ضرور ہے اور وہ نہ ہو سکے گا اس لیے میں نے انبالہ کے جلسے کی شرکت سے معذوری ظاہر کی ہے۔

نیک عمل وہی ہے جس پر دوام ہو

تم کو جو چیزیں میں نے بتائی ہیں ان پر مداوم رہو اللہ تعالیٰ اسی میں برکت عطا فرمائے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہتر نیک عمل وہ ہے جس پر دوام ہو سکے۔

زیادہ حرص نہ کرو

پس زیادہ حرص نہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ دھیرے دھیرے سب باتیں کھلتی جائیں گی

اپنے بھائی کو بھی میرا سلام و دعا کہو۔

---

(۱۵)

نور چشم من سلمکم اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ تاثیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ پس تم توجہ تام سے اپنا کام کرو، قبولیت و اثر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

درود شریف اور تلاوت قرآن

درود شریف جہاں تک زیادہ کرو فائدہ ہی فائدہ ہے۔ قرآن شریف کی تلاوت روح کو تازہ کرتی ہے، اس میں شک کو دخل نہ دو، اور ہر کام میں اسی اپنے مولا پر بھروسہ کرو نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔

---

(۱۶)

نور چشم من، و راحت دل من، و سرور سینۂ من، سلمکم اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میں نے تمہارے خط پر غور کیا۔ تمہاری قلت فرصت اور گورنمنٹ کی ملازمت، پھر اپنے اوقات کو معمور رکھنا، میں اس پر خدا کا شکر کرتا ہوں۔

حضوری اختیاری چیز نہیں

حضوری بارگاہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عجیب دولت ہے، مگر اختیاری نہیں ہے۔ خدا کا فضل اور جاذبۂ محمدی اس دولت سے مشرف کرتا ہے۔ پس تم گھبراؤ نہیں، اپنے شغل میں لگے رہو اور جاذبۂ شوقیۂ محمدیہ کے منتظر رہو۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ کثرت شوق اور کامیابی میں دیر سخت کرب اور بے چینی پیدا کرتی ہے، مگر اس میں بھی

ایک لذت ہے جس کا ثمرہ آگے چل کر ظاہر ہوتا ہے۔

آتشِ عشق است کاندر نے فتاد　　　جوششِ عشق است کاندر مے فتاد

سب درودوں کی اجازت

رسالۂ درود شریف میں جتنے درود ہیں ان سب کی اجازت میں نے تم کو دی اللہ تعالیٰ اس کے برکات تم کو عطا فرمائے۔

حکیم میر دوست محمد صاحب نور محل کا بھی خط آیا تھا، مختصر جواب دیا گیا۔ تم بھی ان سے بخط وکتابت کیا کرو۔

---

(۱۷)

نورچشم من سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ

آغاز ترقی

تمہارے دونوں خواب نہایت ہی مبارک ہیں، الحمدللہ کہ اب تم کو روحانی ترقی شروع ہو گئی اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ (خدا اور زیادہ کرے) تمہاری بیماری سے سخت تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد تم کو صحت عطا فرمائے۔ بیماری میں بلا تعداد اور بلا کسی قید کے آیۃ کریمہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ کی تلقین

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھا کرو۔ یہاں بھی بیماری ہے مگر خدا کے فضل وکرم سے بہت کم۔

---

(۱۸)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ یہ خواب تمہارے بہت اچھے ہیں۔ یہ ماہ مبارک رمضان ہے، جس قدر وقت کی گنجائش ہو تلاوت قرآن شریف اور درود میں بسر کرو۔

یہاں سب خیریت ہے، بارش ہونے لگی، گرمی کی شدت غائب ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل درکار ہے۔ نِعْمَ الْمَوْلیٰ وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ط

---

(۱۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ تمہارا خط آیا۔ عزیزم بابو علی محمد کے ختم درود شریف پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں، کوئی ختم کی ضرورت نہیں۔ جس وقت تمام ہو جائے بہ خشوع و خضوع دعائے قبولیت کریں اور اپنی عافیت دارین چاہیں اور پھر کچھ نہ کچھ درود کا سلسلہ برابر جاری رکھیں۔

حسین میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کا جمعے کے دن نکاح ہوگیا۔ اب رسومات، در رخصتی و ولیمہ باقی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ۲۶، ۲۷، ۲۸ کو اس کا انجام ہوگا۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ بخیر و خوبی انجام کرا دے۔ تم دور دراز کے عزیزوں کو خبر کرنا میں نے بے ضرورت سمجھا، فقط دعا کافی ہے۔

---

(۲۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ

نورِ چشم من، وعلیکم السلام۔

مبارک باد

تمہارے خط سے مجھے ایسی مسرت بے اندازہ ہوئی جس کی شرح نہیں کر سکتا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اور میاں وزیر حسن خاں بھی پنجشنبہ یا جمعہ کو پہنچ جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ تم کو بوجہ ملازمت بار بار میں بلانا پسند نہیں کرتا۔ اپنے مقام سے بیٹھے ہوئے دعا کرتے رہو کہ بخیر و خوبی انجام ہو۔

---

(۲۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ تمہاری علالت کا سخت تعلق رہا، اللہ کا شکر کرتا ہوں تمہیں پوری صحت نصیب کرے۔

اصلی وظیفہ

بیماری میں جو وظیفہ ناغہ ہو جائے وہ درحقیقت ناغہ نہیں ہے۔ شریعت میں اور طریقت میں عذر کا اعتبار کیا گیا ہے، بس وظیفہ چھوٹنے کا غم نہ کرو۔ اصلی وظیفہ یہ ہے کہ اپنے مولیٰ سے غافل نہ ہو، بحمد اللہ وہ تم کو حاصل ہے۔

عرس کے زمانے میں اگر تمہاری صحت اچھی ہوئی اور فرصت بھی مل جائے جب تو آؤ ورنہ اپنے مقام ہی پر رہ کر شغل درود میں مشغول رہو، یہی تمہاری حاضری ہے۔ میر دوست محمد صاحب کو بھی میں نے خط لکھا ہے۔

---

(۲۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اگرچہ امتحان میں تو کامیابی نہ ہوئی مگر ممکن ہے کہ اس پر صبر و استقلال سے تم کو کچھ زیادہ ہی فائدہ پہنچے، مایوس نہ ہونا چاہیے اور ہمیشہ ہر کام میں اسی اپنے مولا پر بھروسہ کرو۔ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ۔

مولوی شریف اعظم سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو تم کو دعا بتائی ہے اسے پڑھا کرو، ان کا بتانا گویا میرا بتانا ہے۔

قرض نہ لو

عرس کے موقع پر اگر مالی دقت نہ ہو تو آؤ، ورنہ قرض نہ لو، تم ظاہر میں دور ہو مگر چشم دل سے دور نہیں ہو۔

حسین میاں بنگلور میں ہیں، ابھی تک واپس نہیں آئے ہیں۔ آج کل بوجہ چند ضروری مشاغل کتب، مراسلات کے جواب بہت کم دیے جاتے ہیں اس لیے اگر جوابات نہ ملیں تو انتشار میں نہ پڑو۔

---

(۲۳)

میرے عزیز! وعلیکم السلام۔

خط تمہارا ملا۔ تفصیلی جواب تمہارے خواب کا، مولوی شریف اعظم لکھیں گے۔ ابھی وہ مکان پر ہیں ۳ یا ۴ ربیع الاول شریف کو وہ آئیں گے۔ حافظ صاحب کو میرا سلام و دعا کہو۔

چند وظیفے

ہر نماز فرض کے بعد ۵ بار یہ دعا پڑھا کریں:

یا غنی یا حمید یا مبدئ یا معید یا رحیم یا ودود اکفنی بحلالك
عن حرامك واغننی بفضلك عمن سواك (۵ بار)
رب اجعلنی فی عینی صغیرا و فی اعین الناس کبیرا (۵ بار)

یاد فرماؤں کو سلام و دعا کہو۔

---

(۲۴)

عزیز من سلمکم اللہ تعالیٰ!

یہ ایک مجنونانہ جذبی کیفیت ہے جو کبھی کبھی وظیفہ خوانوں کو ہوا کرتی ہے۔ اس کا علاج توبہ و استغفار اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا ہے۔

قرآن و درود اس لیے نہیں

اے عزیز! قرآن و درود شریف اس لیے نہیں ہے کہ وہ تم کو دولت مند بنا دے، یا جو چاہو اس کے ذریعے سے کر لو، وہ تو تقرب الٰہی کے لیے ہے اس کا حال اس عالم میں نہیں کھلتا۔ مرنے کے بعد اس کا نتیجہ ظاہر ہو گا۔

پس اگر تم وظائف کو آخرت کے لیے نہیں کرتے ہو، تو اسے بالکل چھوڑ دو، فقط فرائض و واجبات پر کفایت کرو، وہ ضروریات سے ہیں۔

درویشی صبر آزما چیز ہے

اور ہم تمہارے لیے یہی مناسب سمجھتے ہیں، فرائض ادا کرو اور اپنے دنیوی کاموں سے لگ جاؤ۔ یہ درویشی تو انھیں لوگوں کا کام ہے جو عمر بھر چکی پیسیں پھر بھی کچھ نصیب ہو یا نہ ہو، رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ ؎

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا — سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

اس سے زیادہ میں نہیں لکھ سکتا۔ والسلام۔

---

(۲۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ انسان سے جب قصور ہو جائے تو توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، توبہ واستغفار کرے اللہ تعالیٰ گناہگاروں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

تنبیہ

یہ ہرگز مناسب نہیں کہ اپنے قصور پر تقریر و تحریر سے دوسرے کو گواہ کرے۔ شیخ و مرشد سے اشارۃً اپنی رفع غلطی کی تدبیر پوچھے نہ یہ کہ کچا چٹھا اس کے سامنے پیش کرے۔

معہذا ۔۔۔ اب تم اپنے کام میں لگ جاؤ اللہ تعالیٰ تم کو خلوص عطا فرمائے گا اور تمہارے وظائف میں برکت دے گا۔ میرے فرزندان گلو میاں، جعفر میاں اور میرا نواسہ عز الدین، یہ سب لکھنؤ، ندوۃ العلماء میں تعلیم کے لیے روانہ ہو گئے، حسین میاں یہاں ہیں وہ تم کو سلام کہتے ہیں۔

---

(۲۶)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ تمہاری صحت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

استقامت

بس اب اپنے دینی اور دنیوی کاموں میں لگے رہو اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا،

الاستقامة فوق الکرامة،

حسین میاں کی دلہن بیمار ہو گئی تھی اس کے معالجے کے بکھیڑے میں مصروفیت رہی اور جواب جلد نہ جا سکا معاف کرو۔

---

(۲۷)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا ملا، حال معلوم ہوا ابھی تم کو صلوٰۃ الاوابین شروع کرنے کی ضرورت نہیں ہے دھیرے دھیرے سب کام ہوتا ہے۔

سنت العصر کے بعد تہجد شروع کرو

سنت العصر پر جو مداومت اختیار کی ہے وہ بہت خوب ہے، تہجد شروع کرو مگر اس ترکیب سے کہ وتر نہ پڑھو اور شب میں ذرا دیر سے اٹھ کر دو رکعت پڑھا کرو، جملہ آٹھ رکعتیں ہوں اور

جو سورت چاہے پڑھ لیا کرو، اور اس کے بعد تین رکعت وتر ادا کرو، پہلی رکعت میں سورۂ وَالتِّیْن دوسری رکعت میں اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھو، یہ طریقۂ مسنون زیادہ قوی ہے اسی کو اختیار کرو۔

جلد بازی نہ کرو

اور دیگر اعمال کے واسطے ابھی جلدی نہ کرو، میں تم کو کئی مرتبہ لکھ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ ہمارے یہاں کی تعلیم تدریجی ہے یعنی دھیرے دھیرے، بس کوئی جلد بازی کرتا ہے تو میرے مزاج کے خلاف ہوتا ہے۔

بابو محمد زکریا سلمہ اللہ تعالیٰ کو میری طرف سے سلام و دعا کے بعد کہو کہ پہلے درود شریف کے ختم کی کوشش کریں، درمیان میں کوئی خواب نظر آئے جس میں روحانیت کا لگاؤ ہو تو مجھے مطلع کریں، والسلام۔

حسین میاں کی بی بی نے انتقال کیا۔

---

(۲۸)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

عزم بغداد کی اطلاع

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ الحمد للہ علیٰ احسانہ مجھے پاسپورٹ وغیرہ مل گیا اور میں انشاء اللہ تعالیٰ مع نور چشم حسین میاں سلمہ ۶ ریا ۷ رستمبر ۱۹۶۱ء کو بعزم بغداد شریف جہاز پر سوار ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ بخیر و خوبی پہنچائے اور عتبات عالیات کی زیارات سے مشرف فرمائے، تم سب لوگوں کو خدا کے حفظ و امان میں دیتا ہوں فقط والسلام

---

(۲۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ چونکہ حسین میاں وغیرہ لکھنؤ ہیں اس لیے جواب خطوط میں دیر ہوتی ہے، بحمد اللہ بہ اعتبار سابق اب میں اچھا ہوں، دانت نکل گئے اور مصنوعی دانت لگ گئے۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے۔

صلوٰۃ الاوّابین

صلوٰۃ الاوّابین ۶ رکعت ہے دو دو کر کے۔ مغرب کے فرض کے بعد دو رکعت سنت واتبہ ہے اگر سب کو ملالو تو آٹھ رکعتیں ہوئیں مکتوبات کے مضمون کا یہی مطلب ہے۔ جو سورۃ اس میں چاہو پڑھو۔

قصیدہ شریف روزانہ شب کو ۱۱ بار جیسے پڑھتے ہو پڑھو، نصاب وزکوٰۃ کی ضرورت نہیں۔ معہذا کل مولوی شریف اعظم آئیں گے ان سے لکھوا کر بھیج دوں گا۔

سید بشارت علی شاہ کو میں نے دلائل الخیرات کی اجازت دی وہ تم کو سنا کر پڑھا کریں، دعائے حزب البحر کی ترکیب ان کو بتلا دو، بے قاعدہ نہ پڑھا کریں۔

اگر نور محل جاؤ تو حکیم میر دوست محمد صاحب کو میرا سلام کہو۔

---

(۲۰)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ آج کل میرے فرزندوں میں کوئی میرے پاس نہیں اس لیے جواب خطوط میں دیر ہوتی ہے۔

حصن حصین کی اجازت

حصن حصین کی سب دعائیں جس بارے میں ہیں، ان میں پڑھ سکتے ہو، مگر کسی عالم سے اس کے الفاظ کو صحیح کر لیجیو۔ حصن حصین پہلے کسی استاد عالم سے پڑھو، پھر ورد میں رکھو، باقی باتوں کا جواب ابھی نہیں دیا جا سکتا۔ والسلام

---

(۱۸۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

مگر پہلے کسی عالم محدث کو سنا لو

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ حصن حصین جب تک کسی عالم محدث کو نہ سنا لو، اس کی ترکیب میں غلطی کرو گے، میرے خیال میں ابھی صبر کرو، جب ملاقات ہو گی مجھے سنا دینا، یا کسی دوسرے بزرگ کو سنا لو۔

خشوع و خضوع اور دوام

جو وظائف تم نے لکھی ہے اس کو پانچ جمعے تک پڑھو مگر اَللّٰھُمَّ سے شروع کرو اور الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پر ختم کرو۔ تھوڑی ادعیہ و اوراد و اشغال پر خشوع و خضوع سے مداوم رہنا چاہیے اور برکات الٰہی کے امیدوار۔ بوالہوسی سے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، بارہا تم کو لکھا مگر تمھاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ معہذا تم کو اختیار ہے۔

---

(۱۸۲)

نورچشم من سلمکم اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ صلوٰۃ الاوّابین سے تمھیں جو فائدہ پہنچا، میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، اسی طرح سے اور نمازوں میں بھی اللہ تعالیٰ کشود عطا فرمائے گا۔

تفسیر دیکھنے کی ابھی ضرورت نہیں

تفسیر وغیرہ دیکھنے کی ابھی تم کو ضرورت نہیں بلکہ فقط تلاوت قرآن و شغل و ورود و با خشوع نمازیں معروف رہو پھر آگے سمجھا جائے گا۔

تدریجاً آگے بڑھو

اے عزیز! طلب الکل فوت الکل پس ایک چیز کو جا لو پھر آگے بڑھو، والسلام

---

(۳۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا ملا۔ خواب مبارک ہے تم گویا اس سلسلے میں داخل ہو گئے۔ حصن حصین شریف کی اجازت ہے۔ وظیفے کی تفصیل کے لیے مولوی شریف اعظم یا حکیم مغنی صاحب سے خط کتابت کر لو۔ میں مختصراً لکھتا ہوں۔

مزید وظیفے

استغفار ۵سو

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ ۵سو بار

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۵سو بار

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۵سو بار

حَسْبُنَا اللّٰهُ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ۵سو بار

درود شریف ۵سو بار

معانی کے ملاحظے کے ساتھ۔ والسلام

(مکتوب متعلق تفصیل از جناب مولوی شریف اعظم صاحب)

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط آپ کا ملا، مندرجہ کوائف سے آگاہ ہوا۔

حصول بیعت صابریہ بطریق اولیسیت، پر مجھ سے بھی مبارک باد قبول کیجیے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمامی مقاصد پر آپ کو اور جمیع اخوان طریق کو کامیابی عطا کرے، اور اور اد مرسلہ حضرت قبلہ کے متعلق تفصیل عرض ہے کہ:

استغفار بعد از نماز صبح و مغرب بہ تعداد معلوم،

یاحی یا قیوم الخ۔ لاالہ الا انت الخ لاحول ولاقوۃ الخ ہر سہ بعد نماز و وظائف صبح و عصر

بہ تعداد معلوم۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل ؕ اور درود طریقہ، بعد نماز عشا بہ تعداد معلوم۔

یا حفیظ معنی پڑھا کریں، مگر درود شریف بہ طریق مشغولی جس کی تفصیل ذیل میں ہے، اس کو معمول بہ اپنا بنائیں۔

ترکیب شغل درود

باید کہ در مراقبہ درود خیال کند کہ روبروئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نشستہ ام و بہ جمال پاک چناں مشرف ام کہ چشم و ابرو و دہاں بلکہ ہر موئے تن از سر تا پاشنہ روبروئے چشم و ابرو و دہاں بلکہ ہر موئے آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مشرف است و درود میگوید،

شغل درود کے وقت تنہائی اور تاریکی ہونی لازمی ہے، آپ ان تمام وظیفوں کو بلا ناغہ پڑھا کریں۔ دینی اور دنیوی بے حد فوائد ان میں ہیں، بے شک ناغے سے نکبت آتی ہے اور برکت جاتی رہتی ہے، حتی الامکان ناغہ نہ ہونے دیں، اگر احیاناً نوبت ناغے کی آئے تو فوراً موقع ملتے ہی ادا کر لیا کریں۔

حضرت قبلہ اور صاحبزادہ صاحب گیا خلافت کے جلسے میں شرکت کی غرض سے روانہ ہو گئے اور مجھے بھی بہ تاکید حاضری کے لیے کارڈ آیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۲۱ کو میں بھی گیا روانہ ہو جاؤں گا۔ تعمیل ارشاد ضروری ہے۔ والسلام

محمد شریف اعظم قادری چشتی ۱۹ دسمبر ۱۹۲۲ء یوم سہ شنبہ

---

(۱۴۳)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا ملا حالات معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ وظائف حسب دستور جاری رکھو۔

دلائل الخیرات کے سب طریقوں کی اجازت

اور دلائل الخیرات کے سب طریقوں کی تم کو اجازت ہے پڑھا کرو۔
لودھیانہ شہر میں میر عباد اللہ سب جج ہیں، وہ میرے قدیم مخلص ارادت مند ہیں، ان سے ملو اور سلام کہو، یہ بھی کہنا کہ تم میرے مخلص ارادت مند ہو، میں تمھیں کبھی بھول نہیں سکتا۔

---

(۲۵)

المودا لکوامر

اللہم صل علی سیدنا محمد بعدد من صلی وصام وبعدد من قعد وقام وعلی الہ واصحابہ

عزیز مخلص، وعلیکم السلام

تمھارے خطوط سب پہنچے حالات معلوم ہوئے۔

بنک کا سود

۱۔ بنک کے مسئلہ سود پر میں نے خوب غور کیا مگر صاف طرح سے میرے خیال میں اس سود کا لینا ہرگز جائز نہیں، تم کسی اور عالم متقی و پرہیزگار سے تفصیل دریافت کر لو اور وہ جو بتلائیں اس پر عمل کرو۔

۲۔ یہ خواب جو تم نے دیکھا ہے بہت مبارک ہے، بزرگوں نے فرمایا ہے صلاح الاباء فلاح الابناء" باپ دادا کے نیک عمل کا ثمرہ یعنی فلاح اولاد کو ملتا ہے، تمھارے والد مرحوم سید تھے اور ان کے اعمال صالح تھے اس لیے تم کو ان کی رویت اور مکالمہ نصیب ہوا۔ اور تمھاری خالہ مرحومہ بھی نیک عورت معلوم ہوتی ہیں کہ ان کو تم نے تلاوت قرآن میں دیکھا۔

سب سے بڑے بزرگ کا نقش قدم

اے عزیز الولد الحر یتبع اباہ الغر شریف اولاد نیک نام آباء کے نقش قدم پر ہوتی ہے) پس تم کو اپنے بزرگوں کا پیرو ہونا چاہیے اور سب سے بڑے بزرگ ہمارے تمھارے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پس حضرتؐ کے اتباع اور ان کی مقدس روش کو ہر دم پیش نظر رکھنا چاہیئے سہ

ذوق رکھ سنتِ گرامی سے | ہے شرف آپ کی غلامی سے
جو کوئی پیروِ رسول نہیں | لاکھ طاعت کرے قبول نہیں

---

(۳۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہٖ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا آیا حالات معلوم ہوئے۔

یکسوئی کو غنیمت سمجھو

اے عزیز! ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رہنا چاہیے اور جتنا موقع ملے اسی کی یاد میں رہنا چاہیے۔ حزب البحر کے نصاب وزکوٰۃ میں کم سے کم تین دن تو یکسوئی کے نصیب ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ آج چہارشنبہ ۳ر صفر ہے، چاند ۲۹ر کا ہے، اسی حساب سے اعتکاف میں بیٹھو، ربیع الاول شریف میں ملاقات کا انتظار ہے، خدا جلد وہ دن لائے۔ بعد فراغ نصاب حالات سے مطلع کرو حزب البحر سیف ہے، نصاب وزکوٰۃ صیقل ہے۔

---

(۳۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط آیا حالات نصاب سے تشفی خاطر ہوئی۔

صلوٰۃ الاوابین کے بعد حزب البحر پڑھو

مغرب کی سنتوں کے ساتھ صلوٰۃ الاوابین پڑھ کر حزب البحر پڑھنا زیادہ مناسب ہے، روزانہ جو بعد نماز صبح و عصر حزب البحر کا معمول ہے اسے نصاب میں ترک کر دینا

چاہیے۔ کُل تین بار پڑھنا چاہیے، اور اگر پڑھ لیا تو نصاب کو نقصان نہ ہوگا۔ ربیع الاول شریف میں تمہارا انتظار ہے۔ جناب شاہ محمد بدر الدین صاحب سخت علیل ہیں اور ہم سب لوگ متردد ہیں اللہ تعالیٰ اطمینان نصیب کرے۔

---

(۳۸)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

شاہ بدر الدین صاحب کے انتقال کی اطلاع

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمہارا کارڈ آیا۔ نہایت افسوس ہے کہ حضرت شاہ بدر الدین صاحب نے ۱۶ رصفر کو انتقال کیا، اللہ ان کو غریق رحمت کرے۔
حسین میاں بمبئی گئے ہیں عسہ

(بہ قلم صاحبزادہ شاہ حسین میاں)

میرے دوست، میرے بھائی، السلام علیکم
خط پہنچا سرکار حضرت قبلہ مدظلہ العالی آپ کو سلام فرماتے ہیں کہ "میں تم کو تکبیر عاشقاں کی زکوٰۃ ادا کرنے کی اجازت دیتا ہوں اللہ تمھیں اس کے پاک اثرات سے مالامال کرے۔ دعائے شجرۂ پیران قلندریہ کے ساتھ پڑھنا اچھا ہے۔ بحالت نصاب بھی اسی پر عمل کیجیے انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا اور لذت زیادہ آئے گی مسجد میں اعتکاف کے لیے بیٹھ سکتے ہو میری طرف متوجہ رہنا۔ عزیزم محمد علی شفاہ اللہ کی علالت کی خبر سن کر تردد ہوا۔ خدا ان کو صحت کلی دے۔"
جعفر میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کی شادی ۲۰ رشوال کو لکھنؤ میں انجام پائے گی، بالکل مختصر پیمانہ پر تقریب ہے حتیٰ کہ برادری کے ایک شخص کو بھی یہاں سے ساتھ نہیں لے جا رہے ہیں۔ والسلام
حسین میاں۔ ۱۳ رشوال المکرم ۱۳۴۳ھ

(۳۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

تکبیرِ عاشقاں

تکبیرِ عاشقاں کے چھپ جانے سے دل کو بہت خوشی ہوئی، جزاک اللہ تعالیٰ۔
یا مُغنی گیارہ سو گیارہ بار پڑھا کرو۔ اول وآخر درود شریف تین بار۔

---

(۴۰)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

تمہارا خواب بہت ہی مبارک ہے۔ رمضان اچھے گذرے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔
اور ہمیشہ اپنے اوقات کو معمور رکھو۔

سنتِ ماثورہ

زیادہ نفل کی ضرورت نہیں، سنت ماثورہ پر اقتصار کرو۔
سنت، جمعہ میں، بعد نماز فرض چار اور پھر دو رکعت ہے، جملہ چھ رکعت۔
اور قبل فرض جس وقت مسجد میں پہنچو اگر خطبہ نہ شروع ہوا ہو، دو رکعت ضرور پڑھو، پھر چار رکعت سنت، اگر اس میں کچھ کم وبیش ہو، یا چھوٹ جائے، قضا کی ضرورت نہیں۔
مریضوں کو سورۂ فاتحہ اور درود پڑھ کر دم کرو اور تکبیر عاشقاں کے بعد پانی پر دم کرکے پلاؤ۔

خلوصِ قلب

سورۂ فاتحہ کا ختم سوا لاکھ اگر ممکن ہو کرو، ورنہ ضرور نہیں، خلوص قلب سے دو چار ہزار بار پڑھ لینا کافی ہے۔
ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ قصیدۂ شریفہ کی زکوٰۃ کے لیے ابھی کچھ دن اور

صبر کرو۔

جمعہ کی نفل جو تم نے خواب میں دیکھی ہے، اس کو مسجد میں نہیں گھر آکر پڑھا کرو۔

---

(۱۸)

میرے عزیز! وعلیکم السلام۔

خدام الحرمین کے جلسے کے سوا ۱۶ اکتوبر کو بزم صوفیہ کا جلسہ ہے جس کا میں صدر ہوں اس لیے بروز جمعہ میل ٹرین سے ۱۱ بجے لاہور پہنچ جاؤں گا۔ تم انشاء اللہ تعالیٰ بروز جمعہ کو اسٹیشن لودھیانہ پر ملوگے۔ پیر کے دن ۲ بجے لاہور سے چل کر انشاء اللہ تعالیٰ براہ راست لکھنؤ آجاؤں گا۔ لودھیانہ کی حاضری کو معاف کردو۔

---

(۱۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

تم کو میں برابر یاد کرتا ہوں، اور تم نے جو خط و کتابت ترک کردی تو میں بھی دیکھتا تھا کہ آخر کب تک روٹھے رہو گے۔ الحمد للہ خط تمہارا آیا۔

قصیدۂ غوثیہ کی اجازت

اب میں تم کو قصیدۂ غوثیہ کی اجازت دیتا ہوں جب چاہو شروع کرو، مگر پنجشنبہ سے شروع کرو۔ ہر شب کو پڑھو تو بہتر ہے، سر سے ٹوپی اتار کر ننگے سر۔ اور بعد ختم جب ٹوپی یا عمامہ سر پر رکھو تو یہ خیال کر کے کہ یہ حضرت غوث الثقلین کے دست مبارک سے میرے سر پر ہے اور طہارت کا بہت خیال رکھو۔ اگر ہر شب غسل بھی کر سکو تو بہتر ہے اور فقط ایک تہبند بطور احرام ہونا چاہیے۔ پڑھنے کے بعد فوراً اتار دو اور ہر تیسرے دن اسے دھو لیا کرو، تنہائی کا خیال رکھو پڑھتے وقت آواز تھوڑی بلند ہونا چاہیے، نہ بہت زور سے نہ بالکل آہستہ

ہر ہفتے مجھے خط لکھا کرو۔ فضول باتوں سے احتیاط ضروری ہے۔ غذا، روٹی دال۔

---

(۴۳)

عزیز من، وعلیکم السلام۔

جس طریقے سے چاہو خلوص کے ساتھ عمل کرو، اللہ تمہارا مددگار ہے۔ وہ لوگ جو ملازمت وغیرہ میں ہیں، میں ان کو ایسے اعمال کی اجازت نہیں دیتا کہ کہیں جذب وغیرہ ان کو کنارہ کشی پر مجبور نہ کر دے۔

دوگانہ کی اجازت

تم ماشاء اللہ مضبوط دل کے آدمی ہو اس لیے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ مددگار ہے نعم المولیٰ ونعم النصیر دوگانہ کی بھی اجازت ہے۔ اصلی وقت اس کا بعد مغرب ہے۔

---

(۴۴)

عزیزم وعلیکم السلام۔

ربیع الاول شریف میں برابر تمہاری یاد ہوتی رہی، اللہ تعالیٰ تم کو صحت و عافیت عطا فرمائے۔

پہلے صحت

معمولی وظائف کے سوا تم برابر اپنی صحت کا خیال کرو۔ طاقت کے بعد پھر "یار باقی و صحبت باقی"۔ والسلام۔

---

(۴۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

اللہ تعالیٰ تم کو حج و زیارت مبارک کرے۔ صلاح و تقویٰ سے رہنا اور خدا سے غافل نہ رہنا۔ مولوی محمد شفیع صاحب مکہ معظمہ میں حضرت شیخ شیوخ العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں ان سے ضرور ملاقات کر کے حزب البحر وغیرہ کی اجازت لینا۔

طوافِ کعبہ کے وقت پروانے بن جاؤ

طواف کعبہ میں نہایت ہی خشوع و خضوع کا خیال چاہیے، پروانہ جیسے شمع پر نثار ہوتا ہے تم اپنے کو انوار الٰہی پر نثار کرو۔

اور مدینہ میں کیا کروگے؟

مدینہ طیبہ میں تم کیا کروگے اور کس طرح رہوگے اس فقرے کا تعلق تمہارے دل سے ہے جسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں جب مواجہہ شریف میں ہو تو اتنا ضرور خیال رہے کہ ایک بچھڑا ہوا فرزند اپنے پدر بزرگوار کے سامنے ہے۔ اس سے زیادہ بیان کی نہ قلم میں طاقت ہے نہ دل پر قابو۔ ہاں اس فقیر روسیاہ کو بھی ان مقدس مقامات پر نہ بھولنا سہ

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی ۔ بیاد آر حریفان بادہ پیما را

ممکن ہو تو مکہ معظمہ سے بھی خط لکھنا۔

---

(۶۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

حج و زیارت مبارک ہو، عزیزم وزیر حسن خاں بریلوی مع اپنے اہل کے اس کارِ خیر میں شریک ہو جائیں گے۔ خدا کرے بمبئی میں تم سب لوگ یکجا ہو کر ایک ہی جہاز میں سوار ہو کر جاؤ، اور مکہ معظمہ میں پہنچ کر وجد میں یوں کہو سہ

ہزار شکر کہ از ہند تا حجاز رسید ۔ نیاز مند بہ درگاہِ بے نیاز رسید

اور پھر بعد فراغت حج و زیارت جب مجھ سے ملو تو میں یوں کہوں سہ

زہے سعادت آں بندہ کہ کرد نزول   گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیت رسول

(۷۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

سفر حج و زیارت تم کو مبارک ہو — بہ سلامت روی و باز آئی!

اپنا اصول

حزب البحر کی اجازت کے متعلق جو تم نے لکھا ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ میں اپنے حلقے میں انھیں اوراد و اشغال و اعمال کو شائع کرتا ہوں جن کی اجازت صحیح کے ساتھ اُس پر عامل رہا ہوں۔ بس جس چیز کی تم اجازت چاہتے ہو اس طریقہ پر میں عامل نہیں رہا ہوں، اس کی اجازت مجھ سے چاہنا محض ایک برکت ہی برکت ہے۔ اگر مکہ معظمہ میں اس کا کوئی عامل تم کو مل جائے تو بے شک اس کا عمل وہیں کر لو مگر عامل ایسا ہونا چاہیے جو سنبھالنے کی قدرت بھی رکھتا ہو ورنہ نفع کی امید پر نقصان نہ حاصل ہو۔

اے عزیز! میں بار بار تم کو لکھ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ طریقت کے مجاہدات اور ان کا فائدہ خدا سے لو لگنا اور غافل نہ ہونا ہے، باقی ہوا و ہوس اور دنیا طلبی ہے۔

دین کے نام سے دنیا طلبی منافقت ہے

دنیا طلبی بالکل ناجائز امر تو نہیں مگر دین کے نام سے اس کی طلب میری دانست میں منافقانہ طریقہ ہے۔

کس تاریخ تمہاری روانگی ہو گی؟ اور کون کون ہمراہ ہو گا، میں امید کرتا ہوں کہ جلد ان باتوں سے مطلع کرو گے۔ میاں وزیر حسن خاں بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ کے جانے میں غالباً دیر ہو گی۔ اگرچہ اسی شوال میں وہ بھی نکل پڑیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور بھی میرے احباب و اعزہ جو جانے والے ہیں میں ان کو ہدایت کر دوں گا کہ وہ مکہ معظمہ میں حج کے موقع پر ضرور تم سے ملیں۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ

نورِ چشم قاری جعفر شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے خط سے معلوم ہوا تھا کہ تم جمعۃ الوداع کے دن کپورتھلہ میں ہوگے، خدا کرے ایسا ہی ہو، عید میں ان کو اگر یہاں آنے کا موقع مل گیا تو ان کی زبانی تمہارے حالات اور احوال پر روشنی پڑے گی۔ ورنہ زبانِ قلم کافی ہے۔

بابو محمد علی صاحب کہاں ہیں، میرا سلام و دعا کہو۔

---

(۴۸)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

حج و زیارت سے واپس آنے پر

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ الحمد للہ تم حج و زیارت سے فارغ ہو کر آگئے ہیں تمہاری آنکھوں کو چوموں کہ تم نے روضۂ رسول مقبول ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور تمہارے قدموں پر نثار ہو جاؤں جن سے تم نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا خواستو خاہ دداستو خاہ ؎

زہے سعادت آں بندہ کہ کرد نزول ـ گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیت رسول

اے عزیز! سادات کرام کا اصلی وطن تو وہی مکہ و مدینہ ہے پس گویا تم اپنے گھر گئے تھے، اور اسے دیکھ کر واپس آئے اور بزرگوں کی وراثت کے انوار و تجلیات اپنے قلب میں لائے۔

جوہرِ بے بہا کی حفاظت کرو

اب اس جوہر بے بہا کی حفاظت تمہارے ذمے ہے، اگر ایمان کے چوروں اور رہزنوں سے اس کو محفوظ رکھو گے تو جواہرات ایمانی سے اور فیضانِ محمدیؐ و انعام ربانی سے مالا مال رہو گے اور خدانخواستہ اگر ان کی حفاظت نہ ہو سکی تیا حسرتاً للعباد۔

مکہ معظمہ میں تمہارے خط کا جواب دیا تھا مگر وہ تمہیں نہ مل سکا ہوگا۔ مطوف کے پاس ہوگا۔ خدا کرے تم صحت و عافیت کے ساتھ اپنے مرکز لودھیانہ پہنچ جاؤ تو جعفر میاں تم سے ضرور ملیں گے مگر نہایت تعجب ہے کہ بابو محمد علی صاحب کا تم نے کوئی حال نہیں لکھا کہ وہ بھی کراچی میں اتر گئے یا بمبئی میں اترے اور عزیزم وزیر حسن خاں کے برابر خطوط آتے رہتے ہیں۔ ایک ہفتے میں انشاء اللہ

وہ بھی واپس آجائیں گے۔ اور عزیزم میاں امین اللہ کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کب تک آئیں گے خدا کرے وہ بھی بخیر و خوبی واپس آجائیں۔

اپنے بھائی حکیم صاحب کو میرا سلام و نیاز کہو، الحمد للہ ان سے بھی تعارف ہو گیا۔ باقی حالات ان کے تم سے پھر دریافت کروں گا۔

میں اب بالکل کمزور ہو گیا ہوں ایک مدت تک نماز فریضہ بھی کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تھا، مگر الحمد للہ کہ نماز فرض اب کھڑے ہو کر پڑھ لیتا ہوں، میرے لیے بھی دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ عطا فرمائے اور غفلت سے بچائے۔ والسلام

---

(۴۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ تمہارے یہ خواب معمولی واقعات ہیں۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو بھی زندوں کے حالات سے خبردار کر دیتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو اور اس کی رحمت و کرم کے امیدوار رہو۔

مولوی شریف اعظم کی آنکھیں روشن ہو گئیں، اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔

---

(۵۰)[1]

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

تمہارا خط ملا۔ میں بوجہ پیرانہ سالی وضعف خط و کتابت بہت کم کرتا ہوں، اگر تمہارے

---

[1] یہ خط ماہ رجب ۱۳۹۲ھ کا ہے اور حضرت قبلہ کی وفات مئی ۱۹۷۳ء میں ہوئی۔

خطوط کے جواب کبھی ناغہ ہو جائیں یا دیر سے جائیں تو اسے میری معذوری پر محمول کرو۔

میں نے تمہیں مجاز کیا

میں نے تمہیں اپنے طریقے میں مجاز کیا، تم جس کو چاہو اجازت دو، وہ مجھے قبول ہوگا۔ تمہاری اجازت عین میری اجازت ہوگی۔ میرے طریقے کے تمام اعمال و اشتغال و اوراد کی جو تمہیں مجھ سے پہنچے ہیں تم دوسروں کو تعلیم کر سکتے ہو اور اجازت دے سکتے ہو۔ میں تمہیں مجاز بناتا ہوں دیتا یاد کے لنا وتقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

---

(۵۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے صلوا علیہ وسلموا تسلیماً پس آدمی ہر وقت ہر لحظہ درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر شارع علیہ السلام یا ان کے نائبین نے جن مواقع پر منع فرمایا ہے وہاں نہیں پڑھا جائے گا۔ نماز کے بعد اگر درود شریف پڑھا جائے، وہ بالجہر یا بالسر، ممنوع نہیں ہے، اور نہ استحباب سے خالی ہے۔ مگر حضرت شارع علیہ السلام اور ان کے خلفائے راشدین محدثین کا اس طور سے معمول نہ تھا۔

مجمع کر کے بہ آواز بلند درود پڑھنا

پس اصل مسئلہ یہ ہے کہ خاص نماز کے بعد ہی مجمع کر کے بہ جہر درود پڑھنا اگر اس کو فرض و واجب نہ سمجھے اور سنت موکدہ نہ جانے تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر رد وکد ہے یہ اعتقاد ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام سے بھی اسی تخصص کے ساتھ منقول ہے تو یہ اعتقاد اس کا ناجائز اور بدعت ہے۔

اے عزیز! اس طرح سے درود شریف پڑھنا زیادہ تر اہل کشمیر سے جاری ہوا ہے، تاریخ دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں بھی ایک دفعہ ایسا رواج ہوا تھا۔ علماء نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی ہے۔ میں نے لاہور میں ایک مسجد میں کشمیریوں کو اس طرح سے درود شریف

پڑھتے دیکھا تو مجھے تو بھی وجد آ گیا۔ ایسے مسائل میں لڑنا جھگڑنا اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھنا یہ سب حرام تعصب ہے۔

تفرقہ اندازی بدترین گناہ ہے

اور اہل سنت والجماعت ہو کر اس جماعت میں تفرقہ اندازی بدترین گناہ ہے، اگر کسی میں فساد عقیدہ ہو تو اس کو آشتی و نرمی سے سمجھانا چاہیے نہ کہ جنگ وجدال سے۔

اے عزیز! تم ان جھگڑوں سے اپنے کو بالکل علٰحدہ رکھو اور اپنے اشغال و اوراد میں مشغول رہو۔

بابو صاحب حج و زیارت کو جاتے وقت یہاں تشریف لائے تھے، وہ وہاں سے پھر رستے سے ان کا خط بھی آیا تھا، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس زمانہ میں وہ مشہد مقدس سے بھی آگے بڑھ گئے ہوں گے۔ کبھی کبھی خط لکھا کرو۔ والسلام۔

مولوی حاجی شاہ شریف اعظم مرحوم

قصبہ لکھمنیہ ضلع مونگیر (بہار) کے رہنے والے تھے۔ یہاں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک مشہور بزرگ حضرت شاہ سلطان صدیقی لکھمنیاوی گذرے ہیں جو حضرت آدم بنوری کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے۔ جناب شاہ شریف اعظم صاحب انھیں حضرت شاہ سلطان لکھمنیاوی کی اولاد سے تھے۔ عنفوانِ شباب میں شاہ شریف اعظم صاحب حضرت قبلہؒ سے بیعت ہوئے، اور پھر عمر بھر حضرت کی خدمت میں رہے اور جہاں کہیں رہے حضرت کے حکم سے رہے۔ پوری تعلیم روحانی حضرت قبلہ سے پائی اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت قبلہؒ کا سلسلہ جنوبی ہند بالخصوص مدراس و بنگلور میں بہت وسیع ہوگیا تو اس دور دراز علاقے کے اہل حلقہ کی تربیت کے لیے حضرت نے شاہ شریف اعظم صاحب کو متعین فرمایا اور حضرت کے حکم سے شاہ شریف اعظم صاحب مرحوم بیس پچیس سال تک بنگلور میں مقیم رہے۔ حضرت کے تمام شجروں کو ایک جگہ مجتمع کر کے ضروری تشریحات کے ساتھ "سلسلۃ الذہب" کے نام سے شائع کیا۔ اسی طرح "کبریت احمر" کے نام سے جمیع اعمال حزب البحر کو تمام ضروری فوائد و نکات کے ساتھ ایک کتابی شکل میں شائع کیا۔ نیز اور بھی متعدد کتابچے اس سلسلے کے مختلف اوراد و وظائف پر شائع کیے۔ ستر سال سے زیادہ کی عمر پاکر اپنے وطن لکھمنیہ میں انتقال کیا۔ فبرّد اللہ مضجعہ المشریفۃ۔

(۱)

روح و روان من میاں محمد شریف سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

جنونٌ فوق غایات الجنونِ   جنونٌ من حبیبٍ ذی فنونِ

(یہ وہ جنون ہے جو تمام جنونوں سے بڑھ کر ہے، یہ وہ جنون ہے جو طرحدار دوست کی طرف سے ہو)

ماہ ربیع الاول میں درود کی کثرت کرو

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ماہ مبارک ربیع الاوّل عنقریب تشریف لانے والا ہے۔ "دیوانہ را ہوئے بس است" ہم محمدیان خالص کے جوش و خروش و مستی و مواجید و انبساط و سرور و شادمانی کا یہی زمانہ ہے ؎

سرِ من و ہوس جعد مشکبوئے رسولؐ
دلِ من است و تمنا و آرزوئے رسولؐ

سرکار محبوبیت مآب میں کچھ تحفہ و ہدیہ پیش کرنا چاہیے۔ مگر ہم کیا پیش کر سکتے ہیں ؎

چہ بود متاع خسرؔو کہ کند نثار جاناں
نگسے چہ طعمہ دارد بدہانِ باز کردن

ہاں مگر اس سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائق اگر کوئی تحفہ و ہدیہ ہے تو وہ تحفۂ درود و سلام ہے مگر نہ معمولی طرح سے بلکہ دلِ دردمند کے ساتھ۔ اور تمنا و آرزو کے ساتھ، بس یہی درود اوڑھنا بچھونا ہونا چاہیے۔ اسی میں سونا اسی میں جاگنا، اسی میں اٹھنا اسی میں بیٹھنا، یا صاف صاف یوں سمجھو کہ اسی میں مرنا اسی میں جینا۔ دگر ہیچ ؎

با تو برآمیختنم آرزو ست
وازہمہ کس وحشت و بیگانگی

بس اے عزیز! شغل درود میں مستغرق رہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اور کاموں کو بالکل چھوڑ

دو۔ نہیں نہیں "دل بہ یار و دست بکار" ہونا چاہیے۔ غالب خود مغلوب کو ہٹا دے گا۔ یا مغلوب کو اپنا بنالے گا۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ دلائل الخیرات کے برکات و جذبات ان بارہ دنوں میں بہت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ بس اے عزیز! روزانہ ایک ختم دلائل کیا کرو۔ مشغولی کے ساتھ۔ رزقنا اللہ وایاکم ما تتمناہ والسلام

دیگر عزیزوں کو بھی ترغیب دو کہ وہ کثرت درود وسلام کی کریں۔ بالخصوص شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو سال گذشتہ میں آئے بھی تھے۔ مگر پھر ان کے حالات سے مجھے خبر نہیں۔ ذرا ان کی طرف توجہ رکھو اور اس سال ربیع الاول شریف میں پھر ان کو لاؤ۔

---

(۲)

عزیزم محمد شریف سلکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمھارا روح افزا نامہ مجھے ملا۔ مگر ایک مدت تک کشش و جذبات کا ورود نہ تھا اس لیے جواب تمھیں نہ دیا گیا۔ اب دو چار دن سے تمھاری طرف کشش زیادہ پاتا ہوں اس لیے آج قلم ہاتھ میں ہے اور دل کی ترجمانی کر رہا ہوں۔

وحدت الوجود کو یوں سمجھو

عزیز من! مراقبہ "اللہ حاضری" سے جو تم کو ایک برق تجلی اور فی الجملہ انکشاف وحدت ہوا اس کو بسا غنیمت سمجھو۔ آگے چل کر انشاء اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ، پھر اس سے بھی زیادہ دیکھو گے جو دیکھو گے اور پاؤ گے جو پاؤ گے۔ حضرت شمشاد فرماتے ہیں ؎

ہے اصل وجود ایک، باقی فانی   اشکال کا ہے نام وجود ثانی
پانی سے بخار، ابر، بوندیں پھر برف   گھل جائے جو برف پھر ہے پانی پانی

وجود حقیقی کی تشبیہ پانی سے بہت ہی بہتر ہے اس علیہ کہ فرمایا گیا ہے:

وجعلنا من الماء کل شیء حی۔

عالم اور اس کی تمام اشیا کی حیات و وجود بھی اسی حقیقی وجود سے ہے۔

اس حیات وجودی سے اگر وجود حقیقی کا تبریہ کیا جائے تو سب معدوم محض ہیں۔ خدا ایسی چشم بصیرت دے کہ پانی کو بحیثیت انجماد برف دیکھو اور پھر اس حیثیت سے قطع نظر پانی پانی ہی دیکھو۔

مستغرق تو ترا بہ بیند
بیرون جہان و در جہاں نیز

والسلام

---

(۱۴)

نور چشم من میاں شریف اعظم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ آج کی شب میں متواتر متبرک خواب و بشارات سے مشرف ہوتا رہا۔ اول صبح یا قریب صبح یہ دیکھتا ہوں کہ میں بغداد شریف کے ایک گورستان میں ہوں، حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کی عام قبر ہے پھر حضرت شبلی کی قبر مبارک ہے۔ میں حضرت جنید رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر ہوں اور یوں کہہ رہا ہوں:

السلام علیک یا استاذ! السلام علیک یا استاذ

اور عام لوگوں کو ان قبور سے تعارف کرا رہا ہوں۔ مجھے اس وقت حضرت جنید کا بے حد تولا غالب ہے۔ پھر نماز صبح کے وقت میں بیدار ہو گیا مگر تمام دن بلکہ اس وقت تک سید الطائفہ کے انوار و فیوض سے مالا مال ہوں۔ والحمد للہ علی ذٰلک

حضرت جنیدؒ کی شخصیت

اے عزیز! تمام عرفانی دنیا حضرت جنید کے قبضۂ اقتدار میں رہی ہے اور رہے گی۔ اولیاء کے جس طریقے کو لو، اس کی زینت حضرت جنید ہی کے آداب و اخلاق سے پاؤ گے۔ بزرگوں کے مکاتیب و ملافیظ کو انھیں کی حکایات و آداب و اخلاق سے مملو پاؤ گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پر ہیں۔ اور ان کی ولایت ابراہیمی محمدی

ہے اور جس طرح ابراہیمی خلت کی یاد کبھی موقوف نہ ہو گی اور نماز میں بھی "اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم" آخر تک جاری رہے گا۔ اسی طرح حضرت جنید کی بھی خلت و ولایت کی یاد ارکان طریقت میں ہمیشہ داخل رہے گی۔ ہر صوفی یہی چاہتا رہا ہے اور چاہتا رہے گا کہ میں متخلق باخلاق جنید اور متادّب بآداب جنید رہوں ورنہ "ہر کہ نیست ادب لائق صحبت نبود"

طریقہ چشتیہ بھی جنیدیہ ہے

ایک دن ایک مہذب عارفانہ مجمعے میں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کی عمومی اجابت اور وسعت فیضان کا ذکر تھا۔ اس میں ایک چشتی پیرزادے بولے کہ ہمارے طریقۂ چشتیہ میں تو ان کا اسم گرامی نہیں ہے۔ اور نہ ان کی کوئی نسبت ہے۔ مجھے اس وقت یہ کلام سخت ناگوار گذرا۔ میں نے کہا سیر الاولیا وغیرہ ملفوظ حضرات چشتیہ نکال کر دیکھیے از اول تا آخر جنیدی داستانوں سے مملو ہیں۔ آخر یہ کیوں؟ میں نے مانا کہ شجرے میں نام نہ سہی مگر کام تو جنید ہی کا ہے۔ ان باتوں سے مجھے انقباض پیدا ہونے لگا تھا کہ مرحوم حسن میاں (اللہ ان کو بخشے) ادب سے یوں کہنے لگے کہ حضرت ہمارا طریقۂ چشتیہ یقینی جنیدیہ ہے، اس لیے کہ گل سرسبد اس طریقے کے حضرات خواجہ مودود چشتی ہیں اور انھوں نے حضرت احمد جام سے خرقۂ جنیدیہ پہنا ہے۔ اور مستفید ہوئے ہیں۔ میں نے کہا والحمد للہ۔ اور تمام اہل مجلس مرحوم کی وسعت نظر اور تفحص تام کی داد دینے لگے۔ پھر میں نے خود بھی تذکرہ دل میں دیکھا کہ خواجہ علو دینوری امام چشتیہ کی ایک نسبت جنیدیہ بھی ہے۔

جنید سے نسبت کی درستی

اے عزیز! حضرت جنید سید الطائفۃ الصوفیہ ہیں۔ نفحات میں ہے کہ

"وے از ائمہ و سادات این قوم است ہمہ نسبت بوے درست کنند، چوں خزاز و رویم و نوری و شبلی وغیرہم"

اور دوسرے بزرگوں نے فرمایا ہے:

اماماً فی ھذا العلم وموجعنا المقتدای بہ الجنید

اس علم میں ہمارے امام اور قابل اقتدا مرجع حضرت جنیدؒ ہیں۔

ادب جنید

ایک دن خلیفہ بغداد نے غصے میں حضرت رویم کو "بے ادب" کہا، انھوں نے کہا، اے سبحان اللہ، میں نصف روز جنید کی صحبت میں رہا ہوں کیونکر بے ادب ہوسکتا ہوں۔ اللہ اللہ کیا جنید کی صحبت تھی اور کیا ان کے آداب تھے۔

مرشد جنید اور مرتبۂ جنید

حضرت جنید کے استاد اور ماموں و مرشد حضرت سری سقطی تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کیا کوئی مرید اپنے پیر کے درجے سے بڑھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا "ہاں جنید کا درجہ مجھ سے بلند ہے۔" بعض بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فخر امت جنید

"اگلے انبیاء بحیثیت مجموعی اپنی امت پر فخر و مباہات کرتے تھے میں فقط ایک جنید پر فخر و مباہات کرتا ہوں۔" حضرت جنید کی شہرت زیادہ عراق کی زبان توحید اور عارفانہ مجالس وعظ سے ہوئی۔ جب یہ کامل و مکمل ہوئے تو ان کے شیخ و استاد حضرت سری سقطی نے فرمایا:

مواعظ جنید

منبر پر بیٹھو اور خلق خدا سے باتیں کرو۔ حضرت جنید اپنے پیر کے سامنے منبر پر بیٹھنے سے حجاب کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ "اے جنید اللہ تعالیٰ نے تمھارے سخن میں جان عطا کی ہے۔" جنید نے اس خواب اور واقعے کی صبح کو مجلس وعظ منعقد کی۔ اول مجلس میں چالیس آدمی تھے جس میں اٹھارہ آدمی وہیں جاں بحق تسلیم ہوئے۔ حضرت جنید فرمایا کرتے تھے، "صوفی کو آراستگی ظاہر میں دیکھو تو سمجھو کہ اس کے باطن میں خرابی ہے۔" حضرت جنید خلوت و گوشہ نشینی سے زیادہ جلوت و مدارات باخلق کو پسند فرماتے تھے۔

نصیحت جنید

حضرت جنید نے فرمایا کہ "کسی کا رتبہ نہ نماز و روزے کی کثرت سے بلند ہوا اور نہ خیرات

مجاہدات کی زیادتی سے، بلکہ عمدہ اخلاق کے ذریعے سے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"کل قیامت میں مجھ سے نہایت ہی نزدیک وہ ہوگا جو تم میں سب سے زیادہ خوش خلق ہوگا۔"

حضرت شیخ ابن عربی نے فتوحات میں اور مسامرات میں مع الاسناد ایک عجیب قصہ نقل کیا ہے کہ:

سر مستی جنید

"حضرت جنید مع حلقہ یاراں، براہ ملک شام سفر حجاز کو روانہ ہوئے۔ رستے میں کوہ طور نظر آیا۔ اوپر گئے۔ جب تجلی گاہ موسوی پر پہنچے تو ہیبت جلال تمام لوگوں پر طاری ہوگئی۔ اس جماعت میں قوال بھی تھا، حضرت جنید نے اس کی طرف کچھ پڑھنے کا اشارہ کیا۔ اس نے اپنے پُر درد لہجے میں یہ اشعار پڑھے۔

وبدا الله من بعد ما اندك الهوی   برق تالق موهنا لمعانه

عشق کے مندمل ہونے کے بعد اس کے سامنے ایسی بجلی چمکی جس کی چمک بہت دھیمی تھی۔

يبدو كحاشية الرداء ودونه   صعب الذرى متمنعا اركانه

وہ چادر کے حاشیے کی طرح معلوم ہوئی جس کے اس پار جانا بہت ہی دشوار تھا۔

فبدا لينظر كيف لاح فلم يطق   نظرا اليه وصده بهانه

یہ سب کچھ اس لیے ظاہر ہوا کہ وہ یہ دیکھے کہ یہ چمک کیسے پیدا ہوئی مگر وہ نظر بھر کر اوپر نہ دیکھ سکا اور خدا ہی نے اسے روک دیا۔

فالنار ما اشتملت عليه ضلوعه   والماء ما سمحت به اجفانه

آگ تو اصل میں وہ ہے جو سینے میں ہوتی ہے اور پانی وہ ہے جو پلکوں میں جمع ہوتا ہے

ان اشعار نے حضرت جنید پر وجد طاری کر دیا اور تمام اہل مجلس ایسے مست ہوئے کہ آسمان و زمین سب کھو بیٹھے۔ اس مقام سے قریب ایک گرجے میں کوئی

نصرانی راہب رہتا تھا۔ وہ ان مستان عشق الٰہی کے شور وفغاں سے باہر نکل آیا۔
وہ "یا امتِ محمدیہ" کہہ کر پکارتا تھا مگر یہاں ہوش کہاں تھا جو جواب دیا جائے۔
بالآخر وزا افاقے کے بعد اس کی پکار کی جانب توجہ کی گئی اور استاذ قوم حضرت
جنید سے راہب کی باتیں شروع ہوئیں۔ بالآخر بول اٹھا کہ واللہ تم وہ قوم ہو کہ
تمہارے اس جوش وخروش وعشق الٰہی کی خبر کتب سماویہ میں بھی ہے۔ پھر کلمۂ شہادت
ادا کیا۔ اور داخل حلقۂ مستاں ہوا۔ مگر تین دن کے بعد عشقیہ شوق نے اسے جاں
بحق تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔

سبحان اللہ کیا جنیدیوں کی مستی تھی کہ جسے چاہا مست کر لیا۔ جب چاہا اپنا سا بنا لیا۔ کسی
کو مسجد سے لے آئے کسی کو گرجے سے پکڑ لائے۔

شور حسن تو گر ایں است بتا مید انم | چند ناقوس نوازے کہ مسلماں شدنی ست
چند زنار برہمن کہ ز زلفش شکند | مومنے چند ازیں دام بزنداں شدنی ست

حضرت جنید کا انتقال ۲۷ رجب روز شنبہ ۲۹۷ھ میں ہوا، اور شونیزیہ (بغداد) میں
مرقد مبارک ہے۔ اور باوجود اس کے کہ خود بھی بڑے فقیہ تھے، فقہی مسائل میں ابو ثور مجتہد
کے مذہب پر عمل کرتے تھے۔ قدس اللہ نفسہ وطیب رمسہٗ۔

کتب ذکر جنید

طبقات امام شعرانی کا ترجمہ ہو گیا ہے اس سے حضرت جنید کے احوال واقوال نکال کر
محفوظ کر لو۔ اور ان پر عملدرآمد کرو۔ نفحات الانس وخزینۃ الاصفیا وتذکرۃ الاولیا وکشف
المحجوب میں ان کے اقوال علی سبیل الاختصار ہیں۔ مجموعۂ مفیدہ، طبقات کبریٰ میں ہے۔ والسلام

---

(۴)

نور چشم من مولوی بشیر اعظم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ گو تم
بڑے عالم وفاضل نہیں ہو مگر اشغال واوراد ومحنت وریاضت کی حیثیت سے میرے عرفانی

خوش نصیب دار ہو۔ تمھیں جس قدر میری صحبت رہی ہے اور صحبت و ربط قلب کا فائدہ جتنا تم نے پایا ہے میرے کسی اہل حلقہ نے نہیں پایا ہے اور دراصل اس راہ میں ربط قلب با شیخ ہی کی ضرورت ہے۔ آج کل اکثر مجالس و مواقع میں میری آنکھیں تمھیں ڈھونڈا کرتی ہیں۔ معہذا اگرچہ نظر سے دور ہو مگر دل سے قریب ہو۔ سنو! ماہ ربیع الثانی کی ابتدا ہی سے میری مشغولی سرکار غوثیہ میں بیش از بیش ہے، بالخصوص نویں تاریخ سے ہمہ دم وہ میرے سامنے اور میں ان کے سامنے ہوں اور جوش قادری اس قدر غالب کہ میں اس میں ڈھک جایا کرتا ہوں۔

قادری اور چشتی رنگوں کا فرق

اے عزیز! قادریہ و چشتیہ دونوں ہی میں مستی و جوش بو فور ہے۔ مگر قادری جوش میں قلب و جسم بلکہ ہر بُن مو میں مستی رہتی ہے، پر جنبش و حرکت کو دل نہیں چاہتا۔ ہاتھ سے اگر تسبیح بھی گر جائے تو اٹھانا بار معلوم ہوتا ہے ؎

ساغر مے کی طرح اے ساقی
پھیر نامت کہ بھرے بیٹھے ہیں

اور چشتی جوش میں گریہ و بکا کے ساتھ ہاتھ پاؤں بھی باہر قدم نکالنے لگتے ہیں۔ اور دل کی مستی جوش کھا کر منہ سے ابلنے لگتی ہے۔ اسی کو مولوی مذاقؔ قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

شراب عشق دل سے جوش کھا کر منہ سے بہہ نکلی
مذاقؔ ایسا ہے متوالا معین الدین چشتی کا

اور قادری جوش کبھی چشتی جوش سے ٹکرا بھی جاتا ہے۔ جیسا کہ مجھے بار بار ہوتا ہے۔ اور مجھے یوں فریاد کرنا ہوتی ہے ؎

اس بادۂ وحدت کو ابلنے نہیں دیتے ۔۔۔ متوالا بناتے ہیں اچھلنے نہیں دیتے
کہتے ہیں خبردار نہ لغزش ہو قدم کو ۔۔۔ پھر طرفہ تماشا ہے سنبھلنے نہیں دیتے
اے شمع تجھے سوز کے ہے ساتھ گداز ایک ۔۔۔ یاں مجھ کو جلاتے ہیں پگھلنے نہیں دیتے

اے عزیز! حضرات قادریہ کے جوش کو آیہ "وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ" (تم پہاڑ کو دیکھو تو اسے جما ہوا سمجھو حالانکہ وہ بادل کی طرح چل رہا ہوگا) سے مناسبت ہے اور

حضرات چشتیہ کے جوش و خروش اور گریہ و بکا کو آیۂ پاک و تری اعینہم تفیض من الدمع مما عرفوا (تم ان کی آنکھوں کو دیکھوگے کہ حق شناسی کی وجہ سے آنسو بہا رہی ہیں) سے مناسبت ہے اور نیز آیۂ : اذا تتلیٰ علیہم اٰیٰت الرحمٰن خروا سجدا و بکیا ۔ (جب ان پر خدائے رحمٰن کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں) کی تجلی ان پر ہوتی ہے۔

یہاں شب یازدہم کی مجلس میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے استفاضہ کرتا تھا، یہاں تک کہ وہ برزخ مجھ میں سماگیا۔ اور میں اپنے آپ سے استفاضہ کرتا تھا۔ اتفاقی طور سے ایک نعرہ میں نے لگایا وہ نہایت ہی متعدی اور پُر اثر تھا۔ مگر بمجرد اس نعرے کے ساتھ ہی وہ برزخ مجھ سے علٰحدہ ہو گیا۔ میں نے استفاضہ قائم رکھا اور پھر وہ برزخ مجھ میں سماگیا۔ اور شغل ورد نے عجیب استغراقی لذت بخشی۔ قوال کے گانے کا مجھ پر کوئی اثر نہ تھا۔ نصف گھنٹے تک میں یوں ہی مشغول رہا۔ ناگہاں قوال کی یہ آواز کان میں پہنچی ؎

ذاتِ پاکِ غوث اعظم از شرابِ یار مست
چشم مست و قلب مست و روح مست اسرار مست

بس مستی نے اتنا غلبہ کیا کہ اس عروج سے ہبوط ہوا اور ایک گھنٹے سے زیادہ تر یہ جوش و خروش اور مستی غالب رہی، مگر اس کے ساتھ لذتِ بے پایاں تھی۔ بعد برخاستِ مجلس پھر میں تبرزخ کی طرف مائل ہوا۔ دن کی مجلس بھی انھیں رنگوں میں رنگی رہی۔ زیارت آثار شریف حضرت مولانا رسول نما کے بعد، قبل میں مولانا کی نسبت محمدیہ کا غلبہ ہوا اور اس جوش و مستی کی شرح نہیں کر سکتا۔ اس وقت تک معمور ہوں۔

اے عزیز! یہ باتیں لکھنے کی نہیں ہیں اور نہ ان کا نقارہ بجایا جاتا ہے، مگر مجبوراً لکھنا پڑتا ہے کہ تم اپنے مواجید و اذواق کو انھیں اندازوں پر مطابق کرتے رہو۔

سماع کہاں مفید اور کہاں مضر ہوتا ہے

مگر اے عزیز! اتنا ضرور خیال میں رہے کہ سماع، مبتدی کو صحبت شیخ میں مفید اور متوسط کو معین اور منتہی کو غیر مفید بلکہ کبھی مضر ثابت ہوتا ہے اس لیے بہتیرے کبرائے مشائخ نے آخر میں ترک سماع کیا۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ انوار تلاوتِ قرآن نے ہمیں سماع سے مستغنی کر دیا۔ بعضوں نے

فرمایا کہ نماز کی مشغولی ذوقِ سماع کو بے کار کر دیتی ہے۔ ہمارے بزرگوں نے آخری دور تک سماع کو اس لیے قائم رکھا کہ مسترشدین کا افاضہ و استفاضہ بآسانی قائم رہے، ورنہ ان لوگوں کی شان کہیں رفیع تھی۔ میں بھی اب سماع کو چنداں دوست نہیں رکھتا۔ ہمیں اپنے توحیدی مراقبات میں استغراق چاہیے اور مشاہدات کی ضرورت ہے۔ رزقنا اللہ وایاکم حلاوۃ المشاهدۃ۔ والسلام۔

توحیدی مراقبے سے پہلے محویت جمال محمدی

شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو شغل درود میں مستغرق رکھو۔ اور جمال محمدی میں ان کو محویت پیدا کراؤ۔ پھر اس کی مشاقی کے بعد اس جمال کو "منبسط علی ھیاکل الموجودات" کا مراقبہ کراؤ۔ آیندہ پھر ان کو صاف طرح سے وحدت حقہ القا کرو۔ ابتدائی شغل درود کے ساتھ ہرگز ہرگز توحیدی مراقبہ نہ بتاؤ۔ یہ محض غیر مفید ثابت ہوا ہے اور وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ دھیرے دھیرے جب ایک رنگ پائدار ہو جائے تو اس میں دوسرے رنگ کی آمیزش کرنے سے وقت ضائع نہیں ہوتا اور جو رنگ آتا ہے پائدار آتا ہے۔

---

(۵)

نور دل من مولوی شریف اعظم سلمہ اللہ تعالیٰ! وعلیکم السلام۔ روح افزا نامہ پہنچا۔ بے حد خوشی ہوئی۔ تم نے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور حضرت امیر المومنین ولایت مآب علیہ السلام کو دیکھا اور پھر اس مقام میں اس فقیر کو اور اپنے آپ کو پایا، یہ مبارک خواب ہے۔ تعبیر اس کی روشن ہے۔ لایحتاج الی البیان والتفسیر۔ جس کی تشریح و تفسیر کی ضرورت نہیں، تم وجد و ناز سے یہ اشعار بخوبی پڑھ سکتے ہو اور ان کی لذت بے پایاں پا سکتے ہو ؎

عجب پاکیزہ منظر بود شب جائے کہ من بودم
محمدؐ بود و حیدرؑ بود شب جائے کہ من بودم
ز نور مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ شاہ سلیمانم
ز سر تا پا منور بود شب جائے کہ من بودم

آفتاب نبوت اور ماہتاب ولایت

اے عزیز! والشمس وضحٰھا قسم ہے سورج کی اور وقت چاشت کی، آفتاب نبوت محمدی ا

وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (قسم ہے ماہتاب کی جب کہ وہ سورج کے پیچھے جا رہا ہو) ماہتاب ولایت مرتضوی ہے۔ اور یہ مسئلہ محقق ہے کہ نور القمر مستفاد من الشمس (ماہتاب کی روشنی سورج ہی کی چمک کی خوشہ چیں ہے) پس اسے عزیز! فانی دنیا کا تمام فیضانِ ولایت حقیقتاً فیضانِ محمدی ہے۔ مگر خدا نے اس فیض کا دراوّل حضرت امیرالمومنین مولائے کائنات کو بنایا ہے جو اس در تک نہ پہنچا وہ فیضِ محمدی سے محروم رہا۔ ع

کسے بغیر تولائے تو ولی نہ بود

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (میں علم کا شہر اور علی اس کا دروازہ ہیں) فرمایا ہے، اس سے یہی در فیضان مراد ہے۔ سبحان اللہ کیا در ہے کہ تمامی اقطاب و اغواث و اوتاد و جنید و شبلی وہاں عجز و نیاز سے دست بستہ کھڑے ہیں، اور شوق میں کہہ رہے ہیں ؎

دیدن روئے تو عبادتِ ماست　　　سجدہ در ابروئے تو طاعت ماست

اور کیونکر نہ کہیں؟ حضرت مولا انسانِ کامل تھے۔ اسی لیے مخبر صادق صلوٰۃ اللہ علیہ نے اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ "(علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے) فرمایا۔

پس عرفانی دنیا کا قبلۂ توجہ مولا علی قرار پایا ؎

ہست محرابِ عبادت ہر دو ابروے علی
ثَمَّ وَجْہُ اللہ خواں از مصحف روئے علی

والسلام

---

(۶)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ "معارف" میں بیعت کی کیا بحث ہے مجھے اس کی تفصیلی خبر نہیں۔ یہ رسالہ شاذ و نادر ہی کبھی پڑھا کرتا ہوں۔ علماء و مشائخ ہندوستان نے مختصر طور سے بیعت کی بحثیں کی ہیں۔ سیر الاولیاء، سبع سنابل،

لطائف اشرفی وغیرہم مطالعہ کرو۔ مگر اے عزیز! شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "القول الجمیل" میں جس قدر لکھا ہے وہ سب سے بہتر اور مدلل بکتاب وسنت ہے۔ اور علامہ قشاشی کی کتاب السمط المجید اس سے بھی بہتر وکافی ووافی ہے۔ حیدرآباد سے منگا کر بغور اسے مطالعہ کرو۔ تصوف وتحدیث دونوں اس میں جمع ہیں۔ اس فقیر نے بھی "سلسلۃ الکرامت" میں مختصراً یہ مباحث درج کر دیے ہیں۔ اس وقت پھر اس سے بر سبیل اختصار ملتقط کر کے لکھتا ہوں۔

بیعت کی اقسام اور سند

مشائخ میں اس وقت تین قسم کی بیعت جاری ہے۔ بیعت توبہ، بیعت برکت یعنی دخول درسلسلہ، بیعت ارادت۔ یہ سب بیعتیں سنت سنیہ سے خالی نہیں۔ اور آیات متبرکہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ الی اٰخرہٖ کے تحت ہیں اس لیے کہ:

العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد۔

اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ خاص وارد ہونے کے موقع کا۔

اب رہی یہ بات کہ ہر شیخ سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک اس بیعت کا سلسلہ متصل ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں اس فقیر کی تحقیق یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرون اولیٰ میں بجز "بیعت خلافت" کسی اور بیعت کا سلسلہ نہ تھا بلکہ فقط صحبت و تادب یکے بعد دیگرے متوارث رہا۔

الباس خرقہ کی ابتدا

یہاں تک کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کا وقت آیا۔ انھوں نے اس صحبت و تادب کی علامت کے لیے الباس خرقہ کیا، کیونکہ اس کی اصل سنت سنیہ میں موجود تھی۔ پھر بیعت و کلاہ و تحلیق و موتراشی وغیرہا کا رواج ہوا کیونکہ ہر چیز کی اصل فی الجملہ سنت سنیہ میں موجود تھی اور ہر چند بعضے مشائخ چشتیہ وکبرویہ وغیرہما نے الباس خرقہ کو متصل رسول اللہ صلعم تک پہنچایا ہے، مگر محدثین باجمعہم اس سے بالکل ناآشنا ہیں اور محققین صوفیہ مثل شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی و شیخ محی الدین ابن عربی حضرت جنید ہی تک اس خرقے کو منتہی کرتے ہیں اور اس سے آگے پھر صحبت و تادب ہی کو مسلسل کرتے ہیں۔ سیر الاولیاء میں حضرت

سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

رایت بخط شیخ الاسلام شہاب الدین السہروردی انہ ذکر الباس الخرقۃ الی الجنید و بعدہٗ اقتصر علی الصحبۃ

میں نے خود شیخ شہاب الدین سہروردی کی لکھی تحریر دیکھی ہے جس میں انھوں نے جنیدؒ کے خرقہ پہنانے کا اور پھر صحبت پر قانع رہنے کا ذکر کیا ہے۔

ابن عربی کی تصریح الباس خرقہ

اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں صاف تصریح کر دی ہے۔

الخرقۃ عندنا انما ھی عبارۃ عن الصحبۃ والادب والتخلق و لھذا لایوجد الباسہا متصلاً برسول اللہ صلعم ولکن یوجد صحبتہ وادب و ھو المعبر عنہا بلباس التقویٰ

ہمارے نزدیک خرقے کا مطلب صحبت شیخ آداب فقر اور تخلق (اس رنگ میں رنگنا) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خرقہ پہنانے کا رواج، حضورؐ تک اتصال کے ساتھ نہیں، البتہ صحبت اور ادب پائے جاتے ہیں اور اسی کا نام لباس تقویٰ ہے۔

اور شطنوفی نے بھی بہجۃ الاسرار میں حضرت غوث الثقلین کے اسناد خرقہ میں حضرت معروف کرخی سے اوپر صحبت و ادب ہی کو مسلسل کیا ہے، اور حضرت شیخ ابن عربی اپنے خرقہٗ قادریہ میں لکھتے ہیں

ولبس التمیمی من ید ابی بکر محمد بن خلف بن جحدر الشبلی ولبس الشبلی لا بل صحب ابا القاسم الجنید بن محمد وتادب بہ والجنید صحب خالہ السری السقطی واخذ عنہ وتادب بادبہ السری صحب معروف بن فیروز الکرخی ومعروف صحب علی بن موسیٰ ۲ الخ

تمیمی نے ابوبکر محمد بن خلف بن جحدر شبلی کے ہاتھ سے خرقہ پہنا، اور شبلی نے خرقہ نہیں پہنا بلکہ ابوالقاسم الجنید بن محمد کی صحبت میں رہے اور آداب سیکھے اور جنید نے اپنے ماموں سری سقطی کی صحبت اٹھائی اور انھیں کے آداب اختیار کیے اور سری سقطی نے

معروف بن کرخی کی صحبت اٹھائی اور معروف نے علی بن موسیٰ کی صحبت حاصل کی۔

اور حضرت شیخ سعید الدین فرغانی نے اپنی کتاب مناہج العباد میں تصریح کر دی ہے کہ مریدین تین طریقوں سے مشائخ سے منتسب ہوتے ہیں۔ ایک خرقہ، دوسرے تلقین، تیسرے صحبت و خدمت و تادب اور بقول شیخ الشیوخ صحبت و خدمت کا درجہ زیادہ ہے۔ اس فقیر کے خیال میں تلقین ذکر بھی بیعت ہے جو متوارث مشائخ متاخرین میں ہے۔ اور بیعت اگرچہ سنت ہے مگر روشنی و عرفان اس پر موقوف نہیں۔

ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی سند متصل نہیں

اگلے بزرگوں نے خرقہ و تلقین ذکر کو مسلسل اسناد کیا ہے۔ بیعت کو سلسلہ بہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی نے نہیں پہنچایا۔ اور قدما میں تو بجز خرقہ و صحبت و تلقین کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مرید ہونے کا کوئی مذکور ہی نہیں۔ عوارف و آداب المریدین وغیرہا میں اس کی بحث ہی نہیں کی گئی ہے۔ حضرت غوث الثقلین نے کسی کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا۔ کہیں کتب سیر میں اس کا پتہ نہیں۔ البتہ خرقے کا ذکر اور اس کی سند باتفاق کی جاتی ہے۔ ہاں انیس الارواح سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان ہارونی نے حضرت خواجہ کا ہاتھ پکڑا اور " کلاہ چار ترکی " سر پر رکھی اور مقراض رانی کی۔ اور حضرت قطب صاحب نے اپنی بیعت کے ذکر میں اسی قدر فرمایا ہے کہ

" ہماں زماں بہ شرف نعمت مشرف شدم و کلاہ چار ترکی از ناصر اصفیا بر سر ایں ضعیف زینت یافت "

یہاں ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ اسی طرح حضرت فرید گنج شکر بھی اپنے تذکرۂ ارادت میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں فرماتے۔ مگر کلاہ چار ترکی سر پر رکھنے کا ضرور ذکر فرماتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت سلطان المشائخ بھی اپنے ارادت کے تذکرے میں کلاہ چار ترکی زیب سر کرنے کا ذکر فرماتے ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا مذکور نہیں فرماتے۔ مگر سیر الاولیا میں اس جناب سے منقول ہے کہ " ہمدراں روز بیعت کردم " کیفیت بیعت مذکور نہیں مگر کلاہ چار ترکی کا ذکر ہے۔ اور پھر کئی دن کے بعد محلوق ہونا۔ اور حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر

نے حضرت بدر الدین سلیمان اور اپنے ایک دوسرے صاحبزادے کو حضرت پیرزادہ چشت سے مرید کرایا۔ سیر الاولیا وغیرہ میں بھی اس کی کیفیت یوں ہی لکھی ہے کہ حضرت بابا نے کلاہ ان کے دست مبارک میں دی۔ انھوں نے ان صاحبزادوں کے سر پر بھی رکھی۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ علیٰ ہٰذا القیاس اسی سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ علاء الدین، حضرت بابا کے پوتے اور جانشین جو اس زمانے کی علمی اور عرفانی دنیا میں بہت ممتاز شیخ تھے ان کی خدمت میں جب کوئی مرید ہونے آتا تو خادم سے فرماتے کہ اس کو حضرت اقدس بابا صاحب کے مرقد منور کے پائین لے جاؤ اور کلاہ سر پر رکھو۔ بس یہی ہے مریدی، ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اور ہمارے سرسلسلہ تاج العارفین حضرت شاہ محب اللہ قلندر نے جو اپنے شیخ حضرت خواجہ عماد الدین قلندر سے بیعت کی، اس میں فقط مصافحہ معاہدہ تھا۔ موتراشی اور کلاہ چار ترکی کا کوئی ذکر اس میں نہیں ہے۔ اس قسم کی صدہا روایات وحکایات ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مریدی کے لیے کسی خاص نہج کی پابندی نہ تھی۔ کوئی ہاتھ میں ہاتھ دے کر مرید کرتا۔ کوئی کلاہ سر پر رکھتا۔ کوئی الباس خرقہ کرتا۔ کوئی فقط القائے کلمۂ الحق کرتا۔ کوئی مجموعۂ آداب سے کام لیتا۔ غرض ہر طرح سے مریدی ہو جاتی ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا شرائط مریدی میں نہیں ہے۔ فقیر کے نزدیک بھی بیعت کے مفہوم میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا داخل نہیں۔ فقط معاہدے سے بیعت ہو جاتی ہے۔ بعضے اکابر صحابہ نے بیعت خلافت بھی فقط اپنے زبانی معاہدے سے کی ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا ہے اور عورتوں کی بیعت میں بھی قبا بعض وارد ہے مگر بروایات بخاری فقط زبانی معاہدہ تھا نہ کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔

مختلف جگہ ارادت رکھنے کا مسئلہ

اب رہی تکرار بیعت اور مختلف جگہ ارادت کا مسئلہ تو اس کا جواب یوں ہے کہ قدماء زمانۂ تابعین ومن بعد ہم ایک طریقۂ خاص کے پابند یا ایک شیخ پر اقتصار کرتے تھے۔ مختلف شیوخ کی صحبت سے مستفیض ہوتے تھے۔ ہاں کسی ایک کا رنگ جب ان میں زیادہ غالب ہو جاتا تو وہ اسی طرف منسوب ہوتے تھے۔

شاہ ولی اللہ کی تصریح

شاہ ولی اللہ محدث رسالہ تصوف ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں: وما کانوا یقتصرون علی شیخ واحد ولا بسلسلۃ واحدۃ بل کان کل واحد منھم یصحب مشائخ کثیرۃ ویربط بسلاسل متعددۃ الخ

اور قدما نہ صرف ایک شیخ پر بس کرتے تھے نہ محض ایک سلسلے پر، بلکہ ہر ایک بے شمار مشائخ کی صحبت اٹھاتا تھا، اور متعدد سلسلوں سے ربط قائم رکھتا تھا۔

اور یہ قدما کا طریقہ و طرز ایک مدت تک جاری رہا جیسا کہ متقدمین کی کتب سے ظاہر ہے۔

متقدمین کے انداز میں تبدیلی کرنا متاخرین کا دستور رہا ہے

مگر متوسطین و متاخرین ضرورت و مصالح زمانہ کی وجہ سے قدما کے انداز میں تبدیلی و تغیر ضرور کرتے آئے ہیں۔ پس ہمارے بعض اکابر متاخرین کبرویہ و سہروردیہ و چشتیہ نے اپنے موجودہ زمانے کا خیال کر کے یہ فیصلہ کیا کہ اب روحانیت کی تجلی قدما کے زمانے کی طرح پُر زور نہیں ہے اور نہ ہر قلب کو استقامت کی کافی صلاحیت ہے اس لیے مختلف ارادت و صحبت سے نسبت میں استقامت نہ رہے گی۔ اور تجلیات گڈمڈ ہو کر انکشاف وحدت میں خلل انداز ہوں گی۔ اس لیے ارادت کو پہلے ایک ہی شیخ سے وابستہ کرنا چاہیے۔ پھر اس استقامت کے بعد مختلف فیوض حاصل کر سکتا ہے جہاں سے چاہے۔ اگرچہ یہ مصلحت نہایت ضروری ہے مگر قدما کے طریقے کو غلط کہنے کی جرأت کسی محقق نے نہیں کی۔ اس لیے حضرت سلطان المشائخؒ نے اسی قدر فرمایا کہ بعض مشائخ ایسا کرتے ہیں مگر میں ایسا پسند نہیں کرتا اور میرے نزدیک یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (جیسا کہ "سیر الاولیاء" میں ہے) اور حضرت مخدوم شرف الدین بہاری قدس سرہٗ آداب طریقت میں زیادہ تر انھیں متاخرین چشتیہ کا اتباع کرتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے بھی اپنے مکتوبات و ملفوظات میں تکرار بیعت و ارادت کی ممانعت کی ہے۔

تکرار بیعت کے متعلق فرغانی کی تصریح

اور حضرت سعید الدین فرغانی نے اس کی یوں تفصیل فرمادی ہے کہ:

"در نسبت خرقہ و ارادت و نسبت و تلقین ذکر دو شیخ گرفتن مذموم است، اما در نسبت صحبت محمود است، لیکن بشرط اجازت یا فوت صحبت شیخ اول، چنانکہ این ضعیف

بعد از مفارقت خدمت و صحبت شیخ نجیب الدین قدس سرہٗ از خدمت مولانا سیدنا و شیخنا صدر الحق والدین وارث علوم سید المرسلین سلطان المحققین محمد بن اسحاق القونوی قدس اللہ سرہٗ واز شرف صحبت وارشاد ہدایت واقتباس فضائل وآداب ظاہر و باطن وعلوم شریعت وطریقت وحقیقت تربیت یافت الخ کذا فی نفحات الانس۔

اے عزیز! ان فتاوائے مشائخ سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ خرقۂ ارادت وتلقین مکرر نہیں ہو سکتا۔ مگر صحبتِ ارشاد کے تعدد میں مضائقہ نہیں۔ اور شیخ اوّل کی رحلت کے بعد تو وہ طالب مختار ہے۔ مگر حیاتِ شیخ میں اس کی اجازت درکار ہے۔

مشائخ نقشبندیہ کا اندازِ استدلال

لیکن مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ طلب حق واجب ہے اگر ایک جگہ کشود نہ ہو تو کیوں دوسرے شیخ کو نہ ڈھونڈے گا۔ پیر اول کی طرف سے مجاز ہو یا نہ ہو وہ بلا انکار پیر اول دوسرے حلقے سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ اور یہ شعر فرماتے ہیں ؎

علی رامیتنی کی تشریح

آنجا کہ نشستی و نہ شد جمع دلت | واز تو نہ رمید صحبت آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش | ورنہ نہ کند روح عزیزاں بحلت

تکرار بیعت کے متعلق امام ربانی کی تصریح

حضرت امام ربانی اپنے بعض مکاتیب میں فرماتے ہیں:

"در عین حیاتِ پیر اول اگر طالب رشد خود را در جائے دیگر بیند بے انکار پیر اول جائز است کہ پیر ثانی اختیار کند حضرت خواجہ نقشبندیہ در باب تجویز ایں معانی از علمائے بخارا فتویٰ درست فرمودہ بودند۔"

اور مشائخ نقشبندیہ بالخصوص مجددیہ اسی پر عملدرآمد کرتے رہے ہیں۔ خود حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ اپنے ایک شیخ کی حیات میں دوسری جگہ جا بیٹھے۔ شیخ اول نے فی الجملہ اظہارِ ملال بھی کیا۔ مگر آپ اپنی معذوری ظاہر فرماتے رہے۔ مگر اس شیخ کا بھی بدستور ادب کرتے رہے۔ ریاض المرتاض اور ارشاد الطالبین میں ہے کہ:

"اگر شخصے بخدمتِ شیخ مدتے بحسن اعتقاد ماند و در صحبت او تاثیر نہ یافت واجب است بروئے کہ ترکِ او کند و شیخ دیگر تلاش نماید ورنہ مقصود و معبودش شیخ باشد نہ خدا، وایں شرک است۔ حضرت عزیزان علی رامیتنی پیر طریقۂ نقشبندیہ می فرمایند ؎

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت الخ

صوبۂ بہار کی موجودہ عام پیری مریدی

اے عزیز! اب رہی ہندوستان کی مروجہ پیری و مریدی اور بالخصوص ہمارے صوبہ بہار کی تو اس کے متعلق اسی قدر کہوں گا کہ عموماً یہ پیری و مریدی محض رسم اور اپنے حلقے کی توسیع اور ذریعۂ رزق ہے۔ اس کو للّٰہیت اور خدا پرستی سے کیا سروکار؟ اور اگر اگلوں سے اجازتِ صحیح بھی ہو تو وضع الشی فی غیر محلہ (کسی چیز کو بے محل جگہ پر رکھنا) کی وجہ سے اپنی اصل حقیقت پر باقی نہیں۔ پھر بزرگوں کی پیری و مریدی سے کیا نسبت۔ پیرزادے ہوں یا صاحب سجادہ ہوں جب اپنے بزرگوں کی روش پر نہیں تو ان کی پیری و مریدی بھی صحیح نہیں

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۝

(ان کے بعد ان کے ایسے ناخلف جانشین آئے جنھوں نے صلوٰۃ کو ضائع کیا اور خواہشوں کی پیروی کی۔ لہٰذا وہ عنقریب نامرادی و بربادی سے دوچار ہوں گے) پر انھیں غور کرنا چاہیے۔

اور ماشاء اللہ جو لوگ خاص ہیں اور حق پیرزادگی و سجادگی کما ینبغی ادا کرتے ہیں اور اپنے بزرگ و شیخ کامل کی خدمت میں منازل سلوک طے کر چکے ہیں وہ بے شک شیوخ طریقت سے ہیں۔ ان کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا۝

جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کی یاد میں مشغول ہیں اور ذاتِ مولا کے طالب

ہیں ان کی صحبت میں اور ان کے ساتھ رہنے میں اپنے نفس کو مجبور کرو، اور تمہارا التفات ان پر سے ہٹنے نہ پائے کہ دنیوی ساز و سامان کی وجہ سے انھیں چھوڑ دو۔ اور دیکھو اس کی اطاعت نہ کرنا جس کا دل میری یاد سے غافل ہو اور اپنی خواہشوں کے پیچھے پڑا ہو۔ اور اس کی دنیاداری حد سے بڑھ گئی ہو۔

مگر اے عزیز! ان مقدس نفوس حضرات کے یہاں بھی ہزارہا مریدین ہیں دس بارہ ہی بیعت ارادت کرتے ہیں۔ ورنہ بیعت برکت و توبہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ پس جو ارادت میں کامل ہے وہ بے شک دوسرے شیخ کے پاس بلا اجازت اس کے نہیں جا سکتا۔

بیعت توبہ و برکت کی تکرار میں مضائقہ نہیں

مگر بیعت برکت و توبہ کی تکرار و تعدد میں میرے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ حرمین شریفین اور بلادِ مصر اور ملکِ مغرب کے مشائخ صوفیہ بے تکلف اس کو جائز رکھتے ہیں، اور وہاں اس کا رواج بھی ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالحق نقشبندی مہاجر مکی متع المسلمین بطول بقائہٗ نے بھی اس تکرار بیعت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور حضرت مخدوم شرف جہاں قدس سرہٗ کی عبارت سے سند پکڑنا اور اس سے عموماً تعدد بیعت کو ناجائز قرار دینا ان متشیخین کی خوش فہمی ہے۔ مخدوم جس ارادت کو فرماتے ہیں وہ اس زمانے میں کہاں ہے؟ پس اس کے احکام کیونکر مترتب ہوں گے؟ مثل مشہور ہے۔

اِذَا لَمْ یَکُنْ رَأْسُ الْمَالِ فَکَیْفَ تَرْبَحُ

جب اصل پونجی ہی نہیں تو نفع کس چیز کا ہو گا۔

لہٰذا وہ حقیقی ارادت جہاں موجود ہو فتویٰ بھی قائم رہے گا۔ وَاِلَّا فَلَا۔

نماز روزے کو درویشی و عرفان سے الگ کرنا زندقہ ہے

اور یہ جملہ کہ "نماز روزہ اور شے ہے اور درویشی و عرفان اور چیز" یہ سب زنادقہ و ملاحدہ کے اقوال ہیں۔ عموماً اہل اسلام اور خاص کر مشائخ طریقت کی زبان سے یہ ناپاک جملہ نکل ہی نہیں سکتا ہے۔

کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا

ان کے منہ سے بڑا بول نکلتا ہے اور وہ جھوٹ بکتے ہیں۔

اے عزیز! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۝

وہ اہل ایمان فلاح یافتہ ہیں جو اپنی نماز میں خشوع رکھتے ہیں۔

پس مومنین کے لیے اصل عرفان یعنی فلاح وخشوع نماز میں ہے نہ کہ رقص وسرود میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔

میری آنکھوں کی ٹھنڈک صلوٰۃ میں ہے۔

جب حضرت صلعم کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے تو پس اس عرفان سے اعلیٰ کون سا عرفان ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (نماز پڑھو اور تقرب چاہو) اور اللہ تعالیٰ کی معیت کی تجلی خاص نماز میں ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا گیا:

اِنِّیْ مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ

اگر نماز قائم رکھو گے تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔

عارف نمازی کے لیے نماز نور وبرہان ونجات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کو نصیب ہوتی ہے اور بے نمازی مشائخ وپیرزادگان فرعون وہامان کی معیت میں ہوں گے۔ مسند امام احمد میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے ذکر میں فرمایا:

حدیث میں بے نماز کا انجام

من حافظ علیھا کانت لہ نوراً وبرھاناً ونجاۃً یوم القیمۃ ومن لم یحافظ علیھا لم تکن لہ نوراً ولا برھاناً ولا نجاۃً یوم القیمۃ وکان مع قارون وفرعون وھامان وابی بن خلف

جو نماز کی محافظت کرے اس کے لیے وہ بروز حشر نور اور برہان اور نجات بن جائے گی۔ اور جو اس کی محافظت نہ کرے اس کے لیے بروز قیامت وہ نہ نور ہوگی نہ

برہان، اور نہ نجات بلکہ اس کا حشر قارون، فرعون، ہامان، اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

تمامی سلسلۂ طریقت میں نماز کے خشوع کی اور عرفانی مواجید کی ایک خاص تعلیم ہے جو منتہی کو بتائی جاتی ہے۔ یہ جاہل متشیخ فقط اذکار اور دو ایک توحیدی مراقبے پھر وجد و حال و شورش کو عرفان سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں ابھی انھوں نے اس راہ میں قدم بھی نہیں رکھا ہے۔ علم الیقین بھی ابھی انھیں نصیب نہیں ہوا، عین الیقین اور حق الیقین کو وہ کیا جانیں۔

کیفیت صعودی نماز ہی میں ہوتی ہے

اے عزیز! سالک کو کیفیت صعودی و عروجی استقامت کے ساتھ نماز ہی میں ہوتی ہے اسی لیے الصلوٰۃ معراج المؤمنین (نماز اہل ایمان کی معراج ہے) فرمایا گیا ہے۔ یہ جہال مشائخ جو نماز کی کچھ قدر نہیں کرتے اس دولت سے بالکل محروم ہیں۔

اے عزیز! تم نے میرے منجھلے ماموں صاحب کو دیکھا تھا، ان کی نماز کے عرفانی اثر کو خیال کرو۔ حضرت قبلہ کی نماز ہر دم میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ واللہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابۂ کرام نماز پڑھ رہے ہیں۔ بالخصوص نماز صبح میں جب امامت فرماتے تو عوام مقتدیوں کے دلوں میں ان کا عرفانی نور صاف طرح سے تمیز میں آتا تھا۔ خیر ہمارے حضرت کی تو بڑی شان تھی۔ ان کا خادم ملک امیر علی مرحوم جس تعدیل ارکان سے نماز ادا کرتا تھا آج ہم مولویوں کو اس پر رشک زیبا ہے۔

مرحوم حسن میاں نے لکھنؤ میں ایک دفعہ نماز جمعہ پڑھائی، بدایوں کے ایک باخبر شیخ بھی مقتدی تھے، ان پر عجیب کیف طاری ہوا۔ پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہ کتنے زمانے کی مشق ہے میں نے عرض کیا تین برس کی۔ وہ بہت ہی متحیر ہوئے، پھر حضرت مولانا رسول نما قدس سرہٗ کے ملفوظات سے رسالۂ صلوٰۃ میں نے ان کو دکھلایا وہ فرمانے لگے کہ سبحان اس میں فقط ایک اللہ اکبر کا ملاحظہ تمام عرفان کے لیے کافی ہے۔ میں نے عرض کیا بجا ہے ؎

اوّل ما آخر ہر منتہی   آخر ما جیب تمنا تہی

اب تیسرے سوال کے متعلق میں تفصیلی جواب سے معافی چاہتا ہوں۔ اس بارے میں میرا

ایک خاص رسالہ ہے جس کا نام "علم ظاہر و باطن" ہے اور کڑا مانک پور دفتر "الاحسان" سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ وہاں سے منگوا کر سب پڑھ جاؤ۔ اس سے بالکل تشفی ہو جائے گی۔ معہذا اس وقت پھر علی سبیل الاختصار بزبان قلم کچھ لکھے دیتا ہوں۔ ہوش و گوش سے اس پر غور کرو۔

شریعت، طریقت اور حقیقت ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں

شریعت، طریقت، حقیقت اس طرح سے باہم دگر مسلسل و وابستہ ہیں کہ ان میں جدائی ہو ہی نہیں سکتی۔ شریعت زاد راہ سفر اور اس کے ساز و سامان کا نام ہے۔ طریقت اس زاد راہ سفر کے ساتھ راستہ چلنا اور منزلیں طے کرنا ہے۔ حقیقت منزل مقصود پر پہنچ جانا ہے پس کیا کوئی عاقل بغیر ساز و سامان سفر قطع منازل اور سفر کو پسند کرتا ہے، اور بغیر سفر و قطع منازل کیا کوئی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ بس اب سمجھ لو کہ بغیر شریعت طریقت نہیں۔ اور بغیر طریقت حقیقت و معرفت نہیں۔

بے شریعت پیرزادے زندیق ہیں

جو صاحب اس کی مخالفت کریں خواہ پیرزادے ہوں یا مشائخ میں سے، اپنے کو قادری کہیں یا چشتی نقشبندی بنیں، سہروردی فردوسی کہلائیں یا ابوالعلائی، یہ لوگ درحقیقت ملحد و زندیق ہیں۔ اور ان مقدس ناموں کو بدنام کرتے ہیں۔ یہ میرا فتویٰ نہیں ہے بلکہ حضرت شرف جہاں مخدوم مشائخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ کا فتویٰ ہے وہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

مخدوم الملک کا فتویٰ

"واجب است کہ راہِ طریقت بموافقت شریعت برود، ہر کہ اینی در طریقت موافق شریعت نبود اورا از طریقت ہیچ فائدہ نبود۔ آں مذہب ملحدان است کہ قیام یکے سبب دیگرے روا دارند و گویند چوں حقیقت کشف شد شریعت برخیزد براں اعتقاد لعنت باد۔ ظاہر بے باطن نفاق است و باطن بے ظاہر زندقہ است ظاہر شریعت بے باطن نقص است۔ و باطن بے ظاہر ہوس۔ ظاہر با باطن پیوستہ است

دراصل کہ ہیچ کس جدانہ کردہ است۔
لا الٰہ الا اللہ حقیقت است و محمد رسول اللہ شریعت است۔ اگر کسے خواہد در حالت صحت ایمان یکے را از دیگرے جدا کند نتواند و خواستنش باطل بود۔"

حضرت مخدوم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "محمد رسول اللہ شریعت ہے" اس فرمان نے اس امر کو صاف ظاہر کر دیا کہ جس نے شریعت کو چھوڑا اور امور شرعیہ کی پروا نہ کی وہ درحقیقت حضور محمد رسول اللہ سے بے سروکار ہوگیا، اور اب وہ محمدی نہیں باقی رہا کسی ولی و بزرگ کا نام بیچے سب بے کار و برباد ہے ؎

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

شریعت، طریقت اور حقیقت کی تشریح ایک دوسرے عنوان سے

اب اس طریقت و شریعت و حقیقت کو ایک دوسرے عنوان سے سمجھو۔ شریعت زینہ ہے، طریقت زینے پر چڑھنا اور اس کے منازل طے کرنا۔ حقیقت اس زینے پر چڑھ کر قصر مقصود پر پہنچنا۔ اب غور کرو بغیر درستگی و مضبوطی زینہ، اور بغیر ان سیڑھیوں کے طے کیے ہوئے کیا کوئی بام مقصود پر پہنچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب قصر مقصود پر آگئے تو اب زینے کی کیا حاجت باقی رہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عارف ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتا۔ اور نہ ایک مقام میں مستقر، بلکہ ساعت فساعت[1] ؎

اگر درویش بر حالے بماندے
سر دست از دو عالم بر فشاندے

کبھی عروج ہے کبھی ہبوط، غرض چڑھاؤ اتار ہوتا ہی رہتا ہے۔ پس اگر زینہ توڑ دیا گیا تو نزول و رجوع کی کیا صورت ہوگی؟ بجز اس کے کہ دفعۃً ہلاک و برباد ہو جائے۔ اعاذنا اللہ منہ"

---

[1] گھڑی گھڑی کیفیات بدلتی رہتی ہیں۔

(اللہ ہمیں اس سے بچائے)۔

ہم امت محمدیہ فقط مہتدی ہی نہیں، بلکہ ہادی بھی ہیں۔ پس اگر زینہ برباد کر دیا گیا تو دوسرے کو اس مقام رفیع تک کیونکر پہنچائیں گے؟

فالشریعة شعادی والطریقة دثادی

پس شریعت میرا شعار اور طریقت میرا اوڑھنا ہے۔

والسلام

---

(۷)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے ؎

ایک شعر کی شرح

کسیکہ ستر نہان است در علن ہمہ اوست
عروس خلوت و ہم شمع انجمن ہمہ اوست

اے عزیز! یا ظاہر و یا باطن دونوں ہی ان کی صفتیں ہیں اور صفات، ذات سے منفک نہیں۔ پس ان کے ظہور میں بطون ہے اور بطون میں ظہور۔ وہ عیاں میں نہاں ہیں اور نہاں میں عیاں۔ وہ کھلے میں چھپے اور چھپے میں کھلے ؎

اے تو مخفی در ظہور خویشتن
وے رخت پنہاں بہ نور خویشتن

عوام کو تشویش ہوتی ہے کہ ظہور کے ساتھ خفا کیونکر ہو سکتا ہے؟ جب روشنی کا انجلا ہے تو پھر اس پر تاریکی کا پردہ کیا؟ اس کا جواب وہ یوں دیتے ہیں ؎

چوں آفتاب بر رخ ہر ذرہ ظاہرم
واز غایت ظہور عیانم پدید نیست

اسی مضمون کو حضرت شاہ نیاز احمد قدس سرہٗ کی زبانِ حق یوں ادا کرتی ہے ؏

کیکہ سر نہان است در علن ہمہ اوست

اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ وہ حضرت محبوب حقیقی بہر صورت محبوب ہیں۔ جب خفا کا پردہ ہے تو وہ عروس خلوت ہیں اور جب ظہور کی جلوہ افروزی ہے تو وہ شمع انجمن ہیں۔ تمام عالم پروانہ وار اور تمام کائنات ان پر نثار۔ انھیں سے ظہور انھیں میں خفا ؎

عروس خلوت وہم شمع انجمن ہمہ اوست

کے یہی معنی ہیں۔ والسلام

---

(۸)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون ودعائے خیر مدعا یہ ہے کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بدعت اور بدعتی مشائخ

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔

جو میرے دین میں کوئی ایسی چیز نکالے جس کو دین تعلق نہیں وہ قابل قبول نہیں۔

پس اے عزیز! ہم لوگوں کو ہمیشہ اپنا مدنظر قرآن وحدیث ہی کو رکھنا چاہیے۔ متاخرین متشیخین نے تو بدعات کا انبار لگا دیا ہے کہاں تک اس کی کھینچ تان کی جائے اور تا ویلات کا دروازہ کس قدر وسیع کیا جائے؟ پس بہتر یہی ہے کہ ہم ان باتوں سے قطع نظر کریں۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔

وہ امت تھی جو گذر گئی۔ جو کام اس نے اچھے کیے اس کا اجر اور جو برے کیے ان کا وبال اسی پر ہوگا۔

اور چونکہ ہم محمدی خالص ہیں اس لیے ہمیں بجز قرآن وحدیث کے کسی اور دستور العمل سے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ حضرت غوث صمدانی قطب ربانی محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ نفسہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ليس لنا نبي غيره فنتبعه ولا كتاب غير القرآن فنعمل به
لا تخرج عنهما فتهلك والسلامة مع الكتاب والسنة والهلاك
مع غيرهما وبهما يرتقي العبد الى حالة الولاية والبدلية والغوثية۔
حضور صلعم کے سوا اب کون ہے جس کا ہم اتباع کریں؟ اور قرآن کے سوا اب دوسری کیا چیز ہے جس پر ہم عمل کریں؟ پس اے لوگو! ان دونوں حلقوں سے باہر نہ نکلو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔ اور سمجھ لو کہ تمہاری سلامتی تو قرآن وحدیث کے ساتھ ہے۔ اور غیر دوں کے ساتھ تمہاری ہلاکی وبربادی ہے، اور بندۂ مومن اسی قرآن وحدیث کے ذریعے سے مرتبۂ ولایت اور مرتبۂ ابدالیت اور مقام غوثیت تک پہنچتا ہے۔

اے عزیز! ان مقدس نورانی کلمات کے سننے کے بعد کوئی خلاف شریعت مشائخ کا کیونکر معتقد ہو سکتا ہے؟ پس اب سمجھو کہ چوڑیاں پہننا، گھنگرو باندھنا، نیلا پیلا کپڑا پہن کر ناچنا، تھرکنا، گرز لگانا یہ سب رسومات جاہلانہ ہیں۔ ان کو درویشی سے کیا واسطہ؟ سالاری ہو یا مداری، اپنے آپ کو قادری کہے یا چشتی، جب شریعت محمدیہ سے علحدہ ہے اور خلاف شرع باتوں کو درویشی ومعارف سمجھتا ہے تو ہم اسے ملحد وزندیق سمجھنے پر مجبور ہیں۔

غوث پاک کا فتویٰ

حضرت غوث الثقلین فتوح الغیب میں فرماتے ہیں: کل حقیقۃ لا یشھد لھا الشرع فھو زندقۃ "جس چیز کی تائید شریعت سے نہ ہو وہ زندقہ ہے۔"

اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ: "اے سالکین تم اپنے تمام معارف ومکشوفات کو کتاب وسنت پر پیش کرو، اگر وہ گواہی دیں تو قبول کرو ورنہ غلط سمجھو۔" اور خود حضرت غوث الثقلین فرماتے تھے "اتبعوا ولا تبتدعوا" (اے لوگو! اتباع رسول کرو اور بدعتی نہ بنو) اور یہ جاہل جو شریعت کے پابند نہیں اور نماز فرائض بھی ادا نہیں کرتے مگر وظیفہ خوانی کرتے ہیں اور تسبیح ہلاتے ہیں، "عوام کالانعام"

ان باتوں سے ان کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ وظیفے خوانی ان کی کبھی قابل قدر نہیں اور نہ انھیں کو کسی نوعیت سے مفید۔ حضرت پیرانِ پیر قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

ینبغی للمؤمن ان یشتغل اولاً بالفرائض فاذا فرغ منها اشتغل بالسنن ثم یشتغل بالنوافل والفضائل۔ فما لم یفرغ من الفرائض فالاشتغال بالسنن حمق ورعونة فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم یقبل منه واُھین۔

مومن کو سزاوار ہے کہ پہلے فرائض کی طرف متوجہ ہو۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد سنتوں کو پورا کرے، پھر ان سے فارغ ہو تو نفل وغیرہ کی طرف متوجہ ہو۔ بغیر ادائے فرض سنتوں میں مشغولی محض حماقت ہے اور نفل کی جانب بلا ادائے سنت و فرض متوجہ ہونا محض غیر مفید، غیر مقبول بلکہ ذلت و خواری ہے۔

بے پابندیٔ شریعت کوئی وظیفہ مفید نہیں

اے عزیز و! تم لوگ ان اصول کا خیال رکھو۔ عرس و قل و مجلس سماع یا وعظ و مولود میں شب بسر کرنا اور نماز عشا و تہجد و فرض صبح کو کھو بیٹھنا کیونکر مفید ہو سکتا ہے؟

سنو! میرے ایک اشخص عزیز نے اس سال حزب البحر کی زکوٰۃ کی اجازت چاہی اور اعتکاف بیٹھنے کو تیار ہو گئے۔ مگر میں نے ان کو اجازت نہ دی۔ اس لیے کہ وہ فرض نماز کے پابند نہ تھے۔ پھر ان کو اعتکاف و حزب البحر کیا مفید ہو سکتا تھا۔ یہ بھی ایک بوالہوسی ہے اور غلط تمنا۔ یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ جس چیز کو شروع کریں اس کو شرائط کے ساتھ پورا کرتے رہیں۔

میں نے بہت لوگوں کو دیکھا ہے کہ جب انھوں نے ایسے اعمال کا انتظام کیا اور چھوڑ بیٹھے تو نکبت میں گرفتار ہوئے۔ اس کی وجہ بزرگوں سے میں نے یوں سنی ہے کہ جب مومن کوئی نیک عمل شروع کرتا ہے تو رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ پھر جب اس نے چھوڑ دیا تو وہ رحمت کے فرشتے اس پر نفرین کرتے ہیں جو موجب نکبت ہوتا ہے۔

پس اب تمھارے خط کا جواب ہو گیا۔ تم اپنے دیگر حالات سے مطلع کرتے رہو۔

نہیں معلوم اس سال نصاب حزب البحر میں کے آدمی تمہارے شریک تھے۔ صوفی وصی الدین کے ساتھ پانچ آدمی تھے اور بدایوں میں میاں وزیر حسن خاں اور بریلی میں حافظ عبدالکریم صاحب اور کلکتے میں مولوی عبدالغنی صاحب و دیگر عزیزان نے اس فقیر کی اجازت سے مختلف جگہوں پر زکوٰۃ ادا کی ہے۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ط والسلام

جلد ثانی مکتوبات جس میں زیادہ تر علمی مکاتیب ہوں گے اور وہ ذرا ضخیم بھی ہوگی اس کی اشاعت حسین میاں سلمہ اللہ تعالیٰ بہ نفس نفیس اپنے ذمے لیتے ہیں۔ تم ان کی اس سعادت کو بخوشی منظور کر لو۔ والسلام

الٰہی بحق بنی فاطمہ که بر قولِ ایماں کنم خاتمه
اگر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست و دامانِ آلِ رسول

---

(۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

ابتدا رنگ اور انتہا بے رنگی

درویشی کی ابتدا رنگ و رنگ آمیزی ہے۔ اور انتہا اس کی تمام قیود سے آزادی اور محض بے رنگی۔

ابتدا میں تو یوں پکارتا ہے کہ "سیاں موہے رنگ میں رنگ دے" اور جب اس نے خالص اور گہرے رنگ میں رنگ دیا جس کو "صِبْغَةَ اللّٰهِ" کہتے ہیں تو در حقیقت بے رنگی تک پہنچ گیا تب یوں بول اٹھا ع

بے رنگی است ننگم رنگ است عار و ننگم

سلاسل طریقت میں پھنسے رہنا مقصود نہیں

جو سالک و طالب رنگوں میں پھنسا رہا اور ذوق و شوق و وجد و حال و قال وغیرہ وغیرہ میں

الجھار ہا وہ ناقص کا ناقص ہی رہا۔ مقصود مشاہدۂ وحدت حقہ ہے نہ کہ قادریت وچشتیت و نقشبندیت وسہروردیت کے شکنجے میں پھنسے رہنا۔ یہ تو منزلوں کے نام ہیں۔ منزل مقصود وہی "انکشافِ وحدتِ حقہ" ہے۔

پس اے عزیز! تم بہت تماشے دیکھ چکے۔ اب اپنے آپ کو ان جھگڑوں سے پاک کرو۔ "التوحید اسقاط الاضافات" تمام نسبتوں کو ترک کردینا ہی توحید ہے) بس توحیدی مراقبات میں مستغرق رہو۔ ؏

یکے داں ویکے بین ویکے گوئے

البتہ اس رستے میں ذوق وشوق ومستی نہیں ہے اور جو ہے تو یہ ہے ؏

در دیار بے رنگی عالم خدائی ہاست

حضرت ناصر کی تصریحات

ہمارے حضرت قبلہ نے "اسوۂ حسنہ" میں جہاں فنا فی الافعال فنا فی الصفات فنا فی الذات کو نہایت ہی عمدہ پیرائے سے بیان فرمایا ہے وہاں یوں فرماتے ہیں:

"مقصود پیغامبران وصدیقان وشہداء وصالحان ہمان ست ورسانیدن بہاں موجود حقیقی مراد ایشاں است نہ باخود مشتغل کردن۔"

اور پھر فرماتے ہیں:

سالک تا این ذکر اورا در نظر باشد محجوب است و در راہ طریقت معیوب ماشغلك عن الحق فهو طاغوتك" (تمہارا طاغوت وہی ہے جو تمھیں حق سے غافل کردے)۔ قول امام جعفر صادق است علیٰ جدہ وعلیہ السلام۔

وظائف اور ہو حق مقصود نہیں

اے عزیز! تمام مرشدان طریقت یوں ہی پکارتے آئے ہیں مگر جو لوگ بے علم اور ناتجربے کار ہیں انھیں ان باتوں کی خبر نہیں۔ وہ وظیفہ واعمال خوانی اور ہوٗ، ہا کو اصل مقصود سمجھے ہوئے ہیں۔ اور رسومات مشائخ کو ارکانِ طریقہ خیال کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کرے اور ہمیں بھی منزلِ مقصود تک پہنچائے۔ عزیزم شاہ سراج الدین کس

رنگ میں ہیں؟ ذرا ان کا خیال رکھو۔ والمسئول من اللہ سلامتکم واستقامتکم والسلام

(۱۰)

نورچشم من نوراللہ قلبک! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ حضرت سلطان المشائخ اور مخدومنا نصیر الدین چراغ دہلی رضی اللہ عنہما کی سرکار سے بے شمار فیوض لایا۔ عزیزم وزیر حسن خاں بھی ساتھ تھے ان پر ایک خاص انعکاس ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ لکھمنیا وغیرہ کے نوخیز عزیزان آج کل شغل درود شریف کا ذوق و شوق رکھتے ہیں۔ کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا مشتاق ہے، کوئی حضوری خاص کا طالب ہے۔ میں نے حسب استعداد ہر کسی کو کچھ نہ کچھ بتا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو فائز المرام کرے۔

صرف صاحب حضوری ہونا ابتدائی درجہ ہے

اے عزیز! میں نے پنجاب میں ایسے کئی آدمی دیکھے ہیں جو بوجہ اپنے صلاح و تقویٰ و درود خوانی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر مشرف ہوتے ہیں۔ بعضوں کو شرف مکالمہ بھی ہے مگر باوجود اس شرف کے اصل درویشی سے وہ بہت دور ہیں۔ نہ تجلیات صفاتی کا انھیں ادراک ہے نہ استغراق ذات احدیت کی ان کو خبر ہے۔ مجھے اس مقام پر وہ حکایت یاد آئی جو "رشحات" میں ہے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں ایک درویش نے ذکر کیا کہ میں حضرت احمد غزالیؒ کے دستر خوان پر حاضر تھا وہ درویشوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اسی درمیان میں ان کو استغراق ہوا۔ تھوڑی دیر میں جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تھے اور اپنے دست مبارک سے میرے منہ میں ایک لقمہ دیا۔ حضرت خواجہ ابو یوسفؒ نے اس حکایت کو سن کر فرمایا کہ "تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ" یہ وہ خیالات ہیں جن سے اطفال طریقت پرورش پاتے ہیں؟ حاصل یہ ہے کہ یہ ابتدائے کشود کی باتیں ہیں۔

اے عزیز! خاص کر تم سے میں اس معاملے میں تخاطب اس لیے کرتا ہوں کہ بڑھو اور آگے بڑھو ؎

خویش را گم کن کہ توحید ایں بود　　گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود

---

(۱۱)

نورچشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ:

آفرینش خلق کا مقصد عرفان الٰہی ہے

كنت كنزًا مخفيًا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق

میں گنج مخفی تھا، پھر میں نے پسند کیا کہ پہچانا جاؤں، پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

پس اے عزیز! ہماری خلقت ان کی شناسائی کے لیے ہے۔ پھر اگر عرفان نہ ہو اور معرفت سے محروم ہو تو تف برایں زندگانی۔ مگر اس عرفان و شناسائی میں عجیب عجیب منازل پیش آتے ہیں۔ عارف کبھی جام شوق سے مست ہو کر بولتا ہے تو خوب بولتا ہے اور کبھی تجلیاتِ معرفت میں ایسا گم کہ بالکل سکوت و صموت، گویا لب پر مہر خموشی ہے ؎

مائیم و تحیّر و خموشی　　آفاق ہمہ بہ گفتگویت

انھیں بوقلموں کیفیات سے حضرت فردیؔ کیف حیرت میں آ کر یوں زمزمہ سنج ہوئے ؎

کہ ترا گفت جاناں کہ بروں زخلوت آئی　　سر انجمن نشینی دل عالمے ربائی

چو کس نداشت راہے کہ نہاں چو گنج بودی　　کششے کہ داد اذنت کہ تو پردہ برکشائی

کہ گرفت دامن تو کہ کشید سوئے خویشت　　کہ بایں حدے کہ داری تو بدام کس نیائی

ز منت نشاں کہ دادہ بدلم کہ جلوہ کردی　　کہ رساند تا بایجا کہ بفرد خود نمائی

بر ہے بر مرا کہ در تو رسم
اے بسوے در تو راہ ہمہ

---

(۱۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا یہ فرمانا ؎

عَلیٰ قَدَمِ النَّبِیّ کی شرح

وکل ولی لہ قدم و انی — علی قدم النبی بدر الکمال

ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں نبی آخر صلعم کے قدم پر ہوں جو ماہتاب کمال ہیں۔

بالکل صحیح و برحق و اظہار واقعہ ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ امامت و ولایت، نبوت و رسالت کا ظل و عکس ہے اور بمقتضائے "نور القمر مستفاد من الشمس" تمام کمالات ولایت کمالات رسالت سے مستفیض ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام نفس رسالت بسیط میں یکساں ہیں "لانفرق بین احد من رسلہ" مگر ہر رسول ایک صفت کاملہ سے مخصوص اور ایک شان خاص میں ممتاز ہوتا ہے اور اس میں اس کا تفاضل ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ

ان رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اسی طرح نفس ولایت بسیط میں تمام اولیاء یکساں ہیں اسی لیے "الاولیاء کنفس واحدۃ" اولیا بھی ایک جان ہوتے ہیں کہتے ہیں۔ مگر ایک ایک کمال قرب میں ان کو امتیاز خاص ہوتا ہے اور اسی سے ان کے مدارج قائم ہوتے ہیں۔ مگر ہر کمال قرب ان کا کسی نبی کے کمال کا انعکاس و ظل ہے۔ پس جس نبی کی شانِ کمال کا بروز ان میں ہوتا ہے وہ ان کے قدم پر ہوتے ہیں۔ اور اسی مشرب کے کہلاتے ہیں مثلاً حضرت سید الطائفہ جنید رح

میں خلّت ابراہیمی کا بروز ہوا وہ ابراہیمی قدم پر ہوئے۔ اور ابراہیمی المشرب کہلائے علیٰ ہذا القیاس اور علیٰ ہذا القیاس۔

پس حضرت شیخ عبدالقادر رح قدم محمدی پر تھے اور محمدی المشرب کہلائے۔ دین محمدی نے ان سے نئی زندگانی پائی۔ اس لیے وہ محی الدین کے لقب سے ممتاز ہوئے رسول اللہ صلعم کے معجزات کے ظل سے ان کے خرق عادات وکرامات کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور جس طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عامہ تھی کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا۔ (تمام انسانوں کے لیے بشیر ونذیر) اسی طرح حضرت شیخ عبدالقادر کی ولایت میں بھی احاطت عامہ تھی، اور وہ غوث الثقلین و قطب الاقطاب ہوئے اور ان کی ولایت وسطوت وجبروت تمامی دنیائے ولایت پر مسلّم ہوئی۔

پس اے عزیزا! "علیٰ قدم النبی" کی مختصر تشریح یہ ہے اور اس کی تفصیل کے لیے وقت چاہیے۔ چونکہ متاخرین مشائخ نے اب اس اصطلاح سے بالکل بے پروائی برتی ہے اس لیے تم لوگوں کو سمجھانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ورنہ فتوحات ونصوص ومکتوبات حضرت مجدد رح کے دیکھنے والے کو فہم میں کوئی دقت نہیں پڑتی۔

اصطلاح قدوم حدیث سے مستنبط ہے

اور اس مشرب وقدم کی اصطلاح حدیث شریف سے مستنبط ہے۔ ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابو بکر رض نظیر ابراھیم وعمر رض نظیر موسیٰ وعثمان رض نظیر ھارون وعلی بن ابی طالب نظیری ومن سرّہ ان ینظر الی عیسی بن مریم فلینظر الی ابی ذر الغفاری۔

ابوبکر رض نظیر ہیں ابراہیم کی، عمر موسیٰ کی، عثمان ہارون کی، اور علی میری، اور جسے عیسیٰ بن مریم کا دیکھنا پسند ہو وہ ابو ذر غفاری کو دیکھ لے۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۳)

اس حدیث سے حضرت علی بن ابی طالب کا نظیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا

ثابت ہوا یعنی وہ محمد المشرب اور علیٰ قدم النبی ہیں۔ پس اسی طرح حضرت شیخ عبد القادر بھی نظیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی محمد المشرب اور علیٰ قدم النبی ہیں جس کو وہ خود ناز سے فرماتے ہیں ؎

وکل ولی لہ قدمٌ وانی
علیٰ قدم النبی بدر الکمال

خوباں کہ زخوبی چو گل ولالہ نمایند
نازاں ہمہ را زیرِ قدم کرد عجب کرد

اور چونکہ شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کی ولایت بعثت محمدیہ کا ظل ہے اس لیے اس ولایت کا فیض تا قیام قیامت کچھ نہ کچھ باقی ہی رہے گا۔ جس کو وہ جناب خود فرماتے ہیں ؎

افلت شموس الاولین وشمسنا
ابدًا علیٰ افق العلیٰ لا تغرب

پچھلوں کے آفتاب غروب ہو گئے اور ہمارا آفتاب بلند افق پر ہمیشہ رہے گا اور کبھی غروب نہ ہو گا۔

اے عزیز! تم تو سیر و تواریخ اولیا اس زمانے تک کی پڑھ جاؤ تو دیکھو گے کتنے طریقے پیدا ہوئے پیران کا زور شور ہوا مگر ظاہر میں اب ان کا اجرا مسدود ہو گیا۔ بخلاف ہمارے طریقۂ شیخ عبد القادرؒ کے کہ وہ تمام طرق اولیا میں سما گیا اور ہر طریقے میں اس کی زندگی اور ہر شجرے میں اس کی تازگی ہے۔ ہندوستان ہی کے موجودہ طرق و سلاسل کو دیکھ لو، کوئی طریقہ اس کی آمیزش سے خالی نہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

غلط اور صحیح سجادہ نشین

اب دوسرے امر کے متعلق مختصر جواب یہ ہے کہ سجادہ نشینی کی اصلی تعریف کیا ہے؟ دنیا یار محمد خاں کے مکتوب میں پڑھ جاؤ۔ اور پڑھ کر خاموش ہو جاؤ۔ اس بارے میں زیادہ کرید کرنا ٹھیک نہیں اور کسی پر بدگمانی نہ کرو "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"

ہمیں اپنے کام سے کام ہے دوسرے سے بحث ہی کیا ہے

کار خود کن کار بیگانہ مکن

در سرائے دیگراں خانہ مکن

مگر اتنا مختصراً ضرور یاد رکھو کہ اربابِ طریقت کے نزدیک سجادہ نشینی بطور خلافتِ راشدہ اور امامت حقہ کے ہے۔ اور صاحب سجادہ کو اس خطاب الٰہی سے جس کے مخاطب حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا میں تمہیں تمام انسانوں کا امام (قائد) بنانے والا ہوں) سے مستفیض ہونا چاہیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بمقتضائے شفقتِ پدری اپنی عام اولاد کے لیے بھی اس امامت کی خواستگاری کی مگر خداوندی جواب یوں ملا کہ:

لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۔

ہاں تمہاری اولاد بھی امامت کی سزاوار ہو گی مگر یہ امامت وہ روحانی و مقدس عہدہ ہے کہ تمہاری اولاد میں جو نالائق ظالم ہوں گے وہ اس کو نہیں پا سکتے۔

اے عزیز! جہالت اور فسق ظلم کے افراد ہیں۔ پس سمجھ لو کہ جاہل اور فاسق معلن ہرگز سجادہ نشین نہیں ہو سکتا۔ سجادہ نشین حقیقت میں وہی ہے جو اپنے بزرگوں کی روش پہ ہو اور خداوند تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہو۔

حضرت زکریا علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اپنی جانشینی اور سجادگی کے لیے خداوند تعالیٰ کے حضور میں بالحاح عرض کی کہ:

هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ

مجھے اپنی بارگاہِ خاص سے ایسا وارث عطا فرما جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی۔

مگر ان کو یہ خیال بھی گزرا کہ کہیں کوئی نالائق اولاد اور سجادہ نشین نہ ہو اس لیے یوں عرض کیا:

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّاO

اور اسے پسندیدہ بنا۔

حضرت زکریا علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی اس دعا میں تخصیص اسی وجہ سے تھی کہ وہ اس فرمان سے واقف تھے لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ط

اے عزیز! بنی اسرائیل کے پیغمبر زادے اپنی خاندانی بزرگی کو قائم نہ رکھ سکے بلکہ :

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ

ان کے بعد ایسے ناخلف جانشین ہوئے جنھوں نے صلوٰۃ کو ضائع کردیا اور غلط خواہشات کی پیروی شروع کردی۔

پھر ہم اس زمانے کے پیرزادوں سے کیا امید کریں۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ۔

مگر اے عزیز! جو شخص کسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے پیرزادوں اور مشائخ زادوں کی جہالت و فسق و فجور سے ان کی توہین و تذلیل نہیں کر سکتا بلکہ ان کی اصلاح کی تدبیر کرے اور کم سے کم دعا سے ان کی مدد کرے۔ اس فقیر بے نوا کا یہی مسلک ہے اللھم اجعلنی من اتباع رسولك محمد واحشرنی فی زمرتہ اے اللہ! مجھے اپنے رسول محمدؐ کا پیرو بنا اور ان کے گروہ میں میرا حشر فرما۔

والسلام

---

(۱۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

نسبت رابطہ سے مرید شیخ کا ضمنی ہو جاتا ہے

ایک مدت سے میں نے تم کو کوئی خط نہیں لکھا مگر جب کسی کو خط لکھتا ہوں یا رشد و ہدایت کا سلسلہ پیش ہوتا ہے یا ذکر و شغل کسی کو تعلیم کرتا ہوں تو خواہ مخواہ تمھارا خیال سب سے

پہلے آتا ہے۔ تو اب صاف صاف سمجھو کہ تم میرے رشد کے ضمنی ہو جہاں میرا سلسلۂ ارشاد ہوتا ہے وہاں تمہارے رشد کو بھی دخل ضروری ہے۔

فسبحان اللہ العظیم۔ ما الطفہ واللہ بعبادہ حتّٰی بلغ من بلغ معنا فی التعلیم والارشاد والی ھذہ الغایۃ فللہ الحمد ولہُ الشکر

خدائے عزیز کی پاکیزگی بیان کرو۔ بخدا وہ اپنے بندوں پر کیسا مہربان ہے کہ جسے پہنچنا تھا وہ ہمارے ساتھ تعلیم وارشاد میں اس حد تک پہنچ گیا۔ حمد و شکر اسی کے لیے ہے۔

اے عزیز! یہ سب نتیجہ نسبتِ رابطہ کا ہے۔ تمہاری نسبت رابطہ میرے ساتھ اقوی ہے اس لیے ملاء اعلیٰ سے جو مجھ پر فیوضات کا نزول ہوتا ہے اس کے تم ضمنی ہو جاتے ہو۔ کاش تمہارے اور اخوان طریقت بھی اسی نسبت کو مشق کرتے اور دیگر وظائف و معمولات سے اس نسبتِ رابطہ کو ترجیح دیتے تو یہ ممکن ہے کہ وہ بھی تمہاری طرح سے ورنہ مجرد جوش وخروش و وجد وحال و قال و زہد وخشوع وخضوع سے اس راہ میں کہاں تک فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

صحابہ کا اصلی شرف نسبتِ رابطہ ہے

صحابۂ کرامؓ کا شرف نہ مجرد زہد و تقویٰ سے تھا اور نہ کثرتِ ریاضات ومجاہدات سے بلکہ اصلی شرف ان کا یہی نسبت رابطہ ہے جس کی وجہ سے بعضے ان میں محدث ہوئے۔ مثل حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

یہ محدث ہونا کیا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی والہام کا انعکاس تھا۔ اور اسی نسبت رابطہ کا نتیجہ تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

ما صبّ اللہ شیئاً فی صدری الّا صببتہٗ فی صدر ابی بکرؓ

اللہ نے میرے سینے میں جو کچھ ڈالا وہ میں نے ابوبکر کے سینے میں انڈیل دیا۔

اور نسبت رابطہ تھی کہ بیرونی اشخاص جب آتے تھے تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تقدیس

کو دیکھ کر کہتے کہ شاید یہی رسول ہیں۔ سبحان اللہ! اس نسبت سے کس مرتبے پر انھوں نے اپنے آپ کو پہنچایا تھا کہ ان کی سج دھج اور تیور پکارتے تھے کہ ؎

یہ جو صورت ہے مری صورت جاناں ہے یہی
یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی

حضرت علی کو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں بستر پر لیٹے اور رسول صلعم کی محبت میں جانبازی کرتے رہے۔ رسول کی ہستی میں اپنی ہستی کو مٹایا، پس رسولؐ کی طرح آئینۂ ذات و مظہر الٰہی ہوگئے۔ پس رسول نے اعلان کیا کہ علی وہ ہے کہ:

النظر علیٰ وجہ علیؑ عبادۃ

علی کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

پھر کیونکر نہ مخلوق بول اٹھے کہ ؎

دیدن روئے تو عبادت ماست　　سجدہ در ابروئے تو اطاعت ماست

نقاب عارض گل جوش کردۂ مارا
تو جلوہ دازی و روپوش کردۂ مارا

اس تمہید کے بعد مختصر یہ ہے کہ میاں نور محمد کا خط ارریہ سے آیا ہے کہ میں ایک مدت سے پریشانیوں میں ہوں، بیماریوں سے مجھے چھٹکارا نہیں ہوتا۔ شاید حضور کی توجہ کم ہوگئی ہے جو نکبتوں میں گرفتار ہوں۔

اے عزیز! میں اس خط کا کیا جواب ان کو لکھوں۔ انھوں نے آمد و رفت کے سلسلے کو ترک کر دیا۔ ہمارے بتائے ہوئے وظیفوں پر عمل بھی نہیں کیا۔ عرس میں بھی نہیں آئے اور خطوط بھی نہیں بھیجے۔ کیسے پھر میں کیونکر ان کو یاد رکھ سکتا تھا۔ ہاں عامۂ مومنین کے لیے جس طرح دعا کرتا ہوں اس میں وہ بھی شامل ہیں۔

اب ازراہ مہربانی تم ارریہ جاؤ اور ان سے ملاقات کرو اور ان کی تشفی خاطر کرو اور یاحیُّ یاقیوم برحمتك استغیث اے حی (زندہ) اور اے قیوم (قائم بالذات)

میں تیری رحمت کے وسیلے سے مدد چاہتا ہوں) کا وظیفہ بتلاؤ اور ان سے کہہ دو کہ اگر تم لکھنؤ جا کر اور کچھ دنوں وہاں رہ کر حکیم عبدالمغنی سلمہ اللہ کی دوا کرو تو بہت بہتر ہے اگر وہ لکھنؤ آجائیں تو میں بھی ان کے دیکھنے کو وہاں جا سکتا ہوں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ ھو نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ والسلام

---

(۱۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

اسباب میں پھنس کر مسبب الاسباب کو نہ بھول جاؤ

دنیا بے شک عالم اسباب ہے لیکن جو لوگ حق سے نابینا ہیں وہ اسباب میں ایسے منہمک ہو جاتے ہیں کہ مسبب الاسباب کو بھول جاتے ہیں اسی لیے ہم مسلمانوں کو "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" (کوئی حرکت اور کوئی قدرت خدائے بلند و عظیم کے بغیر ممکن نہیں) کا سبق دیا گیا تھا کہ خداوندی پر زور طاقت سے کبھی غفلت نہ ہو جیسا کہ سورۂ زمر میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

کہہ دو کہ ذرا دیکھو تو سہی تم جن غیر خدا معبودوں کو پکارتے ہو (ان میں کیا قدرت ہے) اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا وہ معبودانِ باطل اس نقصان کو ٹال سکتے ہیں؟ یا اگر اللہ مجھ پر کوئی رحمت کرنی چاہے تو وہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دو کہ اللہ میرے لیے کافی ہے اور توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔

اور سورۂ ملک میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ۝

کہہ دو کہ ذرا غور تو کرو اگر تمھارا پانی نیچے تہہ میں چلا جائے تو اس صاف پانی کو کون تمھارے پاس لا سکتا ہے؟

اور سورۂ مزمّل میں ارشاد ہوتا ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝

اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں لہٰذا اسی کو وکیل بناؤ۔

پس اے عزیز! تمام کاموں میں خدا ہی پر بھروسہ کرو "هُوَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ"

تا درا قدرت تو داری بر کمال

اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ ذُو الْجَلَالِ

اس شعر کا مراقبہ کرو۔ والسلام۔ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

---

(۱۵)

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ

جوانی کی ریاضت بڑھاپے میں کام آتی ہے

جوانی عجیب دولت ہے اگر اس کی قدر کی جائے اور عشقِ الٰہی میں اس کی معروفیت ہو پھر کیا کہنا ہے۔ مگر انسان کفور اور ناشکر گذار ہے خداوندی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا جیسا کہ خود ارشاد باری ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ اور وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ط

انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکرا ہے، اور میرے بندوں میں شکر گذار بہت تھوڑے ہیں۔

اے عزیز! میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ سالک کو ابتدائے زمانۂ سلوک میں پائدار ریاضت کر لینا چاہیے تاکہ بڑھاپے میں خطرات اس کو نہ ستائیں، اس لیے کہ

شباب کے زمانے میں عشقی مادہ پرجوش حدت رکھتا ہے کہ خطرات کا وہاں گذر نہیں۔ اگر پہنچا بھی تو سوختہ ہو گیا۔ مگر پیرانہ سالی میں عشقی مادے کا وفور جوش کہاں؟ دل و دماغ فطرتی کمزوری سے متاثر ہوتے ہیں۔ جس کا اثر تمام جسم پر پڑتا ہے۔ پس اس زمانے میں بلا عملی ریاضی طاقت کے خطرات کا دفع کرنا کارے دارد"۔ انسان کے ضعف و قوت اور پھر اس کے ضعف و ناتوانی کو خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ

اللہ ہے جس نے تم کو ضعیف پیدا کیا، پھر اس ضعف کے بعد قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا طاری کیا اور وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور وہ علم والا قدرت والا ہے۔

اے عزیز! بزرگان دین کا فرمان بے شک واجب الاذعان ہے اور مان ہی لینا پڑتا ہے مگر اس کی پوری تصدیق اس وقت ہوتی ہے جب اپنے آپ پر گذر جائے اور علم الیقین / اور حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔

خطرات کا علاج

سنو! اب تمھیں اور مجھے دونوں کو پیری آئی اور کمزور پا کر حضرات خطرات و ہوا و ہوس آ دھمکے۔ مراقبات میں خلل انداز ہونے لگے، اب جسمانی طاقت اس قدر نہیں کہ ذکر جہری سے اس کا دفعیہ کیا جائے مگر تین برس سے میں نے ایک تدبیر کر لی ہے اور وہ بے حد مفید ثابت ہوئی ہے۔ تم بھی اس پر کاربند ہو گئے تو انشاء اللہ تعالیٰ کوئی شکایت نہ رہے گی۔ یعنی شغل درود کی کثرت اور ہر ذکر و فکر کے وقت حضوری کو قائم رکھنا۔ مثلاً آج کل ماہ مبارک رمضان ہے، تلاوت قرآن بھی انھیں کی زبان مبارک سے ہو یا انھیں کو سنا دو۔ نماز بھی گویا انھیں کی امامت میں ادا کرو یا اپنے آپ میں انھیں کو نیاز نماز میں پاؤ، یہاں تک کہ اپنے آپ کو کھو دو اور انھیں کو پاؤ۔ انھیں کے نیاز کا قیام و رکوع و سجود میں تماشا کرو۔ پھر آگے بڑھو۔ آگے بڑھو۔ صفات کو ذات کے آگے نیاز میں پاؤ۔ پھر یہ بھی پا نادانا

بھی گم کر دو۔ یہ مختصر کہانی ہے "والعاقل تکفیہ الاشارۃ" (عاقل کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے)۔

اے عزیز "اشیئًا فشیئًا" ورنہ "طلب الکل فوت الکل" دلائل الخیرات بھی حضوری کے ساتھ پڑھنا دفعِ خطرات کے لیے اکسیر اعظم ہے۔ پس شریف اعظم کے لیے تو اکسیر سے بھی زیادہ مفید ہوگا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

فاذا رأیت النفس منہ تحکمت　　　　وغدت تقودک فی لظی الشہوات

فاصرف ھواھا بالصلوٰۃ موالیًا　　　　لاسیما بدلائل الخیرات

(جب تم دیکھو کہ نفس اپنی مرضی پر چل رہا ہے اور تمھیں خواہشات کے جہنم میں گھسیٹ رہا ہے تو اس کی ہوا و ہوس کا منہ مسلسل صلوٰۃ (درود) کی مدد سے پھیر دو خصوصاً دلائل الخیرات کی مدد سے۔

---

(۱۶)

عزیزم شریف اعظم عظمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ جماعت انبیا علیہم السلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمال اخلاق میں ممتاز تھے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ آپ کو فرمایا گیا۔

خُلقِ عظیم کا تقاضا

اور عموم رحمت میں آپ کا حصہ سب سے زیادہ ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ آپ کا علَم رحمت ہے اور اپنے خاص عزیزانِ امت کے ساتھ وہ برتاؤ تھا کہ وہ شفقت مادری و پدری کو بھول گئے تھے بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (حضور اہل ایمان کے ساتھ رؤف و رحیم ہیں) آپ کی شان تھی۔

نائبین رسالت کا طریقۂ اصلاح کیا ہونا چاہیے

پس نوابِ رسالت چاہے وہ صوفی صاحب سجادہ ہوں یا عالم صاحب موعظت ہوں ان کو انہی کے رنگ میں رنگا ہوا ہونا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے موعظے میں کسی خاص شخص کو معائب کا ذمہ دار ٹھہرا کر پند و نصیحت نہیں فرماتے تھے بلکہ خطاب عمومی سے زجر و

توبیخ فرماتے۔ حضرت کی سیرت میں لکھا ہے "لایتعرض لاحد معین" یعنی ایک شخص کو نامزد کرکے اس کے حال سے تعرض نہ فرماتے۔

ہمارے صوفیہ اس روش پر ہیں کہ کسی میں عیب دیکھتے ہیں تو ؏

گفتہ آید در حدیث دیگراں

کسی معقول پہلو سے عیب چھڑاتے ہیں نہ اس طرح کہ اس شخص کی ذلت و رسوائی ہو۔

پس اے برادر! ہمارے چند عزیزان بنگلور کو شکایت ہے کہ تم نے مجمع عام گیارھویں شریف میں ان کو مخاطب کرکے نماز خوانی کی نصیحت کی، جس سے ان کی فضیحت متصور ہوئی۔ آیندہ اس سے احتیاط کرو۔ اور اُن عزیزوں کو اپنے سے وابستہ رکھو ؎

تو برائے وصل کردن رفتہٗ

نے برائے فصل کردن رفتہٗ

جہاں تک ممکن ہو آپس کے مناقشات کو مٹاؤ اور سب کو ایک ہی رشتے میں باندھو۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا (اللہ کی رسی کو تمام پکڑے رہو)۔

"العرفان" کے لیے جدید شمس المعارف ارسال کی ہے، مضمون "رسول نما" اور "آفتاب عالم" پر نشان دے دیا ہے، یہ مضامین میری طرف سے اس میں درج ہوں گے۔

۱۷ دسمبر ۱۹۳۶ء

---

(۱۷)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

ظاہر و باطن کی نعمتیں اور ان کا تقاضا

سورۂ لقمان میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً الخ۔

تسخیر مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ سے مراد یہ ہے کہ یہ سب چیزیں تمھاری ہیں اور تمھارے نفع کے لیے ہیں۔ تم ان سے رات دن فائدہ اٹھاتے رہتے ہو۔

بقول حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار ند
تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری

اور نعمتِ ظاہری حواسِ ظاہری، اور نعمت باطنی عقلِ سلیم اور قلبِ مستقیم ہے۔ یا یوں سمجھو کہ نعمت ظاہری شریعت اسلام اور نعمت باطنی طریقت و عرفان۔

مگر اے عزیز! اسباغ نعمت ظاہری و باطنی کے ساتھ یوں تنبیہ کی جاتی ہے:

ذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ۔

لوگو! ظاہری و باطنی دونوں قسم کے گناہوں کو چھوڑو۔

ظاہری گناہ اور باطنی گناہ

ظاہری گناہ یہی جوارح کے افعال ہیں اور باطنی گناہ قلب کے عوارض! مثلاً حسد و کینہ و بغض و ریا و سمعہ و عجب و کبر وغیرہ وغیرہ۔

اے عزیز! نہایت ہی افسوس ہے کہ ہم لوگ ظاہری گناہوں سے تو بچنے کی کوشش کرتے ہیں مگر باطنی گناہوں کی پروا نہیں کرتے ذٰلِكَ اَمْرٌ عَجِیْبٌ۔

اے عزیز! اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری جانب دل کا میلان اور غیر کی محبت کو دل میں پرورش کرنا اس سے بڑھ کر اور کیا باطنی اثم ہو سکتا ہے۔ اس لیے ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

"ولیکہ گرفتار غیر است از وچہ توقع خیر است و روئے کہ مائل بماسوا است در بارگاہ کبریا خوار و بے نوا است۔"

پس اے عزیز! دل کو صاف رکھو، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا دوسری محبت کو دور کرتے رہو ؎ در خانہ دو مہمان نہ گنجند

اور دل کو جب غل و غش سے پاک رکھو گے اور اس کی سلامتی چاہو گے تو: اِذْ جَاءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (جب (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر حاضر ہوئے) کا انعکاس اس پر پڑے گا اور پھر منزل مقصود کو پہنچو گے۔

میں دو ایک دن میں لاہور جانے والا ہوں، یہ میرا سفر پنجاب کے لیے آخری سفر ہوگا۔ میری عزلت و گوشہ نشینی کا زمانہ اب بہت ہی قریب ہے۔

از پھلواری

---

(۱۸)

اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چند وظائف

بایدکہ، بعد نماز صبح سورۂ یٰسین و نود و نہ نام باری تعالیٰ ایک بار پڑھے۔ پھر پانصد بار کلمۂ طیبہ، پھر صد بار:

یاحی یا قیوم برحمتك استغیث

اے حی و قیوم میں تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔

پھر سو بار:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ

میں بخشش کا طلب گار ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پھر سو بار:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

میں اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی پاکیزگی کا اقرار کرتا ہوں، میں خدائے برتر و

بزرگی کی حمد کے ساتھ اس کی پاکیزگی کا اعتراف کرتا ہوں اور اس سے بخشش چاہتا ہوں۔

پھر سو بار:

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ط

پھر اکتالیس بار:

یاحی یاقیوم لا الٰہ الا انت اسئلک ان تحیی قلبی بنور معرفتک ابداً یا اللہ

اے حی و قیوم تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اے اللہ میرے دل کو ہمیشہ نور معرفت کی زندگی عطا فرما۔

بعدۂ یہ درود طریقہ چشتیہ صابریہ روزانہ جس قدر ہو سکے برابر پڑھا کرے:

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد بعدد کل شئی معلوم لک۔

اے اللہ ہمارے سردار محمدؐ پہ ہمارے سردار محمدؐ کی آل پر ان تمام چیزوں کی تعداد کے برابر جن کا تجھے علم ہے صلوٰۃ بھیج۔

---

(۱۹)

نور چشم من سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میرے تمام مریدان و فرزندان بعد نماز صبح سورۂ مریم پڑھنے کا التزام رکھتے ہیں اور اسی ذریعے سے رحمت الٰہی کے امیدوار اور غنائے قلبی و مالی کے خواستگار ہوتے ہیں۔

سورۂ مریم اور ذکر رحمت

بعض عزیزوں کو یہ کھٹکا ہوتا ہے کہ خاص کر اس سورے کو وسعت رزق اور طلب رحمت سے کیا تعلق ہے۔ قرآن پاک کی ہر سورۃ کی تلاوت سے یہ فائدہ ہو سکتا ہے عزیز من! مختصر تو جواب اس کا یہ ہے کہ حسیات و تجربات خود اک دلیل مستقل ہیں تم نے کتب منطقیہ میں آخر بحث قیاس میں اس کو پڑھا ہوگا کہ:

اسقمونیا مسہل لصفراء

سقمونیا دست آور ہوتا ہے اور صفرا کو نکالتا ہے۔

اور دلیل وہی تجربہ ۔ پس اسی طرح ہمارے بزرگوں کا تجربہ اور خود ہمارا تجربہ کافی دلیل ہے اب رہی مناسبت تو جو لوگ اس سورے پر مدبرانہ غور و فکر کرتے ہیں ان پر یہ مناسبت آشکار ہے۔

سنو! اس سورۂ پاک میں انبیاء کا ذکر ہے، اور ان کے بعضے وقائع ہیں اور یہ مسلّم ہے کہ انبیاء خود عالم کے لیے رحمت ہیں اور خدا کی رحمت کی نشانی ہیں۔ پس اہل رحمت کی یاد خدا کی رحمت کو ہماری طرف بھی متوجہ کرے گی ؎

بحسن اہتمامت کار جامی

طفیل مرسلاں باید تمامی

اب صاف صاف سنو! اس سورۂ پاک میں چار جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو بلفظ یاد دلایا ہے:

۱۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۝

یہ ذکر ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس کے بندے زکریا پر ہوئی۔

۲۔ لِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا

تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اور اپنی طرف سے ایک رحمت بنائیں

۳۔ وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا

اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے نوازا۔

۴۔ وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ۝

اور ہم نے (موسیٰ کو) اپنی رحمت سے ہارون جیسا بھائی دیا۔

اے عزیز! جب رحمت رحیم کی یوں صراحت ہے تو پھر کیوں نہ ہم اس رحمت رحیم کے امیدوار رہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ سنو!

رحیم سے رحمٰن میں رحمت کا اضافہ و مبالغہ ہے، اور اس سورۂ پاک میں پندرہ جگہ

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنی صفت رحمانی کا ذکر فرمایا ہے:

۱۔ قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝

(مریم نے کہا) میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو متقی ہے

۲۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝

شیطان خدائے رحمان کا نافرمان ہے۔

۳۔ يٰٓاَبَتِ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

اے باپ مجھے ڈر ہے کہ کہیں خدائے رحمان کا عذاب تجھے نہ چھو لے

(۴) اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ

جب ان پر خدائے رحمٰن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔

۵۔ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ط

خدائے رحمٰن نے اپنے بندوں سے ان غیبی نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔

۶۔ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۝

کہ کون خدائے رحمٰن کا زیادہ نافرمان ہے۔

۷۔ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۝

تو خدائے رحمٰن اسے خوب دراز کرے گا۔

۸۔ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝

یا خدائے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟

۹۔ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝

اس دن ہم متقیوں کو خدائے رحمٰن کی طرف گروہ کی شکل میں لے جائیں گے۔

۱۰۔ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝

بجز اس کے جس نے خدائے رحمٰن سے عہد حاصل کر لیا ہو۔

۱۱۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝

وہ کہتے ہیں کہ خدائے رحمٰن بھی صاحب اولاد ہے۔

۱۲- اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ○
کہ انھوں نے خدائے رحمٰن کے لیے اولاد تجویز کر رکھی ہے۔

۱۳- وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ○
حالانکہ خدائے رحمٰن کے لیے یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ وہ صاحب اولاد ہو

۱۴- اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○
مگر وہ خدائے رحمٰن کے حضور عبد بن کر حاضر ہوگا۔

۱۵- سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ○
جلد ہی خدائے رحمٰن ان کے لیے مودّت پیدا فرما دے گا۔

اے عزیز! جب اس سورۂ پاک میں یوں رحمٰن و رحیم کی بارش ہے تو پھر اس سورے کا پڑھنے والا کیونکر اس رحمت سے بارور نہ ہوگا اور بہترین رحمت اس کی اس دنیا میں بالخصوص اس زمانے میں وسعتِ رزق و غنائے قلبی و مالی سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے؟ پھر ہم کیوں اس سے محروم رہیں؟

اس سورۂ پاک میں اس غنی و حمید نے اور رزاق کریم نے اپنی رزاقی کی شان کو بھی صاف صاف بتایا ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا
جَنِيًّا ○ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ○

(اے مریم) اپنی طرف کھجور کے تنے کو ہلا۔ تجھ پر پکی کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔
پھر کھا، پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔

پھر ہم بندے افلاس و ناداری میں کیوں نہ اس کے رزق کی بارش کے امیدوار ہوں۔ اور اس رزق کو کھا پی کر اس کی نعمت سے کیوں نہ آنکھیں ٹھنڈی کریں؟

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا
اور ان کے لیے وہاں صبح شام کی روزی ہوگی۔

پھر کیوں نہ ہم اپنے رازق کو یاد کر کے اس دنیا میں بھی اس سے رزق چاہیں؟ بس اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور زیادہ غور کیا جائے تو اور بہتیری مناسبتیں آشکارا ہوں گی۔

اب ہم کو اپنے عزیزوں سے یہ امید ہے کہ اس سورے پر دوام عمل کے ساتھ اس کے معنی کے تدبر کے ساتھ رحمتِ ایزدی کے امیدوار رہیں گے۔ ختم سورہ پر یہ دعا بھی معمول بہ ہے:

یَا غَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَا مُبْدِئُ یَا رَحِیْمُ یَا وَدُوْدُ اَغْنِنَا بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

اے بے نیاز! اے مستحقِ ستائش، اے آغاز کرنے والے، اے لوٹا کر لانے والے، اے رحمت والے، اے محبت والے، ہمیں اپنے حلال کے ذریعے حرام سے اور اپنے فضل کے ذریعے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے۔

---

(۱۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ رات میں بیس دن کے بعد سفر پاک پٹن شریف سے واپس آگیا ہوں۔ وہاں سے آکر تمھارے خطوط پائے۔ عزاداری امام حسین علیہ السلام کے متعلق تم نے جو کچھ دیکھا وہ بہت ٹھیک دیکھا۔ حقیقت میں وہ میرے تولّی و محبت کا انعکاس ہے۔ انھیں تاریخوں میں کچھ کم و بیش میں نے بھی ایک خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت مولانا عبد العلی بحر العلوم ہمارے امام باڑے میں تشریف لائے ہیں اور جماعت خانۂ اقدس میں حجرے پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں اور وہیں حضرت میاں صاحب حضرت خواجہ عماد الدین قلندر بادشاہ کی قبر مبارک بھی ہے۔

تعزیہ جاہلانہ کھیل ہے

اے عزیز! تولائے اہل بیت اور عزاداری یعنی غم اہل بیت کا اظہار تو صوفیوں

کی گھٹی میں پڑا ہے۔ تعزیہ داری بانس وقماچی کا نام نہیں ہے۔ یہ تو جاہلانہ کھیل ہے۔ اصل تعزیہ داری یہ ہے کہ اہل بیت کی محبت دل میں ہو اور ان کے دل خراش مصائب سے دل وجگر پر گہرا اثر ہو۔ الحمدللہ وہ مجھ میں اور تم میں موجود ہے۔ بس اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔ بوقت تخلیہ کچھ کہہ دوں گا۔

تم اشاعت طریقہ میں مصروف رہو۔ تمھارے دست گرفتہ میرے عین دست گرفتہ ہیں: یَدَاكَ كَيَدِي وَيَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْنَا۔

تمھارا ہاتھ میرے ہی ہاتھ کی مانند ہے اور اللہ کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں پر ہے۔

عزیزم حافظ عبدالغنی کلکتے سے مدرسہ وغیرہ چھوڑ کر اپنے گھر بیٹھے آگئے ہیں۔ ان کی بےکاری کی وجہ سے مجھ کو سخت فکر دامنگیر ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کے واسطے کوئی معقول سامان کر دے۔ هُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (وہ بہت اچھا مولا اور اچھا مددگار ہے)

حزب البحر کی زکوٰۃ کے لیے عزیزم مولوی عبدالغفور سے کہہ دو کہ تم اعتکاف میں نہ بیٹھو۔ اس لیے کہ روزے میں تم کو ہرج مزاج کا خوف ہے، مگر تم مسجد میں جاکر معتکفین کے ساتھ وقت مقررہ پر حزب البحر پڑھ لیا کیجیو۔ بس یہی تم کو کافی ہے۔ باقی لوگ جو اعتکاف میں بیٹھ سکیں سب کو بٹھاؤ، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا۔ والسلام

پھلواری۔ ۱۸ محرم الحرام

---

(۲۷)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ قَدْرَ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ

عزیزمن سلمہ اللہ تعالیٰ! از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیۂ سلام مسنون پذیرا نمایند۔ اما بعد خطوط آں عزیز متواتر رسید وراحتے بہ دل وجانم رسانیدہ۔ بسبب توقف

در جواب غلاات جسمانی این فقیر بود۔ کہ تا پانزدہ روز از تواب پریشان صعوبت کشیدہ ام کہ خدا بار دگر این طور اعادہ نہ کند۔ نشستن بہر نوع دشوار شدہ بر بستر غلطیدہ و افتادہ بسر می برد۔ در نشست و برخاست ضعف و نقاہت مستولی بودہ است۔ بحمد اللہ کہ ایں دل بہر نوع قرین صحت و عافیت شدم، آرے ضعف باقی است۔

در خط سابق بہ نسبت ناخوشنودی فقیر نگاشتہ اند از کمال سفاہت در حق شما خبر می دہد این چنیں معذرت و سخن لایعنی بازگاہے در خطوط قلمی نکنند۔ اگر آں عزیز اندکے علم می داشتند ایں جرأت نمی کردند۔

مرید مریض ہے اور شیخ طبیب

آگاہ باش کہ شیخ طبیب است و مرید مریض۔ طبیب اگر داروئے تلخ دہد مریض را جز استعمال چارہ نہ بود۔ مریض را اغماض طبیب از صحت دست شستن است۔ پس ہم چنیں شیخ گاہے پر تو جلال می اندازد و گاہے از انوار جمال می نوازد۔ مرید را لاونعم و چون و چرا کردن سخت نازیبا بود۔ گفتہ اند:

مرید گویا میت ہے اور شیخ غسّال

"المرید فی ید الشیخ کالمیت فی ید الغسال" مرید بدست شیخ چوں مردہ بدست غسال است بہر نوع کہ خواہد او را بشوید سختی و نرمی ہر چہ ہست برائے طہارت ولیست گو او را شعور نباشد) و عدم التفات فقیر بہ شما چوں عہد سنین و زمانہ سابق بوجہ آنست کہ زیادت محنت شما بسیار کم شدہ است، و در مراقبہ تاہنوز نسبتے نہ پیدا کردند بلکہ غفلت و غنودگی را مونس خود قرار دادند۔ من مکرر گفتہ ام کہ قبل از گذشتن سال چہل از عمر کسے ریاضت نہ کرد بعد ازاں او را فتح باب نشود الا ماشاء اللہ مادہ عشقیہ در شباب نعمت غیر مترقبہ است او را بحضرت وجود باید رسانید۔ کار از کثرت بسوئے وحدت رفتن است نہ ذوق و شوق مستی کہ ایں ہا از خود در خود دریں راہ تماشائیست، و گر ہیچ۔

میاں قدیر و میاں امیر سلمہم اللہ تعالیٰ اگر چہ از صحبت زیادہ تر مستفید نہ شدہ اند، آرے با اشتغال و اوراد دوام دارند و اگر ترقی نمی کنند تنزل را ہم راہ نمی دہند۔ عنایت اللہ

خاں وغیرہ در بریلی باندک صحبت و دوام ارشادات والتزام اورادِ و اشغال چہ قدر مناسبت بہ فقیر پیدا کردہ اند و ربط کامل بہم رسانیدہ اند۔

تشتت سے کشائش نہیں ہوتی

آں عزیز را اہم ضرورت است کہ التزام امور معلومہ نمایند و کسے یک چیز درود شریف یا قصیدہ شریف یا دعائے حیدری را اکسیر نمودہ نزد خود دارند و تشتت و پراگندگی کار سے نکشاید۔ و میاں شوکت را بعضی دعا برائے انجاح مرام تلقین نمایند و ہمت برائے کشود کارِ او نمایند۔ شما از جانب بندۂ ناچیز برائے ایں امور قبل ہم مجاز اند و باز اجازت می دہم و ہر کسے را کہ خواہند چیزے تعلیم نمایند۔ اجازت و تعلیم شما عین اجازت و تعلیم من است۔ و مولوی عبدالہادی صاحب در درود شریف مشغول باشند با شغل تصور جمال محمدی و تناسب قلبی ایشاں از یں فقیر بسیار است۔ انشاء اللہ تعالیٰ نفع عاجل خواہد شد۔ و بماہ جمادی الثانیہ عزم سفر رودولی شریف می دارم۔ زیں جہت سفر ایں جا التوا باید کرد و فی الحقیقت ضرور ملاقات ہم نیست۔ انشاء اللہ تعالیٰ نفع ... خواہد شد۔ وقتاً فوقتاً چیزے ..... خواہم نمود خاطر جمع دارند ....

مولوی عبدالودود بنگالی دریں روز ہا رفیق فقیر است۔ مرد ذی علم و صالح است۔ درود شریف وغیرہ با اختتام رسانیدہ است۔ فقط

خطوط بہ کاغذ باریک نویسند ورنہ وزن زیادہ می شود۔

از پھلواری ضلع پٹنہ۔ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۱۷ھ

از یکم ربیع الاول تا ایں وقت یک خط میاں وصی الدین رسیدہ است۔ ماشاء اللہ تعالیٰ حالت عجیبہ او را دست دادہ است۔ اللہ تعالیٰ او را بحفظ و امان خود دارد۔

و نور چشم محمد حسین کہ در گورنمنٹ پریس شملہ می ماند دریں روز ہا برائے فقیر دیوانہ شدہ است عجیبے نیست کہ خود را ایں جا رساند ہر چند او را منع می نمایم۔ لیکن از جذبات شوقیہ بے خود است و کار او از دست او بیروں شدہ است۔ شخصے عجیب و غریب است، مادۂ عشقیہ او بسیار داشت و تا ہنوز نوبت بیعت او را نیامدہ است۔ لیکن مرید ازلی است۔ و د و

موضع کلاں از تعلقہ منیر کہ زیادہ تر حصہ ایں فقیر بود دو چار روز شد کہ در باقی کلکٹری نیلام شد و واپسی از کچہری محال۔ مگر بحمد اللہ ہیچ گونہ تغیر در خود نمی یابم۔ بلکہ یک گونہ انبساط دست دادہ است اللہ تعالیٰ ایں را قائم دارد۔ و از محبت دنیا و اہل دنیا مرحلہا دور دارد۔ فقط

---

(۲۱۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

عزیزم میاں محمد شریف سلمہ اللہ تعالیٰ! از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی سلام و دعا خوانند۔ ایک مدت سے تمہارا خط نہیں ملا۔ طبیعت کو تعلق ہے۔ اس لیے تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ خط برابر لکھا کرو۔

صحت قلبی کی طرف زیادہ توجہ رکھو

عزیز من! اہل دنیا کی خیریت ان کے نزدیک فقط درستگی ظاہری حالت کی ہے مگر سالک راہِ باطن کو ظاہری درستگی کی جانب چنداں التفات نہیں، اندرونی حالت کی درستگی و خیریت ہی صحت ہے، لہذا تم اپنی باطنی خیریت و صحت پر زیادہ تر خیال رکھو اور قلبی کیفیات و واردات باطنی سے مطلع کرتے رہو۔ حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ فی الجسد مضغۃً اذا صلحت صلح الجسد کلہٗ واذا فسدت فسد الجسد کلہ اَلَا وھی القلب ط

جسم کے اندر ایک ٹکڑا گوشت ایسا ہے کہ اگر وہ ٹھیک ہو تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اس میں فساد آئے تو سارے جسم میں فساد آجاتا ہے۔ آگاہ رہو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔

پس قلب کی نگہبانی اعلیٰ درجے کا کام ہے۔ طالب کو اگر اس کا خیال نہیں تو وہ طالب نہیں۔

رنج و راحت جلال و جمال کا ظہور ہے

عزیز من! مکارہ دنیاوی و بلیات سماوی سے گھبرا جانا محض ناعقلی اور دون ہمتی ہے۔ سب اسی کی طرف سے ہے اور یہ سب اسی کی ظلاّت کا ظہور ہے۔ کبھی جمال ہے کبھی جلال۔ کہیں "یا ودود یا رحیم" کہیں "یا منتقم یا جبار" کا ظہور۔ ع

"بہر رنگے کہ آئی می شناسم"

سالک کی راہ مشق و ریاضت سے و مادم تغیر و تبدل میں بہت جلد طے ہو جاتی ہے۔ عزیز من! ہمت بلند رکھو اور ہر چیز میں اسی کا ظہور خیال کرو۔ ایک دن انشاء اللہ تعالیٰ یہ شعر مزہ دے گا ؎

زہر در کہ خواہم خدا را بہ بینم
ہر آں در رخ مصطفیٰ را بہ بینم

حزب البحر کا نصاب ضرور دو، اور اپنے دو ایک بھائیوں کو اس میں شریک کرو اور برکات کے امیدوار رہو۔

عزیزم! برسات میں سفر بہت دشوار ہے ورنہ ایک ہفتے کے لیے میں اس طرف ضرور آتا۔ معہذا میں کوشش کروں گا کہ ربیع الاول سے پہلے اپنے سب عزیزوں کو دیکھ لوں . . .

از پھلواری شریف۔ ۲۴ محرم ۱۳۱۵ھ

---

(۴۴)

نور چشم من میاں شریف سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد دعائے خیر و سلام مسنون کے مدعا یہ ہے کہ کئی ہفتوں سے خط تمہارا نہیں آیا۔ دل کو سخت تعلق ہے۔ میں نے مونگیر سے دو خط تمہارے نام ارسال کیے تھے غالباً تم نے ان پر غور و فکر کیا ہوگا۔

اے عزیز! آج کل تمہارا سخت تعلق رہا کرتا ہے، دل یہ چاہتا ہے کہ تم ہمارے

پاس ہی رہتے اور ہمیں جو کچھ ادراکات جدیدہ ہوتے ہیں ان میں تمھارا بھی حصہ ہوتا۔ مگر خیر اگر تم اپنے اوقات کے پابند رہے تو وہ حصہ خود بخود تم کو مل جائے گا۔

اے عزیز! دنیا سے طبیعت اداس ہوگئی ہے اور جلوت سے دل گھبرا گیا ہے۔ اب خلوت و عزلت کو دل پسند کرتا ہے۔ عنقریب وہ وقت آرہا ہے کہ میں گوشے نشین ہو جاؤں گا۔ سنو! جدّی حضرت فرد قدس سرہٗ کی غزل ہے ؎

چہ احتیاج

مستِ ترا بہ بادۂ و مینا چہ احتیاج | ایں نشہ را بہ ساقی و صہبا چہ احتیاج
خود عشق دردمی دہد و خود دوا کند | آزارِ عشق را بہ مسیحا چہ احتیاج
طرز قلندرانہ پسندد چو فرد ما | چوں صوفیاں بخرقۂ ما را چہ احتیاج

اس غزل کا خلاصہ و ماحصل ہم نے اردو کی ایک غزل میں لکھا ہے۔

کیا غرض

مستانۂ حبیب کو صہبا سے کیا غرض | ساغر سے کیا غرض اسے مینا سے کیا غرض
جب خود طبیب درد کی میرے دوا ہوا | پھر مجھ کو ذاتِ پاکِ مسیحا سے کیا غرض
میں ہوں اسیر سلسلہ ہائے قلندری | مجھ کو اسیر زلفِ چلیپا سے کیا غرض
جو تیرے زیرِ سایۂ دیوار ہو اسے | قصرِ بہشت و سایۂ طوبیٰ سے کیا غرض
میں آپ اپنے حسن وجودی پہ ہوں فدا | شیریں سے کیا غرض مجھے لیلیٰ سے کیا غرض
غوّاصِ بحرِ معرفتِ حق ہوں صاحبو! | گنگا سے کیا غرض مجھے جمنا سے کیا غرض
جو آپ اپنے بحرِ حقیقت میں غرق ہو | ساحل سے کیا غرض اسے دریا سے کیا غرض

میں رندِ مستِ فقرِ قلندر ہوں حاذقاؔ
پھر مجھ کو تاج و خرقۂ تقویٰ سے کیا غرض

یہ غزل بطور تحفہ تمھارے پاس بھیجتا ہوں۔ اس سے لذت بے پایاں حاصل کرو۔ اور عزیزم شاہ صاحب کا خیال رکھو۔ شغل درود میں انھیں مستغرق بناؤ۔ اور جہاں تک ہو سکے ان کو آگے بڑھانے کی کوشش کرو واللہ نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

میں پانچ چھ دن میں لاہور جانے والا ہوں اپنے حلقے کے سب لوگوں کو اس دیار کے وہاں بلایا ہے، اس لیے کہ پنجاب کا یہ سفر میرا آخری سفر ہے۔ میاں گلو صاحب جو اس خط کے کاتب ہیں انھوں نے امتحان اسکالرشپ میں تمام ضلع پٹنہ میں فرسٹ نمبر حاصل کیا ہے۔ چار روپیہ ماہوار تین برس تک ان کو وظیفہ ملے گا۔ وہ تم کو سلام کہتے ہیں۔

---

(۷۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ سورۂ مریم کے متعلق اس سے قبل لکھ چکا ہوں اب رہا سورۂ واقعہ کا معاملہ جو ہمارے حلقے کے تمام لوگ ہر شب پڑھا کرتے ہیں۔

تو اے عزیز! کشائشِ رزقِ ظاہری کی اس میں مناسبت بظاہر نہ بھی معلوم ہوئی ہو تو کچھ پروا نہیں۔

سورۂ واقعہ کی تلاوت کا ثمرہ

شارع سلام اللہ علیہ اس مناسبت اور تاثیر کو خوب سمجھتے تھے، انھوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ہر شب سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے، وہ فاقہ مست نہیں رہے گا۔

تیسیر الوصول میں ہے کہ:

عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قرء سورۃ الواقعۃ کل لیلۃٍ لم تصبہ فاقۃ (اخرج رزین)

ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص ہر شب کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے فاقہ نہیں ہوگا۔

اگرچہ محدثین نقادین یوں بھی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اسناد قوی نہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ بھی معتبر سمجھی جاتی ہیں۔

تشریح حدیث

اب مناسبت پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حاضرین قیامت کی تین قسمیں کی ہیں۔ اصحاب یمین، اصحاب شمال اور مقربین۔

مقربین کے لیے جنت میں کشائش رزق و انواع و اقسام کے اکرام کا ذکر فرمایا:

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِـــِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ؕ

وہ لوگ یعنی مقربین ایک دوسرے کے آمنے سامنے جڑاؤ تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، غلمان (بہشت) (جو ہمیشہ لڑکے ہی بنے رہیں گے) ان کے پاس (شربت وغیرہ پینے کے لیے) ساغر و مینا اور (ایسی) شراب صاف کے جام لاتے اور لے جاتے ہوں گے، جس (کے پینے) سے نہ تو ان کو درد سر ہو (جو خمار میں ہوتا ہے) اور نہ بکواس لگے۔ اور (نیز) جس قسم کا میوہ پسند کریں اور جس قسم کے پرندوں کے گوشت کو ان کا جی چاہے (وہ لیے ہوں گے)۔

اور اصحاب یمین کے متعلق فرمایا:

فِىْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ وَّمَاۤءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝

(وہ لوگ) یعنی اصحاب یمین، بے کانٹے کی بیریوں اور لدے ہوئے کیلوں اور لمبی لمبی چھاؤں، اور پانی کے جھرنوں اور افراط کے میووں میں جو بارہ مہینے بلا ناغہ بے روک ٹوک ان کو ملا کریں گے، او نچے اونچے فرشوں (کی آسائش) میں ہوں گے۔

پس جس خداوند ذو الجلال والاکرام نے اپنے نیک بندوں کے لیے اس عالم میں نعمتیں رکھی ہیں اسی طرح کی وسعت رزق اور نعمتوں سے وہ یہاں بھی ہم کو مالا مال کر سکتا ہے۔ بس اسی عالم

کی وسعتِ رزق کو خیال کر کے اپنی طمانیتِ قلب کے لیے اس عالم میں بھی ہم وسعتِ رزق چاہیں تو غیر مناسب نہ ہوگا۔ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ط (اور وہ بڑا رزق دینے والا، قوت والا اور زوروار ہے)

اے عزیز! انھیں وجوہ سے ہمارے بزرگوں نے اس سورے کا طریقہ نصاب وزکوٰۃ وغیرہ مقرر کیا ہے، اور اس پابندی سے جو ثمرات ونتائج پیدا ہوتے ہیں وہ خود اس کی دلیل ہیں اور نصاب وزکوٰۃ کے مختلف طرق ہیں۔ سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ جمعے کے دن روزہ رکھ کر یک زانو اکتالیس مرتبہ اس کو پڑھا جائے۔

میں نے یہ زکوٰۃ الحمدللہ کہ خاص کعبۂ معظمہ میں میزاب رحمت کے نیچے بیٹھ کر ادا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اثر عطا فرمائے۔ میرے حلقے کے لوگوں نے مختلف طریقوں سے اس کی زکوٰۃ ادا کی ہے اور الحمدللہ حسب استعداد فائز المرام بھی ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ختم سورہ کے بعد دعائے:

یا غنیُّ یا حمیدُ یا مبدئ یامعید یا رحیم یا ودود اغننا بحلالك عن حرامك وبفضلك عمن سواك"

بھی پڑھ لینا نہایت ضروری ہے۔ گویا اصل غرض حال اسی دعا میں ہے۔

ماثورہ دعاؤں میں مشائخوں کی دعاؤں سے زیادہ برکات ہیں

یہ دعا بھی قریب قریب ماثورہ ہے۔ "احیاء العلوم" میں کا شروع میں اضافہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ادعیۂ قرآنیہ اور رسول اللہ کے ارشاد فرمودہ دعاؤں میں جس قدر برکات وانوار ہیں مشائخوں کی دعاؤں میں اس قدر نہیں ہو سکتے۔ پس ماثورہ دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ رکھو۔ اور کتاب حصن حصین اور حزب الاعظم داخل وظائف کرو۔ اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھو۔ نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ والسلام

بست ویکم رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ۔ از بنگلور

(۲۶)

نور چشم من نور اللہ قلبک! از فقیر سلیمان سلام و دعا قبول فرمایند۔

اما بعد پرسوں عید کے دن صبح کو اجمیر شریف سے واپس آیا ہوں، وہاں سے ایک کارڈ لکھا تھا غالباً ملا ہو گا۔

حضورؐ کی معیت روحانی اب بھی حاصل ہو سکتی ہے

اے عزیز! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی میں صدق وصفا نہیں۔ ان کے صحبت یافتہ صدیق اکبر ہوتے تھے۔ پس ہمیں بھی حضرت صلعم کے ساتھ ہونا چاہیے۔ سفر و حضر میں رات دن، اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے، انھیں کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ صوری نہیں تو معنوی ہی سہی، جسمی نہیں تو قلبی ہی سہی۔ اور اصل لگاؤ تو قلبی ہی ہے ورنہ صحبت صوری تو منافقوں کو بھی حاصل تھی۔ پس قلبی لگاؤ کا دروازہ ابد الآباد تک کھلا ہے۔ اور کھلا رہے گا۔ چشم بصر ناکامیاب رہے تو بلا سے، چشم بصیرت سے ان کو دیکھیں گے۔

اے عزیز! حضورؐ نے فرمایا ہے: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" اور حضورؐ سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں۔ پس ہر دم و ہر لحظہ و ہر آن ان کی معیت درکار ہے۔ اسی معیت سے معیت حقہ کا ظہور ہو گا۔ پس سمجھو اور ہوشیار رہو، غفلت کو پاس نہ آنے دو۔ اور اب اس سے زیادہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا ہے

گر من از رخ بر کشایم پردۂ تلبیس را
در جہاں فرقے نماند آدم و ابلیس را

تمہارا کارڈ ملا۔ تاریخیں سب بہتر ہیں۔ میں نے "جماعت خانہ اقدس" کو پسند کیا ہے اس پر مصرعے لگا دیے جائیں گے۔

تعمیر مکان اور تعمیر دل

اے عزیز! تم کو میری تعمیر مکان کی فکر ہے۔ مگر میں تعمیر دل کے خیال کو پسند کرتا

ہول ؎

نہ کرو فکر عمارت کی جہاں میں ہرگز
خانۂ دل جو گرا ہے اسے تعمیر کرو

ہاں اللہ پاک علیم ہے کہ یہ تعمیر مکان محض اللہ والوں کے لیے ہے نہ کہ اپنے عیش و آرام کے لیے میری زندگی بسر ہو گئی۔ اصلی زندگی زندہ دلی ہے ؎

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

از پھلواری شریف

---

(۲۷)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ الحمد للہ لنگر اس ماہ مبارک میں بخیر و خوبی انجام پایا۔ بذریعۂ تار، مودی سلمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ ایک سو اور دوسری بار ایک سو ارسال کیے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ اور ان کے دین و دنیا میں برکت دے۔ دیگر عزیزان نے بھی حسب مقدور خرچ لنگر میں شرکت کی ہے۔ میاں وزیر سلمہ اللہ تعالیٰ بوجہ مہلت نہ ملنے کے یہاں نہ آسکے۔ ان کے لیے مکان وغیرہ سب خالی تھا۔ میں لکھمنیا جانے کو تھا، وہ بھی بند کر دیا۔ مگر خطوط سے ان کی یہ بات معلوم ہوئی کہ ان کو ماشاء اللہ استغراق بڑھتا جاتا ہے اور حالت قلبی بہت اچھی ہے۔ سر برہنہ شاہ تین ماہ سے صائم ہیں۔ اب اعتکاف عشرہ میں ہیں۔ اور فقط دودھ ان کی غذا ہے۔ مگر باوجود اس قدر ریاضت کے مواجید قلبیہ اب تک پیدا نہیں ہوئے دراصل یہ خدا کا فضل ہے۔ جب ہو جائے۔ میں ان کی طرف بہت خیال رکھتا ہوں۔ انشاء اللہ وقت آئے گا۔

عزیزان لکھمنیا بھی مستغرق ہیں۔ تین بجے شب سے حلقۂ ذکر ہوتا ہے۔ ایوب و یعقوب

وصی سب عشرۂ اخیرہ میں معتکف ہیں۔ فصیح اعظم میری خدمت اچھی کرتا ہے اور روزہ و ختم تراویح وغیرہ کا نہایت ہی پابند رہا۔ کچھ لکھتا پڑھتا بھی ہے۔

۱۵ر شوال تک دارالعلوم ندوۃ العلما میں داخلہ ہوتا ہے، تم مودی صاحب سے ایک خط بنام مولوی سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ بھجوادو کہ فصیح اعظم کو محمدی فنڈ سے وظیفہ دیا جائے اور محمد سلیمان کے ہمراہ وہ لکھنؤ پہنچے گا۔ جب تم یہاں آؤگے تو تمھارے مشورے سے چند عزیزوں کو اجازت اجرائے طریقہ دی جائے گی۔ اور شال خلافت تمھارے توسط سے انشاء اللہ تعالیٰ ارسال کی جائے گی۔

پیر پرستی نہیں خدا پرستی

میرے یہاں پیر پرستی مقصود نہیں بلکہ خدا پرستی مقصود ہے۔ میرے عزیزوں کو چاہیے کہ اللہ سے غافل نہ ہوں اور کام میں لگے رہیں۔ یہی اجازت و خلافت ہے۔ اشاعت طریقہ کی حسبۃً للہ کوشش کرتے رہیں۔ اور تعلّی و رفعت اور اپنی مدح سرائی سے بچتے رہیں۔

عزیزم مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو میرا سلام کہو، مجھے ان کا برابر تعلق رہتا ہے، اور میں ان کو بہت ہی عزیز دل رکھتا ہوں۔ ہم بابا کبھی طلوع ہوتے ہیں کبھی غروب، آج کل ایک خط ان کا آیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے۔ اور ان کو اولاد عطا فرمائے۔

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ؕ

قدم صاحب کو دعا کہو۔ پیران کا خط آیا ہے۔ عید کے دن خاص کر مودی ابراہیم و مودی عبدالقدوس سے میری جانب سے معانقہ کرنا۔ اور جتنا مودی کو بھی دعا کہو۔ عید کے دن قاضی صاحب اور جناب پیر صاحب سے بھی ضرور ملتے جانا۔

۲۵ر ماہ مبارک

(۲۸)

نورِ چشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ الحمد للہ رمضان مبارک میں فیوض کی بارش ہمارے حلقے پر بھی ہوئی اور لنگر بھی نہایت اہتمام سے جاری رہا ؎

اے خدا قربان احسانت شوم
ایں چہ احسانست قربانت شوم

حاضری مدینۂ پاک صاحب لولاک کے متعلق میں تمھیں نہایت ہی شوق سے اجازت دوں گا بلکہ بمبئی تک خود تمھیں پہنچا دوں گا۔ اور رخصت کے وقت یوں عرض کروں گا ؎

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

مساجد کے کاموں سے مجھے ابھی تک فرصت نہ ملی اور نہ حسین میاں کی شادی انجام پائی۔ تم دعائے باہمت کرو کہ اس فقیر کو جلد ان کاموں سے فراغت ہو جائے پھر تمھارا ہم نوا ہو کر میں بھی کہوں گا ؎

زاہد ہتو فردوس بریں باد مبارک
مائیم و تمنائے سر کوئے محمدؐ

اس سال ماہ مبارک میں بعد نماز عصر حسب معمول ختم دلائل کے بعد سورۂ یوسف قبل افطار برابر پڑھا گیا ہے۔ اس سے مجھے ایک عجیب جاذبہ محسوس ہوا ہے جس کو ابھی میں کہنا نہیں چاہتا۔ یاران لکھمنیا و بدایوں کو خطوط ارسال ہوئے ہیں ان کی نقلیں تم کو ملیں گی۔ ان پر غور کرو۔

۷ جولائی۔ ۸ شوال

---

(۲۹)

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ کل سے بحمد اللہ مجھے بہت ہی افاقہ ہے۔ مگر خلش تو اسیری چلی جاتی ہے۔ وظائف تو کم ہو گئے ہیں۔ مگر مساجد کے کاموں کا ہجوم ہے [1] اس وقت بھی ضلع گیا کے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ انھیں کے بارے میں غور و فکر کر رہا ہوں۔ ع

جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

واللہ المستعان وعلیہ التکلان!

جناب حکیم نابینا صاحب نزیلی حیدرآباد میرے مخلص کرم فرما ہیں۔ میری جانب سے سلام نیاز کہہ دیجیے اور درخواست دعا بھی۔ مودی صاحبان کو بہر صورت تشفی دو۔ خلوصِ دل اور قربِ روحانی درکار ہے۔ پس جسمانی دوری سے کوئی نقصان نہیں۔

محبت نبوی کا ثمرہ خدمت خلق ہے

ہماری درویشی کا تمام خلاصہ محبت نبوی اور قرب مصطفوی ہے اور اس کا ثمرہ خلق خدا کی خدمت اور باب الشفقت والرحمۃ کا ہمیشہ مفتوح رہنا ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ پس ہمیں بھی اس ذاتِ پاک میں ایسا مستغرق ہونا چاہیے کہ ہم بھی سراپا رحمت و رافت ہو جائیں ؎

بیہودہ کس قدم نہ نہد در طریق ما

ما سالکان مسلکِ کوئے محمدیم

اللھم صل علی محمد و آلہ قدر حسنہ وجمالہ

اے اللہ محمد اور ان کی آل پر بقدر حسن و جمال محمدی کے صلوٰۃ بھیج۔

اللھم ارزقنا اقتضاء سنتہ واتباع شریعتہ وامتنا علی ملتہ واسقنا بکأسہا

اے اللہ! ہمیں توفیق دے ان کی سنت کے اتباع کی، ان کی شریعت کی پیروی کی۔ اور ہمیں ان کی ملت پر موت دے اور ان کے پیالے سے سیرابی عطا فرما۔

---

[1] مساجد شکستہ در فسادات ۱۹۴۶ء کی تعمیر جدید

میرے عزیزان مولوی عبدالرحمٰن و سید عبدالجبار صاحبان کو سلام و دعا کہو۔ نورچشم مولوی عبدالغفور کو بھی سلام و دعا کہو اور اندرون صغار و کبار کو بھی۔ ماہ مبارک آگیا۔ نزول رحمت کے امیدوار رہو۔ ۵ رجون ۱۹۱۸ء

---

(۴۰)

نورچشم من دفاکم اللہ الیٰ مدارج الکمال وعلیکم السلام۔

بہ برکت ماہ رمضان حقائق و معارف کی قلب پر بارش ہو رہی ہے۔ کوئی کاتب نہیں جو قلمبند کر سکے ؎

فراواں راز دارم با کہ گویم

تمھارا دوسرا خواب مکمل ربط قلب با شیخ کی دلیل ہے اور بحمد اللہ سب خیریت ہے۔ تمھارا خواب نہایت ہی مبارک ہے۔ کمل انبساط میں تمھاری طرف سے یہ دو شعر میں نے لکھے ہیں ؎

عجب پاکیزہ منظر بود شب جائے کہ من بودم
محمد بود حیدر بود شب جائے کہ من بودم

زنور مصطفےٰ و مرتضےٰ شاہ سلیمانم
زسر تا پا منور بود شب جائے کہ من بودم

اے عزیز! آج کل شغل ورود میں مجھے انہماک ہے بس اسی کا انعکاس تم لوگوں تک پہنچتا ہے۔ جس طرح امیر المومنین مدینۃ العلم کے در ہیں تم بھی میرے فیوض کے در ہو انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ کی مثال در مثال کا انعکاس مجھ پر اور تم پر ہوا فالحمد للہ۔ نماز میں وقت سلام تشہد میں گہری نظر رکھو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو۔ علیٰ ہذا القیاس درود میں بھی! اور نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پڑھو۔ امام انہیں کو سمجھو۔ انھیں کی اقتدا میں رکوع و سجود ادا کرو۔

پھلواری شریف۔ ۲ رمضان

---

(۴۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تمھارے پیہم خطوط آئے

تمھارے شوق اشتیاق کا اثر میرے دل پر بہت ہے۔ مگر کیا کروں کثرتِ مشاغل اور قلتِ فرصت امرِ وہاں پہنچنے میں مانع ہے۔

ضرورتِ مرشد

میں نہایت خوش ہوں کہ تم اپنی روحانی محبت میں ثابت قدم ہو اور پیر و مرشد کی ضرورت اور اس کی ہر لحظے کی رہنمائی کو بخوبی سمجھ گئے ہو۔ اے عزیز! اکثر عابد و زاہد ناکامیاب رہ جاتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ کسی شیخ و مرشد کے ذریعے سے نہیں چلتے۔ بس خود رائی اور خود دری ان کو آگے نہیں بڑھنے دیتی۔ وہ خضر و موسیٰ علیہم السلام کے قصے سے بالکل غافل ہیں اور وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (اس کی طرف وسیلۂ قرب ڈھونڈو) سے بالکل ناآشنا ہیں۔ مولانائے رومی قدس سرہٗ کیا خوب فرماتے ہیں ؎

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر — ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
ہر کہ در رہ بے قلاوُز می رود — ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود
آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ — بے قلاوُز اندراں آشفتۂ
پس رہے را کہ ندیدہ اش تو ہیچ — ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ
ور نشیر رو پوش کردہ است آفتاب — فہم کن واللہ اعلم بالصواب

"قلاوُز" کے معنی رہبر کے ہیں۔

اس سال ماہ رمضان المبارک بسر کرنے کے لیے بنگلور جانے کا ارادہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں سے تم کو خط لکھا کروں گا۔ رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن بہ کثرت کرو۔ اور عصر کے بعد سے مغرب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ رہو۔ آج کل میاں وزیر حسن خاں کی بیوی بچے وہاں ہیں۔ میرا سلام و دعا کہو۔ اور سب لوگوں کو بھی سلام و دعا۔

از پھلواری شریف

---

(۳۲)

۱۳ر جون سنہ ۱۹۱۴ء

نورچشم من سلکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمھارا ملا۔ حال معلوم ہوا۔ گرمی کی سخت شدت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ باطمینان ختم قادریہ لکھ کر بھیج دوں گا اور بعد نماز جمعہ یہ دعا ایک سو ایک بار پڑھو:

یا غنی یا حمید یا مبدئ یا معید یا رحیم یا ودود اغننی
بحلالک عن حرامک و بفضلک عمن سواک ط

اللہ تعالیٰ غنائے قلبی و مالی عنایت فرمائے گا۔

اس سال مجھے رجبی شریف کے موقعے پر بہت لوگوں نے بلایا تھا۔ مگر بخیال امروہہ میں نے سب کو جواب دے دیا تھا اور اب گرمی کی شدت بھی ہے اس لیے گھر ہی بیٹھوں گا۔ گھر میں اور بچوں کو سلام و دعا کہو۔ مولانا کو تسلیم۔ جواب پھلواری بھیجو۔

از لکھمنیا ضلع مونگیر

---

(۲۲۳)

نورچشم من سلکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ فرصت نہ تھی اس لیے تمھارے خط کا جواب نہ دیا۔ اور درحقیقت اس کا جواب میری ملاقات ہے۔ مجھ سے سنو اور لکھ لو۔ اب مجھ سے لکھنا پڑھنا نہیں ہو سکتا۔

رات چاند نہیں ہوا۔ آج ۳۰ ہے۔ بعد عشا انشاء اللہ تعالیٰ حسب معمول بیان شروع ہو جائے گا۔ قبولیت سرکار محمدی کے ہاتھ ہے۔ میرا کام نیازمندی و جبہ سائی ہے۔ نوازش و کرم ان کا کام ہے۔ حضرت فردؔ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ایکہ مرا یارہ کردن سہل کارے دست تست
نامۂ عصیانِ من گر چاک سازی دور نیست

پس اسی امید پر سارے اعمال ہیں، بے وسیلہ ان کے کچھ بھی نہیں۔ عزیزم مولوی وصی و عزیزان لکھمنیا اب تک نہیں پہنچے۔ سخت تعلق ہے۔ تمھیں کچھ خبر ہو تو مطلع کرو۔ چودھری

اظہر لکھنوی کا بھی کوئی خط نہیں آیا۔

پھلواری ۔۔ ۳ صفر

---

(۴۳)

۷۸۶
۹۲

اَللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ

عزیزم محمد شریف اعظم سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ :

(الف) وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (بے شک ہم نے اولاد آدم کو بزرگی دی) اور

(ب) اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (تم میں سے یقیناً خدا کے ہاں وہی بڑے مرتبے والا ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے)

کرامت کیا ہے ؟

ان آیات کی تلاوت کے بعد معلوم ہوا کہ کرامت نبوّت کا ایک جزو ہے اور مرتبے میں یہ نبوّت سے کمتر ہے اور ان دونوں میں وہی فرق ہے جو نبوّت اور ولایت میں ہے کیونکہ جس طرح معجزہ نبوّت کی نشانی ہے اسی طرح کرامت ولایت کی نشانی ہے۔

کرامت وہ چیز نہیں ہے جس کو جاہل کرامت سمجھتے ہیں۔ مثلاً تھوڑے زمانے میں بہت بڑی مسافت طے کر لیں یا کسی جاندار کو ایک نگاہ ڈال کر مار ڈالنا یا کسی چیز میں قضا و قدر کے موافق عمل کرنا یا اعیان کے اندر تبدیل و تحریک، یا صورتوں کو عناصر سے سلب کرنا یا اخلاق خبیثہ کو نفوس سے سلب کرنا وغیرہ وغیرہ۔

پس ایسی چیزوں کو کرامت میں شمار کرنا جہل ہے کیونکہ کرامت ایک نعمت الٰہی ہے جو وہ اپنے بعض اولیاء کو ان کی بزرگی اور تعظیم کے واسطے عنایت کرتا ہے۔

سب سے بڑی کرامت

سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لائے اور اس کی وحدانیت، اور

اس کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کی تصدیق کرے۔ جس کو خدا نے یہ کرامت روزی نہ کی اس کو اور کوئی کرامت ان کرامتوں میں سے جو اولیا کو نصیب ہوتی ہیں روزی نہ ہوگی۔

کرامت کے مستحق اولیاء اللہ ہیں اور اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو اُٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک ساعت اس سے غافل نہیں ہوتے اور نہ اس کے کسی حکم کے بجالانے سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ رات دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں۔

پس کرامت کی حقیقت کلمۂ الٰہی سے عنایت کے نور کا قلبِ صاف و نفسِ پاکیزہ پر پہنچنا ہے۔ ایسا نفس جو ولایت کی تہذیب اور ہدایت کی تادیب سے آراستہ ہو کر جہالت و شرک و حسد و نفاق کی قیدوں سے نکل گیا ہو اور تمام اخلاقِ خبیثہ اور رذائلِ بشریہ سے پاک ہو گیا ہو۔ اور شیطان کی تلبیس کے واسطے اس میں جگہ نہ رہی ہو۔

جب نفس ان صفات کے ساتھ آراستہ ہو گا اور تمام فضائح اور قبائح سے صاف ہو جائے گا اس وقت بدن سے اس کے علاقے منقطع ہو جائیں گے۔ اور وہ نفس ہلکا ہو کر علائق اجسام سے بلند ہو گا۔ پھر اس نفس اور اس کی اصل کے درمیان سے پردہ اٹھ جائے گا۔ کیونکہ یہ نفس اس جسم میں مثل ایک مسافر کے تحصیل کمال کا مہمان تھا۔

اگر یہ نفس اس عالم اجسام میں منہمک ہو گیا اور اپنی اصل کی طرف رجوع نہ کیا تو یہ ناقص رہ جائے گا اور جب فضول لذتوں کو ریاضت شدیدہ میں مشغول ہو کر ترک کرے گا اور شریعت کی متابعت کے ساتھ ہوا اور شہوات کو ان کے مرکز سے خارج کر دے گا۔ اور طریق مستقیم پر قائم رہے گا تب یہ نفس اپنے اصلی عالم سے قریب ہو گا اور کمال حاصل کر کے اس میں وہ قوت پیدا ہو گی جس سے یہ اسرار مکنونہ کو قبول کر سکے گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اکریم ہے اس لیے نکوکاروں کی محنت کو ضائع نہیں کرتا، اس نفس پر بھی وہ ملکوت کے انوار میں سے جس نور کے قابل یہ نفس ہوتا ہے وہ نور اس پر ڈالتا ہے۔ چنانچہ اس نور کے سبب سے یہ نفس پوشیدہ امور کو دیکھتا ہے اور

قضا و قدر کی ہونے والی یا گذشتہ باتوں کو معلوم کر لیتا ہے۔ بس وہ مرئیات اس کے آئینۂ خیال میں منقش ہو جاتی ہیں اور فکر صافی ان کو ان کے معادن سے نکال لیتی ہے اور قول صواب کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کر کے آئندہ واقعات اور گذشتہ کے حالات سے خبر دیتا ہے اور اُن نفوس میں جو اس سے کم مرتبے کے ہیں تصرف کرتا ہے کیونکہ وہ نفوس اپنے سچے ارادے اور صاف ہمت کے ساتھ اس برگزیدہ نفس سے استفادے کے طالب ہوتے ہیں جیسا کہ مشائخ رضی اللہ عنہم اپنے مریدوں میں تصرف کرتے ہیں۔ وہ مرید جو ہمیشہ ان کی خدمت اور اطاعت کو اپنا فرض سمجھ کر دل و جان سے ادا کرتے ہیں اور اپنی اس خدمت و اطاعت و فرمانبرداری کے صلے میں مقبول و محبوب و منظور نظر ہوتے ہیں وہی خلعت خلافت و اجازت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ اور مشائخ زادے بباعث کبر و نخوت اور باوجود ہم خانگی ترک صحبت و خدمت و اطاعت کے سبب محروم و ناقص رہتے ہیں۔

ولی اظہار کرامت سے پرہیز کرتا ہے

جو ولی صاحب کرامت ہوتے ہیں وہ اپنی کرامت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور نہ اس کو بیان کرتے ہیں، بلکہ اس سے اعراض کرتے ہیں حالانکہ کرامتیں ان پر اس قدر وارد ہوتی ہیں جیسے سمندر میں موجیں آتی ہیں۔ ولی لوازم بشریت سے جو باعث زندگانی ہیں بری الذمہ نہیں ہوتا، مگر جس وقت ولی کا نفس کامل ہو جاتا ہے اور روح کے تحت سے نکل کر روح کو اپنے قبضے میں کر لیتا ہے تو وہ روح پر بھی جس طرح چاہے تصرف کرتا ہے۔ چنانچہ بعض بعض اولیا نے چالیس چالیس دن تک کھانا نہیں کھایا ہے۔ یہ بات یعنی نفس کا نفسانی مشقتوں سے بری ہو جانا سب سے بڑی کرامت ہے اور یہی وہ بزرگی ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ اپنے اس فرمان میں دیتا ہے

اس کے متعلق بہت لمبی بحث ہے وہ مفسرین ہی بیان کر سکتے ہیں۔ ظاہر آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ کرامت روح و نطق و وجود ہے۔ جس میں سب آدمی مشترک ہیں در حقیقت اس کرامت سے اس نسبت حقیقی کی تصحیح مراد ہے جس کا نام آدمیت ہے

جس کے سبب سے آدمؑ، آدم تھے اور وہی زمین میں خلیفۃ اللہ تھے۔ پس اس اعتبار سے بنی آدم کا اطلاق کل آدمیوں پر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان پر ہو سکتا ہے جن میں وہ آدمیت پائی جائے جو آدم میں تھی ؎

آنکہ در طاعت غلاف آدم اند
نیستند آدم غلاف آدم اند (رومیؒ)

آدم اور غلاف آدم

اصطفائے آدم یہ باتیں ہیں: خوف اور ذلت پر رونا، اور خداوند تعالیٰ سے ڈرنا۔ اور اسی کی طرف رجوع ہونا اور اسی سے اسی کی طرف قرار پکڑنا۔ جھوٹ بولنے سے محفوظ رہنا حق کو باطل پر ترجیح دینا، وغیرہ۔ پس جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں وہ بنی آدم میں سے ہے اور جس میں نہ پائی جائیں وہ آدم نہیں بلکہ شیطان بصورت انسان ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی شان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ط

جانوروں سے بھی بدتر خدا کے نزدیک وہ گونگے بہرے لوگ ہیں جو حق و باطل کی عقل نہیں رکھتے۔

جیسا اللہ تعالیٰ نے آیات صدر میں اس کی تصریح فرما دی ہے ؎

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست
آدمیت جز رضائے دوست نیست (سعدیؒ)

پس آدم کی تکریم کا باعث ان کی ظاہری آنکھ کان کے ساتھ باطنی آنکھ کان بھی تھے جن سے انھوں نے خدا کے کلام کو سنا اور اس کے جمال کا مشاہدہ کیا۔ پس ان کی اولاد میں بھی وہی لوگ ہیں جن میں انھی جیسے آنکھ کان پائے جائیں اور یہ دونوں یعنی آنکھ کان نفس مطمئنہ کے جزو ہیں۔ جس انسان میں نفس مطمئنہ پایا جائے گا اور اس کے آنکھ اور کان کھلے ہوئے ہوں گے وہ انسان خدا کے نزدیک مکرم ہو گا۔ خاص تکریم کے ساتھ اسی مکرم سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوں گی۔ جن میں سے ایک بدن کے بوجھ کا ہلکا ہونا

دوسرے اس جوہر کی خواہشوں کی کدورت سے پاکیزگی۔ تیسرے موجودات کی غلامی سے آزادی۔ چوتھے قدم صدق کے ساتھ حق اور شریعت کی متابعت۔ پانچویں علم و عمل (یعنی علم حق) کے ساتھ قلب کے آئینے کا صاف ہونا۔

کشف غیب

جس وقت قلب کی وحشت اور جفا کی کدورت سے صاف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس قلب اور عالم ملکوت کے درمیان سے پردہ اٹھا دیتا ہے تاکہ یہ قلب علم غیب کے حقائق کو دیکھ لے اور نفس کلی سے غیر مکتسبہ علوم (وہ علوم جو ظاہری تحصیل سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ بذریعۂ مجاہدہ وریاضت منکشف ہوتے ہیں) حاصل کرے، کیونکہ سب چیزیں لوح محفوظ میں مرقوم ہیں۔ ولی ان کو پڑھ کر بغیر کسی غلطی اور خطا کے بیان کرتا ہے۔ یہ کرامت حقیقی اور ظاہری ہے۔ اور یہی کرامت جس وقت قوی ہو جاتی ہے ولی اس کا نور اپنے تمام حواس میں پاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دور دراز کی باتیں سنتا ہے اور چیزیں دیکھتا ہے اور تھوڑے عرصے میں دور کی مسافت طے کرنے پر قادر ہو جاتا ہے، اور اولیاء اللہ میں سے ایک کامل ولی بن جاتا ہے اور نوافل و فرائض ادا کرنے سے خدا کا ایسا مقرب ہوتا ہے کہ خدا اس کے کان، آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبه ویحبنی فاذا احببته صرت له سمعاً وبصراً ویداً ومؤیداً احتی بی یسمع وبی یبصر وبی یاخذ وبی یمشی

(یہ حدیث قدسی ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب بندہ نوافل کے ساتھ میری قربت چاہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور وہ مجھ سے، تو میں اس کے کان، آنکھ اور ہاتھ ہو جاتا ہوں اور اس کا مددگار بنتا ہوں، یہاں تک کہ وہ میرے ہی ساتھ (ہر ایک چیز کو) پکڑتا

ہے اور میرے ہی ساتھ چلتا ہے۔

نفس جس وقت تک بدن کے تحت میں رہتا ہے زیادہ چیزیں اس کو دکھائی نہیں دیتیں مگر جب جسم سے بلند ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں میں اپنے نورِ جلال کا سرمہ لگا دیتا ہے جس کی تاثیر سے وہ حقائق اشیاء اور خفیاتِ امور کو دیکھتا ہے اور جس وقت قلب ناظر اور مبصر ہو گیا تو پھر زمین و آسمان میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہتی۔ صاحبِ کرامت وہی ہے جو صاحبِ فراست بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سب جسمانی قوا سلب کر کے نورانی قویٰ اس کو عنایت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ بندہ کلمۃ اللہ ہو جاتا ہے اور غیر اللہ کا اس میں کچھ حصہ نہیں رہتا۔

بغیر اتباعِ شریعت کوئی کرامت مقبول نہیں

پس اے عزیز! یہ نہ سمجھو کہ بغیر اتباعِ شریعت و ایمان کے بھی کرامت مقبول ہے ہرگز نہیں۔ مشائخ اولیا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہوا میں اڑتا ہو تو دیکھو کہ اس کا کیا حال ہے۔ آیا شریعت کا پابند ہے تو اس کی کرامت قابلِ قبول ہے ورنہ مردود۔ کیونکہ وہ کرامت شیطانی ہے۔ پس نفس جس وقت پاک ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کرامت عطا کرتا ہے اور جب خبیث ہوتا ہے تو شیطان اپنے کرشمے اس پر ظاہر کرتا ہے جن کو مخاریق کہتے ہیں۔ "مخاریق" معجزات اور کرامات کی ضد ہیں جن کو فساق اور کفار ظاہر کرتے ہیں اور اسی کو "استدراج" بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے واقعات کثرت سے مشاہدے اور سماعت میں آتے رہتے ہیں جو عام لوگ کفار اور جاہلوں اور فساق اور مشرکوں سے بطور کرامت نقل کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں کہ جو کچھ کہہ دیں اسی کے موافق ہوا اور اکثر اوقات دلوں کی باتیں بھی بتا دیتے ہیں، جن پر اعتقاد ہو جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بعض دفعہ تو وہ بات اتفاقی ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ اس کا سبب شیطانی القا ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطانی نفوس بھی عالم میں اسی طرح جاری ہیں جیسے نفوس ملکیہ جاری ہیں۔ وہ آسمان کی طرف جا کر وہاں سے باتیں سن آتے ہیں اور ان کو انسانوں پر القا کرتے ہیں اسی کا نام "کہانت" ہے۔ جب ایسے

شخص کو دیکھو جس نے فضولیات سے اعراض کر لیا ہے اور احکام شریعت پر سر تا پا قائم ہے اوصاف شیطانی اور خصائل بہیمی کو بالکل اس نے ترک کر دیا ہے اور ہمیشہ مراقبے اور ذکر و فکر اور وِرد وردو میں مشغول رہتا ہے، پھر ایسے شخص سے کرامت ظاہر ہو اور نور غیب کی روشنی اس میں دیکھو تو اس کی تصدیق کرو اور اس کے حکم کو مانو اور اگر اس کے خلاف دیکھو جو شریعت پر قائم نہ ہو تو اس سے منہ پھیر لو۔ اور خدا سے اپنے گناہ کی توبہ کرو اور مغفرت مانگو اور اس شخص کا ساتھ چھوڑ دو۔ بلکہ اس کی صورت بھی نہ دیکھو۔ جان لو کہ وہ مجسم شیطان ہے۔

جس طرح معجزے کی تحقیق اور تفتیش سے پرہیز بتایا گیا ہے اسی طرح کرامت کی تحقیق بھی نہ کرنی چاہیے کیونکہ کرامت کی حقیقت محض صاحب کرامت کا نور ہے پس اہل کرامت کو پہچان لو۔ جیسے کہ اہل معجزہ کو پہچاننا ہے۔ اہل کرامت وہ ہیں جن کی نشانی ان کے چہرے پر ہے:

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ط

ان کی عبادت کا نور ان کی پیشانی سے ظاہر ہے۔

اور اہل کرامت وہ لوگ ہیں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے اور ان کی صورت اور صحبت سے عرفان الٰہی نصیب ہو۔ بے شک یہی اولیاء اللہ ہیں اور انھیں کی یہ شان برہان ہے:

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ط

نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

---

(۳۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمھارا ملا۔ احوال

معلوم ہوا۔ تمھاری کارگذاریوں سے دل بہت خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے۔ اور اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ کے زمرے میں شامل کرے۔ دل میرا یہ چاہتا ہے کہ اڑکر وہاں پہنچوں مگر ع

بال پرداز کجا زور پرافشانی نیست

بھرتیا کی مسجد کے لیے مبلغ تین سو روپیہ دس دس روپے کے نوٹوں کی صورت میں لے کر میاں عمر کو بھیجتا ہوں۔ وہ تمھارے یا میاں لطیف کے حوالے کریں گے۔

از پھلواری شریف

---

(۳۶)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون ودعائے خیر مدعا یہ ہے کہ پرسوں عزیزم حکیم مغنی کا خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ مولوی یحییٰ سلمہ اللہ نے اپنے دیوبندی مشرب کے موافق "یارسول اللہ" وغیرہ کہنے پر بہت ہی شوروشغب پیدا کر دیا ہے۔ میں نے میاں عبدالمغنی کو مفصل جواب لکھ دیا ہے اسے تم بھی دیکھ لیجیو۔ مگر تمھارا ان نزاعات میں پڑنا میں ہرگز پسند نہیں کرتا۔ بلکہ مختصر جواب یہ ہے ؎

منعم کُنی زعشق تو اے مفتیٔ زماں
معذور دارمت کہ تو او را ندیدۂ

ندائے غائب کی حدیث

حسن میاں مرحوم کی ایک مختصر تحریر جو اس مسئلے میں نہایت ہی پُرمعنی ہے نقل کرکے ارسال کرتا ہوں۔ ذرا اس پر غور کرو۔

حصن حصین صفحہ ۱۰۲ میں یہ حدیث ہے کہ سواری کا جانور اگر بھڑک جائے یا کسی میدان میں جہاں بظاہر کوئی انسان نہ ہو کوئی ضرورت پیش آئے تو یوں کہنا چاہیے:

یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو

ملا علی قاری کی تصریح

یہ حدیث بقاعدۂ محدثین حسن ہے۔ موضوع وضعیف نہیں۔ شراح نے تشریح بھی کردی ہے۔ ملا علی قاری "عباد اللہ" کی شرح میں فرماتے ہیں:

المراد بھم الملٰئکۃ والمسلمون من الجن او رجال الغیب المسمّون بالابدال

اس سے مراد فرشتے ہیں اور مسلمان شہسواروں کی جماعت اور وہ غیبی لوگ جن کو ابدال کہتے ہیں۔

شوکانی علیہ الرحمہ تحفۃ الذاکرین میں فرماتے ہیں:

امام شوکانی کی تصریح

وفی الحدیث دلیلٌ علی جواز الاستعانۃ بمن لا یراھم الانسان من عباد اللہ سبحانہ من الملٰئکۃ وصالح الجن ولیس فی ذلک بأس۔

اور یہ حدیث دلیل ہے ان بندگان خدا سے مدد مانگنے کے جواز کی جو انسان کو نظر نہیں آتے۔ خواہ وہ فرشتے ہوں یا صالح جن۔ اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ عموم لفظ عباد اللہ میں نفوس قدسیہ اور ارواح طیبہ ومقدسہ بھی داخل ہیں اور جس طرح ملائک ورجال الغیب یا صالحین جن وغیرہ "عباد اللہ" سے مراد لیے جاتے ہیں اسی طرح بلکہ ان سے انسب ہیں۔ بزرگان دین اور اولیائے کرام کی ارواح طیبہ ونفوس قدسیہ۔

شاہ عبد العزیز کی تصریح

کیونکہ فالمدبرات امرا کی تفسیر میں مفسرین مثل قاضی بیضاوی وامام رازی وغیرہما نیز مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی نے نفوس قدسیہ وارواح طیبہ کو لکھا ہے اور ان کو مدبرات سے فرمایا ہے۔

اور علمائے محققین کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ ارواح، خصوصاً بزرگوں کی ارواح مقدّ

جب علائق جسمانی سے پاک ہو جاتی ہیں تو ان کا درک اور ان کی قوت اور بھی بڑھ جاتی ہے اور وہ مظاہر قدس میں جا کر اور ملائک سے مل جل کر ملکوتی صفت بن جاتی ہیں اور سیر و سیاحت نیز وقت پر بندگانِ خدا کی مدد بھی کرتی ہیں۔

شاہ ولی اللہ کی تصریح

چنانچہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں:

فاذا مات انقطعت العلاقات ورجع الی مزاجہ فیلحق بالملٰئکۃ وصار منہم والہم کالہامہم ویسعٰی فیما یسعون وربما یشتغل ھؤلآء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ۔

جب انسان مر جاتا ہے تو مادی علاقے ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنے اصلی مرکزوں کی طرف لوٹ جاتا ہے اور فرشتوں سے مل کر انھیں جیسا ہو جاتا ہے اس کو فرشتوں ہی کی طرح الہام ہوتا ہے اور انہی جیسی کارگزاریاں کرتا ہے اس قسم کے لوگ اکثر کلمۂ حق کو بلند کرنے اور الٰہی جماعت کی امداد کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔

ابن قیم کی تصریح

اور علامہ ابن قیم جو غیر مقلدین کے بڑے مقتدا و پیشوا ہیں وہ خود بڑے زور شور سے اس کے قائل ہیں چنانچہ ایک جگہ کتاب الروح صفحہ ۱۴۶ میں فرماتے ہیں:

ولہا بعد مفارقۃ البدن شان اخر و فعل اخر وقد تواترت الرؤیا من اصناف بنی ادم علی فعل الارواح بعد موتہا ما لا تقدر علی مثلہ حال اتصالہا بالابدان من ھزیمۃ الجیوش الی قولہ و کم قد رئی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر فی النوم قد ھزمت ارواحہم عساکر الکفر والظلم الخ۔

بدن چھوڑنے کے بعد روح کی بات ہی اور ہو جاتی ہے بلکہ کام بھی مختلف

مذاق کے آدمیوں سے یہ مشاہدہ بہ تواتر ثابت ہے کہ مرنے کے بعد روحوں نے وہ کام کیے ہیں جو قید بدن میں رہنے کی حالت میں کر ہی نہیں سکتی تھیں مثلاً لشکروں کو پسپا کرنا وغیرہ ۔۔۔۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ بارہا حضورؐ اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ و عمرؓ خواب میں دیکھے گئے جن کی ارواح نے کافروں، ظالموں کے لشکر کو پسپا کر دیا۔

نتیجہ

پس بے شک "یا عباد اللہ اعینونی" میں عباد سے نفوس قدسیہ اور ارواح مقدسہ بھی مراد ہیں اور ان سے استعانت و استمداد جائز و درست ہے کیونکہ یہ تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

اے عزیز! جو سالک عرفانی میدان میں چل رہا ہے اس کا نفس کبھی قابو سے نکل جاتا ہے اس کو عروج سے ہبوط میں ڈالتا ہے۔ انبساط سے انقباض میں لاتا ہے، نور سے ظلمت کی جانب لاتا ہے ؎

نہ نازو چنیں نفس سرکش چناں
کہ عقلش تواند گرفتن عناں

پھر غریب کیونکر نہ چلا اٹھے:

اغثنی یا رسول اللہ و امددنی یا حبیب اللہ ط

اے اللہ کے رسول میری فریاد رسی کیجیے اور اے اللہ کے حبیب میری امداد کیجیے۔

یا ان کے سچے نائبوں کو کیونکر نہ پکارے:

یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ۔

اے شیخ عبد القادر خدا کے لیے کچھ مجھے بھی عطا ہو۔

امام جزری کا بیان

اور جس طرح امام جزری فرماتے ہیں وقد جرب مرادا یہاں بھی ہزار ہا تجربہ ہے ا

عرفانی دنیا کا نظام یوں ہی چل رہا ہے پس اس کا انکار بجز عمائے بصیرت اور کیا ہے۔ ایک رسالہ ندا، نصیر اللہ مرحوم کا چھپا ہوا ہے مگر مکرر کا پیان اس کی نہیں ہیں، اس لیے ارسال نہیں کر سکتا۔ ربیع الاول شریف میں آ کر دیکھ لیجیو۔ میرے یاد کرنے والوں کو سلام کہو۔

از پھلواری ۲۸ صفر

---

(۷۵)

نورِ چشم من! وعلیکم السلام۔

ہمارا طریقۂ تعلیم

طالب کو پہلے میں درود شریف بتلاتا ہوں۔ بعد ختم اگر ادھر اس کی مناسبت پاتا ہوں تو پھر شغل درود و مراقبات درودیۂ محمدیہ میں لگا دیتا ہوں۔ جب وہ اس میں مستغرق ہو گیا تو اسی شغل درود کو توحیدی طرز میں چلاتا ہوں، اور نورِ محمدی جسے پہلے وہ علحدہ پاتا تھا خود اپنے میں دیکھنے لگتا ہے ؎

ہستم چو نورِ احمد، بر خود درود خوانم

صلِّ علیٰ محمد، بر خود درود خوانم

پھر وہی نور ہر شجر و حجر و در و دیوار بلکہ تمام کائنات میں اسے ساری و طاری نظر آتا ہے ؎

زمین و آسماں باشد محمدؐ

تمامی کن فکاں باشد محمدؐ

پھر وہی نور منبسط الی ہیاکل الموجودات پاتا ہے اور وہ عین نورِ الٰہی ہے۔ "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اور وہی وجودِ مطلق ہے، اسی کا سبب ظہور ہے باقی ہیچ ؎

ہر لحظہ جمالِ خود نوعِ دگر آرائی

شور دگر انگیزی شوقِ دگر افزائی

یہ ہے خلاصہ ہمارے اشغال درودیہ محمدیہ کا!

اور اگر طالب کی مناسبت بعد ختم ورود اس جانب نہیں پاتا تو اس کے عشقی مادّے کو بڑھانے کی فکر کرتا ہوں اور پہلے ذکر قلبی اسم ذات پھر بارہ تسبیح اور دیگر اذکار جہریہ و حبس نفس وغیرہ کا مداوم کرتا ہوں پھر اسی کے مراقبات اور دیگر توحیدی مراقبات کی طرف اس کو لگا دیتا ہوں۔ الغرض ؎

زہر در کہ خواہم خدا را بہ بینم
براں در رخ مصطفٰا را بہ بینم

ایک طریقہ بھی اگر جم جائے تو دوسرا بالکل آسان ہے ورنہ اس کے کیفیات کا آموختہ ہی آموختہ ہو گا۔ ہاں دونوں طریقے ایک دفعہ نہیں جمتے اور بڑی دشواریاں ہوتی ہیں۔ شروع میں انہاک و استغراق ایک ہی انداز میں ہونا چاہیے۔

نور چشم عبد المغنی مجھ سے دور ہیں اور صحبت بھی نہیں، اس لیے ان کے طرز تعلیم میں دقّت پیش آئی۔ اور آخر ان کو مجھ سے یہ شکایت کرنی پڑی کہ شغل درود کے انہاک کے ساتھ توحیدی مراقبات نہیں جمتے۔

اے عزیز! وہ "یا نور" کے ذکر میں اگر نور محمدی کا ملاحظہ کرتے تو یہ دقّت ان کو پیش نہ آتی۔ آگے چل کر وہ خود "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" ہو جاتا۔ معہذا ان کو ضرور وہ مراقبات توحیدی جم جائیں گے، اور شغل درود کی انتہا پر جب پہنچیں گے تو دونوں ایک ہی معلوم ہوں گے ؎

عاشقی خود زیں سرو بازاں سراست
عاقبت ما را بداں سو رہبر است

اور تمھاری نسبت میری یہ رائے ہے کہ تم جس طرح چل رہے ہو اسی طرح چلے چلو۔ تمھاری تمام تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے تمام مشاعر حسیہ سمع و بصر و ادراک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم نوری میں گم کردو۔ اسی جسم نوری اور سمع و بصر محمدی سے حضور حق میں متوجہ رہو کہ بقا ثابت ہو۔ اس سے زیادہ اظہار مدعا کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ عنقریب جب تمھیں اس کا وجدان ہو گا تو خود بخود سمجھ جاؤ گے۔

(۳۸)

نورچشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ آج میں حضرت خواجہ غریب نواز قدس اللہ نفسہ کے آستانے پر حاضر ہوا اور خاک بوسی سے شرف دارین حاصل کیا۔ نورچشم میاں گلو[1] بھی میرے ہمراہ ہیں۔ اندرون گنبد شریف جب حاضر ہوا تو ایک پنجابی بزرگ باواز بلند نہایت خشوع و خضوع سے سورۂ یٰسین تلاوت فرما رہے تھے۔ ان کے پُرتاثیر جذبے سے عجیب و غریب طرح سے حضور اقدس خواجہ کی طرف حضوری ہو گئی۔ اپنے دائیں طرف مولوی عبدالغفور کو دیکھا اور بائیں طرف تمہیں پایا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جذبات جدیدہ پُرزور قوت رکھتے ہیں اور جذبات قدیمہ استقامت و استوا کے مقام میں ہیں لایزید و لاینقص (نہ بڑھے نہ گھٹے) ادھر ہو یا ادھر ہو الآن کما کان (اب بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا) میری طرف سے مولوی عبدالغفور و مولوی ابراہیم و مولوی عبدالقدوس و مولوی عبدالرحمٰن و دیگر عزیزان کو سلام و دعا کہو۔ والسلام۔ از آستانہ اجمیر شریف۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۶ء

---

(۳۹)

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا پہنچا۔ تفصیلی جواب سب کا کہاں تک دیا جائے۔ معاف کرو۔ تمہارے گھر کی حالت قابل رحم ہے۔ خیر جو کچھ ہو تم نے ان لوگوں سے تعلق اپنا اٹھا رکھا ہے۔ میں اس پر خدا کا شکر کرتا ہوں۔ روزے کی برکتیں تم کو مبارک ہوں۔

اہل خانہ کے آزار پر صبر اور اس کے نتائج

حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ کو آپ کے اہل نے بہت تنگ کیا اور ان کے

[1] صاحبزادے حضرت مولانا شاہ غلام حسین صاحب کو حضرت قبلہ اس نام سے یاد فرماتے تھے۔

تقاضے اور سخت کلامیوں سے حضرت موصوف کے مریدوں کو بھی صدمہ پہنچا۔ مگر حضرت فرماتے تھے کہ میرے اہل کی سختیاں قابل عفو ہیں اس لیے کہ ان سختیوں کے صدمے سے اور میرے صبر کے ذریعے سے کشود عرفان مجھ کو بڑھتا ہی گیا۔ "فالحمد للہ علی ذٰلک" پس تم بھی اپنے پیش نظر یہی رکھو۔

اپنی مثال جو دیکھا کرتے ہو یہ تصفیے کی دلیل ہے اور منازل کی سیریں ہیں۔ نہ موجب خوشی ہیں نہ موجب رنج۔ ہاں خواہشات سے جو دلی تنفر تم کو پیدا ہو گیا ہے اگر اس میں پایداری ہو جائے تو میں اس کی بہت عزت و قدر کروں گا۔ سر برہنہ شاہ برابر صوم میں ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کا روزہ ششش عید کے بعد ختم ہوگا۔ یعنی صوم سہ ماہہ۔ بزمانۂ سابق اس خاندان میں اس کا بہت رواج تھا۔ خدا کرے پھر وہ دور آئے اور ریاضتوں کے ذریعے سے صفائے قلب و انکشاف جلوہ افزوں ہو۔

راجہ سنگھ کا اسلام

میاں راجہ سنگھ کے اسلام لانے سے دل بہت خوش ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یمن بھیجا تھا تو فرمایا تھا کہ اے علی! اگر تمھارے ہاتھ پر ایک شخص بھی نعمت اسلام سے مشرف ہو تو بے شمار نعمتوں سے بہتر ہے۔ پس میں بھی اظہار خوشی کرتا ہوں اور ان کا نام شریف محمد پسند کرتا ہوں۔

بعالم خواب میں بغداد حاضر ہوا تھا۔ پھر دوبارہ حضرت سید الشہدا امام حسین سلام اللہ علیہ اور حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ رضا سلام اللہ علیہ کے فیوض سے بہت کچھ مالا مال ہوں۔ والحمد للہ علی ذٰلک عزیزم غلام حسین خاں معدنیات و عبد الجبار اورٹی، ابراہیم و دیگر عزیزان کو سلام و دعا کہو۔ از پھلواری

---

(۴۰)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ

تلاوتِ قرآن

اے فرزند! مولانا فخر الدین زرّادی قدس سرہٗ نے اپنے پیرو مرشد حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ

" مشغول شدن بکلام اللہ فاضل تر یا بذکر ؟ "

آپ نے فرمایا :

" ذاکر را وصول زود تر بود اما خوف زوال ہم بود و اما تالی (قرآن) را وصول دیر تر بود ولیکن چنداں خوفِ زوال نہ بود "

پس ہمارے حلقۂ محمدیہ کو چاہیے کہ خاص کر ماہ مبارک رمضان میں تلاوت قرآن ہی کو شعار و دثار کریں۔ مگر یہ تلاوت معمولی نہ ہو۔ بلکہ مراقبۂ محمدیتِ خالصہ کے ساتھ ہو، جس کی ابتدا یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت فرما رہے ہیں اور ہم سن رہے ہیں۔ اور انتہا اس کی کلام باری بنفسہ ہے۔ نہ وہاں دوسرا سامع ہے نہ قاری ہے جو کچھ ہے وہی ہے ؂

خود بخود نازد و خود با ناز خود

بشنود ہر دم زبورِ خویشتن

اے عزیز! ماہ مبارک رمضان میں جب میری عمر ۳۰ سے کچھ متجاوز تھی تو چند سال تک فقط تلاوت قرآن ہی میں بسر کرتا تھا۔ رات اور دن میں ۲۴ پارے پڑھا کرتا تھا۔ دوپہر کو جب قیلولہ کرتا تھا تو یہ تمیز کرتا تھا کہ میرے ہر بُنِ مو سے مسلسل قرآن کی آواز آرہی ہے، چنانچہ سورۂ واقعہ از اول تا آخر ایک دن اپنے تمام جسم و بن مو سے جو میں نے سنا تھا اس کی لذت بے پایاں اب تک مجھے یاد آتی ہے۔ اس زمانے میں حبس نفس بھی کرتا تھا۔ کچھ مشق کے بعد "سراپا" میں یہ حالت تھی کہ "بِیْ یُبْصِرُ" میں مجھے ایک تیز روشنی معلوم ہوتی اور "بِیْ یَسْمَعُ" میں ایک عجیب صوتِ دلکش سنائی دیتی تھی۔ شاید وہ صوتِ سرمدی کا ظہور تھا جو مقامِ "اَنْھَدْ دَلاَحَدْ" میں ہوا کرتا ہے۔ جس کو ایک بزرگ بھاشا میں فرماتے ہیں ؂

انہد باجے باجن لاگے ۔۔۔۔۔ چور نگریا تج تج بھاگے

خیرات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ اور میں اپنے موضوع سے متجاوز ہو گیا۔

اے عزیز! قرآن شریف میں غایت درجے کی نزہت ہے اور اس کا نزول اوّل اسی ماہ رمضان میں ہوا۔ اس لیے اس ماہ میں تنزیہہ بہت غالب ہے۔ کوئی ایسا کام جو نزہت کے منافی ہو، چاہے حدِ جواز کے اندر بھی ہو مگر نہ کرنا چاہیے۔

رمضان میں سماع سے پرہیز

میں سماع قوالی کو بھی اس ماہ مبارک کے اندر نزہت کے خلاف جانتا ہوں۔ اور اثرِ سماع و تواجد میں فی الجملہ قوتِ بہیمیہ کا بھی ظہور ہے اس لیے مقام صمدیت و نزہت کے وہ بالکل مناسب نہیں بلکہ منافی ہے۔ ہاں وہ لوگ جن میں روحانیت کی تقدیس غالب ہے ان کو ضرور نہ ہو گا۔ مگر وہ لوگ لذتِ قرآنی کے مقابلے میں کسی چیز کو کیا سمجھتے ہیں۔

تلاوت نے سماع چھڑا دیا

حضرت نور قطب عالم چشتی پنڈوی قدس سرہٗ صاحب سماع تھے مگر آخر آپ نے ترک کیا اور فرمایا کہ تلاوتِ قرآن کی لذت نے مجھے اس سے بے پروا کر دیا۔

یہ حظ میرا تم کو اعتکاف میں ملے گا۔ اس پر غور کرو۔ اور اعتکاف کی اصلی غایت یک سوئی ہے۔ اعتکاف میں اگر ترددات خانگی باقی ہیں تو وہ خلوت نہیں۔ جلوت سے بھی بدتر ہے۔ اور اگر دل تعلقات اغیار سے پاک ہے تو عین اعتکاف و خلوت ہے۔ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل — بہ تنہائی اندر صفائے نہ بینی
گرت مال و جاہ است و زرع و تجارت — چو دل با خدا ایست خلوت نشینی

الحمد للہ کل سے ختم دلائل بیک جلسہ بعد نماز عصر مع سورۂ یوسف میں نے شروع کر دیا۔ لنگر نہایت ہی اطمینان سے جاری ہے۔ آج صبح کو تحویل لنگر میں ایک پائی بھی نہ تھی۔ ۲ روپے اندر سے بطور قرض منگائے۔ مگر دو گھنٹے بعد ہی چالیس روپے پہنچ گئے۔ اور داخل تحویل لنگر ہوئے۔ اسی طرح سے سب کام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ چاہیے "ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنِ" میاں عبد الحفیظ صاحب کو شغل ورد و بتاؤ اور درجہ

بدرجہ درودی منازل ان کو طے کرادے۔ مودی صاحبان و دیگر عزیزان کو سلام و دعا کہو۔
والسلام۔ ۲۳۔ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

---

(۱۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ خط تمہارا ملا۔

ہر بات میں مرشد کا مشورہ ضروری نہیں

امور دنیوی، کھیتی باڑی، زراعت و تجارت، لین دین میں مرشد سے مشورہ و استصواب امر ضروری نہیں۔ اس لیے کہ وہ اس کا ذمے دار نہیں ہے۔ ہاں ہر چیز میں دعا کا طالب رہنا چاہیے۔

اے عزیز! حدیث "تابیر النخیل" تم کو یاد ہو گی جس کا آخری حصہ یوں ہے کہ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ سے فرمایا:

انتم اعلم بامور دنیاکم

دنیاوی امور کو تم مجھ سے زیادہ سمجھتے ہو (تمہارا رات دن کا یہ مشغلہ ہے اپنی سمجھ کے مطابق کام کر لیا کرو، مجھ سے مشورے کی ضرورت نہیں)

اب میں تم کو بھی یہی یاد دلاتا ہوں کہ دربارۂ خریداری زراعت جو مناسب حال سمجھو کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

ہاں قرض لے کر ایسی خریداری کو میں نہایت ناپسند کرتا ہوں اور اس کام کے لیے کہیں سلسلہ جنبانی کرنا میرے اور تمہارے مذاق کے بالکل خلاف ہے۔ البتہ زر نقد اگر موجود ہو معاملہ مبارک ہے۔ اس میں نہ فکر ہے نہ تردد۔ نہ بنگلور اور مدراس کے بنگلوں کے دروں پر پہرہ دینا ہے۔ جو کچھ تھا اسے دیدیا، اور تخلیے کے ساتھ درِ حیّ و قیوم و غنی و مُغنی پر سر رکھ کر عرض کر دیا:

"یاحی یا قیوم برحمتک استغیث" اور "یا غنی یا حمید یا مبدئ یا معید یا رحیم یا ودود اغننی بحلالک عن حرامک وبفضلک عمن سواک

مولانا حاجی صوفی وصی الدین صاحب

لکھمنیہ ضلع مونگیر میں پیدا ہوئے۔ مخدوم حسام الدین فاروقی چشتی مانکپوری کی اولاد سے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ہیں۔ ہمارے حضرت قبلہ سے طریقہ صابریہ میں بیعت ہوئے اور اس راہ کا مکمل سلوک طے کرنے کے بعد حضرت کے جمیع سلاسل میں مجاز خلیفہ ہوئے۔ ابتداءً مختلف مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے لیکن ملازمت کی پابندیوں کی طرف دل کا رجحان نہ پاکر سبک دوش ہوگئے اور سارا وقت عبادت و ریاضت، طالبین کی روحانی تعلیم، تذکیر و افتاء، وغیرہ میں بسر کرنے لگے۔ گھر پر درس و تدریس کا بھی کچھ نہ کچھ سلسلہ برابر رکھا۔ کتب بینی کا اچھا ذوق ہے۔ متعدد رسائل مختلف مذہبی مسائل پر ان کی تالیف سے ہیں جن میں سے بعض شائع بھی ہوئے لیکن زیادہ تر ذخیرہ مسودات کی شکل میں ہے۔ کچھ زرعی زمینیں جو آپ کو اپنے بزرگوں سے ترکے میں ملی ہیں انھیں سے گذر اوقات فرماتے ہیں۔ سماع سے پرہیز کرتے ہیں، اور حضرت مرشد کی پوری رضا آپ کو اس باب میں حاصل رہی۔ نہایت رقیق القلب واقع ہوئے ہیں۔ ذکرِ جہری کا ہمیشہ سے ذوق رہا اور اب بھی جب کہ کافی ضعیف و کمزور ہو چکے ہیں اپنے معمولات پر مداوم ہیں۔ متع اللہ المسلمین بطول بقائہ۔

(۱)

راحتِ روان من اکان اللہ لک۔

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میں اس بات سے نہایت ہی خوش ہوں کہ تم نے ابھی سے اذکار کا اہتمام شروع کر دیا۔ اے عزیز! جب جاڑوں کا موسم آتا ہے تو عام لوگوں کو رضائی و لحاف اور دگلے لبادے کی فکر ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے بدن کو گرم رکھیں اور خارجی ٹھنڈک سے محفوظ رہیں۔ اسی طرح سے سالک طالب بھی، جب یہ موسم سرما آتا ہے اذکار جہری کی تیاری میں مشغول ہو جاتا ہے، تاکہ وہ اپنی قلبی حرارت کو بڑھائے اور خارجی ہوائے نفسانی سے محفوظ رہے۔

دوازدہ تسبیح

تم کو بارہ تسبیح جو چشتیہ صابریہ میں ضروریات سے ہے، معلوم ہے اور ایک مدت سے یہ اذکار کرتے بھی آئے ہو۔ پھر نئے سرے سے اس کو اجراء کرو، مگر بارہ تسبیح ہونا، تم جیسے کمزور طبیعت سے اس کی امید نہیں کی جا سکتی، اس لیے جیسا میں نے تم سے زبانی بھی کہہ دیا تھا چار تسبیح پر دوام رکھو۔ ایک سو بار لاالہٰ الا اللہ، ایک سو بار الا اللہ، ایک سو بار اللہ اللہ، پھر ایک سو بار اللہ مگر کمال طمانیت کے ساتھ جلدی نہیں کرنا چاہیے۔ الا اذا غلبک الحال (بجز اس وقت کے جب تم پر خاص حالت طاری ہو جائے) اور ہر ذکر کے بعد اس کا ملاحظہ بھی اور اس میں تھوڑا مراقبہ کرنا بھی ضروری ہے، اشراقِ نورانی اور محویت بغیر ملاحظہ معنی نہیں ہو سکتا ہے۔ اور جب یہ ذکر کرو تو پہلے فاتحہ حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ صاحبؒ و پیران چشتیہ صابریہ پڑھ لیا کرو اور یہ خیال جما لیا کرو کہ ایک نورانی چادر فیوض کی ان پیران طریقہ کی طرف سے چلی آتی ہے اور اس میں ہم لپٹے جاتے ہیں۔

ذکر ہو الحق اور اس کا ملاحظہ اور تین مدارج

اور ذکر "ہو الحق" جب تم شروع کرو تو اس سے پہلے فاتحہ حضرت قبلہ و کعبہ

شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہ العزیز و فاتحہ تمام پیران مجیبیہ کا پڑھ لیا کرو۔ اور "ہو الحق" کا ملاحظہ کیا ہوگا؟ اس کا جاننا بھی بہت ضروری ہے۔ طالب کے تین زمانے ہوتے ہیں۔ ابتداء۔ توسط۔ انتہا۔ اس ذکر میں ہر زمانے کا ملاحظہ بھی علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ مثلاً مبتدی کے واسطے اس قدر خیال ضروری ہے کہ "ہو الحق" یعنی اللہ تعالیٰ موجود ہے، پس "ہو" سے مراد ذاتِ جناب احدیت ہوئی اور حق سے ضد باطل۔ پس گویا یہ ذکر خلاصہ ہے "الاکل شیٔ ماخلا اللہ باطل" کا۔ اور متوسط اسی مبتدیانہ خیال کو تھوڑا بسط اور تفصیل کے ساتھ خیال کرے۔ ہو الحق یعنی وہی ایک وجود محقق ہے دگر ہیچ۔ ع

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست

"ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے"

حق کے سوا کچھ نہیں ہے، اور جسے ہم "ہے" سمجھتے ہیں وہ فی نفسہ معدوم ہے۔

اب رہا منتہی بالخصوص تم، جس کو فی الجملہ پہلے سے آگاہی ہے یوں سمجھنا چاہیے کہ

الحق عندنا الذات والعالم کلہ ظہور الصفات۔

ہمارے نزدیک حق یعنی حقیقت صرف اسی کی ذات ہے اور سارا عالم اسی کی صفات کا ظہور ہے۔

پس "ہو الحق" یعنی یہ صفات عین ذات ہیں یا مختصر یوں سمجھو کہ یہ تفصیل (ظہور و صفات) عین اجمال (یعنی ذات) ہے ؎

آنکہ ہمہ نسبت کہ او پردہ نشیں بود + در حجلہ رغیبت

با صورت زیبا ز نہاں خانہ بر آمد + در عین عیاں شد

یا اس سے بھی مختصر یوں سمجھو کہ مظاہر عین ذات ہیں فی الحقیقت۔ یا یوں کہو کہ ہو سے اشارہ "ہویت محضہ" کی جانب ہے اور الحق سے جمعیت کی طرف۔ الغرض ؎

عباراتنا شتّٰی وحسنک واحدٌ

وکلٌّ الٰی ذاک الجمال یُشیرُ

ہماری عبارتیں مختلف اور تیرا حسن ایک ہے، مگر سب اسی ایک جمال کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ہاں ایک بات اور یاد رکھو حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس نفسہ کا یہ معمول تھا کہ جس صیغۂ ذکر میں کسی طالب کو لذت و ذوق زیادہ غالب ہوتا تو فرماتے کہ اسی میں منہمک ہوجاؤ فَتَجِدُ مَا تَجِدُ وَتَدُوْقُ مَا تَدُوْقُ اور کبھی یہ بھی ہوتا تھا کہ بعضے متوسط لوگوں نے حضرت کے حضور میں عرض کیا کہ مجھ کو فلاں ذکر میں بہت لذت آتی ہے۔ حضرت فرما دیتے کہ بس اسے چھوڑ دو اور دوسرا ذکر تعلیم فرما دیتے، جو چندے نفس پر شاق گذرتا۔

اے عزیز! ان نکات و حِکَم پر غور کروگے تو سمجھوگے رزقنا اللہ وایاکم حلاوۃ کلمات الاولیاء (اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اولیاء اللہ کی لذت کلام بخشے) والسلام

---

(۲۴)

مولانا صوفی وصی الدین۔ السلام علیکم

سبب محرومی

اے عزیز! انوار و تجلیات کے مشاہدے سے جو محرومی ہوتی ہے وہ ہوا و ہوس و لذات شہوانی کے سبب سے ہے، مولانائے رومی کیا خوب فرماتے ہیں ؎

آفت ایں در ہوا و شہوت است

ورنہ ایں جا شکر اندر شربت است

اب ہوا و ہوس کے سبب و علت پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کیا ہے؟ سنو وہ سبب اکل و شرب و آسودگی ہے۔ اس لیے محققین نے فرمایا ہے کہ قوت جسمانی کا تعلق کھانے پینے سے ہے اور قوت روحانی کا تعلق بھوک اور پیاس سے ہے۔

روزے کی حقیقت

چونکہ امت محمدیہ بہترین امم ہے اور ہر طرح کے کمالات اس کو عطا ہوئے ہیں

پس یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ روحانی طاقت اس کی کمزور ہو اور انوار و تجلیات وحدت حقہ کا مشاہدہ اور ادراک اس کا ضعیف ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یوں مخاطب فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ؕ

اے مسلمانو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، امید ہے کہ تم صاحب تقویٰ ہو جاؤ گے۔

پس صوم ایسی معقول عبادت ہم پر فرض کی گئی جس سے تمام ہوا و حرص و ہوس کی تاریکیاں دور ہو کر تصفیۂ روح بآسانی ہو سکتا ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ اور چونکہ روزے دار (صائم) کو کھانے پینے سے بے تعلقی و بے پروائی ہوتی ہے پس یہ استغنا اس کا تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ ؕ (اللہ کی سیرت اختیار کرو) کے رنگ سے متلون ہو کر اس کو مقام تنزیہ تک پہنچا دیتا ہے۔ بس وہ اپنے مولا سے لگ گیا۔ اور مولا نے اسے اپنا بنا لیا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے یوں مژدہ سنوایا:

کل حسنة بعشر امثالها الی سبعمائة ضعف الا الصوم فانه لی وانا اجزی به

ہر نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنے تک ملتا ہے بجز روزے کے کہ یہ خاص میرے لیے ہوتا ہے اور اس کا یہ بدلہ بھی میں ہی دوں گا۔

اے عزیز! یہ "لی" عجیب لذت بخش و فرحت افزا ہے۔ روزہ اور روزے دار بس ان کا ہو گیا اور اس کے گوش حقیقت میں یہ صدا آ رہی ہے ؎

ترا از من وصل از من عید از من نو بہار از من
دل از من دوستی از من وفا از من قرار از من

اے عزیز! اس حدیث کی شرح میں شراح نے عجائبات و غرائبات نقل کیے ہیں مگر ہمارے کبراء نے تو یوں فرمایا ہے:

ان الاستغناء عن الطعام والشراب من صفات اللہ تعالیٰ فکانہ یتقرب الی اللہ یشبہ صفتی من صفاتہ وان کان تعالیٰ لاشبیۃ لہ فی صفاتہ

کھانے پینے سے بے نیاز رہنا اللہ کی ایک صفت ہے گویا روزے دار اللہ کی صفات میں سے ایک صفت کی مشابہت اختیار کر کے اللہ سے قریب ہو جاتا ہے، اگرچہ صفات الٰہیہ کی مشابہ کوئی چیز نہیں۔

اور حضرت شیخ محی الدین اکبر قدس سرہٗ نے اس کی توضیح یوں فرمادی ہے:

ابن عربی اور صوم

و لما کان العبد موصوفا بانہ ذوصوم وانہ الصائم ثم بعد اثبات الصوم لہ سلبہ الحق عنہ واضافہ الی نفسہ فقال الا الصیام فانہ لی ای صفۃ الصمدانیتہ وھی التنزیہ عن الغذاء لیس الا لی وان وصفتک فانما وصفتک باعتبار تقیید ما من تقیید ات التنزیہ لا باطلاق التنزیہ الذی ینبغی لجلالی فقلت وانا اجزی بہ فکان الحق جزآء الصوم للصائم

جب بندہ اس صفت سے متصف ہو کہ وہ روزہ دار یعنی صائم ہے تو پھر اس کے لیے صوم ثابت کر کے حق تعالیٰ اس سے یہ نسبت سلب کر کے اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "الا الصیام الخ" بجز روزے کے کیونکہ وہ میرے لیے ہے، اس کا مطالبہ ہے کہ اس کی صمدانیت کی صفت یعنی غذا سے منزہ رہنا میرے سوا اور کسی کے لیے نہیں اور اگر میں نے تجھے اس صفت سے موصوف کیا ہے تو محض اس اعتبار سے ہے کہ یہ تنزیہ بھی تقییدات میں سے ایک معمولی سی تقیید ہے، اس سے مراد وہ تنزیہ مطلق نہیں جو صرف میری ذات کے لیے مختص ہے لہذا میں کہتا ہوں کہ "انا اجزی بہ" یعنی اس کی جزا میں دوں گا

اس لیے روزے دار کے صوم کی جزا خود حق تعالیٰ ہے۔

صوم مخدوم الملک اور داتا گنج بخش کی نگاہوں میں

اور بعض بزرگوں نے اس تقریر سے فی الجملہ نزول کرکے اس جملہ حدیث کو دیدار الٰہی پر محمول کیا ہے، حضرت مخدوم مناشیخ شرف الدین بہاری قدس سرہٗ کیا خوب فرماتے ہیں،

"در کشف المحجوب است کہ روزہ تن را بلا بود و دل را صفا و جان را ولا بود وسر را لقا و چوں دل صفا یافت و جان ولا یافت وسر لقا یافت چہ زیاں وارد اگر تن بلا یابد و ہم ازیں معنی ارشاد حضرت رسالت است؟

کل عمل ابن آدم یضاعف الی سبعین الا الصوم فانہ لی و انا اجزی بہ گفتہ اند الصوم لی یعنی الصائم لی[۱]

کہ در عرب صفت ذکر کنند و موصوف خواہند۔ اگر او را گفتندے کہ سگ ایں در دولت او را جائے بنودے تکیف بادشاہ عالم جل جلالہٗ روزہ دار را گوید تو مرائی و می فرماید انا اجزی بہ یعنی جزائے او لقا و رویت من است چنانکہ مقتولان محبت را گفت: من قتلہم محبتی فدیتہ رویتی[۲]

اے برادر چوں صفائے دل از کدورات سبعی و لقائے سر از ظلمات بہیمی کہ سبب وصول و کشف است بصوم حاصل می شود پس صوم را دولت بزرگ دال۔"

الکلام یجر الکلام بات کہاں سے کہاں جا پڑی۔ المختصر اے عزیز! بھوکا اور پیاسا ہونا اور اپنی خواہشوں پر قابو رکھنا عجیب دولت ہے بزرگوں نے فرمایا ہے:

"سیری جوے ست در نفس کہ می رسند آنجا شیاطین و گرسنگی جوے ست

---

[۱] آدمی کے ہر عمل کی جزا ستر گنا تک دی جاتی ہے بجز روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا، "روزہ میرے لیے ہے کا مطلب ہے " روزہ دار میرے لیے ہے۔"

[۲] جو میری محبت میں مقتول ہوا اس کا خون بہا میرا دیدار ہے۔

ور روح کہ می رسند آنجا فرشتگان "

اور حضرت سید الطائفہ جنید قدس سرہٗ نے فرمایا ہے:

حضرت جنید اور صوم

ما اخذنا التصوف عن القیل والقال ولکن عن الجوع وترک الدنیا وقطع المالوفات والمستحسنات

یہ میرا عرفان صوفیانہ لفاظی کی بدولت نہیں ہے بلکہ جب تمام اپنی خواہش اور مرغوب چیزوں کو چھوڑا بھوکے رہے دنیا سے بے سروکار ہوئے جب یہ نعمت ملی ہے۔

شاہ مینا اور صوم

اور حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہٗ یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

جوع طعام خویش کن تا بقبول حق رسی
چونکہ قبول حق شدی بر ہمہ خلق ناز کن

صوم اور حضرت عائشہ رضؓ

اور عوارف میں ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ نے فرمایا:

ادیموا قرع باب الملکوت یفتح لکم قالوا کیف ندیم قالت بالجوع والعطش والظمأ

اے لوگو جب ہمیشہ در ملکوت کھٹکھٹاتے رہو گے تو وہ دروازہ تم پر کھل جائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کس طرح کھٹکھٹائیں تو آپ نے فرمایا بھوک اور پیاس سے۔

اے عزیز! اکثر بزرگان دین جو مدتوں کھانے پینے سے محترز رہے اور صوم دوام پر قائم رہے آخران کے عرفان کے حالات تم نے دیکھے اور سنا کہ از کجا تا کجا رسیدند۔ حضرت غوث الثقلین سات آٹھ برس تک جنگل اور صحرا میں رہے، غذا سے بالکل بے سروکار تھے، حضرت بابا فرید گنج شکر کی فاقہ کشی اور کاٹھ کی روٹی مشہور و معروف ہے بلکہ ان حضرات

کے یہاں کشود باطن کثرت یا دوام صوم پر موقوف ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا قدس سرہٗ ایک دن قیلولے میں تھے کہ مجھے خیال گزرا کہ اس پیرانہ سالی میں باوجود کمال عرفان اب حضرت کو روزے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا:

گنج شکر کا قول

"بابا نظام الدین تُہ تلث کشایش ایں راہ تعلق بدوام صوم دارد"

یہ فرما کر حضور نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔

صوم اور مولانا رومی

سبحان اللہ مولوی رومی قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے:

لب فرو بند از طعام و از شراب
سوئے خوان آسمانی کن شتاب

اور ان بزرگوں کا روزہ فقط بھوکا اور پیاسا رہنا نہ تھا بلکہ ان کو "صوم عما سوی اللہ" ہوتا تھا۔

صوم کے تین درجے

انھیں حضرات نے فرمایا ہے کہ روزے کی تین قسمیں ہیں:

اوّل: روزۂ عوام کہ کھانا پینا اور بی بیوں کی صحبت سے بچنا،

دوم: روزۂ خواص کہ ان چیزوں سے بچنے کے ساتھ گناہوں یعنی فسق و فجور سے بھی بچنا،

سوم: روزۂ اخص الخواص ہے جس کو صوم القلب بھی کہتے ہیں یعنی "امساک عما سوی اللہ" خدا کے سوا سب سے پرہیز۔ یہاں غیر حق سے روزہ ہے اور مشاہدے سے افطار۔

اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی یہی روزہ نصیب کرے۔

برکات رمضان

اے عزیز! یہ شہر مبارک رمضان ہے اس کی قدر و منزلت کرو۔ یہ وہ متبرک ماہ ہے کہ:

اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ اسی مہینے میں قرآن نازل ہوا۔

اسی لیے تلاوت قرآن اس مہینے میں بہت کی جاتی ہے۔ اپنے حزب معنیہ کے ماوراء تراویح میں ختمات کیے جاتے ہیں۔ اگلے لوگ نہایت باہمت تھے۔ اور ان کے اوقات میں برکاتِ الٰہی کا ظہور ہوتا تھا۔ سو! حضرت بابا فرید گنج شکرؒ رمضان مبارک کی ہر شب کو نماز میں دو ختم قرآن فرماتے تھے۔ اور دس پارے علاحدہ پڑھتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخؒ فرماتے ہیں کہ میں ان ختمات میں شریک ہوا ہوں۔

اے عزیز! روزہ عجیب عبادت ہے کہ تمام عبادات کی لذت اس میں دوبالا ہو جاتی ہے اور ہر کار خیر ذکر و فکر کے انوار، روزے میں بہت ہی جلد پُر زور کر کے پُر نو افگن ہوتے ہیں۔ میں اپنے شباب کے زمانے میں ختمات قرآن کے ماسوا اس ماہ صیام میں ایک ختم ورد و طریقہ بھی کیا کرتا تھا۔ جس دن میں کثرت ورد کرتا تھا عصر کے وقت سے یہ مشاہدہ ہوتا تھا کہ ورد میرے ہر بُن مو سے جاری ہے اور اس کی ایسی لذت ہوتی تھی کہ باوجود موسم گرم کے دل یہ چاہتا تھا کہ دن کچھ اور بڑھ جاتا اور ابھی غروب نہ ہوتا۔ اسی طرح سے جب کثرت تلاوت قرآن میں تھک کر کبھی لیٹ جاتا تھا تو ہر بُن مو سے بلکہ در و دیوار سے بھی قرآن کے آیات صاف طور سے سنائی دیتی تھیں۔ مگر وہ عجب سننا تھا کہ کان نہیں سنتے تھے مگر ہم سنتے تھے اور حظِ اوفیٰ حاصل تھا۔ اے عزیز! تم اذکار جہریہ کے مداوم ہو اس لیے تم کو روزے میں وہی "سلطان الاذکار" جاری ہے۔ فالحمد للہ "قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ" کا یہ عملی حصہ ہے اور اذکار جہریہ کے حلقے سے ذوق و شوق وجد و حال تو رمضان المبارک میں بے شک زیادہ ہو گا مگر میری خاطر سے یہ حلقہ بند کر دو اور اپنے حلقے والوں کو تلاوت قرآن کی تاکید کر و حضور کے ساتھ۔ اور نمازِ معرفت کی دھیرے دھیرے تعلیم دو اور "اللہ اکبر" کا مراقبہ خوب مشق کرا لو۔ جب آگے بڑھاؤ۔ اور تمام نمازیں فرض و سنت سب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیچھے پڑھا کرو۔ بس سمجھ جاؤ ایہا العاقل تکفیہ الاشارۃ اور شاغلین ورد کو بتا دو کہ تشہد میں سلام و درود کے وقت گہری نظر کریں۔

فافہم۔ والسلام

---

(۴۷)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ!

شیوخ نقشبندیہ اور تصور شیخ

بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تم نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے حضرت قبلہ جناب مولانا فضل الرحمٰن مرادآبادی قدس سرہٗ کے یہاں تصور شیخ نہیں ہے، اور مجددیہ طریقے میں بھی شاید نہیں ہے۔

اے عزیز! العجب کل العجب! بدیہیات اور یقینیات سے لاعلمی؟ اس سے زیادہ اور کیا کم عقلی ہو گی۔ سنو! ہمارے حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن نے اپنے ابتدائے سلوک میں حضرت شاہ حیدر علی صاحب مجددی سے استفاضہ کیا ہے۔ پھر ان کے پیر و مرشد اعلیٰحضرت شاہ محمد آفاق مجددی قدس سرہٗ کی خدمت میں جاکر بیعت کی اور تمام و کمال طریقۂ علیہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ کرکے آپ کے خلیفۂ اجل ہوئے اور یاد رکھو کہ تمام طرق کے باعتبار خاص کر اس نسبت علیۂ مجددیہ میں رابطہ و برزخ و تصوّر کی ضرورت بہت ہی زیادہ ہے۔ مکتوبات حضرت مجدد میں جابجا اس کی تصریح ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی اگر وہ تصور آجائے تو حضرت مجدد اس کو قبیح نہیں فرماتے۔ اور حضرت ایشاں خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں برابر نسبتِ رابطہ و تصور شیخ کی تاکید اکید فرماتے ہیں، ہم لوگوں نے حضرت قبلہ کو آخر عمر شریف میں پایا۔ جب آپ نے اشغال و اوراد کی تعلیم کا دروازہ بند کر دیا تھا، الا ماشاء اللہ، اور فقط بعض اذکار مسنونہ کے بتلانے پر کفایت فرماتے تھے۔ البتہ وہ طالب جو استعداد لے کر حاضر ہوتا وہ استفاضے سے بے حد کامیاب ہوتا تھا اور حضرت قدس سرہٗ کی نسبت خاصّہ اس پر محیط ہو جاتی تھی مگر عام لوگوں میں فقط حاجت روائی و تصرفات جاری رہتے تھے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ اسی پر مامور تھے۔ ہاں سعادتِ بیعت کا فائدہ عام تھا، الغرض حضرت صاحب کی نسبت یوں کہنا کہ وہ تصور شیخ کو غلط بتلاتے تھے بہتان عظیم ہے۔ کسی طریقے کا کامل ہو ایسے مفید

طریقے کو غلط نہیں بتا سکتا۔ اور یوں تو بعض لوگوں نے مجھ سے بھی کہا کہ آپ کے پھلواری کے طریقے میں تصور شیخ نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارے یہاں تو ازابتدا تا انتہا تصور شیخ ہے۔ مگر چونکہ ہمارے یہاں اویسیت ہے اس لیے اصلی شیخ ہمارا محمد رسول اللہ صلعم ہے، ان کا تصور ہمیشہ ضروری ہے اور اس سے خود بخود شیخ و مرشد بعیت سے بھی رابطۂ کامل پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالغنی محدث مجددی رحمۃ اللہ علیہ جب شمائل ترمذی کی تدریس میں اس مقام پر پہنچتے کہ امام حسن علیہ السلام نے ہند بن ابی ہالہ سے فرمایا حضرت صلعم کے حلیے کی نسبت "صف لی شیئًا اتعلق بہ" یعنی حضور صلعم کا حلیہ بیان فرما دیجیے، تاکہ میں اس سے تعلق پیدا کر دوں۔ تو آپ فرماتے کہ بس یہی تعلق پیدا کرنا تصور شیخ ہے۔ معنون ایک ہے، عنوانات کثیرہ ہیں اور ہمارے حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن فرماتے تھے کہ صحابہ جو حضرت کے بعد کانی انظر الی وجہ رسول اللہ صلعم[1] کہا کرتے تھے یہ تصور شیخ نہیں تو اور کیا ہے؟

صاحب "صراط مستقیم" و "مائۃ مسائل" نے اس مسئلہ میں عجیب غلط فہمی پیدا کی ہے اور اس قدر غلو کیا کہ بت پرستی اور شرک قرار دیا "معاذاللہ من ذٰلک" ہمارے یہاں تو یہ تصور شرک مٹانے اور توحید کی جلوہ گری کے لیے کیا جاتا ہے، یہ کس قاعدے سے شرک ہو گا؟ کج فہم اسے بت پرستی سمجھا کریں مگر ہم اس سے بت پرستی کے خیال کو بھی مٹا دیتے ہیں بقول حضرت مولانا ے

رومی اور تصور یار

چوں خلیل آمد خیالِ یارِ من
ظاہرش بت باطنِ او بت شکن

طالب سالک کو ان مسائل میں مجموعۂ فتاویٰ وغیرہ ڈھونڈنا اور مولویوں کے افتا سے تشفیِ خاطر کرنا حقیقت میں سلوک و عرفان سے محروم رہنا ہے۔ یہاں شیوخ طریقت کا فتوٰے

---

[1] گویا میں حضور کے چہرۂ انور کو دیکھ رہا ہوں

درکار ہے نہ کہ فقہا و متکلمین کا۔ شیوخ طریقت کا اجماع ہے کہ بلا ملاحظۂ شیخ کبھی سالک کو کشود نہیں ہو سکتا۔ امام عبدالوہاب شعرانی لطائف المنن میں فرماتے ہیں:

امام شعرانی اور تصور شیخ

وقد اجمع اشیاخ الطریق علی ان من لم یقدر علی ملاحظۃ شیخہ و مراقبتہ حال العمل لا یصح لہ مراقبۃ الحق تبارک وتعالی فی حال طاعتہ ابداً۔

مشائخ طریقت کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ اگر طالب نے اپنے عمل ریاضت کے زمانے میں شیخ کا ملاحظہ اور اس کا مراقبہ نہ کیا تو پھر کسی طاعت الٰہیہ میں بھی اس کو مراقبۂ الٰہی پر قدرت نہ ہو سکے گی۔

نواب سید نورالحسن خاں اور تصور شیخ

نواب سید نورالحسن خاں صاحب[۱] نے جو مجمع ملفوظ حضرت مولانا قدس سرہٗ شائع کیا ہے اس میں صاف طرح سے موجود ہے کہ جناب مکرمی حضرت شاہ الٰہی بخش صاحب جو اجل خلفائے حضرت موصوف سے تھے ان کو حضرت موصوف نے تصور شیخ بتلایا اور اسی سے ان کو کشود ہوا۔ باوجود اس صراحت کے پھر حضرت قدس سرہٗ سے انکار نقل کرنا محض غلط بیانی ہے۔

---

(۴۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میں نے دو قطعہ خط تمھیں لکھنؤ بھیجے۔ تم گگری چلے گئے۔ اس لیے وہ خطوط تم کو نہ ملے۔

تعزیت

مرحوم یعقوب کا صدمہ واقعی سخت صدمہ ہے اور چونکہ تمھارا قلب اختلاج سے ماؤف

[۱] نواب سید صدیق حسن خاں صاحب کے بڑے صاحبزادے (بھوپال ہاؤس لال باغ لکھنؤ)

ہے اس لیے زیادہ صدمہ پہنچا۔ ایسی حالت میں جزع و فزع سب قابل عفو ہیں۔ مگر اے عزیزہ! ہر مصیبت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنا چاہیے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عالم سے اٹھ جانا، اس سے زیادہ مصیبت خیز و درد انگیز کوئی واقعہ ہو گا؟ کیا حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کا وہ جملہ جو انھوں نے حضرت انس سے فرمایا تھا تم کو یاد نہیں ہے کہ:

یا انس کیف طابت انفسکم ان تحثوا التراب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے انس! تمھارے دلوں نے کیونکر گوارا کیا کہ تم رسول اللہ صلعم پر مٹی ڈال آئے۔

تم آج کل اسی حدیث پر غور کرو۔ یہ حدیث سب غم غلط کر دیتی ہے، اور سنو! حضرت معاذ بن جبل یمن میں تشریف رکھتے تھے ان کے ایک فرزند نے انتقال کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تعزیت کا خط لکھا۔ حصن حصین میں وہ مکتوب درج ہے جس کے آخری فقرات یہ ہیں:

حضور اکرمؐ کا تعزیت نامہ

ان احتسبت فاصبر ولا یحبط جزعک اجرک فتندم واعلم ان الجزع لا یرد شیئاً ولا یدفع حزناً وما ھو نازل فکان قد وقع۔

اگر تم کار ثواب سمجھو تو صبر کرو۔ تمھارا نالہ و شیون تمھارے اجر کو ضائع نہ کر دے کہ تم کو ندامت ہو۔ یاد رکھو کہ نالہ و فریاد سے گئی ہوئی چیز واپس نہیں آتی اور نہ اس سے غم ہی دور ہوتا ہے۔ جو بات نازل ہونے والی تھی نازل ہو چکی۔

مجھے خدا سے امید ہے کہ یہ جملے تمھارے لیے تسلی بخش ہوں گے اور سمجھ جاؤ گے کہ یہ جزع و فزع محض بے سود و لا یعنی ہے۔ صبر و استقلال سے کام لو کہ مادر تناہ کا یہ اعن کا بز" (جیسا کہ ہمیں بزرگوں سے یکے بعد دیگرے ورثے میں ملا ہے۔

ذکر جہری کو بالکل موقوف کر دو۔ قصیدہ غوثیہ کا ورد جو ناغہ ہوگیا ہے اس کو اب پورا کر لو۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کو جو تم نے خواب میں دیکھا ہے نہایت مبارک ہے اور کوٹھے کی تعبیر رفعت مقام ہے اور پائے سے مراد ایمان و عرفان کا ستون ہے۔ اور دعا ئے معنی میں لفظ "لا تکن علی" ہے۔ محاورے میں یہ معنی ہیں کہ مجھے مجبور نہ کر دے۔ والسلام

---

(۵)

راحت روان من نور کم اللہ تعالیٰ! از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیۂ سلام و دعا پذیرا نمایند۔ اما بعد حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کی دل خراش علالت نے مجھ میں اب اتنی تاب و توانائی کہاں باقی رکھی ہے کہ میں رسل و رسائل کے سلسلے کو قائم رکھ سکوں؟ جب کبھی آپ لوگوں کو جواب مل جائے غنیمت سمجھیے۔ آج کل اخباری مضامین و سلسلۂ تالیفات و جوابات استفتاء و روحانی و تعلیمی دفتر سب کے سب بند ہیں۔ کیا یہ ہمیشہ کو بند رہے گا یا پھر حسب دستور سابق جاری ہو جائے گا اس کا علم اللہ ہی کو ہے، وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ؎

مزارات پر چادر

ہاں چند امور مختصر طور پر لکھے دیتا ہوں۔ بے شک تھوڑے دنوں سے یہاں مزارات پر چادریں زور شور سے چڑھنے لگی ہیں۔ قوالی بھی ہوتا ہے جناب سجادہ نشین صاحب قبلہ بھی ہم راہ ہوتے ہیں، نئی نئی شوقیہ غزلیں بھی ہوتی ہیں مگر مجھے ابھی شرکت کی نوبت نہیں آئی، اور میں نے اپنے حضرت قبلہ کے زمانے میں یہ انداز نہیں دیکھا تھا۔ مگر اے عزیز! اس کے یہ معنی نہیں کہ میں ان افعال کو قطعی و یقینی گناہ سمجھتا ہوں۔ حاشا و کلا۔

سنو! انما الاعمال بالنیات ؎ جب تک کرنے والوں کی نیت کا حال معلوم نہ ہو

ہیں کیونکر کوئی حکم لگا سکتا ہوں۔ اگر محض نمائش ہے تو قطعاً حرام ہے اور اگر ذوق و شوق ہے اور پیروں کی قبور مبارکہ کی عظمت و توقیر مقصود ہے تو کوئی وجہ ناجوازی کی نہیں۔ اب رہا بعض فقہا رحمہم اللہ تعالیٰ کا حرام و بدعت لکھ دینا تو اس فقیر کے نزدیک یہ محض ان کا تشدد ہے۔ بدعت سیئہ و مذمومہ وہ ہے جو مخالف شرع ہو یہاں کوئی مخالفت نہیں۔ فی الجملہ قبور و اہل قبور کی تعظیم نصوص سے ثابت ہے۔ پھر یہ طریقہ تعظیم بھی جو اسی کی فرد عن الافراد سے ہے، کیوں ناجائز و حرام ہو گا۔

شاہ ولی اللہ اور تشریح بدعت

شاہ ولی اللہ محدث اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں:

والبدعة على ثلاثة اقسام: قسم هو الاخذ بالنواجذ لما حث عليه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من غير عزم ردمثاله التراويح وهي الحسنة۔ وقسم هو الاخذ بعادات مباحة لم تعهد في السلف وهو هيّن۔ وقسم فيه ترك المسنون او تحريف المشروع وهي ضالة

بدعت کی تین قسمیں ہیں: ایک ہے کسی ایسی چیز کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا جس کی حضورؐ نے ترغیب دی ہو اور اس پر زور و تاکید نہ کرائی ہو جیسے تراویح، یہ بدعت حسنہ ہے۔ دوسرے جائز عادتوں کی پابندی کرنا جس کی سلف نے پابندی نہ کی ہو اور یہ بدعت ہیّن (معمولی) ہے۔ اور تیسرے کسی مسنون چیز کا ترک کرنا، شرعی حکم کی تحریف کرنا یہ ہے بدعت ضالہ۔

امام عبدالغنی نابلسی اور چادر قبر

معہذا اگر بعض فقہا حرام کہتے ہیں تو بعض اکابر فقہائے حنفیہ اس کو بدلیل جائز بھی بتاتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالغنی حنفی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص رسالہ ہے "کشف النور عن اصحاب القبور"۔ اس رسالے سے تفسیر روح البیان جلد ا صفحہ ۷۸۴ میں منقول ہے:

قال الشیخ عبد الغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحٰب القبور ما
خلاصتہ ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ فبناء
القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم
والثیاب علی قبورھم امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی
اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر۔ انتہٰی مختصرا

شیخ عبد الغنی نابلسی نے کشف النور عن اصحاب القبور میں جو کچھ کہا ہے اسی کا
خلاصہ یہ ہے کہ: جو بدعت حسنہ مقصود شرع کے مطابق ہو اس کا نام بھی سنت
ہے، لہٰذا علماء، اولیاء، اور صلحا کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا، اور ان کی قبروں
پر چادریں، عمامے یا دوسرے کپڑے رکھنا جائز ہے بشرطیکہ اس کا مقصد
لوگوں کی نگاہوں میں ان کی عظمت پیدا کرنا ہو، تاکہ وہ قبر والے کی بے حرمتی
نہ کریں۔

اور اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ فروعی مسائل مختلفہ میں کسی طرف نکیر و ملامت
نہیں کی جا سکتی ہے۔ پس بہ ہمیں وجوہ میں ان لوگوں پر کوئی ملامت نہیں کر سکتا۔

میرے خواب واوہام

یہ تو مسئلے کے متعلق بات تھی وہ ختم ہو گئی۔ میں نے ایک دن یہ دیکھا کہ مثل زمانۂ دوازدہم
ربیع الاول شریف میرے مکان میں بہت سے میرے حلقے کے لوگ جمع ہیں، میاں وزیر
بریلوی ہیں اور نم ہو اور لکھمنیہ وغیرہ کے بہت لوگ ہیں۔ مٹھائی خوانچوں میں آئی، اور ایک
سینی میں حضرت قبلہ کے مزار اقدس کی چادر ہے، قوال بھی ہے۔ میاں قبتی اور حقیر و خاں مع
جماعت کثیرہ ہیں۔ خوانچہ میاں وزیر و شریف کے سر پر ہے۔ کبھی حسن میاں، کبھی حسین میاں
اس خوانچے کو اپنے سر پر لیتے ہیں اور میں نہایت ہی وجد میں ہوں۔ قوال یہ غزل گا تا ہے اور
عجیب جوش وخروش ہے۔

مرشد عارفاں کی چادر ہے | نصر جنت مکاں کی چادر ہے
راہ جنت بتائی جس نے ہمیں | اسی خلد آشیاں کی چادر ہے

مونس و غمگسار ہے جو مرا یہ اُسی مہرباں کی چادر ہے
مست ہوں آج میں کہ سر پہ مرے میرے پیر مغاں کی چادر ہے

یہ آخری شعر جب گایا گیا تو میں نے اپنے سر پر وہ خوانچہ لے لیا، اس کے بعد کا مسلسل واقعہ یاد نہیں رہا۔ مگر اس غزل کی دھن اور لے سب یاد ہے۔ ابھی قریب کا واقعہ ہے کہ یہ دیکھا کہ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کے مزار مبارک کی چادر محض نور کی چادر ہو گئی اور مزار سے اٹھ کر عجیب طرح سے مجھ سے اور میرے فرزندوں سے لپٹ گئی اور قبر مبارک سے آواز آتی ہے:
اللّٰھم ھٰؤلاء اھلبیتی (اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں) ؎

فکان ما کان ممالست اذکرہ
فظن خیرًا ولا تسال عن الخبر

جو کچھ پیش آیا اس کا ایک حصہ مجھے یاد نہیں۔ بس بہتر ہی گمان کرو اور واقعہ مت پوچھو۔

اے عزیز! یہ سب میرے اوہام و خیالات ہیں جو کبھی متشکل ہو جاتے ہیں مگر کوئی کچھ کہے میں تو ان سب کو بھی متبرک ہی سمجھتا ہوں، اور جذبات محبت کا ثمرہ سمجھتا ہوں۔

اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھوٰی
فصادف قلبی فارغًا فتمکنا

میرے اندر اس کی محبت اس وقت آئی جب میں محبت سے واقف بھی نہ تھا۔ اس محبت نے میرے دل کو خالی پایا تو وہاں جم گئی۔

---

(۱۶)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! وعلیکم السلام۔ ابھی تمھیں خط لکھ رہا تھا کہ تمھارا خط پہنچا۔ سچ ہے الشوق یجر الشوق (شوق کو شوق کھینچتا ہے)

اے عزیز! تمھارے رنج و الم کی داستانیں سب پڑھیں اور سنیں۔ مگر جو میں نے پہلے

لکھا تھا وہی پھر لکھتا ہوں۔ سنو! بزرگوں نے فرمایا ہے ؂

شدائد کے بعد ہی مقصود حاصل ہوتا ہے

من ظن انه یصل الی محل عظیم بغیر مقاسات الشد آئد

المقتله۔ امنیته فی برادی الهلاك

اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ بغیر تکلیفات و مصائب و رنج والم اٹھائے ہوئے ہم منزل مقصود پر پہنچیں گے تو یہ خیال اس کا اس کو میدانِ ہلاکت میں ڈال دے گا ؂

اگر بر وصلت لیلیٰ برغبت خاطرے داری
چو مجنوں فرد باید بود از خویش و ہم از خویشاں

اور ایک بزرگ نے خوب کہا ہے ؂

اے دل زہوس بر سر کارے نہ رسی — تا غم نہ خوری بہ غمگسارے نہ رسی
چوں مثل حنا سودہ نہ گردی برسنگ — ہرگز بہ کف ہیچ نگارے نہ رسی

رنج و خوشی سب اسی کی طرف سے ہے

عارف کے نزدیک رنج و خوشی دونوں یکساں ہیں کیونکہ وہ ان کا جلال ہے تو یہ ان کا جمال ہے۔ دونوں حال میں اسے محبوب ہی کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ معاذ اللہ اگر کوئی دوسرا پیش نظر ہو تو بس گیا گذرا ہوا حضرت ابن الفارض کے قصیدہ "تائیہ" کا یہ شعر تم کو یاد ہو گا ؂

ولو خطرت لی فی سواك ارادۃٌ
علی خاطری سهوًا حکمت بردّتی

اگر میرے دل میں تیرے سوا کوئی ارادہ بھولے سے بھی پیدا ہو تو میں اسے ایک طرح کا ارتداد سمجھتا ہوں۔

تم نے لکھا ہے کہ شاید اب زندگی تھوڑی باقی ہے۔ اے عزیز! زیادہ ہو تو کیا اور کم ہو تو کیا جو ہو وہ محبوب کی یاد اور اس کی رضا میں بسر ہونا چاہیے۔ بس اسی کی کوشش کرو اور باقی سب ہوس و خطرات ہیں ؂

فرد گر دولت بیدار تمنا داری
ایں شب عمر بسر کن بدر پاک نبی

اور حضرت قبلہ فرماتے ہیں ؎

اے نفس شاد باش کہ عمر عزیز تو
خواہم کہ در بروئے محمدؐ بسر شود

مجلس شریف و محفل منیف کے انوار دیکھنا مبارک۔ اگر شغل درود میں مستقیم رہو گے تو پھر اس کی تفصیل بھی دیکھو گے۔ شب دوشنبہ اور شب جمعہ کو ایک خاص فاتحہ حضرت مولانا محمد وارث رسول نما قدس سرہٗ کا اسی نیت حضوری سے پڑھا کرو۔ اور انوار و تجلیات جو بین النوم والیقظہ تم دیکھا کرتے ہو وسط سلوک میں ایسا بہت ہوتا ہے۔ اسے بھی نعمت کبریٰ سمجھو اور شکر کرو کہ بموجب وعدۂ الٰہی ولئن شکرتم لازیدنکم "نورٌ علی نور" تک پہنچو گے اور خود اپنے آپ کو نور پاؤ گے۔ والسلام

---

(۷)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

رقت و شکستگیٔ دل کی دو قسمیں

اے عزیز! رقتِ قلب و شکستگیٔ دل نعمت غیر مترقبہ ہے ایسے وقت میں مراقبات و صحبت مرشد و ارتباط با قلب شیخ جلد جلد موجب ترقیات و ایصال الی المطلوب ہوتے ہیں۔ مگر اس رقت و شکستگیٔ دل کی دو صورتیں ہیں۔ کبھی دنیاوی صدمات مثلاً بیوی لڑکے کا غم، مال و متاع و معاش و جائداد کا تلف ہو جانا، اس سے بھی قلب میں رقت تو ضرور آتی ہے مگر قلب کی روحانیت و انوار و تجلی کو ضعف بلکہ موت کا سامنا ہوتا ہے اللھم احفظنا منہ (اے اللہ! ہمیں اس سے محفوظ رکھ)۔

دوسرا عنوان یہ ہے کہ کثرتِ ریاضت و ذکر و جذباتِ عشقیہ نے قلب میں رقت

پیدا کر دی ہو۔ بس یہی رقت قلب اس راہ میں مفید و جاذب کیفیات و تجلیات ہے۔ اور پہلی صورت میں شیخ نہایت قوی التاثیر ہو جب ممکن ہے کہ وہ رقت دنیہ کو اس رقت مفیدہ سے بدل دے اور استحالۂ حالتِ سفلیہ کا حالتِ علویہ سے ہو جائے۔

بعض متشیخین کی غلطی

لیکن یہ بہت مشکل کام ہے۔ میں نے اکثر متشیخین کو دیکھا ہے کہ وہ ایسے غمزدہ مصیبت کے مارے طالبوں کی جانب جلد متوجہ ہو جاتے ہیں اور ان کو اشغال و اوراد بتلا دیتے ہیں اور پھر ان کے گریہ و بکا و وجد و حال پر نازاں رہتے ہیں۔ یہ ایک عظیم الشان مغالطہ ہے جس سے طالب اگرچہ شاغل و کاسب رہے مگر کشود کا دروازہ اس پر مفتوح نہ ہو گا۔

میرا طریقہ

میرے پاس بھی ایسے طالب آیا کیے ہیں۔ میں نے پہلے ان کو درود شریف بتایا تاکہ ان کے قلب پر نزول سکینہ ہو۔ پھر توبہ و استغفار کی تعلیم کی تاکہ وہ اپنے مصائب کو شامت اعمال سمجھیں۔ جب ان کو اپنی عصیاں شعاری اور شامت اعمال کا یقین ہو گیا اور یہ بھی سمجھے کہ یہ مصائب ہمارے لیے سنبھلنے کا تازیانہ تھا اس وقت قلبی صلاحیت پیدا ہوئی اور وہ پھر اپنے رستے پر لگ گئے۔

اے عزیز! اس وقت تمہارے قلبی حالات بھی بہت نازک ہیں۔ ابھی تم نے قصیدۂ غوثیہ کی زکوٰۃ دی ہے اس سے قلبی ادراک کو تمہارے بے حد فائدہ پہنچا۔ ادھر شغل درود نے تمہیں اپنی طرف کھینچا۔ انوار و تجلیات کا انعکاس پڑنے لگا اور اسی درمیان میں میاں یعقوب مرحوم کی موت کا صدمۂ عظیم آ پہنچا، اور اس نے جیتے جاگتے قلب کو موت نہیں تو ایک بلا کی تاریکی میں ڈالنا چاہا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ تمہارے قلب کو اسبابِ سفلیہ اپنی طرف جذب کرتے ہیں یا انوار علویہ اپنی طرف اڑا لے جاتے ہیں؛ فالامور دائر بینھما (معاملہ انھیں دو کے درمیان اٹکا ہے)

میرا جہاں تک تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ تم اگر ذرا سنبھلے اور یقین کر لیا کہ یہ وقتِ امتحان

ہے اور مقام ابتلا ہے اور پھر اپنے کام میں حسب دستور لگے رہے تو یہ ماتمی زنگ آئینۂ دل سے دور ہو کر صفا و انجلا کو دوبالا کر دے گا پھر جو پاؤ گے پاؤ گے، دیکھو گے جو دیکھو گے اور جمال وجلال کی سیر کرو گے ؎

گہ بہ لطفم می نوازد گہ بناز م می کشد
زندہ می سازد مرا آں شوخ و بازم می کشد

مرزا نوشہ غالب نے کیا خوب کہا ہے ؎

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

ربنا لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکفرین یہاں قوم کافرین سے دہ مردوے اور شیاطین مراد ہیں جو اپنے وسوسے اور ظلماتی افواج سے قلعۂ دل کی نورانی دیواروں کو گرانا چاہتے ہیں اور ایمانی و عرفانی جواہرات کو لوٹنا چاہتے ہیں ؎

خانۂ دل گے خراب مباد
زانکہ یک گوشۂ ولایت اوست

---

(۸)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ پریشانیٔ قلب کے دفعیے کی صورت بجز ذکر الٰہی کے ہرگز کوئی اور نہیں۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ''

اخلاص دین

پس اے عزیز! دوام ذکر اور وقوف قلبی میں مشغول رہو اور ایسے مشغول رہو کہ خیالات غیر بالکل دل سے محو ہو جائیں اور وہ خالصاً مخلصاً للہ ہو جائے۔ شرکت خدا کو پسند نہیں اسی لیے ریا و سمعہ والی دینداری اصلی دینداری نہیں اور کیونکر ہو :

وَ لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ

اللہ ہی کے لیے خالص دین (اطاعت) ہے۔

اے عزیز! جب خلوص دل پیدا ہو جاتا ہے، اور خالص دل خداوند کے حضور میں پیش ہوا

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ

جب وہ (حضرت ابراہیم) اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر حاضر ہوئے

تو اس وقت رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوتے) کا

کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ خدا مجھے اور تمہیں فائز المرام کرے۔ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ والسلام

---

(۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ موسم سرما اب قریب ختم ہے۔ اذکار جہریہ کا سلسلہ اب موقوف کرو۔ اور اپنے اہل حلقہ کو شغل درود کی جانب متوجہ کرو۔ نئے لوگوں کو جو ختم درود شریف سے فارغ ہو گئے ہوں ان کو بھی تدریجی طور سے یہ شغل بتاؤ۔ قاضی نصیر سلمہ اللہ تعالیٰ کو ہم نے خود بتلایا ہے اور "سہ ہزارہ" پر بھی وہ دوام کریں۔ تم ان کی طرف متوجہ رہو۔

شغل درود کے وقت میرا معمول

فقیر نے مشغولی درود شریف کا وقت بعد نماز صبح رکھا ہے۔ پہلے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتا ہوں بلسان قلب و روح جو الفاظ میں اس طرح ادا ہو سکتا ہے:

الصلوٰة والسلام علیك یا رسول اللہ! یا قائد الغر المحجلین، یا شفیع المذنبین، یا رحمة للعلمین وعلیٰ وزیریك ابی بکر وعمر وعلیٰ ختنیك عثمان وعلیٌ وعلیٰ سبطیك الحسن والحسین وعلیٰ بنتك فاطمة الزهراء وسائر بناتك وبنات بناتك وازواجك وذریتك وعشیرتك واصحابك وانصارك واشیاعك واولیاء امتك اجمعین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد

یارسول اللہ، اے روشن چہروں اور روشن پیروں والوں کے امام۔ اے گناہگاروں کے شفیع، اے رحمۃ للعالمین، صلوٰۃ وسلام ہو آپؐ پر، آپؐ کے دونوں وزیروں ابوبکر وعمر پر، آپؐ کے دونوں دامادوں عثمان وعلی پر، آپؐ کے دونوں نواسوں حسن اور حسین پر، آپؐ کی صاحبزادی فاطمہ زہرا پر، آپؐ کی تمام دوسری بیٹیوں اور نواسیوں پر، آپؐ کی ازواج پر، آپؐ کی ذریت پر، آپؐ کے خاندان پر، آپؐ کے اصحاب پر، آپؐ کے انصار پر، آپؐ کے گروہوں پر، آپؐ کے اولیائے امت پر، ان سب پر۔ اے اللہ صلوٰۃ بھیج ہمارے آقا محمدؐ اور ان کی آل پر۔

پھر مشغول ہوجاتا ہوں۔ یہاں تک کہ گم ہوجاتا ہوں۔ باقی ذوق وکیف بزبان قلم ادا ہی نہیں ہوسکتا۔ عنقریب تم خود اسے پالوگے۔ ہاں یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ کبھی وقت سلام خلفاء راشدین واہل بیت کے انوار بھی اپنی طرف جذب کرلیتے ہیں اس وقت عجیب حالت ولطف پیدا ہوجاتا ہے۔

آج کا انکشاف

آج صبح کی مشغولی میں "علی ازواجك" کے ملاحظے میں ایسا انکشاف ہوا کہ تمام ازواج طاہرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سامنے کھڑی ہیں۔ سب سے اقرب حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ ہیں، مجھے ان کی جناب میں وہ فرط جوش ہے جو فرزند کو ماں کے ساتھ ہونا چاہیے۔ پھر حضرت ام سلمہ، اور ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ ہیں مگر ان میں اس قدر تابانی ہے کہ ان کے عکس نے سامنے کی زمین کو منور کردیا ہے۔ وہ از سرتا پا نور ہیں، تمام ازواج میں تنویر ان کی بہت ہی غالب ہے۔ اے عزیز! یہ تنویر اس جناب کی بوجہ وفور علم وتفقہ کے ہے۔ میرے خیال میں عموماً صحابۂ کرام سے ان کا تفقہ زیادہ ہے۔ اور وہ علم ودرایت میں

حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کے لگ بھگ ہیں۔ ان کی تنویر نے حدیث شریف

فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی الطعام

(عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کی تمام کھانوں پر)

کے مطلب کا خوب ہی انکشاف کرا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھے اور تمہیں ان کے فیوضِ طاہرہ سے مالا مال کرے۔

---

(۱۰)

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ یہ آیۂ پاک آخر سورۂ عنکبوت کی ہے۔ اس کے معارف پر اگر غور کرو گے تو تمام صوفیانہ دفتر تمہارے پیش نظر ہو جائیں گے۔

جہاد کی دو قسمیں

اول معنی مجاہدہ کو خیال کرو کہ زمانۂ اسلام میں جس طرح کافر متمرد سے جہاد کیا جاتا تھا کہ اس کو قتل کیا جاتا تھا یا اسیر کر کے قابو میں کر لیا جاتا تھا اسی طرح نفس کافر متمرد سے بھی جہاد ہوتا ہے اور وہ مردہ کر دیا جاتا ہے یا اپنے قبضہ و تسخیر میں لایا جاتا ہے کہ پھر سرکشی و بغاوت کی امید نہ رہے۔ جہاد کفار سے غرض دنیا میں امن و امان قائم کرنا تھی اور اپنا پاک و مقدس خیال پھیلا کر فتنہ و فساد کو مٹانا ہوتا تھا۔ پس اسی طرح جہاد نفس سے غرض دل و دماغ کو آلائش ہوا و ہوس سے پاک کرنا اور فتنۂ وسواس سے امن و امان قائم کرنا ہے، تاکہ انوار و تجلیات کا مورد ہو اور جس طرح جہاد ظاہری میں آلات حرب کی ضرورت ہوتی تھی اسی طرح جہاد نفس کے لیے بھی آلات حرب یعنی اقسام ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جس طرح جہاد ظاہری کے لیے ایک امام مفروض الطاعۃ کی ضرورت تھی کہ:

من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃً جاھلیۃً

جو شخص امام وقت کو پہچانے بغیر مرجائے اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

اسی طرح جہادِ نفس کے لیے بھی ایک امام مفروض الطاعۃ کی ضرورت ہے، جس کو شیخ و مرشد کہتے ہیں، اور بمقتضائے

من لا شیخ لہٗ لا دین لہٗ

جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔

بغیر مرشد و شیخ جہادِ نفس غیر مفید و ناجائز۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ،

اطاعت کرو اللہ کی، رسول کی اور اپنے اولی الامر کی۔

اولی الامر

میں "اولی الامر" امرائے ظاہری و باطنی دونوں پر حاوی ہے اور جس طرح وہاں اس کی اطاعت ہے یہاں بھی ہے۔ سچا امام اور باضابطہ امیر کبھی کوئی حکم خدا و رسول کی مرضی کے خلاف نہیں کرتا۔ اس کا حکم عین حکم خدا اور رسول ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود | گرچہ از حلقوم عبداللہ بود
چونکہ کردی ذات مرشد را قبول | ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

فِیْنَا کی تفسیر

خیر یہ باتیں تو "جَاھَدُوْا" کے متعلق تھیں۔ اب آگے چلو "فِیْنَا" یعنی ہم میں، مفسرین اپنے اپنے فہم کے مطابق ایک ایک مضاف مقدر کرتے ہیں اور یوں لکھتے ہیں:

فی حقنا و لوجھنا و من اجلنا و لقربنا و لرضانا و لطلبنا۔

ہمارے حق میں، ہماری رضا کے لیے، ہمارے قرب کے لیے، ہماری وجہ سے، ہماری خوشنودی کے لیے اور ہماری طلب کے لیے۔

میں کہتا ہوں،

فینا ای فی صفاتنا و ذاتنا و شئونتنا

ہم میں یعنی ہماری صفات، ذات اور مختلف شانوں۔

اس لیئے کہ ہمارے مجاہدۂ نفسی میں انھیں شئون و صفات و ذات کو دخل ہے، دگر ہیچ۔

ہدایت سُبل

آگے ارشاد ہوتا ہے "لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" یعنی جو شخص میرے لیے مجاہدہ کرے تو اس کو ہم اپنی راہوں کی ہدایت کرتے ہیں۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

ای سبل التیسر الینا و الوصول الی جنابنا

ہماری طرف آنے کی اور ہماری جناب تک پہنچنے کی راہیں۔

اور یہ بہت ہی خوب فرماتے ہیں مگر اے برادر یہ مثل مشہور ہے "الرفیق ثم الطریق" (پہلے ساتھی پھر راستہ)۔

پس اس "سیر الی اللہ" کے لیے ایک رفیق کی ضرورت ہے جسے مرشد و شیخ کہتے ہیں اور اس کی معیت درکار ہے اس لیے کہ یہ بھی ارشاد ہے کہ کونوا مع الصّٰدِقِیْن" پھر اگر مرشد صادق مل گیا تو سیر بخوبی ہوگی ورنہ کنارے ہی پر کھڑا رہ جائے گا۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس سیر الی اللہ کا تعلق چشم ظاہر یعنی بصارت سے نہیں ہے بلکہ یہ سیر، قلبی بصیرت ہے جہاں وحدت کی تجلّی تمام تشخصات وجود کو فنا کر دیتی ہے، اور کسی قسم کے شرک کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا جیسا کہ سورۂ یوسف میں فرمایا گیا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ط

کہہ دو کہ یہ ہے میرا راستہ، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرے متبعین بصیرت پر قائم ہیں۔ اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں۔

اور یہاں پر جس کو "سُبُلَنَا" فرمایا گیا اسی کو دوسری جگہ "صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ" فرمایا گیا اور یوں کہنے کے لیے ارشاد ہوا:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ — مجھے سیدھی راہ چلا

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ

ان کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

اور اس سبل و صراط پر چلنے والے جن کو انعام تجلیات سے شرف حاصل ہوا اور پھر نزولِ سکینہ سے ان کو شرح صدر ہوا ان کی خود تصریح بھی فرمادی ہے کہ وہ کون لوگ ہیں :

مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۔

نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحوں میں سے۔

نبی تو سب سے اعلیٰ ہے۔ اس کی جبلّت میں عصمت و طہارت ہے اور وہ بالکل نور ہی نور ہے۔ ہر دم مشاہدے میں ہے۔ ظلمت و تاریکی کبھی اس کے گرد نہیں آتی۔ پس جو لوگ اس کے قدم بہ قدم چلے اور اس کے صدق و صفا سے منوّر ہو گئے یہاں تک کہ قطبیت کبریٰ ان کو حاصل ہوئی، وہ صدیقین ہیں اور جو لوگ ان کے قدم پر چلے اور اس سبیل کے انوار و تجلیات نے ان کو عالم شہادت میں پہنچایا اور

اَللّٰهُ حَاضِرِیْ اَللّٰهُ نَاظِرِیْ اَللّٰهُ شَاهِدِیْ اَللّٰهُ مَعِیْ "

اللہ میرے پاس موجود ہے، مجھے دیکھنے والا، مجھ پر نظر رکھنے والا اور میرے ساتھ ہے۔

میں مستغرق ہوئے تو وہ شہدا ہیں، اور جو لوگ ان کے قدم پر چلے اور مجاہدات سے ان کے قلب میں صلاحیت پیدا ہوئی اور پھر

صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ

سارا جسم درست رہتا ہے۔

کا مقام ان کو حاصل ہوا اور ان کی قلبی صلاحیت ایسی منظورِ نظر ہوئی کہ

یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ

وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

کا ان کو مشاہدہ ہوا پس وہ صالحین ہیں۔ سبیل، صراط، طریق سب بمعنی راہ ہیں، مگر اب متاخرین کی اصطلاح میں اس کو طریق ہی کہتے ہیں اور جو لوگ اس روش پر چلتے ہیں ان کو

ارباب طریقت کہتے ہیں۔ قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی وغیرہ وغیرہ سب طریق ارباب معارف اور سب سبل اللہ ہیں اور صراط مستقیم ہیں، اور ہمارے حضرت جنید و شبلی و شیخ عبدالقادر و شیخ ابو نجیب و خواجہ معین الدین و خواجہ بہاء الدین رضوان اللہ علیہم اجمعین والذین اتبعوھم رحمۃ اللہ علیہم[1] یہ سب کے سب انعمت علیہم میں ہیں۔ اور صدیقین، شہدا و صالحین انھیں حضرات کا لقب ہے۔ اب آگے ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ط

بے شک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

معیت محسنین

یعنی یہ امر محقق ہے کہ جن لوگوں نے میری راہ میں مجاہدہ کیا اور رستے پر لگ گئے وہ اب معمولی انسان نہیں ہیں بلکہ وہ صاحب احسان ہیں اور محسنوں کے ساتھ میری معیت ضروری ہے۔ پھر اب غفلت کہاں؟ اور دوری کہاں، تاریکی کہاں، حجاب کہاں؟

کنت سمعہ و بصرہ بی یسمع و بی یبصر

میں اس کا کان اور آنکھ بن جاتا ہوں کہ وہ مجھ ہی سے سنتا اور دیکھتا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ متفق علیہ احادیث میں ہے کہ جبرئیل نے عرض کیا:

مالاحسان یا رسول اللہ؟

یا رسول اللہ احسان کیا چیز ہے؟

آپ نے فرمایا:

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں سمجھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

یہ دو مراقبے تعلیم کیے گئے ہیں، اول میں استغراق و مشاہدہ ہے، دوم میں حاضری اللہ

---

[1] اور جو لوگ ان کے متبع ہیں ان پر رحمت خدا ہو

ناظری اللہ کا ملاحظہ ہے۔ یہ مراقبات مومن کو احسان کے درجے میں لاتے ہیں اور زمرۂ محسنین میں داخل کرتے ہیں اور محسنین کو معیت الٰہی لازمی ہے۔ پس محسنین کی شان سے ہے ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ کے مراقبات میں مستغرق رہیں اور قرب و معیت کی تجلیات سے نور ہی نور ہو جائیں۔

معیت کی تنزیہ

اور یہ پاک معیت وہ تنزیہی معیت ہے کہ یہاں زمانی و مکانی بحث کا گذر نہیں اور حلول و اتحاد کا نام نہیں سریان و طیران کو دخل نہیں۔ اس کی کوئی مثال ہی نہیں ہو سکتی ہے۔ سمجھانے کو اسی قدر کہہ سکتے ہیں کہ جیسے جان کو جسم کی معیت ہے بس

وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

اللہ کے لیے اعلیٰ مثال ہے۔ تیرا رب یعنی رب العزۃ ان تمام باتوں سے بلند ہے جو لوگ بیان کرتے ہیں، رسولوں پر سلامتی ہو اور حمد اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

اے عزیز! ان حقائق و معارف پر غور کرو اور ارباب طریقت کا دامن پکڑ کر کھلی شاہراہ پر آجاؤ اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا یہ یاد دہانی ہے پس جو چاہے وہ اپنے رب کی طرف راہ اختیار کر لے۔ والسلام

---

(۱۱)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ تفصیلی خط تمہارا ملا۔ دل کو راحت ہوئی۔ یہاں کے حالات بدستور ہیں، اور بہر حال اپنے مولا کا شکر کرتا ہوں۔

اے عزیز! بزرگوں نے فرمایا ہے:

صدور الاحرار قبور الاسرار

آزاد منشوں کے سینے بھیدوں کی قبریں ہوتی ہیں۔

اور کیا خوب فرمایا ہے۔

بعض اسرار کا اظہار نامناسب ہوتا ہے

واقعی اسرار و معارف کے لیے زبان بیان کافی نہیں۔ وجدانیات و مشاہدات وہ معنونات ہیں جن کے لیے عنوانات ہو ہی نہیں سکتے ع

این زمیں را آسمانے دیگر است

مرید چونکہ طالب ہوتا ہے اور تجلیاتِ شیخ کا انعکاس اس پر ہوتا رہتا ہے اس لیے وہ اپنے شیخ کی ان باتوں کو جو بزبان قلم کہی جاتی ہیں فی الجملہ ادراک کر لیتا ہے، اجنبی جو ان مصطلحات سے واقف نہیں اور نہ مواجید قلبیہ و مشاہدات غیبیہ سے باخبر ہیں، ان کو وہ تقریر و تحریر فقط غیر مفید ہی نہیں بلکہ مضر ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اکثر بزرگان دین نے اپنے مدرکات کو غیروں سے مخفی رکھا تھا اور ان کے حقائق و معارف لِقَوْمٍ دُوْنَ قَوْمٍ محدود ہے۔ تم نے سنا ہوگا،

مخدوم الملک کے پوشیدہ مکاتیب

حضرت مخدوم الملک شرف جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ العزیز نے اپنے خلیفۂ باختصاص حضرت مولانا مظفر بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے معارف خاصہ کے مراسلات کیے تھے، جس کا ایک کافی ذخیرہ تیار ہو گیا تھا۔ حضرت موصوف نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد یہ اور میرے شیخ کے مکاتیب میری گور میں رکھ دیے جائیں۔ ان رموز سربستہ کا انکشاف موجب برکت نہیں بلکہ موجب فتنہ ہے۔ چنانچہ وصیت کی تعمیل کی گئی۔ مگر اٹھائیس مکتوب جو ایک خریطے میں علٰحدہ تھے وہ باہر رہ گئے۔ جنھیں "مکتوبات بست و ہشت" کہتے ہیں۔ سبحان اللہ وہ کیا ہیں؟ درِ مکنون ہیں۔ یا کبریت احمر ہیں۔ یا عنقائے مغرب ہیں یا جواہر القرآن ہیں یا خلاصۃ الوحی ہیں جو کچھ کہو بجا ہے۔ مگر واقعی عوام کے کام کے نہیں ہیں

ع چشم مجنوں باید آں دیدار را

خطوط گم ہو گئے، رموز دل سے گم نہ ہوں

اب اصل مطلب پر آتا ہوں تمھارے مکتوبات اصل و نقل جو سب کھو گئے اس کا رنج

نہ کرو اس لیے کہ اس میں کچھ تو علمی باتیں تھیں جن کے لیے تمھارے پاس کتابیں موجود ہیں۔ باقی رہے حقائق و معارف و رموز و نکات عارفانہ ان کا تو کاغذ سے گم ہونا ہی مناسب تھا۔ اللہ تعالیٰ دل سے نہ کھوئے۔ معارف کے لیے صفحۂ کاغذ نہیں بلکہ صفحۂ قلوب درکار ہے فرزقنا اللہ وایاکم حلاوۃ الایمان ومعارف الایقان گوگری میں تمھارے رشد و ہدایت کا باب مفتوح ہے، اس پر خدا کا شکر ادا کرو، وہ جس سے چاہے کام لے۔ جس طرح تمھیں عجز ضرور ہے شکر بھی ضرور ہے۔ شکر سے سالک نعمت بالائے نعمت پاتا ہے اور کیوں نہ ہو لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ فرمایا گیا ہے ؎

فارجوا من اللہ نیل المواھب
وربی لما یبتغی العبد واھب

میں اللہ سے بخششوں (عطیات) کی امید رکھتا ہوں اور بندہ جو کچھ چاہتا ہے اس کا بخشنے والا میرا رب ہے۔

والسلام

---

(۱۲)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ

تسکین و تعزیت

کئی دن گذرے کہ مرحوم صدیق اللہ کے طاعون زدہ ہونے کی اطلاع آئی۔ پھر خبر آئی تو یہ آئی کہ وہ غریب راہیِ عدم ہوگیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مجھے اس فرزند سے جتنی محبت تھی تم جانتے ہو۔ پس اس روح فرسا صدمے کو بھی تم سمجھ سکتے ہو کہ کیسا ہے و اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (میں اپنے غم و اندوہ کو اللہ کے آگے پیش کر رہا ہوں) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلیا کے تعلقات میرے فنا ہوگئے فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ غریب شاہ حسیب مدینۂ طیبہ میں ہیں۔ نہیں معلوم وہاں سے آکر اس صدمے سے ان کی کیا حالت ہوگی۔ مگر اے عزیز!

یہ حیات و موت اور خانہ آبادی و ویرانی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمیشہ سے یوں ہی انقلاب ہوتا آیا ہے اور جاری رہے گا۔ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُہَا بَیْنَ النَّاسِ (یہ دن ہم لوگوں کے درمیان اولتے بدلتے رہتے ہیں) مرد عاقل وہ ہے جو صبر و رضا سے کام لے اور سمجھے کہ محبوب کی ہر ادا پیاری ہے بقول حضرت فرد ؎

ہمیشہ خانۂ عشق تو آباد

ہزاراں خانماں ویرانہ کردی

لیکن رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا سے غافل نہ رہو۔ ہاں تمھاری بیماری اور زخم وغیرہ کا بھی تعلق مجھ کو تھا مگر تمھارے خط کے اس آخری جملے سے کہ "بحمداللہ قلبی حالت بہت صحیح ہے۔" بے حد خوشی ہوئی اور غم غلط ہو گیا، اس لیے کہ اصلی صحت قلب کی صحت ہے جیسا کہ فرمایا گیا:

اذا صلح القلب صلح الجسد — دل کی صحت تمام جسم کی صحت ہے

حضرت غوث پاک رضؓ کا جواب

حضرت سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضؓ قدس سرہٗ جب مرض موت میں مبتلا ہوئے اور جسمانی تکلیف نے آپ کو بھی نہ چھوڑا اس وقت تمام عزیزان و فرزندان آپ کے پاس مجتمع تھے۔ حضرت عبدالجبار رحؒ آپ کے ایک فرزند نے پوچھا کہ:

ماذا یؤلمک من جسمک؟

آپ کے کس حصۂ جسم میں کیا درد و الم ہے جس کی آپ کو تکلیف ہے؟

آپ نے فرمایا، اے فرزند!

جمیع اعضائی تؤلمنی الا قلبی فما بہ الم وھو صحیح مع اللہ!

میرے تمام اعضائے جسم مجھے تکلیف دے رہے ہیں مگر میرا دل، کہ اسے کوئی تکلیف نہیں ہے اور وہ خدا کے ساتھ بہت ہی صحیح ہے۔

پس اے عزیز! قلب کی صحت منانی چاہیے اور تمام آفات سے اس کو بچانا چاہیے تمام عرفان کا مدار اسی صحت قلب پر ہے۔ نور و تجلیات بھی حضرت قلب ہیں۔ انھیں کے

جذبات سے سب کچھ ہوتا ہے۔ ودِن ذالک خرط القتاد۔ حضرت غوث الثقلین نے کیا خوب فرمایا،

اذا صلح القلب مع اللہ لا یخلوا منہ شئ و لا یخرج منہ شئ

صحت قلب جب خدا کے ساتھ ہے تو وہ جام جہاں نما ہے سب چیز وہاں پائیے گا اور اس سے باہر کسی چیز کو نہ دیکھیے گا۔

تم نے بیماری میں اپنے ترک وظائف پر افسوس کیا ہے مگر مجھے کچھ افسوس نہیں اس لیے کہ اگر وہ وظائف غفلت قلبی کے ساتھ تھے تو عدم وجود دونوں برابر ہیں لا یعبأ بہا" اور اگر قلبی لگاؤ کے ساتھ تھے اور قلب صحیح ہے تو پھر غم کیا، لو لگی رہنی چاہیے۔

اصلی وظیفہ

اصلی وظیفہ یہی ہے۔ تم محمدی خالص ہو عشق محمدی سے تمھارا دل لبریز ہے پھر ؎

دل ما با دل احمدؐ تعلق ہر زماں دارد ظہور رشتۂ نورے فیوض جاوداں دارد

بس یہی وظیفہ احسن الوظائف ہے رزقنا اللہ وایاکم حلاوۃ القلب و سلامتہ والسلام

پھلواری۔ ۱۴ ربیع الثانی

---

(۱۳)

نورِ چشم من! وعلیکم السلام

گریہ و وجد معمولی چیزیں ہیں

تواجد ورقت و گریہ و بکا اس راہ میں محض ادنیٰ امر ہے۔ کوئی قابل قدر و قیمت شے نہیں۔ ہر دل دردمند کو ادنیٰ تحریک سے یہ کیفیت پیدا ہوتی رہتی ہے البتہ وہ وجد جو جاذبۂ روحانی کی پُر زور طاقت سے ہو وہ آئندہ کے لیے بشارت اور رہنما ہے۔ اس میں نہ قوال کی ضرورت اور نہ غزل اور گیت کی حاجت بلکہ از خود بے خود، کبھی پتہ بھی نہیں لگتا کہ آخر یہ حالت کیوں اور کس طرح سے ہے بلکہ ؎

خود بخود چوں بادہ در جوشم نمی دانم چرا
گہ خروشاں گاہ خاموشم نمی دانم چرا

اب رہی یہ بات کہ ہاتھ پیر کیوں ٹپکتا ہے، قوت بہیمی کیوں بروز کرتی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ روحانی جذبات اس کے قلبی مواجید کو اعلیٰ کی طرف سے جانا چاہتے ہیں اور نورانیت حقہ سے منور کرنا چاہتے ہیں اور یہاں قلبی مواجید جسمانی مقتضیات سے جکڑے ہوتے ہیں، پس دونوں کے کسر وانکسار اور کھینچا تانی میں غریب ہاتھ پیر نہ مارے تو کیا کرے۔ عقل و دانش و ہوش و حواس سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ اے عزیز! عشقی جذبات کی ملک دل پر بادشاہانہ چڑھائی ہے اور خدائی فیصلہ ہے کہ:

ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة وكذلك يفعلون

بادشاہ جب کسی آبادی پر یلغار کرتے ہیں تو فساد برپا کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہی ان کا عام دستور ہے۔

پھر کم بخت دل کیونکر سنبھل سکتا ہے اور ہوش و حواس کیونکر بجا رہ سکتے ہیں، آؤ سنو! حضرت فرد کے اشعار پر غور کرو ؎

بعشق خود مرا دیوانہ کردی — چہ کردی کز خودم بیگانہ کردی
ز عمرے داشتم پیمان تقوی — ہمہ برباد یک پیمانہ کردی
ہمیشہ خانۂ عشق تو آباد — ہزاراں خانماں ویرانہ کردی

مگر اے عزیز! ایک قاعدہ ہمیشہ یاد رکھو کہ اگر ذوق و وجد و جوش و خروش کے بعد قلب میں نورانیت و انشراح پاؤ یا نماز میں لذت بے پایاں پاؤ تو سمجھ لو کہ بحمد اللہ روحانی جاذبہ غالب آیا اور اگر اضطراب و انقباض دیکھو تو سمجھو کہ تو اسے بہیمیہ غالب آئے اور ہنوز دلی دور است۔ اس وقت توبہ و استغفار سے کام لو اور توجہ تام کے ساتھ، یا مفتح الابواب افتح علینا الباب کا ورد کرو۔ تم نے ذکر کیا تھا کہ حلقۂ ذکر جہری میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ اور دیگر پیرانِ طریقت کو موجود پاتا ہوں اور کبھی حضور

صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شرف یاب ہوتا ہوں۔
اسے عزیز! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو مگر کاش حلقۂ ذکر کے ماوراء مراقبات ہیں یہ مثالیں پیش ہوں تو زیادہ قابل قدر وقیمت ہیں۔ بیرونی محرکات سے خود اپنے قلب کا آپ محرک بننا بہت ہی بہتر ہے۔ ذکر جہری کے تمام عادی ہو گئے۔ اب اگر ذکر جہری ترک کر دو اور فقط مراقبات و دوام میں توجہ سے کام لو تو بہت خوش آئند حالت ہوگی۔ ہاں افاضہ و استفاضہ حلقے کے لیے اس کا قائم رکھنا مناسب ہے مگر اسی حد تک۔ فقط۔ والسلام

سبحانك انت اعلم بحقائق الامور فاجعلنی نورًا یا نور
تو پاک ہے ہر چیز کی حقیقت کو تو ہی بہتر جانتا ہے لہٰذا اسے نور مطلق تو مجھے بھی نور بنا دے۔

---

(۱۴)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام دو عا مدعا یہ ہے کہ

ذکر و تبتل کے معنی

"وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا" یعنی اپنے مولا کا نام لو۔ سِرّی ہو یا جہری۔ لسانی ہو یا قلبی، اور ذکر کرنے کے تو معنی ہی ہیں یاد کے جو غفلت کی ضد ہے۔ پھر بھی تنبیہ و تاکید ہے "وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا" یعنی ہر طرف سے ہٹ کر اور رفع تعلق کر کے اپنے مولا کے ہو رہو۔ اس مولا کی طرف اگر تم کو توجہ نہیں تو وائے بدبختی۔ پھر کدھر جاؤ گے۔ کیا کوئی دوسرا رب کریم اور مولائے رحیم ہے؟ واللہ ہرگز نہیں بلکہ وہی مولا تو ہے "رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ" (وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی اور نہیں) دگر ہیچ ؎

پناہ بلندی و پستی توئی
ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی

پس اپنی ہستی موہوم کے زعم سے درگذر کرو۔ اور اس ہستی محقق کی طرف بڑھو "فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا" یعنی

اس کو وکیل بناؤ۔ اپنا سب کاروبار اسی کے سپرد کرو۔ اپنے آپ کو متصرف نہ سمجھو۔ بلکہ یوں یقین کرلو هُوَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ" (جو ارادہ کرے اُسے پورا ہی کرنے والا ہے) میرا رزق، میری عزت، میری آبرو، میری حفاظت سب اسی کے ہاتھ میں ہے اور اسی کا کرم مجھے کافی و وافی ہے۔ اور کیوں نہ ہو خود اس کا وعدہ ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

جو اللہ پر توکل کرے وہ اس کے لیے کافی ہے۔

سنو! دوستی اور پھر وہ دوستی جو خلّت کے زیر سایہ ہو، اس میں دوست پر فی الجملہ بھروسا ہوتا ہے، اس لیے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا بھی دوستانہ بھروسا ناپسند فرمایا ہے اور ارشاد کیا:

لوکنت اتخذ خلیلا لا اتخذت ابابکر خلیلا ولکن خلیلی اللہ

اگر میں کسی کو اپنا خلیل (دوست) بناتا تو ابوبکر کو بناتا مگر میرا خلیل اللہ ہو چکا ہے

پس اے عزیز! لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (رسول اللہ کی زندگی ہی تمھارے لیے عمدہ نمونہ ہے) تو ضرور ہے کہ ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توکل سے کچھ حصہ ملے۔ فھلمّوا دوڑو اپنا حصہ لو۔ اور بہ نگاہِ عبرت حضرت شمس تبریزی کی اس غزل پر نظر ڈالو ؎

اگہ تو در رہ دیں قرب خدامی طلبی | آبرو از در مخلوق چرا می طلبی
من ترا از رگ جاں تو بہ نزدیک ترم | تو مرا در بدر خلق کجا می طلبی

بس اب تقریر ختم کرتا ہوں اور تم لوگوں کے لیے دعائے خیر۔ اور میں اپنی حالت زار کیا بیان کروں۔ آخر عمر ہے مگر عبرت نہیں اور نامۂ اعمال سیاہ۔ بس اللہ ہی کا رحم درکار ہے۔ ایک آیت قرآن اور ایک حدیث بس اسی پر بھروسا ہے۔ آیۃ:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط

رحمت خدا سے مایوس نہ ہو۔

اور حدیث شریف:

من مات وھو یعلم ان لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ رواہ مسلم عن عثمان

جس کی موت اس یقین پر ہو کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں وہ داخلِ بہشت ہوگا۔

بس یہ دعا ہے کہ ربی امتنی مسلماً موحداً وارحمنی انک انت الغفور الرحیم ؕ اے میرے رب! مجھے اسلام اور توحید پر موت دے اور مجھ پر رحم فرما، تو بے شک غفور و رحیم ہے۔

والسلام

---

(۱۵)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تمھاری پریشانیاں انتہا کو پہنچ گئیں۔ تردد پر تردد بڑھتا جاتا ہے۔ بہن اور بہنوئی کی موت کا صدمہ، والدہ کی بیماری، بی بی کی بیماری، بچوں کی علالت، معاذ اللہ سب واقعات روح فرسا ہیں۔ اس پر طرفہ یہ ہے کہ میری بیماری کی خبر بھی تم کو پہنچ گئی۔ یہ رنج ان سب مصائب پر اور بھی محیط ہو جائے گا۔

اللہ کی طرف بھاگو

مگر اے عزیز! یہ بتاؤ کہ تم کچھ کر بھی سکتے ہو؟ کیا مقدرات سے مقابلہ کر سکتے ہو؟ کیا کسی دوسری خدائی میں بھاگ جاؤ گے؟ جب یہ سب کچھ نہیں تو ففروا الی اللہ ؕ

اے عزیز! ھو مولٰکم فنعم المولیٰ و نعم النصیر ؕ آرام و راحت اور تکلیف و رنج دونوں حالتوں میں استقلال اور رجوع الی اللہ سے کام لینا چاہیے۔ تم اہل علم ہو، درویش ہو۔ سلسلۂ صوفیہ سے وابستہ ہو۔ تم کو وہی کرنا چاہیے جو تمھارے بڑوں نے کیا۔

احمد بن سریج اور جنید بغدادی کی دلچسپ حکایت

ایک حکایت سنو! امام احمد ابن سریج ابتدائے زمانہ میں حضرت جنید بغدادی کے منکر تھے اور اچھے کلموں سے ان کو یاد نہ کرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد حضرت جنید کے کلمات معارف سن کر متحیر ہو گئے۔ ایک دن ہر دو بزرگوار کا تعلیمی حلقہ تھا۔ ایک

طرف امام ابن سریج کے فقہ اور حدیث سیکھنے والے طلبا اپنے اپنے کام میں مشغول تھے اور ایک طرف حضرت جنیدؒ کے شاگرد اذکار و اشغال اور مراقبات قرب و معیت میں منہمک۔ حضرت ابن سریج نے فرمایا کہ اے جنید اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب ہمارے طریقے میں ہے یا تمھارے طریقے میں؟

حضرت جنید نے ارشاد فرمایا آپ ہی ارشاد فرمائیں۔ انھوں نے کہا کہ

طریقنا اقرب الی اللہ من طریقکم۔

ہمارا طریقہ باعتبار تمھارے طریق کے اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہے۔

حضرت جنید نے فرمایا کہ آپ نے کوئی دلیل نہیں ارشاد فرمائی، اگر آپ فرمائیں تو میں ابھی دکھلا دوں کہ خدا سے قرب یا بُعد کس کو ہے۔ انھوں نے فرمایا بہت بہتر۔

حضرت جنید نے ایک رفیق سے فرمایا کہ جہاں ہم لوگوں کا حلقہ ہے یہ پتھر اٹھا کر وہاں ڈال دو، چاہے کسی کا سر پھوٹے یا تکلیف پہنچے۔ دیکھو تو ایسے حال میں وہ خدا سے غافل ہو جاتے ہیں یا کیا کرتے ہیں؟ خادم نے پتھر اٹھا کر پھینک دیا۔ تمام حلقے سے تسبیح و تہلیل کا شور بلند ہوا۔ حضرت جنید نے فرمایا کیوں حضرت، آپ نے دیکھا؟ اب آپ اپنے حلقے کو دیکھیے، اور اجنبی خادم سے فرمایا کہ یہ جو فقہا اور مولویوں کا حلقہ ہے اور جہاں حدثنا اور اخبرنا کی یاد ہو رہی ہے اور جہاں "ھذا حلال" و ھذا حرام" کا غل ہو رہا ہے وہاں بھی یہ پتھر پھینک دو۔ اس نے تعمیل حکم کی۔ پتھر کا گرنا تھا کہ تمام طالب علم اور فقہا اچھل پڑے کہ اے کم بخت! تو کیوں اس فعل کا مرتکب ہوا؟ ہم بے قصور ہیں۔ ہم لوگوں کو پتھر مارنا کیونکر جائز ہوا؟

حضرت ابن سریج یہ تماشا دیکھ رہے تھے، پس حضرت جنید سے لپٹ گئے اور ان کے سر مبارک کو بوسہ دے کر فرمانے لگے کہ آج سے میں تمھاری اور تمھاری قوم کی بزرگی کو مان گیا۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ سب کچھ سہی مگر اصلی بزرگی آپ ہی لوگوں کی ہے کہ آپ نے ہم لوگوں کو علم سکھایا اور آپ سے علم سیکھ کر ہم لوگوں نے عمل کر کے یہ صبر و استقلال پیدا کیا۔ حضرت ابن سریج نے کہا ایسی باتیں نہ بناؤ۔ حقیقت میں تم بزرگ ہو کہ علم تو ہم دونوں کو

ہے مگر عمل کا نور تمہارے پاس ہے، میرے پاس نہیں ۔

نتیجہ

اے عزیز! اس حکایت سے میری غرض یہ ہے کہ جیسے حلقۂ جنید نے پتھر کھا کر اللہ اللہ کیا تھا، ہم لوگوں کو بھی جب مصیبت و بلا کا پتھر لگے اور جانچ یا آزمائش کی ٹھوکریں کھانے لگیں تو اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اللہ ہی اللہ کرنا چاہیے۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ العِبَادَةِ۔ (دعا عبادتوں کا مغز ہے) دعا و الحاح وزاری سے کام لو۔

دعا کے خاص آداب اور امام شعرانی

واجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم واسطة بينك وبين الله في كل حاجة طلبتها لانه صلعم كبيرة الحضرة الالهية فسؤالنا ربنا عزوجل بلا واسطة سوء ادب معه صلعم. ولاننا لانعرف الادب مع الله تبارك وتعالى لعدم احاطتنا به عزوجل بخلاف رسول الله صلعم فافهم ذلك - وفي كلام سيدنا عبد القادر الجيلاني رضي الله عنه اياك ان تحذف واسطة رسول الله صلعم وتكلم الله عزوجل بلا واسطة فانك تكون اذا ذاك مبتدعا لا متبعا - والكامل لا يطأ مكانا الا يرى فيه قدم الاتباع لنبيه صلعم فيه ابدا - انتهى (منن - جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)

اللہ سے جو حاجت بھی طلب کرو اس میں اپنے اور خدا کے درمیان رسول اللہؐ کو واسطہ بناؤ کیونکہ حضورؐ ہر وقت بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہیں۔ اس لیے اللہ سے ہمارا بلا واسطہ سوال کرنا حضورؐ کے حق میں سوءِ ادب ہے۔ مزید براں ہم اللہ کا ادب کرنے سے ناواقف بھی ہیں کیونکہ ہم اس کا احاطہ ہی نہیں کر سکتے بخلاف حضورؐ کے۔ اس حقیقت کو خوب سمجھ لو۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ کا فرمانا ہے کہ واسطۂ رسول کو حذف کرنے اور اللہ سے بلا واسطہ کلام کرنے سے بچو، ورنہ تمہارا اشمار متبعین کے بجائے مبتدعین میں ہوگا کامل شخص جس جگہ بھی چلتا ہے وہاں ہمیشہ حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کی

کے بعد سوجایا کرو، اور آخر شب میں پھر اٹھا کرو تو یہ بہت ہی بہتر ہے۔

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا

رات کا اٹھنا (نفس کی) روندنے کے لیے بہت کارگر ہے، اور بات کو خوب پختہ کر دیتا ہے۔

اور بعد نماز تہجد ذکر جہری کا حلقہ اسی وقت مقرر کرو۔ مگر تھوڑی دیر کے لیے تاکہ سحری وغیرہ میں لوگوں کو دقت نہ پڑے۔

احادیث میں وظیفہ یا حیّ یا قیوم

اور قضائے حاجات اور دفع بلیات کے لیے سر بسجدہ ہو کر "یا حیّ یا قیّوم" ایک سو ایک بار پڑھا کرو بکمال خشوع وخضوع۔ یہ طریقہ مسنونہ و ماثورہ ہے۔ بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جنگ بدر میں رسول صلعم عریش میں جلوہ افروز تھے اور اپنے بہادروں کو اجازت میدان دے کر راز و نیاز الٰہی میں مصروف تھے۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بار بار میدان کے کارنامے سے فارغ ہو کر حضور صلعم کو دیکھنے آتا تھا، اور جب دیکھتا تو یہی دیکھتا کہ حضور صلعم سربسجدہ ہیں اور "یا حیّ یا قیوم" بکمال خشوع وخضوع فرما رہے ہیں، یہاں تک کہ تیسری بار جو میں حاضر ہوا تو حضور صلعم نے مژدۂ فتح و نصرت سنا اور سجدے سے سر اٹھایا۔ اے عزیزو! غزوۂ بدر اسی ماہ مبارک رمضان میں ہوا تھا۔ اور سترہ یا اٹھارہ رمضان کو فتح و نصرت نصیب ہوئی۔ پس اس ماہ مبارک رمضان میں ہم لوگوں کو بھی نفس متمرد سے جہاد اکبر کرنا اور فتح و نصرت کا زیادہ امید وار رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے تمام اہل حلقہ کو فتح باب نصیب کرے یا مفتح الابواب افتح علینا الباب والیک المرجع والمآب

دیگر عزیزان کو بھی یہ خط دکھا دیجیو اور یوں کہہ دینا کہ ؎

رومی اور فلسفۂ صوم

چوں ملک تسبیح حق را کن غذا   تا رہی ہمچو ملائک از اذی

اندکے زیں شرب کم کن بہر خویش   تاکہ حوض کوثرے یابی بہ پیش

لب فرو بند از طعام و از شراب   سوئے خوان آسمانی کن شتاب

ایں دہاں بستی دہانے باز شد ... تو خورندہ لقمہ ہائے راز شد

اغتذِ بالنورِ کن مثل البصر ... وافق الاملاک یا خیر البشر[۱]

دیگر عزیزان بالخصوص اپنی خویلی اور بچوں کو سلام و دعا کہو۔

---

(۱۸)

مولانا وصی! السلام علیکم۔

کبرِ نفس کا علاج

تمہارے خط میں عُجب اور ریا کا ذکر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ آفتیں ہیں کہ سالک کا ان کے داؤ پیچ سے بچنا بہت دشوار ہوتا ہے اور بہتیرے سلوک اور ریاضتوں کا ان سے دم بھر میں ستیاناس ہو جاتا ہے۔ سالک کو چاہیے کہ جہاں ان سے سامنا پڑ جائے حوقلہ میں مصروف ہو جائے یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کے معنی کا مراقبہ کرے۔ اور پھر بھی خدانخواستہ اس بلا میں پڑ ہی جائے تو اس کو بلا سمجھے۔ اور اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔ نہ یہ کہ اس کی تاویلات کر کے اپنے کو بری سمجھے۔ نہیں نہیں بلکہ یوں کہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ ط

میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا، نفس تو برائی پر ہر وقت ابھارتا رہتا ہے۔

ضرورتِ شیخ برائے اصلاحِ نفس

سالک کو اسی نفس شیطان کی وجہ سے صحبتِ شیخ کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ صحبت اور شیخ سے فائدہ ہی کیا تھا؟ ظاہری کتاب و سنت پر خود بھی عمل کر سکتا ہے اسی لیے مولانا مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

---

[۱] نور سے غذا حاصل کر اور نگاہ کی طرح لطیف ہو جا۔ اے بہترین انسان! اس طرح تو فرشتوں کے ساتھ موافقت پیدا کر لے۔

نفس اژدرہست باصد مکر و فن | روئے شیخ اورا زمرد دیدہ کن
مدعی گاوِ نفس آمد فصیح | صد ہزاراں حجت آرد نا صحیح
شہر را بفریبد الا شاہ را | رہ نہ تاند زد شہ آگاہ را
نفس را تسبیح و مصحف در یمین | خنجر و شمشیر اندر آستین
سوئے سوھنت آورد بہر وضو | وندر اندازد ترا در قعر او
زانکہ او در خانۂ عقل تو غریب | بر در خود سگ بود شیر مہیب
باش تا شیراں سوئے بیشہ روند | ویں سگان کور آنجا کے روند
مکرِ نفس و تن نہ داند عام شہر | او نہ گردد جز بوحی القلب مہر

مخدوم الملک اور تشریح نفس

اے عزیز! حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ اپنے بعض مکاتیب میں فرماتے ہیں کہ

"ہمہ گفتۂ نفس اینست کہ "لی، "بی، "عشرتی" و با خداوند دعویٰ ضدیت و شلیت در آرد نہ بینی کہ حق تعالیٰ از بندگان طلب کردہ است کہ ثنا بر وے گویند و اورا ستایند و نفس من و تو از ہمہ خلق ہمی می خواہد و خداوند از بندگان طلب کردہ است کہ فرمانہائے اورا بجا آرند و از خلاف فرمان دور باشند، نفس من و تو از ہمہ خلق ہمی می خواہند و خداوند از بندگان طلب کردہ است کہ ہمہ را رغبت بدو بود و خوف ازو کنند، و نفس من و تو از ہمہ خلق ہمی خواہند و دیگر ہمچنیں می شمرد بنظر تحقیق می نگر، ایں ہمہ دعویٰ شلیت و ضدیت ہست یا نہ، انتہی"

نیز انھیں مکتوبات میں ہے کہ

بایزید بسطامی کو جواب حق

"خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ خداوند عزوجل را در خواب دید گفت الٰہی!

عہ الا عبادک منھم المخلصین ۲

"کیف الطریق الیک" یعنی گفت خداوندا! راہ بہ تو چگونہ است؟ فرمود، دع نفسک وتعال یعنی نفس خود را بگذار و بیا، نہ گفت کہ دنیا را بگذار یا خلق را بگذار یا مال واسباب را بگذار و بیا، و یا روزہ دار و نماز گذار، ازیں جا معلوم شود کہ طالب حق را ترک نفس کا فرض عین بود بحکم حال وگرنہ از حق باز ماند اشارت بدیں کرد کہ گفت:

تا دریں حضرت خودی میماندت — صد جہا نے پُر بدی میماندت
زانکہ گر موئے بماند از خودیت — ہفت دوزخ پر برآید از بدیت

اے عزیز! ہشیار! ہشیار! نفس پر تم غالب رہو نہ کہ نفس تم پر۔ اگر تم غالب ہو گئے تو بیڑا پار ہے۔ نفس کی مثال امام بوصیری نے خوب دی ہے ؎

نفس کی مثال

والنفس کالطفل ان تھملہ شب علی — حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم

نفس کی مثال تو شیر خوار بچے کی سی ہے۔ اگر اسے چھوڑ دو تو جوانی تک دودھ پیتا رہے گا، اور اگر دودھ چھڑوا دو تو چھوڑ دے گا۔

کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے

ہاں میاں! کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ سالک "فانی فی الافعال" ہوتا ہے اور اسے اپنا ہر فعل خدا ہی کا فعل معلوم ہوتا ہے، اس وقت اس کو اپنی تعریف وثنا خدا ہی کی حمد وثنا معلوم ہوتی ہے اور اس پر اسے انبساط ہوتا ہے اور سب پر الحمد للہ کہتا ہے، وہاں عُجب و ریا کو ذرا بھی دخل نہیں ہوتا، وہاں کسی کی گنجائش کہاں؟ اگر گنجائش ہو تو فنا نہیں ؎

معنیٔ حسن تو در صورت جاں می بینم
عکس رخسار تو در جام جہاں می بینم

انشاء اللہ عنقریب تم یہ تماشا بھی دیکھو گے، اس وقت تو تم کو میری اس گفتار کا حس نہ ہوگا۔ ہاں جب اس سے آگے بڑھو گے تو اس کیفیت کو سمجھو گے، بس اب رخصت، شروع خط حسن میاں کے قلم کا ہے۔ اگر عصر کا وقت نہ ہوتا تو کچھ اور بھی لکھا جاتا۔ آئندہ

پھر اسی سلسلے کو چھیڑوں گا۔

مولوی عبدالہادی صاحب اور شاہ حبیب اللہ صاحب اور شریفو اکو ضرور میرے خطوط مع حل معنی سنا دیا کرو، اگرچہ روئے سخن تمہاری طرف ہے، مگر وہ بھی مقصود ہیں۔

وہ عورت جنھوں نے خواب دیکھا تھا وہ کون ہیں؟ ان سے مجھے خبر دو۔

آج زبیدہ کو بخار گویا نہیں، مگر عائشہ کو بہت ہے۔ لوگوں کو چیچک کا خیال ہے۔ مگر اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ آج کل بعضے معاملات کی وجہ سے مجھے سخت انتشار رہتا ہے۔ دعا کرو وہ انتشار دفع ہو جائے۔

ربیع الاول شریف ہم محمدیان خالص کے اجتماع و انبساط کا زمانہ ہے، اس لیے اس کی آمد آمد کی ابھی سے مسرت ہے۔ تم بیک جلسہ دلائل الخیرات کا ختم کرو، اور انجام عرس ربیع الاول یعنی مہمانداری زائرین و عاشقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دعا کرو، اور یہ عرض کرو کہ اس زمانے میں انقباض نہ ہو، اور محمد سلیمان، غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آفتاب محمدیت کا فیضان شعاعی و نوری برابر جاری ہے۔

تمہارے ماموں محمد اسحق مولانا صاحب کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ حبیب صاحب شریف کا بھی آج کل بہت خیال رہتا ہے، کوئی سبب ہو گا۔

اب ذکر جہری موقوف کر دینا چاہیے۔ گرمی ہیں بند۔ اب ذکر قلبی اور مراقبہ و شغل درود شریف زیادہ کرو۔

---

(۱۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعا مدعا یہ ہے کہ

ترتیب شریف

"ترتیب شریف" کے متعلق جو تم نے استفسار کیا ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ عمل حضرت سید محمد سعید المخاطب بہ سید میران بھیک صاحب چشتی صابری قدس سرہ

سے منقول ہے۔ ایک فائدہ اس کا یہ بھی ہے کہ حضوری مجلس شریف اس سے حاصل ہوتی ہے یہ نہایت ہی باثر چیز ہے، تم جب اس پر دوام کرو گے بے حد فائدہ پاؤ گے۔

عزیزم میاں محمد شریف اعظم سلمہ اللہ تعالیٰ کو خاص اسی خاندان کے خلیفہ سے اجازت پہنچی ہے۔

حضرت میراں بھیک کا سلسلہ

حضرت میراں سید بھیک قدس سرہٗ اکابر اولیائے چشتیہ صابریہ سے ہیں اور اپنے وقت کے غوث تھے۔ حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ کا سلسلہ جو بتوسط حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی قدس سرہٗ و حضرت محب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ جاری ہوا ہے وہ تو وہی ہے جو ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا سلسلہ ہے اور دوسری شاخ حضرت شیخ ابو سعید سے بتوسط شاہ ابو المعالی انبیٹھوی حضرت میراں جی تک پہنچی ہے، جس میں صدہا اولیائے کامل و مکمل گزرے ہیں، اور اس مقدس خاندان کی محنت و ریاضت اور ذکر جہری اور "ھو نکم سیا یہ یا حبس دم" کی مشاقی بے مثل اور بے نظیر ہے اور توحید کا اعلیٰ انکشاف گویا انھیں کے حصے میں تھا۔ ان حضرات کے فقرا کے تکیے ہوتے تھے جہاں پانچ پانچ سو اور ایک ایک ہزار فقرائے ذاکرین جمع رہتے تھے اور بجز ذکر الٰہی کوئی دوسرا شغل ان کو نہ تھا۔ اس زمانے میں بھی ٹھسکہ شریف ضلع انبالہ کا تکیہ مشہور و معروف ہے۔ حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی جامع طرق و سلاسل تو تھے ہی۔ مگر ان کے بعد۔ اور پھر ان کے بعد بزرگان متاخرین میں نسبت صابریہ فیضان قادریہ سے بالکل مخلوط ہو گئی۔ اور حضرت میراں صاحب قدس سرہٗ کے سلسلے کے جتنے لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ سب نسبت قادریہ سے معمور تھے۔ اور اس سلسلے میں گیارہویں شریف کا بھی دوام ہوتا رہا ہے۔ ماہ ربیع الثانی میں تو اس سلسلے کے پیران بڑے دھوم دھام سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ کا عرس کرتے تھے۔ حضرت میراں جی صاحب کے دادا پیر بندگی حضرت شیخ داؤد جی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ حضرت غوث الثقلین کا عرس کیا کرتے تھے اور طعام داری بہت اہتمام سے ہوا کرتی تھی۔ اتفاق سے ایک سال عرس کا زمانہ آگیا اور حضرت

نکے پاس کوئی سامان نقد وجنس سے نہ تھا، اپنے خلیفہ شیخ سوندھا سے فرمایا کہ "بھئی کسی سے قرض حسنہ لے لو اور عرس کا سامان کرو" وہ بزرگ قرضے کے سامان میں روانہ ہوئے۔ اور حضرت خود قیلولہ کے لیے تشریف لے گئے۔ قیلولے کے بعد شیخ سوندھا کو بلایا، اور فرمایا کہ "قرض نہ لو، اس وقت میں نے حضرت غوث الثقلین کو دیکھا کہ تشریف لاتے اور ایک کاغذ میں کچھ لپیٹ کر مجھے دے گئے اور فرمایا کہ عرس کی فکر نہ کرو۔ اس کاغذ میں سب کچھ ہے۔ یہ عرس کے لیے کفایت کرے گا۔ میں جو اٹھا تو سرہانے وہ کاغذ پایا۔ اس کو کھولا تو گیارہ روپے اور ایک اشرفی اس کے اندر تھی۔ پھر نہایت ہی دھوم دھام سے عرس انجام پایا۔"

یہ حکایت اقتباس الانوار میں بہ تفصیل موجود ہے۔

الغرض یہ مقدس خاندان فیوض غوثیہ سے مالامال ہے۔ حضرت میراں جی کہ اس مقام کے شیخ تھے فرماتے کہ "اسمی کالاسم الاعظم" درحقیقت یہ مقام غوثیت کا اقتضا تھا اور ان کے نام پاک میں اسم اعظم کی تجلی ہوتی تھی، اس لیے ان کے بعض مریدان سلسلہ "یا بھیک! یا بھیک!" کا ذکر کیا کرتے ہیں، اور اس سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔

"یا بھیک" کے ذکر پر تنبیہ

ایک دفعہ عرس رودلی شریف میں فقرا کا مجمع تھا دیر شب کو میں بھی مسجد میں حاضر ہوا، تمام مسجد اور اس کے درو دیوار ذکر الٰہی سے گونج رہے تھے، اور ہر قدم پر اللہ، اللہ کی صدا بلند تھی۔ میں بھی ایک گوشے میں بیٹھ گیا، اور ذکر قدوسی شروع کر دیا۔ میرے قریب کے فقرا "یا بھیک! یا بھیک!" کی ضرب لگا رہے تھے۔ بعد فراغت نماز فجر جب ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو ذاکرین "یا بھیک!" کو نہایت ہی سرشار وحدت پایا۔ مگر تخلیے میں میں نے ان لوگوں سے کہا کہ مسجد میں اور وہ بھی عام طرح سے ایسا ذکر بالکل غیر مناسب ہے وہ لوگ نہایت ہی مقدس تھے، میرے مطلب کو سمجھ گئے۔ دوسری شب کو پھر مجمع ذکر میں پہنچا تو ان لوگوں کو بجائے "یا بھیک" کے "ہو الحق" کا نعرہ بلند کرتے دیکھا اور انوار وحدت سے ان کو مغلوب پایا۔ بعد نماز صبح جب پھر ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو میں نے

پوچھا کہ "ہوالحق" کا ذکر تو میرے خاندان مجیبیہ پھلواری کا ہے۔ انھوں نے فرمایا: "ہمیں تو اس ذکر کا طریقہ صابریہ سے نہیں پہنچا ہے۔ بلکہ یہ خاص ہمارے طریقے کا ذکر ہے۔"

اے عزیز! جب اذکار کی مشاقی سے ملکۂ راسخہ ہو جاتا ہے اور ذاکر فی الواقع ذاکر ہو تو ہر اسم سے کام نکل جاتا ہے۔ "زہر در کہ خواہم خدا را بہ بینم" ؎

صنما بتا بہار ا ملکا نہا نگارا
متحیرم ندانم کہ تو خود چہ نام داری

بس اس کے سوا اور کیا کہوں۔ ع

"ہر اسمے کہ خوانی سر بر آرد۔"

میراں سید بھیک صاحب "قصبۂ کھڑاوٗل" نواح انبالہ کے سادات ترمذی تھے اور اسّی برس کی عمر میں ۱۲۱۱ھ پانچویں رمضان المبارک کو انتقال فرمایا، اور وہیں کھڑاوٗل میں مدفون ہوئے۔ "ٹھسکہ شریف" آپ کا تکیہ مشہور و معروف ہے۔ خزینۃ الاصفیا وغیرہ میں آپ کا ذکر ہے۔

ذکر یانور میں مستی کی بجائے استغراق ہونا چاہیے

اعتکاف میں "یانور" کے ذکر جہری کو قائم رکھو۔ اور ذکر کے وقت تاریکی کو زیادہ پسند کرو۔ اور روشنی میں ذکر چنداں مفید نہیں ہے۔ اور ذکر کے وقت ہمہ تن ہمت اس طرف رکھو۔ رقت، جوش، مستی، وجد یہ سب نہ آنے پائے۔ بلکہ استغراق اور محویت ہو۔ کیونکہ اصل کام کی بات وہی ہے۔ اور عصر سے مغرب تک جمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محو رہو۔ اور اس ذریعے سے آگے بڑھ جاؤ النور المنبسط علی ہیاکل الموجودات وہ نور جو موجودات میں پھیلا ہوا ہے اسی کو نور محمدی سمجھو۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ ؎

از رہگذر خاکِ سر کوئے شما بود
ہر نافہ کہ در دستِ نسیم سحر بود

والسلام۔ فقط

(۲۰)

نورچشم! السلام علیکم وقلبی لدیکم۔ تم نے خط تو لکھا مگر اپنے پڑھنے کی حالت نہیں لکھی، اس لیے میرے قلب کو بڑا ہی تعلق رہا۔ تم اپنے ہر خط میں قلبی حالت اور درستیٔ کیفیات سے مطلع کرتے رہو۔

شباب کی قدر کرو

عزیز من! شباب عجیب زمانہ ہے اس کی نہایت وقعت کرنا چاہیے۔ یہ مادۂ عشقیہ دس برس کے بعد باقی نہ رہے گا۔ اس کو بہت غنیمت سمجھو۔ اگر اس وقت یہ مادۂ عشقیہ محوجمالِ محمدی ہو تو ہمیشہ کے لیے محمدی خالص ہو گے، ورنہ آخر زمانے میں سخت پریشانی ہوتی ہے۔ اور خوب یاد رکھو کہ طالب العلمی سخت آفت ہے، جیسا کہ کمال وفضل وعرفان کی اس سے امید ہوتی ہے وہاں فسق وفجور وغیرہ کی عادت بھی امید ہوتی ہے اور بے ادبی وگستاخی وتعلّی ورقعت بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے۔

مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔

اللہ تعالیٰ تم کو آفات وامراض قلبیہ سے بالخصوص محفوظ رکھے۔ میں بحمد اللہ ہر طرح سے مع الخیر ہوں مگر نہایت ہی متردد ہوں کہ ؎

نہ ہندوم نہ مسلماں نہ کافرم نہ یہود
بحیرتم کہ سرانجام من چہ خواہد بود

اور جو شخص مجھ سے حسن ظن رکھتا ہے اُسے میں نے ورد وظیفہ و دلائل کی اجازت دی تم بتلا دو۔ اور نورچشم شمو کو میرا سلام کہہ دو۔ میں ان کو اپنا فرزند جانتا ہوں۔ اگر طالب العلمی کی جھلکیوں سے وہ بچے تو ضرور وہ بھی میرے ہم مذاق ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

عبدالوہاب کو میرا سلام کہہ دینا۔ فقط

(۲۱)

نورچشم من سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ ایک مدت سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ طبیعت کو نہایت ہی تعلق ہے۔ نہیں معلوم رمضان المبارک تم پر کیسا گذرا اور اس میں تم نے کیا کیا۔ میں اس درمیان میں لکھنئو گیا تھا۔ تمہاری والدہ کو بخوبی فمائش کردی۔ مگر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ کتابوں کے اتمام میں اب جلدی کرو اور اصول و فقہ کی کتاب بھی جلدی پڑھو۔ حدیث شریف و طب کی کتابیں یہاں بھی بآسانی ہو سکتی ہیں۔ مولوی عبدالوہاب صاحب سے مجھ سے ملاقات نہ ہوئی۔ دو چار دن ہوئے کہ ایک ریلوے مسافر سے فقط آپ کا سلام پہنچا۔ غالباً اب وہ داخل حیدرآباد ہو گئے ہوں گے۔ اور میں بحمد اللہ مع الخیر ہوں، مگر ہجوم تعلقات نے میرا ناک میں دم کر دیا ہے۔ جائداد کا ابھی تک کوئی کافی انتظام نہیں ہوا۔ مگر اب قریب زمانہ ہے کہ انتظام ہو جائے۔ بہار شریف میں حاضر ہوا تھا، حضرت مخدومنا شیخ شرف الحق والدین بہاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عنایت اپنے حال پر بہت پائی۔ ایک دن عالم رویا میں "گیسو دراز" کے لقب سے پکارا گیا اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ میری اصل بھی یہیں کی ہے۔ واللہ اعلم بمزاجہ۔ ماہ صیام میں چھ ختم قرآن شریف کا ہوا۔ اور ایک درود شریف کا اور ایک اسم اعظم کا اور چھتر ہزار کلمۂ طیبہ کا۔ باقی اوراد بھی حسب دستور مع شئی زائد رہے۔ غفلت ایک لحظہ بھی نہ ہوئی حسن میاں کی بیماری میں ایک رسالہ درود یہ تالیف کیا۔ عجیب غریب ہے۔ مگر عربی عبارت کا ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں اسے تمہارے پاس بھیج دوں۔ اس کا نام حسنیہ ہے۔ تم ترجمہ کر لو گے تو چھپ جائے گا۔

جناب مولانا امانت اللہ صاحب نے انتقال فرمایا ؎

اللہ اکبر ماذا الحادث الجلل

دفق تغلغل سھل الارض والجبل

اللہ اکبر یہ کیسا عظیم حادثہ ہے۔ کہ زمین اور پہاڑ سب میں ایک شور مچ گیا۔

جناب شاہ دہلی اور شاہ خدا صاحب بھی چل بسے۔ غفر اللہ لہما۔ تمہارے دیکھنے کو میرا بہت

جی چاہتا ہے۔ ربیع الاوّل شریف میں تمہارے پاس آنے کی کوشش کروں گا۔ حیدرآباد میں مزارات اولیا پر جایا کرو۔ اور آپ کو محمد سلیمان سمجھ کر متوجہ ہو جایا کرو۔ بزرگان ومشائخ حیدرآباد کی خدمت میں بعقیدت حاضر ہوا کرو اور کسی پر بدگمانی نہ کرو۔ میں نے سنا ہے کہ منشی امداد علی صاحب نامی ایک عارف ہیں جو فصوص خوب جانتے ہیں، ان سے ملاقات کرو اور میرا اسلام کہہ کر دعا کے خواستگار رہو۔ میرے نورِ چشم کو سلام کہو۔ اُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ (تمھیں تقوی اللہ کی وصیت کرتا ہوں)۔ حسن میاں تم کو سلام کہتے ہیں۔ ماشاء اللہ آج کل خوب پڑھتا ہے۔ اور رمضان سے حضرت غوث پاک کے ساتھ اس کی خاص غلامی ہے مراقبہ بھی کرتا ہے۔ بفضل اللہ۔ بدلو خلیفہ سلام کہتے ہیں سب مجھے خط بزبان عربی لکھا کرو۔

---

(۲۳)

القلب نحوك نازع والدهر فيك منازع

جرت القضية بالنوى ما للقضية وازع

والله يعلم انني لفراق وجهك جازع

(۱) دل تیری طرف سے ترساں ہے اور زمانہ تیرے بارے میں جھگڑتا ہے۔

(۲) قسمت نے دور کر دیا، اور قسمت کو روکنے والا کوئی نہیں۔

(۳) اللہ خوب جانتا ہے کہ میں تیری جدائی سے غمگین ہوں۔

نورچشم من سلمہ اللہ تعالیٰ! از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی سلام و دعا مطالعہ نمایند۔ اما بعد آج تمھارا خط پہنچا۔ اس کے پڑھنے سے خوشی ہوئی۔ رفعك الله تعالى الى مدارج تم نے جو خواب لکھا ہے وہ سب مبارک ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں اِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (وہ خالص کر دیے گئے تھے اور رسول و نبی تھے) وارد ہوا ہے۔ ان کے خلوص پاک کا انعکاس تم پر پڑے گا اور یکسوئی نصیب ہوگی۔

یکے بین و یکے دان و یکے گوے

مثنوی میں کلیم اللہ کا ایک قصہ

مثنوی شریف میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ایک عجیب قصہ لکھا ہے۔

گفت موسیٰ را بوحی دل خدا ۔۔۔ کاے گزیدہ دوست می دارم ترا

گفت چہ خصلت بود اے ذوالکرم ۔۔۔ موجب آں تا من آں افزوں کنم

گفت چوں طفل بہ پیش والدہ ۔۔۔ وقت قہرش دست ہم بروے زدہ

مادرش گر سیلئے بروے زند ۔۔۔ ہم بہ مادر آید و بروے تند

او نداند کہ جز او کہ یار ہست ۔۔۔ ہم ازو مخمور و ہم از اوست مست

خاطر تو ہم ز ما در خیر و شر ۔۔۔ التفاتش نیست جاہائے دگر

غیر من پیشت چو سنگ است و کلوخ ۔۔۔ گر جوان و گر صبی و گر شیوخ

عزیز من! اعلیٰ درجے کا خلوص یہی ہے اور اسی کو ہمارے اکابر "توحید" کہتے ہیں۔
اور اسی خلوص کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ،

لا الہ الا اللہ لیس لنا حجاب دون اللہ حتی نخلص الیہ

اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں جب تک ہم اللہ کے لیے خالص نہ ہو جائیں اس وقت تک اللہ کے بالمقابل ہمارے لیے کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ تم کو اپنا مخلص بنائے اور تم ہو جاؤ۔ فتح لک یومئذ۔ فتح لک یومئذ (اس دن تمھیں کشود کار ہو جائے گا) اور "سُوْدٌ لَا يُنْيَا" کا انعکاس بھی تم پر پڑے گا یعنی نور القمر مستفاد من نور الشمس (نور قمر نور شمس سے استفادہ کیا کرتا ہے)۔ ولایت، نبوت و رسالت کا عکس ہے اور وحی کا انعکاس کشف و الہام اور معجزے کا انعکاس کرامت ہے۔

وستجمع کل ذلک فیک ولیس العجب فانی اخبرت بذلک ودقرنی قلبی ماوترہ
اور عنقریب یہ سب باتیں تمھارے اندر یکجا ہو جائیں گی۔۔۔۔

ہمت بلند دار کہ دادار کردگار
بر ہمت بلند کند فضل خویش نثار

اور اپنا طیران جو تم دیکھا کرتے ہو یہ بہت ہی مبارک ہے۔

دو قسم کی پرواز

روح کو جب تکدرات سے فی الجملہ تجرد ہوتا ہے اور ملاءِ اعلیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے تو آدمی آپ کو اڑتا ہوا پاتا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ شمہ در تتمہ ہے، اعلیٰ درجے میں کوئی باوقعت شے نہیں ہے۔ جب آدمی شہباز طریقت ہو تو اسے خواب کا اڑنا کیا خاک بھلا معلوم ہو گا۔ ہمارے اس طریقۂ وارثیہ محمدیہ ودودیہ میں لوگ شہباز ہوتے ہیں۔ پس ان کے طیران اور اس مقامی طیران میں آسمان وزمین کا فرق ہے۔

ولنعم ما قیل ؎

وللزنبور والبازی جمیعا — لدی الطیران اجنحۃ وخفق

ولکن بین ما یصطادہ البازی — وما یصطادہ الزنبور فرق

اڑتے وقت پر اور پرواز بھڑ میں بھی ہوتی ہے اور باز میں بھی۔ لیکن جو شکار باز کرتا ہے اور جو شکار بھڑ کرتی ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

عزیز من! خواب کی نسبت "جزءٌ من اجزاء النبوۃ" (نبوت کے (چالیس) اجزا میں سے ایک جز) وارد ہوا ہے سو کفیٰ بہ شرفًا (یہ شرف بہت کافی ہے) لیکن اعلیٰ درجہ تو مشاہدے کا ہے ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے سے بڑا ہی ذوق پیدا ہوتا ہے لیکن خود اپنے میں وہ جمال محمدی دیکھنا اور حضرت میں گم ہو جانا ایسی نعمت ہے کہ اس کی لذت جا دوانی اور ہی چیز ہے۔ ہمارے حضرت قبلہ اس مقام کے شہباز تھے کیا تم نے وہ غزل آپ کی نہیں سنی ہے؟ :

در خود چو نیک دیدم تن نفر و جان محمد	ذوقے عجب چشیدم تن نفر و جان محمد
بود حجاب وہمی اندر میاں ز غفلت	چوں پردہ را دریدم تن نفر و جان محمد
با تن بگفت جانم روزے مرا کہ در تو	من روح خود دمیدم تن نفر و جان محمد

تن نصر و جان محمد جان نصر و تن محمد ۔۔۔ دیدم ہر آنچہ دیدم تن نصر و جان محمد

میرے چند خواب

عزیز من! دو تین برس سے میرا خواب کم ہو گیا اور جب کسی کو دیکھا تو یہی دیکھا کہ وہ بزرگ مجھ میں فنا ہو گئے یا میں ان میں فنا ہو گیا۔ خواب میں تو رسول اللہ صلعم کے حضور پاک میں بھی مجھے فنا ہو جانا نصیب ہوا ہے جس کی لذت اب تک میرے رگ ریشے میں ہے اور آج کل میری قوت روحی خراب ہے اور دماغ قابو میں نہیں اس لیے ہر طرح کا خواب دیکھتا ہوں۔ واردات قلبی کم ہیں۔ ہفتہ ہوا کہ حضرت سراج الائمہ امام ابوحنیفہ و امام ہمام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ امام نے "جواہر منیفہ" دیکھنے کے لیے ارشاد فرمایا اور حضرت مالک رحمہم اللہ پر رحمت متلائی تھی۔ کل دن کو میں نے حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیا رضی اللہ عنہ اور آپ کے بہت سے یاروں کو دیکھا۔ وہ عجیب کیفیت میں تھے۔ میں نہیں بیان کر سکتا۔ مجھے لکھنے میں وجد چلا آتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ حضرت محبوب الٰہی سے مجھے عشق ہے۔ بس، اللہ اللہ۔

بے کار ملاقاتیں

نور چشم من! تمھیں معلوم ہے کہ مجھے اس قسم کی باتوں میں اجتناب ہے۔ لہٰذا تم ان باتوں کو شائع نہ کرو اور جو لوگ کہ اس مذاق کے نہ ہوں ان سے تو کچھ باتیں ہی نہ کرو۔ بے کار ملاقات سے بھی احتیاط ضرور ہے۔

لقاء الناس لیس یفید شیئًا ۔۔۔ سوی الھذیان من قیل وقال

فاقلل من لقاء الناس الّا ۔۔۔ لاخذ العلم او اصلاح حال

لوگوں سے ملنے جلنے میں بجز بکواس اور بے کار باتوں کے کچھ فائدہ نہیں۔ اس لیے لوگوں سے ملنا جلنا بہت کم کر دو۔ ملو تو صرف علم حاصل کرنے کے لیے اور اصلاح حال کے لیے۔

تم نے اپنے پڑھنے کا تفصیلی حال نہ لکھا۔ میرا قلب متعلق ہے۔ شرح وقایہ کہاں تک پڑھی؟ اور نور الانوار کہاں تک؟ جلد مطلع کرو۔ اور کتاب نکالنے میں کوشش بلیغ کرو۔

ایک کتاب کو مکرر نہ پڑھو۔ مدرس ثانی بالغ الاستعداد ہیں ان سے بھی پڑھنے میں تم کو عذر نہ چاہیے۔
متاع نیک ہر دکاں کہ باشد

(۲۳)

ادق علی ادق ومثلی یا دق وھوًی یزیبا وعبرۃ تترقرق
ما لاح برق او یرنم طائر الا انثنیت ولی فواد شیق [۱]

فرزند وصی سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ آج کل تمھاری طرف نہایت تعلق ہے۔ ہر روز ڈاک خانے سے امید رہتی ہے کہ آج فرزند وصی کا روح افزا نامہ آئے گا۔ اس لیے اپنے حسب حال یہ دو شعر ہم نے لکھے ہیں تم انھیں یاد کر لو اور لغت سے معنی پوچھ لیجیو یا مدرس ثانی سے استفسار کر لینا۔

عزیز من! یہ ماہ محرم ہے، تم خوب جانتے ہو کہ اس مہینے کا اثر مجھ پر بہ وفور ہوتا ہے باوجودیکہ عشرہ رخصت ہوا مگر میں ہنوز ادھر ہی غرق ہوں۔ فیضان اہل بیت علی جدہم علیہم الصلوٰۃ از حد ہے، من دانم و دل۔ ع
میں ہوں اور دامن جناب حسین رضؓ

نہیں معلوم تم عزیز نے محرم شریف میں کیا کیا۔ کہیں ذکر اہل بیت و واقعۂ کربلا بھی سنا یا نہیں میں تو اپنے زمانۂ طالب علمی میں یہ ذکر بہت سنتا تھا اور خود بھی "سر الشہادتین" وغیرہ تنہائی میں پڑھا کرتا تھا اور روتا تھا، ولنعم ما قیل ؎

ایا عینی افیضی کالسحاب دموعًا مثل اقطار الغمام
علی شھداء طفؔ ان فیھم حسینًا عقد اجیاد الکرام

---

[۱] بے خوابی اور مسلسل بے خوابی، اور اس کا شکار میرے جیسا شخص ہو رہا ہے، پھر غم عشق بڑھتا جاتا ہے ا[ور] آنسو رواں ہیں۔ جب کوئی بجلی چمکتی ہے یا کوئی پرندہ اڑتا ہے تو میں ایک مشتاق دل کے ساتھ ادھر متوجہ ہو جاتا ہو[ں]

اے آنکھ! بادلوں کے مینہ کی طرح آنسو برسا دے شہدائے طف (کربلا) پر کیونکہ
انھیں میں حسین بھی ہیں جن کی ذات اعاظم رجال کی گردنوں کی مالا ہے۔
اس واقعۂ جانکاہ کا اثر ہنوز در و دیوار اسلامی دنیا پر موجود ہے۔ کسی کم بخت دل میں
نہ ہو تو اشَدُّ قَسْوَةً (پتھر سے بھی زیادہ سخت) ہے ۔

اللہ اکبر ماذا الحادث الجلل

فقد تزلزل سھل الارض والجبل

دعائے عاشورہ وغیرہ تم نے پڑھی ہوگی۔ نورِ چشم من! ماہ صفر آپہنچا ہے، حزب البحر کا
نصاب تم ضرور دو اور اپنے رفقا کو بھی شریک کرو۔ چند جلدیں حزب البحر کی روانہ کرتا ہوں
اگر کوئی تشفی بخش گوشے میں مل جائے تو بہت بہتر ہے۔ نصاب میں ایک ختم قرآن اور
کثرت درود شریف ضرور کیجیو اور شام کو بوقت افطار میرے توسط سے بواسطہ حضرت
امداد اللہ صاحب قبلہ، سیدی ابوالحسن شاذلی قدس سرہٗ کی طرف متوجہ رہنا۔ مبدأ فیاض
نے فیضان حزب البحر کے لیے انھیں میزاب بنایا ہے۔ نیت کوئی خاص کرو یا عام،
اپنا موقع و محل دیکھ کر۔ مگر میں تمھارے لیے حصول علم و فلاح کی نیت زیادہ تر مناسب
سمجھتا ہوں۔ میری مراد فارغ البالی فکر معیشت سے ہے۔
افلاس بہت بری چیز ہے۔
تجربے سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اس زمانے میں فقر مھیف مالا یطاق ہوگیا ہے،
اوراً الفقر سواد الوجہ فی الدارین (فقر دونوں جہان میں منہ کالا کر دیتا ہے) ظاہری معنوں میں
جلوہ گر ہوتا ہے

وَاللّٰھم انی اعوذ بک من الفقر المضل وبیدک الخیر انک علی کل شئ قدیر
اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں ایسے فقر سے جو گمراہ کر دے، خیر تیرے ہی
ہاتھ میں ہے اور تو ہر بات پر قادر ہے۔
"حمد اللہ" کس مقام پر پڑھتے ہو، "رحوز دالبلی" خوب سمجھ لیا ہے یا نہیں؟ "عامۃ الورود"
خوب مشق کیا یا نہیں؟

(۲۴)

نورچشم وصی! اللہ تجھے اپنا بنائے۔ السلام علیکم وعلی من لدیکم آج خط تمہارا پہنچا۔ انتشار طبع رفع ہوا۔ اتنی دیر کرکے خط نہ بھیجا کرو۔ فی الجملہ تعلق رہتا ہے اور جب خط لکھو کتاب ومقام وسبق سے مطلع کیا کرو اور چونکہ میں نے بھی یہ کتابیں پڑھی تھیں اس لیے کوئی ان مقامات اور مباحثے کا ذکر کرتا ہے تو وہ اگلا زمانہ اور اگلے خیالات آجاتے ہیں۔

لقد طفنا کما طفتم سنینا

بهذا البیت طرا اجمعینا

تمہاری طرح ہم سب کے سب بھی برسوں اس گھر کا چکر کاٹتے رہے ہیں۔

پھر موجودہ حالت کا موازنہ کرکے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے کہاں سے کہاں پہنچایا۔ ع از زمینم بر آسماں کردند

اب تو عجیب حالت ہے کہ بھاگوں تو بھاگ نہیں سکتا، چھوڑوں تو چھوڑ نہیں سکتا، کس وادی میں ہوں کہاں ہوں؟ کیوں ہوں پتہ نہیں لگتا، کس کی طلب ہے، مطلوب کہاں ہے؟ یہ راز نہیں کھلتا ؎

یہاں بیت الصنم خالی وہاں بیت الحرم خالی

پتہ اس کا نہیں ملتا عرب خالی عجم خالی

وارو دل دیوانہ ام سودائے لیلائے دگر مجنون طبع وچشم من بگزید صحرائے دگر

عزیز من! اس سال نصاب حزب البحر کا ارادہ نہ تھا جب کچھ دن باقی رہ گئے تو حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ صاحب کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے بہت رنجیدہ ہیں اور میری بے اعتنائیوں اور بے تکلفیوں کا مجھ سے گلہ کرتے ہیں۔ جب بیدار ہوا مطلب سمجھ گیا ؎

عاشق زار من بیا تا بر خود نشاندمت

از من اگر تو سرکشی موئے کشاں کشاندمت

بالآخر عین وقت پر اہتمام کیا۔ اور نور حسن سلمہ اللہ تعالیٰ کو بھی ساتھ لیا۔ بحمد اللہ ہم دونوں

کا انصاب ہوگیا۔

چند فیوض منام

حضرت سیدنا ابوالحسن شاذلی قدس سرہٗ کو ایسا دیکھا کہ اب تک ان کی صورت مبارک آنکھوں کے سامنے ہے اور حضرت مجدد الف ثانی سے بھی بہت فیض اٹھایا۔ کل کی شب خواب میں حضرات پیران کلیر شریف پہنچا۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ سے عین مجلس سماع میں معانقہ ہوا اور فیض توحیدی بے حد و نہایت پایا۔ پھر دیکھا کہ عین اسی مجمع میں حضرت نے اپنا تاج مجھے پہنایا اور کیا ہوا۔ کیا ہوا۔ خدا جانے یہ کیا معاملہ ہے۔ عزیز من! آج کل میری پریشانی کچھ زیادہ ہے۔

پریشانی بھی رحمت ہے

میں نے غور کیا کہ اس کا سبب کیا ہے تو یہ بات معلوم ہوئی کہ پریشانی میں شگفتگی قلب ہوتی ہے اور اس میں فیض بہت آتا ہے۔ بس سمجھ لو کہ اسی لیے یاروں کو قرض داری و ہجوم تردوات رہتا ہے اور جب ان کی مرضی ہوگی زنگ دگر پیدا ہوگا۔ میرے پدر روحانی حضرت نصرتو یوں فرماتے ہیں کما قیل لہٗ ،

عاشقاں خواہی ترا من صاحب عرفاں کنم   نور ذات خویش را با خاک تو تاباں کنم
نصرا با گفت روزے یار در اسرار من   خواہی از بندہ بدارم خواہی از سلطاں کنم

عزیز من! تمھارا خواب بہت مبارک ہے، وہ دروازہ رحمت کا ہے۔

طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ

تم پاک ہوگئے ہو لہٰذا اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

اور ممکن ہے کہ انعکاس مثالی "باب الریان" کی ہو جو صائمین کے لیے خاص ہے اور یہ تمھارے صوم کے قبولیت کی دلیل ہے۔ اور بھائی اگر دیکھتا تو مضامین بجائے اور مضامین کے اس در پہ یہ لکھا ہوا پاتا سہ

بے حجابانہ درآ از در کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز درد تو در خانۂ ما

اپنے مذاق کی تعبیر

یہ میں نے اپنے مذاق سے لکھا،

هنيئاً لارباب النعيم نعيمهم
والعاشق المسكين ما يتجرّع

نعمت والوں کو نعمت مبارک ہو اور مسکین عاشق کو وہ مبارک ہو جو وہ گھونٹ گھونٹ پیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تم کو علم ظاہری اور عرفان باطنی عطا فرمائے وھو مجیب دعاء السائلین (اور وہ طالبوں کی دعا قبول کرنے والا ہے)۔ عزیز من! ربیع الاول شریف آگیا۔ اور تم محمدی خالص ہو، پھر ہم محمدیوں کا موسم عید ہے تو یہی ہے۔ پھر کیا ہے کثرت درودی کرو اور حضور میں حاضر رہو (لاتغب عنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طرفۃ عین حضور سے چشم زدن کے لیے بھی غافل نہ رہو) اور عشق نبوی اور خیال جمال مصطفوی میں سرشار رہو ؎

خراباتیاں مے پرستی کنید
محمد بگوئید و مستی کنید

بالخصوص وہ از دہم کو ترک درس و تدریس ضروری ہے وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا برابر صلوٰۃ و سلام میں مصروف رہنا۔ مجلس مولود شریف میں اس دن کہیں ضرور حاضر ہونا۔ اور بوقت ظہر تین بجے اپنے کو آنکھیں بند کرکے پھلواری خانقاہ میں میرے ساتھ خیال کرنا پھر روئے مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا اور یہ شعر شوق میں پڑھنا ؎

دل مست و تمنائے آرزوئے رسول
سر من و ہوس جعد مشکبوئے رسول

اللهم صل على سيدنا محمد وآله وسلم

عزیز من! تمہارے تدریس و تعلق کا حال مجھے کئی مہینے سے معلوم ہے، بہتر ہے۔ اللہ مبارک کرے۔ اور جناب مولوی انوار اللہ صاحب جب کسی بات کو ارشاد فرمائیں تو قبول کر لیا کرلو، اور میری طرف سے ان کو سلام کہہ دیجیو۔ اور تمہارے ہم مذاق لوگ جو ملیں ان کو درود طریقہ

ضرور بتاؤ اور اگر کچھ چاہیں تو اس سے بھی اغماض نہ کرو۔ اور میاں عبدالوہاب طالب العلم کو میرا اسلام کہو اور میں نے ان کے لیے دعا کی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اور کیا پڑھتے ہیں؟ مجھے بھی غائبانہ اُن سے محبت معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو علم ظاہر و باطن عطا فرمائے۔ اور اپنا بنا لے۔ حسن میاں تم کو سلام کہتے ہیں۔ قرینہ ہے کہ اس سال لکھمنیہ دبلیا سے عرس میں لوگ زیادہ آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ میرے خطوط کی نقل میاں شریف کے پاس بھیج دیا کرو۔ وہ جمع کرتے ہیں۔ فقط

---

(۲۵)

دل ربودہ از من جمال شیخ عبدالقادرم
ایں سرمایہ خیال شیخ عبدالقادرم

عزیز من! وعلیکم السلام۔ روح افزا نامہ پہنچا۔ آج کل حضرت غوث پاک رضی کی محبت کا ایسا غلبہ ہے کہ کسی دوسری طرف طبیعت مائل نہیں ہوتی۔ اس لیے تمہارے خط کا تفصیلی جواب بعد یازدہم شریف لکھوں گا۔ اس عشرۂ اولیٰ میں جو ختم درود شریف کرو، اُسے غوث پاک کی نذر کرو۔ اور ۹-۱۰-۱۱ تاریخ کے مراقبے میں اپنے کو بغداد شریف حضرت کے روضے کے حضور میں پہنچاؤ اور سلام عرض کرنے کے بعد دل سے کہتے رہو "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ" اور "شے" سے مراد عشق و محبت محمدی لو۔ پھر حضرت کی معیت میں اپنے کو مدینۂ طیبہ روضۂ اقدس سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچاؤ، اور جالی شریف کے باہر سے سلام عرض کرنے کے بعد بھی مشغول رہو۔

فیجد ما تجد یا ولدی ان دمت علیٰ ذٰلک فیحصل لک الحضور انشاء اللہ تعالیٰ

اے فرزند! جو کچھ پانا ہے تم پالو گے، اگر تم اس پر مداومت رہے تو تمھیں حضوری حاصل ہو جائے گی انشاء اللہ۔

عزیزم محمد اسمٰعیل خاں کی فرزندی کو بھی قبول کیا اللہ تعالیٰ ان کو اپنا بنا لیوے، درود کے

ساتھ درود والوں کو شغل درود بھی بتا دو۔ فقط

---

(۲۶)

سلیمیٰ منذ حلّت بالعراق
اُلاقی فی ھواھا ما الاقی

سلیمی جب سے عراق میں جا بسی ہے تب سے مجھے اس کی محبت میں جو کچھ لاحق ہے سو لاحق ہے۔

الا اے ساربانِ محمل دوست
الی رکبانکم طال اشتیاقی

اے ساربانِ محملِ دوست! تیری سواریوں کی طرف میرا اشتیاق بہت بڑھ گیا ہے

فرزندمن محبوب من عزیز من راحت دل وجان من صوفی وصی الدین! خدا تجھے آپ میں گم کر دے اور ایسا محو کر دے کہ بولنے والے یوں بولیں ؎

آں چناں چوں فرد گم گردیدم اندر ذاتِ تو
خلق گوید سند از نامم عیاں سازم ترا

السلام علیکم۔ اما بعد میرے قلبی تعلقات یوماً فیوماً و آناً فآناً تمھارے ساتھ زیادہ ہی ہوتے جاتے ہیں۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟ اگر تمھیں کچھ اس کا ادراک ہو تو مجھے بھی مطلع کرو۔ مجھے تو اپنے حالات سے بے خبری ہوتی ہے کہ خود ہمہ تن محو حیرت رہتا ہوں ؎

خود بخود چوں بادہ در جوشم نمی دانم چرا
گہ خروشاں گاہ خاموشم نمی دانم چرا

پھر میں کہوں تو کیا کہوں اور لکھوں تو کیا لکھوں۔ میں بہ تقریب شرکت عرس نانپارے گیا تھا صحبت سماع میں عجیب لطف تھا۔ میرے بعض شناسا اس لطف میں مجھ سے زیادہ استفاضہ کرتے تھے۔ مگر میرا دل ان فیوض کے ساتھ تمھاری طرف متوجہ تھا، اور آنکھیں میری ان

صحبتوں میں تمھیں ڈھونڈتی تھیں۔ تم خوب یاد رکھو کہ جس صحبت میں چاہو رہو اور جس رنگ میں رنگو مگر آخر میں میں ہی ہوں ۔

چند روزے ہر کجا خواہی برو
بازگشتہ آخر ایں کارت منم

ایک قوال نے یہ غزل گائی تھی، جس کا آج تک ذوق مجھ سے نہیں گیا۔ تم بھی اس غزل کو اپنے سفینے میں لکھ رکھو۔ عنقریب اس کی بڑی قدردانی کرو گے۔ وہو ہذا۔

منکہ در صورت خوباں ہمہ او می بینم ۔۔۔ تو مپندار کہ من روئے نکو می بینم
بوئے گلزار تو از باد صبا می شنوم ۔۔۔ سرو گلگشت ار تنزا بر لب جو می بینم
مئے باقی است کہ بے جام و سبو می نوشم ۔۔۔ عکس ساقی است کہ بے جام و سبو می بینم
مغربی آنکہ تو اش می طلبی در خلوت ۔۔۔ من عیاں بر سر ہر کوچہ و کو می بینم

عزیز من! اس غزل کے سننے سے پہلے تو مجھے ذوق شوق بوفور تمام پیدا ہوا پھر میں ایسا گم ہوا کہ ذوق و شوق و وجد و حال و قال سب ہوا ہو گیا و لنعم ما قیل
کمال بے خودی میں بے خودی کا احساس بھی ختم ہو جاتا ہے

الوجد یطرب من فی الوجد راحتہ ۔۔۔ والوجد عند وجود الحق مفقود
قد کان یطربنی وجدی فغیّبنی ۔۔۔ عن رویۃ الوجد من فی الوجد موجود

وجد (عشق) اسی کو مست رکھتا ہے جو اس میں راحت محسوس کرے، لیکن جب حقیقت سامنے آجائے تو وجد وغیرہ غائب ہو جاتا ہے۔ مجھے میرا وجد مست رکھتا تھا اس کے بعد یہ ہوا کہ جو حقیقت وجد کے اندر موجود تھی اس نے مجھے وجد کو محسوس کرنے ہی سے محروم کر دیا۔

میری ان باتوں پر ابھی تمھیں عین الیقین نہ ہو گا مگر انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن یہ تم پر بھی آئے گا ابھی اس کے الفاظ و فہمائش میں مجھے کد ہی نہیں ہے۔ "دیر آید درست آید" علم اس راہ میں ضروری ہے۔ "دونہ خرط القتاد" جتنے بزرگان دین گذرے ہیں سب کبار علما سے تھے۔

جاہل ولی نہیں ہوتا

"لم یتخذ اللہ ولیاً جاہلاً"

اللہ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا۔

یہ گفتۂ مشائخ دین ہے۔ ہاں صلاح و تقویٰ زہد و ذوق و شوق بے علموں کو بھی پیدا ہوتا ہے۔ مگر عرفان و درویشی اور ہی چیز ہے۔ یہ تو حصہ اہل علم ہی کا ہے۔ الا ما شاء اللہ الکبیر المتعال۔

عزیز من! کتب درسیہ جلد تمام کرو۔ "حمد اللہ" غالباً تمام ہو گئی ہو گی اور تم "قاضی مبارک" کی تقریروں میں الجھے ہو گے۔ جلد اس سے مطلع کرو کہ رفع تعلق ہو۔ عربی عبارت لکھنے کا ملکہ رکھو۔ اکثر لوگ مولوی ہو جاتے ہیں اور دو سطر عبارت لکھنی انھیں نہیں آتی۔ تم ایسے نہ بنو اور علوم السنہ کو اولیٰ ہی سمجھتے رہو۔ اکثر حضرات ایسے نظر آتے ہیں کہ ان کو کتب درسیہ معقولہ کا ایسا مذاق ہوا کہ پھر علوم دینیہ سے انھیں توغل ہی نہیں ہوتا۔ ہزار نصیحت کی گئی مگر وہاں قلب میں نصیحت کا اثر کہاں؟ ؎

عذل العواذل حول قلبی التائہ   وھوی الاحبۃ منہ فی سودائہ

ملامت کرنے والوں کی ملامت دلِ دیوانہ کے اردگرد منڈلاتی رہتی ہے، مگر دوستوں کی محبت ہے کہ سویدائے قلب میں گھر کیے بیٹھی ہے۔

تعلّم میں شہرت کی طلب

اور یہ شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ علوم دینیہ کی مزاولت میں شہرت نہیں ہوتی، بخلاف علم معقولات کے کہ جہاں بیٹھے "فیہ ما فیہ" اور "لا نسلّم" (اس میں غلطی ہے اور ہم اسے تسلیم نہیں کرتے) کا غلغلہ بلند ہو گیا۔ تقریر آپ مشہور کر دیتی ہے۔ معرّف کی علاحدہ سے ضرورت نہیں۔ بقول متنبی:

امن ازدیارک فی الدجی الرقباء   اذ حیث کنت من الظلام ضیاء

عشاق اندھیرے میں بھی تیرے گھر کی یا روک ٹوک سے محفوظ نہیں رہتے ہیں، کیونکہ تو جہاں اندھیرے میں ہو وہیں روشنی ہو جاتی ہے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ یہ سب زور و فریب ہے، ہمیں شہرت سے غرض ہی کیا جس کام کے لیے بنائے گئے ہیں شہرت و خمول اس کی طرف سے ہے، جو وہ مناسب سمجھے اللھم اعطنا الحال وارحنا عن المقال (اے اللہ ہمیں حال عطا فرما اور قال سے نجات دے)

والسلام۔ حسن میاں تم کو سلام کہتے ہیں، ابھی تک انھوں نے عربی نہیں شروع کی ہے۔ تم اپنے دوستوں کو میرا سلام کہو اور اگر مناسب سمجھو تو ان کو بھی میرا خط دکھا دیا کرو۔ پردہ اغیار سے ہے نہ یار سے۔ وہ جو تم سے "قطبی" پڑھتے ہیں اور جن کو تم نے درود شریف بتایا ہے ان کو خاص کر میرا سلام شوق کہو، اور ان کو بھی میرا عزیز سمجھو، لبشرطِ ملاقات جناب مولوی انوار اللہ کو تسلیم کہہ دیجیو۔ فقط۔

---

(۲۷)

نورچشم من صوفی وصی الدین!

لازالت عینہ کحیلا بکحل العرفان و الیقین

تمھاری آنکھیں ہمیشہ عرفان و یقین کے سرمے سے سرمگیں رہیں۔

از محمد سلیمان قادری چشتی ہدیہ سلام و دعا قبول نمایند۔

صوفی کی وجہ تسمیہ

اما بعد جو لوگ تمھیں صوفی کہتے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ میرا جہاں تک خیال ہے تمھیں سیدھا سادا املائے کم سخن سمجھ کر لوگ اس لقب سے پکارتے ہیں، خیر یہی سہی اس کی بھی نفی نہیں کی جا سکتی، درحقیقت اس لقب کی وجہ تسمیہ میں اگلوں نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں:

قیل الصوفی لصفاء قلوبہم فان التصوف تجرید القلب للہ تعالےٰ واحصاد ماسواہ۔ ذکرہ غزالی رحمہ اللہ وقیل سموا بن لبسہم الخز والصوف کما انشد بعض شعرائہم

ولا تطلب من الدنیا نصیبا سوی خبز الشعیر و کوز ماء

ولاتلبس لباسًا دون صوف　　فان الصوف لبس الانبیاء

صوفی کو صفائے قلب کی وجہ سے صوفی کہتے ہیں کیونکہ تصوف کے معنی ہیں اللہ کے لیے قلب کو خالی کر دینا اور ماسوا کو نکال دینا۔ یہ امام غزالی کی تشریح ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ صوفی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ خزّ اور اون کا لباس پہنتے ہیں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

دنیا میں اپنا حصہ نان جویں اور ایک کوزہ پانی کے سوا کچھ نہ چاہو۔ نیز گلیم کے سوا اور کوئی لباس نہ پہنو، کیونکہ یہ انبیاء کا لباس ہے۔

اس کے سوا اور بھی اقوال ہیں مگر اہل طلب کے لیے مناسبت ظاہری اور مشارکتِ اسمی تو چنداں اعتبار سے ساقط ہے۔ ہاں ان کے رنگ میں رنگ جانا اور ان کے عادات و خصائل میں فنا ہو جانا البتہ کام کی چیز ہے۔

تصوف کے دو نحوی خاصے

عزیز من! تصوف عجیب مصدر ہے جس کا ابتدائی خاصہ تو "تکلّف" ہے اور انتہائی "سلب"۔ درویشوں کو ابتدا میں سب کام بہ تکلّف کرنا ہوتا ہے، کہیں رونی صورت بنانا، خواہ مخواہ گردن جھکائے بیٹھے رہنا، رات کو اٹھ اٹھ کر قیام لیل و اذکار میں بسر کرنا جس کی نسبت ارشاد ہوا: اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا۔ غرض جو کام ہے تکلف ہی تکلف اور مصیبت و بلا ہی کا سامنا ہے، مگر رفتہ رفتہ تکلف بالائے طاق اور انہیں کاموں میں ذوق شوق ایسا پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے نہ کرنے میں روحانی تکلیف ہوتی ہے ؎

سر بیا دت گر ازیں راہ مرا باز کشی

اور یوں ملبلانے لگتا ہے ؎

اللہ اللہ مستم از نام خدا　　میچکد از ہر رگم ذوق جدا

اے کہ از فضل تو شد حاجت روا　　با تو یا و ہیچ کس نبود روا

پھر ذوق جو اور بڑھا تو دل مشغل نے اور تماشا دکھایا کہ وہ سارے کام جو بہ تکلف کرتا تھا اور پھر ذوق سے ادھر متوجہ تھا ان کا کرنے والا ہی اور ہے اور ہم لوگ اور ہمارے افعال مثل

مشین کے کسی کے ید قدرت سے چل رہے ہیں ؎

دلے کز معرفت نور خدا دید
بہر چیزے کہ دید اول خدا دید

ابتدا تکلف، انتہا سلب

پھر جب اس کا یہ مشاہدہ اور تیز ہوا تو تمام افعال و فواعل و کان یکان اس کی بصارت و بصیرت سے سلب ہونے لگے اور بجز ایک نور کے وہ کچھ نہیں دیکھتا، تمام مشاہدہ و ملاحظہ سب سلب ؎

لا آدم فی الکون ولا ابلیس	لا ملک سلیمان ولا بلقیس
فالکل عبارۃ وانت المعنی	یا من ھو للقلوب مقناطیس

اس عالم کون میں نہ کوئی آدم ہے نہ کوئی ابلیس ہے، نہ سلیمانی بادشاہت اور نہ بلقیس یہ سب مختلف الفاظ ہیں اور مطلب صرف تو ہے۔ اے وہ جو دلوں کے لیے مقناطیسی کشش رکھتا ہے۔

سخن از کجا تا کجا رسید۔ غرض میری یہ ہے کہ "التصوف" میں تکلف و سلب دونوں موجود ہیں۔ اب مجھے یہ دیکھنا ہے کہ تم جو صوفی صاحب ہو یہ سب مراحل طے کرتے ہو یا نام ہی پر کفایت رہتی ہے۔ خدا نہ کرے کہ نام ہی کے صوفی ہو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا بنائے اور اگلوں کا نمونہ کرے ؎

صوفی نہ شود صافی تا درنہ کشد جامے
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے (سعدی)

عزیز من! تم اکثر اپنے خطوط میں اپنی مفارقت کا ذکر کرتے ہو۔ تم اگر تھوڑی توجہ اپنے حال پر کرو تو یہ مضمون غلط پاؤ گے۔ جب قلبی مناسبت و روحی تعلق ہو گیا ہو تو پھر ظاہری جدائی کس چیز اعتبار میں ہے؟ تم خوب یاد رکھو کہ میں تم سے ہرگز جدا نہیں ہوں۔ پھر صدمۂ فراق کیسا ؎

اگر نالد کسے نالد کہ یارے در سفر دارد
تو بارے از چہ می نالی کہ یارے در بغل داری

علاوہ ازیں تم درود خواں ہو اور یہ مسئلہ محقق ہو چکا ہے کہ ذاکر درود شریف کا قبلۂ توجہ اور مرشد برحق خود بہ نفس نفیس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر کسی کی حاجت ہی کیا ہے

گرچہ صد مرحلہ دور است زپیش نظرم
وجھہٗ فی نظری کل غداۃ و عشی

اب میں نماز عصر کے لیے اٹھتا ہوں اور دفتر بند۔ اپنے دوستوں کو میرا سلام کہہ دیجیو، اور بکرمی اخی مولانا عبدالوہاب صاحب کو تسلیم عرض کرو۔ ایک مہینے سے تمہارا خط نہیں آیا اس لیے مکرر تمہیں یاد دلایا جاتا ہے۔ فقط۔

---

(۲۸)

اعیدوا صباحی فھو عند الکواعب   وردوا فؤادی فھو عند الحبائب

فان نھاری لیلۃ مُدلَہِمّۃ   علی مقلۃ من فقدکم فی غیاھب

واحسب انی لو ھویت فراقکم   لفارقۃ والدھر اخبث صاحب

فیالیت ما بینی و بین احبتی   من البعد ما بینی و بین المصائب

میری صبح واپس کرو جو نوجوان عورتوں کے جھرمٹ میں ہے، اور میرا دل لوٹاؤ جو محبوبوں کے جھمگھٹے میں ہے، جب سے تم لوگ تاریکیوں میں کھو گئے ہو تب سے میرا دن انتہائی تاریک رات بن گیا ہے۔ میرا گمان ہے کہ اگر تم لوگوں کے فراق کی تمنا کروں تو زمانہ جو بدترین ساتھی ہے فراق سے بھی محروم کر دے گا، لہٰذا اے کاش میرے اور میرے دوستوں کے درمیان اتنی دوری ہو جائے جتنی دوری میرے اور مصیبتوں کے درمیان ہے (یعنی کوئی دوری نہ ہو) بقول مومن ؎

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی   آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

فرزندمن! السلام علیکم۔ مجھے دو دن سے تمہارے خط کا انتظار تھا اور عربی کے یہ اشعار بالا میرے حسب حال تھے۔ آپ لغت و عقل سے اس کے معنی و مطلب سمجھ لیجیے گا۔ اب میری باتوں پر متوجہ ہو۔

حضرت غوث الاعظم محی الدین سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے اس طریقۂ عالیہ قادریہ کے قبلۂ توجہ ہیں اور مجھے اس جناب سے کمال عشق و غرام ہے۔ تمھیں یہ جو شغف نصیب ہے وہ میرے تولا و غرام کا انعکاس ہے۔ مجنوں نے جب اپنے حرمان و دیوانگی کا خدا سے شکوہ کیا تو غیب سے آواز آئی ؎

عشق لیلیٰ نیست ایں کارِ من است
حسن لیلیٰ عکس رخسار من است

فتفکروفیہ تم کو مختلف محبتوں کا جو کھٹکا ہوا وہ شبۂ واہیہ تھا، اس لیے معاملہ میں تنبیہہ کر دی گئی۔

عزیزمن! یہ مسئلہ بہت نازک ہے، عوام کو تو کیا کہیں بہتیرے مشائخ اور پیرزادے بھی اس مسئلے کو نہ سمجھنے سے اغلاط کبیرہ میں پڑ گئے۔

مقصود خدا ہے نہ کہ مرشد

مختصراً تفصیل اس کی یہ ہے کہ اہل عرفان کے ہاں یہ مسئلہ مسلّمہ ہے کہ محبوب حقیقی بجز جناب احدیت کے کوئی نہیں اور مرشد کی محبت بالعرض ہے اور وسیلۂ محض۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کی تحقیق میں احیاء العلوم میں ایک باب قائم کیا ہے۔

تشریح غزالی

بیان ان المستحق للمحبة هو الله وحده وان من احب غیر الله لا من حیث نسبة الله فذلك لجهله وقصوره فی معرفة الله تعالیٰ۔

وحب الرسول محمودٌ لانه عین حب الله تعالیٰ وكذلك حب العلماء والاتقیاء لان محبوب المحبوب محبوبٌ ورسول المحبوب محبوبٌ ومحب المحبوب محبوبٌ وكلّ ذلك یرجع الی حب الاصل فلا یتجاوزه الی غیره فلا محبوب

بالحقیقة عند ذوی البصیرة الا اللہ تعالیٰ انتھی۔

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ محبت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جو شخص اللہ کو سمجھے بغیر کسی غیر اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اس کی نادانی ہے اور معرفت الٰہی کی خامی ہے۔

رسول کی محبت قابل تعریف ہے کیونکہ یہ عین اللہ کی محبت ہے۔ اسی طرح عالموں اور پرہیزگاروں کی محبت بھی ہے کیونکہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے محبوب کا فرستادہ بھی محبوب ہوتا ہے، اور محبوب کا چاہنے والا بھی محبوب ہوتا ہے۔ یہ ساری محبتیں گھوم پھر کر اصلی محبت ہی کی طرف آجاتی ہیں اور غیر کی طرف متجاوز نہیں ہوتیں لہذا اہل بصیرت کے نزدیک اللہ کے سوا حقیقةً کوئی محبوب ہی نہیں۔

تشریح رومی

اور حضرت رومی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

عشق بر مردہ نباشد پائدار — عشق را بر حیّ و بر قیوم دار
زانکہ عشق مردگاں پائندہ نیست — زانکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست
عشق آں زندہ گزیں کو باقیست — وز شراب جانفزایت ساقیست
ہرچہ جز عشق خدائے احسن است — گر شکر خوردن بود جاں کندن است

انبیاء بھی اصل مقصود نہیں

اور انبیا اور اولیا اس لیے بنائے گئے کہ آدمیوں کو اس محبوب حقیقی کا عاشق شیدا بنائیں اور پیری مریدی و ارشاد و ترشید فقط اسی غرض کے لیے ہے کہ مطلوب و محبوب حقیقی تک شرف باریابی ہو۔ اور حاشا وکلا انبیا و اولیا کا یہ مقصود نہیں کہ اپنے سے الجھائے رکھیں یا خود مقصود بالذات بالذات و محبوب حقیقی بن بیٹھیں۔ معاذ اللہ من ذالک۔ جب یہ مسئلہ آپ بخوبی سمجھ چکے تو اب یہ سمجھیے کہ بغیر جنسیت و مناسبت کے وجود و ظہور محبت ممکن نہ تھا اور جسم کثیف کا مقید ملاء اعلیٰ سے تو مناسبت پیدا ہی نہیں کر سکتا۔ پھر اس نور مطلق

کو جس کو عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں "ھو نور انی اراہ" (وہ نور مطلق ہے اُسے کہاں سے دیکھ سکتے ہیں) کیونکر محبوب بنا سکتا ہے؟ اور صوفیہ تو کہتے ہیں

ھوالنور المتبسط علیٰ کل الموجودات

وہ ایسا نور ہے جو تمام موجودات پر پھیلا ہوا ہے۔

اور مطلق من حیث ہو مطلق، اس کا وجود خارجی کہاں؟ پھر اس اطلاق کے ساتھ کیونکر مناسبت پیدا ہو اور کیونکر عشق و محبت ہو؟

محبت شیوخ کا عرفانی اصول

اس وجہ سے عرفان میں یہ قاعدہ منضبط ہوا کہ ہم تو اس نور کے عاشق ہیں۔ جہاں اس کی تجلّی زیادہ تر ہے وہاں ہماری محبت بھی زیادہ تر۔ بس ذات سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ میں تجلّی کمالات زیادہ تر ہے اور وہ مظہر اتم اس نور مطلق کے ہیں، اس لیے اپنے عزیز و اقارب و فرزندان و مال و متاع بلکہ جان سے بھی زیادہ ان کی محبت چاہیے، ورنہ ایمان کامل نہیں اور اسی قاعدے کو ہر جگہ برت لیجیے۔ حضرت غوث الثقلین بھی مظہر کمال ہیں اور منبع انوار و تجلّی ہیں۔ اس لیے میرا عشق ان سے بھی بہت ہے۔ دقس علی ھذا اور شیخ چونکہ قبلہ توجہ ہیں اس لیے وہ نور مطلق مع کمالات ستودہ اسی کی ذات میں متصور کر کے ہمہ دم اس کی طرف متوجہ رہے۔ اب شعر کا مطلب سمجھ جاؤ ؎

چونکہ کردی ذات مرشد را قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

شیخ کی طرف متوجہ رہنا گویا عین خدا و رسول کی طرف متوجہ رہنا ہے، اور جتنا متوجہ الی الشیخ ہوگا اور صورت و سیرت و صفات شیخ میں آپ کو فنا کرے گا اتنا ہی انعکاس شیخ اس پر زیادہ ہوگا۔ اگر فی نفسہٖ شیخ کامل نہیں تو شیخ الشیوخ کا انعکاس پڑے گا فیجعلھا ھنا ما یجد ھناک پھر جو یہاں پاتا ہے وہی وہاں پاتا ہے)۔

عزیز من! میرے قلم کو اس وقت عجیب وجد ہے اور ممکن ہے کہ یہ مسئلہ اس سے بھی زیادہ تفصیل سے سمجھاؤں مگر یہ احتمال قلم کو روکتا ہے کہ ابھی بعض باتیں سرسری نظر میں

تمھاری سمجھ میں نہ آئیں۔ مگر خوب یاد رکھو کہ یہ اوہام باطلہ نہیں۔ "قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید"
بحمداللہ یہ داستان مجھ پر منکشف ہو چکی ہے اور انشاءاللہ ایک دن تم بھی خود بخود از خود
در خود سمجھ جاؤ گے ؎

از کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را
سوئے رخ خود بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

میرے حضرت قبلہ نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا اور درود میں ایسا مشغول کر
دیا کہ ہمہ تن حضرت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ رہا، مگر پھر بھی حضرت قبلہ کی طرف
ایسا متوجہ ہوا کہ ہر حال میں لحوق ولزوق دیکھا اور پھر اس سے مجھے بہت فائدہ پہنچا جس
کو بیان نہیں کر سکتا، اور اب کیا حال ہے کہ میں اپنے حضرت قبلہ کو خواب میں کم دیکھتا ہوں
اور اکثر تو یونہی دیکھا کہ وہ مجھ میں سما گئے یا میں ان میں غائب ہو گیا ؎

جذبۂ وصل بحدیست میانِ من و تو
کہ رقیب آمدہ پرسید نشانِ من و تو

اور خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں اس طرح بھی غائب ہوا ہوں کہ حضور صلعم ہیں
اور ہیں نہیں۔ عزیز من! غرض مجھے اس طولانی تقریر سے فقط وہم تثلیث سے تم کو باہر
کرنا ہے اور یہ بات بتانا ہے کہ تمام محبت ایک ہی ہے ؎

عاشقی خود زیں سرو یا زاں سر است
عاقبت مارا بداں شہ رہبر است

اپنا قصد چھوڑ دو

تم اپنا ارادہ و قصد بالکل اٹھا دو، جو آجائے اس کی طرف متوجہ ہو، اگر میری محبت
کا غلبہ ہو تو میری ہی طرف متوجہ ہو مگر نہ بہ تکلف۔ اور اگر اور اوپر کی طرف عروج محبت
ہو تو اسی طرف متوجہ رہو۔ میں جب صبح کی مشغولی کا مداوم تھا تو اشراق تک یوں جما رہتا تھا
کہ پہلے آپ کو حضرت قبلہ قدس سرہٗ میں گم کر دیتا تھا پھر بغداد شریف حاضر آستانہ ہو کر
حضرت غوث الاعظم سے استفاضہ کرتا۔ اگر مستغرق ہو گیا تو وہیں اٹکا ورنہ پھر بہ معیت

حضرت غوث الاعظم مدینۂ طیبہ مسجد نبوی مواجہ روضۂ شریف کے کھڑا ہو کر پہلے عرض سلام بجناب حضور، پھر شیخین واہل بیت علیہم السلام پر عرض کرتا اور بالآخر شغل درود شریف و دیدار جمال محمدی میں مستغرق ہو جاتا۔ مجھے تو عرصۂ قلیل یعنی ایک برس سے کچھ کم و بیش میں اس شغل نے عجب رنگ میں رنگ دیا تھا۔ سوا گھنٹہ میں روزانہ اس شغل میں مستغرق رہتا تھا۔ تمہیں اگر وقت ملے تو بسم اللہ ورنہ ابھی جس قدر کرتے ہو اتنا ہی رہنے دو۔ ورنہ ناغہ ہونے سے برکت جاتی رہتی ہے، میاں اسمٰعیل خاں کو میرا سلام و دعا کہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو علم و عرفان و محبت و ذوق و شوق عطا فرمائے۔

اللھم ارزقہ علمًا نافعًا وقلبًا خاشعًا۔

اے اللہ! ان کو نفع بخش علم اور جھکا ہوا دل عطا فرما۔

میاں عبدالحمید واکرام علی و داؤد خاں رفعھم اللہ الی مدارج العلم والفضل والعرفان (اللہ انہیں علم و فضل و عرفان کے درجوں پر فائز فرمائے) کو میرا سلام و دعا پہنچاؤ۔ ان لوگوں میں جس کے اندر صلاحیت قلبی دیکھو شغل درود یہ بھی بتلا دو۔ اور ذکر قلبی اسم ذات سکھا دو اور یہ ضرور سمجھا دو کہ بغیر علم اس راہ میں کمال نہیں ہوتا۔ اس لیے علم ظاہری کا شغلہ نہ ترک کریں اور کتب درسیہ محنت سے پڑھیں۔ عثمان ابن مولوی نعمت علی صاحب کا ایک ہفتہ ہوا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بخشے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (روئے زمین پر سب چیزیں فانی ہیں اور خدائے ذوالجلال والاکرام باقی رہے گا)۔

---

(۲۹)

ایھا الغائب عنی اننی	علم اللہ لمشتاق الیک
فاذا ھبت نسیم طیب	انا ذاک الوقت سلمت علیک

اے وہ کہ جو مجھ سے دور ہے خدا جانتا ہے کہ میں تیرا اشتاق ہوں،

جب کوئی خوشگوار نسیم چلتی ہے تو میں اسی وقت تجھے سلام بھیجتا ہوں۔
نورچشم من! السلام علیکم۔ یہ اشعار زہیر مصری کے ہیں جو اسلامی دور میں ملک الشعرا گزرا ہے۔ آج کل اس کا دیوان میرے پیش نظر ہے۔ اس کے اشعار میں فقط عربیت یعنی شستگی زبان ہی کا لطف نہیں ہے بلکہ عمدگی مضامین بھی نہایت ہی معقول پیرایوں میں ہے۔ اس لیے اہل یورپ کو اس کا انداز کلام و مذاق نہایت مطبوع ہے۔ اور خاص شہر لندن میں یہ دیوان چھاپا گیا ہے۔ میں ہر خط میں کچھ نہ کچھ اشعار عربیہ یا فارسیہ تم کو لکھ بھیجتا ہوں مگر افسوس ہے کہ تم جواب میں کوئی شعر عربی و فارسی کا نہیں لکھتے۔ ہم کو نہیں معلوم اس طرف سے کیوں تنافر ہے۔

فہم قرآن کے لیے مذاق عربیت ضروری ہے

خوب یاد رکھو کہ فہم قرآن شریف بغیر مذاق عربیت محض قال اقول اور کان یکون سے ممکن نہیں اس لیے قدما کو صدہا اشعار جاہلیت کے یاد ہوتے تھے۔ ادراک معارف قرآنیہ و حدیثیہ کے واسطے علم ادب و اشعار میں کمال جانفشانی کرتے تھے، مقدمہ ابن خلدون میں اس کے وجوہات بہ بسط تمام مندرج ہیں۔ میری اس تقریر کے جواب میں غالباً تم بھی رونا روؤ گے کہ کتب درسیہ کے مشاغل سے فرصت نہیں ہوتی جو ادھر توغل کیا جائے۔ میں بھلا اسے کب تسلیم کرلوں گا۔ میں نے خود طالب علمی کی ہے۔ ؎ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

طالب العلمی میں اپنا ذوق ادب

میرا خود تجربہ اس عذر کو غلط ثابت کرتا ہے۔ میں نے عین درس "میر زاہد" کے زمانے میں صدہا اشعار عربیہ یاد کرلیے تھے۔ لغت کی کتابوں میں فقط صراح میری رفیق تھی اور چند قصائد کے شروح بھی تھے۔ تعطیل میں اور زمانۂ فرصت میں بس لغت یا شروح سے حل اشعار کرلیتا تھا۔ اور دو چار شعر یاد کرلیتا تھا۔ جو شعر پسند آیا اس کو کسی سفینے میں لکھ لیا یا مشکل نظر آیا اس کی شرح کر ڈالی۔ اسی تفحص کی وجہ سے قبل از فراغ مجھے چار سو اشعار عربی کے یاد تھے اور ابھی تک میرے حافظے میں

بحمداللہ تعالیٰ و بہ تصدق حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ محفوظ ہوں گے۔ جب چاہو امتحان کرلو "اینک گوئے و اینک میدان"۔

تم نہایت تعجب کروگے کہ میں وسط زمانۂ طالب علمی میں ٹوٹے پھوٹے مضامین یا مسروقہ مضامین کو موزون کرکے بہ زبان عربی اشعار کہہ لیتا تھا۔ امرؤ القیس کا یہ طولانی قصیدہ:

قفا نبک من ذکری حبیب ومنزل　　بسقط اللوی بین الدخول فحومل

ذرا ٹھہرو میں اپنے دوست کو اور اس منزل کو جو دخول اور حومل کے درمیان سقط اللوی میں واقع ہے یاد کرکے رولوں۔

مجھے "حمداللہ" پڑھنے سے پہلے یاد تھا۔ علی ہذا القیاس قصیدۂ فرزدق:

ھذا الذی تعرف البطحاء وطأتہ　　والبیت یعرفہ والحل والحرم

یہ (امام زین العابدین رض) وہ ہیں جن کے قدم کو سرزمین بطحا پہچانتی ہے، کعبۃ اللہ اور حل و حرم سب پہچانتے ہیں۔

تمام و کمال مجھے اس سے پہلے ہی محفوظ تھا۔ اور قصیدۂ بردۂ امام بوصیری بطور وظیفہ پڑھتے پڑھتے یاد ہوگیا تھا۔ تم بھی اگر لغت و اشعار لے کر بیٹھو تو کچھ دنوں میں قبل از اتمام کتب درسیہ صدہا اشعار یاد ہو جائیں گے۔ اور میں جو شعر یہاں سے لکھا کروں اس کو سمجھ کر کتاب میں قلمبند کرلیا کرو۔ حل لغات بھی تحت السطور کردیا کرو۔ بس تھوڑے ہی دنوں میں ایک خاصا کشکول طیار ہو جائے گا۔ عروض کے قاعدے سے پھر اس کی تقطیع کرلینا، مگر اتنا ضرور خیال رہے کہ کلام جاہلیت و ابتدائے اسلام استحفاظ و استشہاد کے لیے زیادہ قابل قدر و قیمت ہے جیسا کہ علامہ خفاجی حاشیۂ بیضاوی میں فرماتے ہیں:

شعرائے عرب کے مختلف طبقے

شعراء العرب علی طبقات جاھلیون کامرء القیس وطرفۃ وزھیر ونابغۃ وغیرھم ومخضرمون ای من قال الشعراء

في الجاهلية ثم ادرك الاسلام كلبيد وحسان وغيرهما و
متقدمون ويقال لهم الاسلاميون وهم الذين كانوا في صدر الاسلام
كجرير وفرزدق ومولدون وهم من بعدهم كابي تمام والبحتري
ومتاخرون وهم من بعدهم من شعراء الحجاز والعراق ولا
يستدل في استعمال الالفاظ بشعر هؤلاء بالاتفاق و
اختلف في المحدثين فقيل لا يستشهد بشعرهم الا يجعلهم بمنزلة
الراوي فيما يعرف انه لا مساغ فيه سوى الرواية ولا مدخل
فيه سوى للرواية ولا مدخل فيه للدراية انتهى ملخصا مع بعض الزيادة

عرب کے شعراء کے کئی طبقے ہیں۔ جاہلی شعراء جیسے امرؤ القیس، طرفہ، زہیر
نابغہ وغیرہم۔ اور مخضرم یعنی جو جاہلیت میں شاعر تھا اور پھر وہ اسلام سے
بھی مشرف ہوا، جیسے لبید اور حسان وغیرہما۔ اور متقدم جنہیں اسلامی
بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آغاز اسلام میں تھے مثلاً جریر و فرزدق
وغیرہما۔

اور مولد جو بعد کے ہیں مثلاً ابو تمام اور بحتری۔

اور متاخر یعنی حجاز و عراق کے وہ شعرا جو ان کے بھی بعد ہوئے۔ الفاظ
کے استعمال میں بالاتفاق ان متاخرین کے اشعار سے استدلال نہیں کیا
جاتا۔

محدث (متاخرین کے بعد کا ہر شاعر) کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہا
جاتا ہے کہ ان کے شعر سے استشہاد درست نہیں۔ بجز اس کے کہ ان
کو راوی کی حیثیت سے پیش کیا جائے اور وہ بھی ایسے مواقع پر جہاں
روایت کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہو، یعنی اس میں روایت کے علاوہ
درایت کا کوئی کام نہ ہو۔

یہ حاشیۂ بیضاوی کا خلاصہ ہے چند اضافات کے ساتھ۔

ان طبقات شعراء کو خوب یاد رکھو۔ مقدمۂ ابن خلدون میں یہ بحث اشعار قابل دید ہے۔ عجائب و غرائب نکات و لطائف بیان کیے ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے تو عجب لطف اٹھاؤ گے۔

میں اس سے زیادہ اب تمھارا امر پھرانا نہیں چاہتا۔ مگر اتمام تقریر کے ساتھ اتنا اور کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مشاہیر شعرائے عرب متقدمین و متاخرین کے یہ نام یاد رکھو۔

فرزدق، ابن ابی ربیعہ، کثیر ذی الرمہ، جریر، ابی تمام، بحتری، متنبی، معری، رضی، ابونواس، ابوفراس، ابن ابی الحدید، حمیری و عسل خزائی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔ بے چارے متنبی پر یاروں نے بہت ہاتھ صاف کیا ہے۔ حتیٰ کہ علامہ نے مقدمے میں فرمایا:

کانوا یعیبون شعر المتنبی والمعری بعدم انسیج علی الاسالیب العربیہ

یہ سب صحیح لیکن اندازِ عجیب نے اس کے کلام کو ایک ایسا ذوق دے دیا ہے جس سے ہم عجمیوں کو لطف زیادہ آتا ہے "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" میں زہیر مصری کے دو شعر کی تمہید و تشریح میں کہاں سے کہاں بہک گیا۔ اور اصل مقصد سے کوسوں دور پڑ گیا سالاٰن الی ما کنا فی صدد من قبل (اب میں پھر اس مضمون کی طرف لوٹتا ہوں جس سے آغاز کیا تھا)۔

عزیز من! انقلاب موسم شروع ہو گیا۔ گرمی اور برسات رخصت۔ جاڑا موجود ہوا۔ گرمیوں میں حرارت خارجیہ زوروں پر ہوتی ہے اور سرما میں کثافت برودت و تسدید مسامات سے اندرونی حرارت تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ "(دلوں پر چھا جاتی ہے) کا انداز نمایاں کرتی ہے، اس لیے ہمارے اکابر اس موسم کو غنیمت سمجھ کے حرارت قلبیہ کی تائید پر مستعد ہو بیٹھتے ہیں۔ اوراد اذکار و اشغال جہریہ و حبس نفس سے ان دنوں میں بہت کچھ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پھر اس حرقت و حرارت سے روحی حدت جو پیدا ہوتی ہے اسے اکسیر سمجھ کر اس کی نگاہداشت کرتے ہیں۔ سیر انفسی و آفاقی کا نسخہ اسی

اکسیر سے مرتب ہوتا ہے۔ سلب و ازالۂ مرض و قوتِ ایقاد و اضافہ سب کا زور بازو بھی عدتِ روحی ہے۔ افسوس کہ تم طالب علمی میں ہو اور ہمشیرہ کے ضعیف القلب۔ اس لیے تم کو اذکار جہری و حبسِ نفس کی فرمائش نہیں کر سکتا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ پھر آگے تم کو بڑھاؤں کیونکر؟ اور بڑھنا ضروری ہے۔ اصلی مقصد کی اب تک تم کو ہوا بھی نہیں لگی ہے ع "این زمین را آسمانے دیگر است"

خیر ایک تدبیر میں نے سمجھی ہے کہ میں ہی تمھاری طرف سے کچھ ذکر جہری کروں گا۔ ثمرہ اس کا تم کو مترتب ہوگا۔ تمھارے لیے یہی مناسب ہے کہ تم ہمیشہ مجھ سے ملتے رہو اور جس سرکار میں حاضر ہوا کرو۔ یا جدھر متوجہ ہو آپ کو مجھ میں فانی کر لیا کرو۔ یا مجھے آپ میں سمایا سمجھو۔ تمام اوراد و وظائف حتیٰ کہ نماز میں بھی یہی خیال رکھو کہ یہ سب افعال و ہیات محمد سلیمان سے ادا ہو رہے ہیں۔

ھو یصلی و ھو یقرء، ھو یرکع و ھو یسجد وما انا الا ھو۔
وہی نماز ادا کر رہا ہے، وہی قرأت کر رہا ہے وہی رکوع کر رہا ہے
وہی سجود کر رہا ہے اور میں وہ ہوں۔

ابھی میں اسی قدر کہوں گا، چالیس دن کے بعد تمھیں خود معلوم ہو جائے گا کہ آگے مجھے کیا کرنا ہے۔ اور پھر نماز کیا ہے؟ توجہ الصفات الی الذات (صفات کا ذات کی طرف متوجہ ہونا) کیا ہے؟ تجلی الذات فی الصفات و ظہورھا فی الکائنات (ذات کا صفات میں جلوہ گر ہونا اور کائنات میں اس کا ظہور ہونا) چہ معنی؟

میرے پیارے یہ عجب دریائے ناپید اکنار ہے ع
جو نکلا سو ڈوب گیا اور جو ڈوبا سو پار

ارے چند دنوں میں تم خود بول اٹھو گے ؎

دارد دل دیوانہ ام سود اے لیلائے دگر
مجنونِ طبع و حشیم بگزید و صحرائے دگر

عزیز من! آج کل میرا انعکاس جس پر پڑے گا توحیدی رنگ میں پڑے گا۔ میری

حالت کچھ نہ پوچھو، پرسوں ایک غزل لکھی اور اپنے قوال کو بتا کر خوب متوجد رہا۔ اسی غزل سے میری حالت کا موازنہ کرسکو گے۔

جوانی ہی ریاضت کا وقت ہے

عزیز من! بمقتضائے بشریت میری بعض بعض فرمائشات تم پر جبر گذرتی ہوں گی مگر مجھے مجبور سمجھو۔ تمہارا سن شباب اور مادۂ عشقیہ کا ابھار مجھے ان باتوں پر مجبور کرتا ہے۔ دین و دنیا کا جو کام ہوتا ہے ایام شباب ہی میں ہوتا ہے۔ حضرت مخدوم شرف الدین بہاری رضی اللہ عنہ کے ملفوظات "خوان نعمت" میں ہم نے دیکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: چالیس برس کے سن کے بعد ریاضت و محنت فائدہ نہیں کرتی۔ عرفان سے مایوس ہی ہو جانا چاہیے الاماشاء اللہ، جب شباب رخصت ہو جاتا ہے اس وقت کف افسوس ملنا پڑتا ہے ولنعم ما قال الزہیرے

رحل الشباب ولما انل　　من لذة فیها نصیب

جوانی گزر گئی اور میں اس کی لذت سے اپنا کوئی حصہ وصول نہ کر پایا۔

یا طیبهٗ لو لم یکن　　ملؤ الصحائف بالذنوب

ہائے اس کی خوشبو! اگر اس نے نامۂ اعمال کو گناہوں سے بھر نہ دیا ہوتا

ارسلت دمعی خلفه　　فعساه یرجع من قریب

میں نے اس کے پیچھے خوب اپنے آنسو رواں کیے کہ شاید وہ کسی طرح اسے جلد لوٹا لائیں۔

هیهات لا واللہ ما　　هو بالسمیع ولا المجیب

مگر افسوس، جوانی بہت دور جا چکی ہے۔ بخدا اب نہ وہ کچھ سننے والی ہے نہ جواب دینے والی۔

ورایت فی انواره　　ما کان یخفی من عیوب

میں نے اس کی روشنی میں دیکھ لیا کہ وہ کیا کیا عیوب چھپائے ہوئے تھی۔

رباعی

افسوس کہ نامۂ جوانی طے شد — ویں دورِ بہارِ زندگی دے شد

آں مرغ طرب کہ بود آسائش دل — خود ہیچ ندانم کہ کے آمد و کے شد

فرزندمن! اس زمانے کو غنیمت سمجھو اور مجاہدے پہ کمر باندھو۔ سرکار کی وعدہ ہے لنھدینھم سبلنا" (جو لوگ ہمارے حق میں جہاد کریں گے) ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے)

اور جو کیف پیدا ہوا اس پر شکر کرو۔ اس پر لازیدنکم کا قرار ہے۔ آج یہ خط ہم نے میاں نظیر الحسن سلمہ اللہ تعالیٰ سے لکھوایا ہے۔ ان کے لیے دعا کرو۔ اور میں ہفتے کے دن روانۂ لکھنؤ ہوں گا۔ لکھنؤ گولہ گنج کے پتے سے میرے پاس جواب بھیجو۔ میں اب رودولی شریف جاکر اجمیر شریف حاضر ہوں گا۔ اب طولانی خطوط سے دو مہینے تک امید منقطع کرلو۔ میرے سب یا د فرماؤں کو سلام دعا کہہ دینا اور اگر کوئی طالب مستعد ہو تو اس کو ذکر بہری "ھوالحق" پھر سو عدد تک بتلادو۔ غزل موعود یہ ہے:

میر فنا لقا ہیں دکھلائے کوئی مجھ کو — میں کون ہوں کہاں ہوں بتلائے کوئی مجھ کو

آیا ہوں میں کہاں سے جاؤں گا میں کہاں کو؟ — آتا نہیں سمجھ میں، سمجھائے کوئی مجھ کو

ہے رشتۂ تشخص وابستہ جان و دل سے — الجھا ہوا ہوں بے حد سلجھائے کوئی مجھ کو

دریائے بے خودی میں غوطے لگا رہا ہوں — شاید دُرِ حقیقت ہاتھ آئے کوئی مجھ کو

میرا یہ جسم خاکی جام جہاں نما ہو — اس ڈھب کی چند باتیں سکھلائے کوئی مجھ کو

حاذق یہ میری حسرت اکدم میں سب فنا ہو — ہاں نصر سا جو مرشد مل جائے کوئی مجھ کو

جس جا فنا ہے فانی اور اسم و رسم سب گم — بہر خدا وہاں تک پہنچائے کوئی مجھ کو

حافظ عنایت اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں۔ تمھیں سلام کہتے ہیں۔ بشرط ملاقات مولوی انوار اللہ صاحب کو میرا سلام کہہ دیجیو اور میر مست برادر مولوی عبدالوہاب صاحب کو بھی سلام کہیو۔

(۱۵)

فرزند صوفی وصی الدین سلمہ ربہ! از فقیر محمد سلیمان قادری چشتی سلام مسنون ودعائے خیر از دیاد معارف مطالعہ نمایند۔

فقر و رہبانیت کا فرق

اما بعد یہ امر خوب مطمح نظر رکھو کہ درویشی و فقر و رہبانیت اور جوگ درحقیقت ایک ہی شئ ہے البتہ باعتبار لوازم ایک دوسرے سے ضرور ممتاز ہے۔

رہبانیت ان ریاضات و مجاہدات کا ثمرہ ہے جو روشِ مسیحی سے پیدا ہو۔ اور جوگ ان ریاضاتِ شاقّہ کا حاصل ہے جو موحّدین مذہب ہنود کے انداز برتنے سے پیدا ہو۔ اور فقر و درویشی و تصوف اسلامی ریاضات و عبادات کے انحفاظ و پابندی و اخلاص کا نتیجہ ہے۔ لکل رجال احوال و اقوال (تمام آدمیوں کے لیے کچھ احوال اور کچھ اقوال ہیں) وکل حزب بما لدیہم فرحون (اور ہر گروہ اسی چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے) ؎

ہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوشی

من انداز قدت را می شناسم

اب ذریعہ واحد رسول اللہ صلعم ہیں

ہاں ہاں اب عالم دورۂ محمدی ہے اور بجز درِ محمدی کے تمام ابواب فیوضِ الٰہی مسدود ہیں۔ خدا کا فیض اب بلا واسطہ ان کے پہنچ ہی نہیں سکتا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں) اس بیان پر شاہد ہے تو اب کوئی طریقہ عرفان و طلب محبوب حقیقی کا بجز اتباع حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ممکن نہیں قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا) کے فرمان الٰہی پر خوب غور کر لینا چاہیے۔ الغرض رہبانیت و یوگ و تصوف میں

"اتباع" کا فرق ہے۔ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز در پئے مصطفیٰ

بعض لوگ ایسے بھی گذرے ہیں کہ جنھوں نے فیض بلا واسطہ کا دعویٰ کیا۔ مگر یہ ان کے فہم کی غلطی تھی۔ وہ فیوض بھی مشکوٰۃ نبوت ہی سے تھے مگر امعانِ ادراکات سے ان کو اس کا ورک نہ ہو سکا اور اسے بلا واسطہ سمجھا۔ حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہٗ نے فتوحاتِ مکیہ میں ایسے مسائل کو خوب ہی لکھا ہے اور شرح مثنوی میں مولوی بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قلمبند فرمایا ہے۔

شریعت محمدیہ سے کوئی آزاد نہیں

اس زمانے میں یہ عجیب بلا ذائع و شائع ہے کہ اکثر درویشی کے طالب و متصوف اپنے آپ کو اتباع شریعتِ نبویہ سے آزاد سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذٰلک یہ خیالاتِ واہیہ الحاد و زندقہ ہیں۔ شریعت، طریقت، حقیقت ایسی مسلسل و وابستہ ہیں کہ ان میں جدائی ہو ہی نہیں سکتی۔ شریعت زادِ راہ سفر و ساز و سامان کا نام ہے طریقت راستہ چلنا اور منازل طے کرنا۔ حقیقت منازل مقصود پر پہنچنا۔ پس کیا کوئی عاقل بغیر ساز و سامان قطع منازل اور سفر کو پسند کرتا ہے اور بغیر ساز و سامان و قطع منازل، منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے؟ لَا وَاللہ!

مخدوم الملک کا فیصلہ

حضرت مخدوم شرف الدین بہاری رضی اللہ و قدس سرہٗ، مکتوبات میں عجائب و غرائب نکات و فوائد اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"واجب است کہ راہ طریقت بموافقت شریعت بود و ہر کرا کہ بینی در طریقت ناموافق شریعت اورا از طریقت ہیچ فائدہ نبود۔ و آں مذہب ملحدانست کہ قیام یکے بے دیگرے روا دارند و گویند چوں حقیقت کشف شد شریعت برخیزد، براں

اعتقاد لعنت باد۔ ظاہر بے باطن نفاق است و باطن بے ظاہر زندقہ است۔ ظاہر شریعت بے باطن نقص است و باطن بے ظاہر ہوس۔ ظاہر با باطن پیوستہ است در اصل کہ ہیچ کس جدا نکردہ است لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ حقیقت است و مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ شریعت است۔ اگر کسے خواہد در حالِ صحتِ ایمان یکے را از دیگرے جدا کند نتواند و خواستنش باطل شود۔"

شریعت و طریقت و حقیقت کی تشریح

عزیز من! اسی مضمون کو دوسرے عنوان سے سمجھو۔ شریعت زینہ ہے۔ طریقت زینے کا طے کرنا یعنی اس پر چڑھنا۔ حقیقت زینے سے منزل مقصود پر پہنچنا یعنی بالائے بام ہونا۔

اب غور کرو بغیر درستگی زینہ و بلا صعود زینہ بام مطلوب پر پہنچنا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں یہ شبہ یہاں پیدا ہوتا ہے کہ جب بام پر پہنچ گئے تو اب زینے سے کیا سروکار۔ مگر ذرا غور کرو گے تو یہ شبہ دفع ہو جائے گا۔ عارف ایک حالت پر نہیں رہ سکتا۔ وقتاً فوقتاً ساعۃً فساعۃً ؎

اگر درویش بر جائے بماندے
سر دست از دو عالم بر فشاندے

کبھی قرار و سکون ہے، کبھی عروج۔ کبھی نزول و رجوع۔ پس اگر زینہ توڑ دیا گیا تو نزول و رجوع کی کیا صورت ہو گی اور دفعۃً گر کر ہلاک ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں ہم امت محمدیہ فقط مہتدی ہی نہیں بلکہ ہادی بھی ہیں پھر اگر زینہ برباد کیا گیا تو دوسرے کو اس مقام رفیع پر کیونکر پہنچائیں گے۔ مرشد کی معیت اور اس کا انعکاس بھی تو ضرور ہے اور اعلیٰ اسفل کی طرف بلا نزول و رجوع کیونکر مائل ہو سکتا ہے فافہم یا ولدی وتفکونیہ ثم ارجع الی مالنااتی صدد کلا (اے فرزند اس کو سمجھو اور اس پر غور کرو اس کے بعد اصل مبحث کی طرف لوٹو)۔

جوگ اور طریقت کا فرق

عزیز من! مجھے سفر میں مختلف مذاق و حالات کے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے اور جو چیز جہاں مل جاتی ہے اخذ کر لیتا ہوں۔ مجھے بعضے بزرگوں کے ذریعے سے اکثر جوگیہ اشغال پہنچے ہیں کچھ تو کمزوریٔ قویٰ کی وجہ سے مجھ سے نہ ہو سکا اور بعضی بعضی چیزوں پر میں نے عمل بھی کیا۔ اس میں شک نہیں محویت و ذوق و تصفیہ و سیر اس سے خوب ہوتا ہے۔ مگر انوار ورودیہ و برزخ محمدی کے مقابلے میں میری دانست میں اسے کوئی نسبت نہیں۔ یہ شے ہی اور ہے شتان من ذاق" توحیدی انوار میں بھی دونوں میں بہت فرق ہے۔ الحاصل ہم محمدی ہیں بجز اپنے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے دوسرا طریقہ فائدہ مند سمجھتے ہی نہیں۔ ہمارے جتنے بزرگان گذرے ہیں سب شریعت کے متبع گزرے ہیں اور ہم غوث پاک قدس سرہٗ کے غلام ہیں اور وہ جناب اتباع شریعت و حمیت اسلام میں ضرب المثل ہیں۔ اس لیے وہ محدثین بھی جو صوفیہ کے مخالف ہیں مثلاً ذہبی و ابن تیمیہ وغیرہما عفا اللہ عنہم وہ ہمارے حضور غوث پاک کی شان میں کچھ کہہ نہ سکے اور مدح سرائی ہی کی۔ اور ہم غوث اعظم کی طرف منسوب ہیں تو ہمیں بھی وہی طریقہ برتنا چاہیے۔

میں حضرت غوث اعظم کی اولاد سے نہیں ہوں، غلام ہوں، مگر امہات کی جانب سے مجھے جزئیت نسبی بھی پہنچی ہے، مگر اس بارگاہ غوثیہ میں میری نیازمندی اس وجہ سے نہیں معاذ اللہ من ذلک بلکہ اس جناب غوثیت مآب کو منبع فیوض محمدیہ سمجھتا ہوں اور بحیثیت غلامی حاضر آستانہ ہو کر عرض کرتا ہوں ؎ لطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی

از لطف چوں کردی نظر کشتی ز دریا شد بدر — ما غرقہ و تو بے خبر فریاد رس فریاد رس

عزیز من! ولی اللہ کو ولی سمجھ کر ماننا چاہیے نہ کہ بحیثیت جزئیت و فرزندی۔ میری والدۂ مرحومہ فریدیہ تھیں یعنی حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ کی اولاد سے تھیں تو کیا حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کو ہم نانا سمجھ کر مانتے ہیں؟ حاشا و کلا۔ بلکہ اپنا آقا و ولی نعمت سمجھ کر مانتے ہیں اور ان کی عنایت جو اس نحیف پر ہے اس

کی کیا شرح کی جائے ؎ "از زمینم بر آسماں کردند" ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

مجھ سے کوئی میرے خاندان کا حال پوچھتا ہے تو میں اس قدر کہتا ہوں، لوگ شریف خاندان سے بتاتے ہیں اور اپنے خاندان کی موجودہ حالت کچھ ایسا ہی بتاتی ہے۔ اکثر لوگ ذی علم اور صاحب خشیت الٰہی گزرے ہیں۔ جہالت و ظلم و ستم سے بری تھے۔ ابتدائے حماسہ کے یہ اشعار مجھے یاد ہیں:

لکنّ قومی دان کانوا ذوی عدد لیسوا من الشر فی شیٔ دان ھانا

میری قوم اگرچہ کثیر التعداد ہے لیکن کسی معمولی سے شر سے بھی انہیں کوئی تعلق نہیں۔

یجزون من ظلم اھل الظلم مغفرۃ ومن اساءۃ اھل السوء احسانا

ظالموں کے ظلم کا بدلہ وہ بخشش سے دیتے ہیں اور برائی کرنے والوں کی برائی کا بدلہ احسان سے۔

کان ربک لم یخلق لخشیتہ سواھم من جمیع الناس انسانا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اللہ نے سارے عالم میں ان کے سوا کسی انسان کو اپنی خشیت کے لیے نہیں پیدا کیا ہے۔

میں مکان سے الہ آباد اور وہاں سے کڑا اور وہاں سے مانک پور، وہاں سے پھر ردولی شریف پھر فتح پور ہو کر آج کانپور میں ہوں۔ مزارات متبرکہ سے خوب مستفیض ہوا۔ اجمیر شریف کا ٹکٹ بند ہے اس لیے حاضری سے مجبور رہا۔ خدا جانے یہاں سے کہاں جاؤں گا۔ غالباً امروہے جاؤں گا۔ اور وہاں سے بہرائچ واپس ہو کر مکان جاؤں گا۔ خطوط میرے مکان پر بھیجو۔ ہم جہاں رہیں گے وہاں پہنچیں گے۔ اللہ اللہ کرتے رہو غافل مت رہو۔ غفلت کفر طریقت ہے۔ اپنے دوستوں کو میرا سلام کہو اور میرے عزیزوں کو میرا سلام۔ میرے دل میں مکرر یہ بات ڈالی گئی ہے، کہ

شرح عقائد نسفی پڑھنے کی تم کو تاکید کروں۔ اگر موقع ہو تو کسی سے شروع کر لو یا خود تھوڑا دیکھ لیا کرو۔ مولوی عبدالوہاب صاحب تو عنقریب تعطیل میں سیر کو نکلیں گے۔ دیکھیے اب کے ملاقات ہوتی ہے یا نہیں؟

---

(۲۱)

نورچشم من سلمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم۔ تمھارے کارڈ مجھے برابر ملا کرتے ہیں، اور ہم نے بھی خط روانہ کیا ہے۔ اپنے تفصیلی احوال سے مطلع کرو، اور اپنے کاموں میں مصروف رہو۔

الحمدللہ کہ اب مجھے خانگی نظم ونسق سے اطمینان ہے۔ سب معاملات خدا کے سپرد ہیں۔ ہم نے اپنا تعلق اُدھر سے بالکل ہٹا دیا ہے۔

صفحنا عن بنی ذھل وقلنا القوم اخوان

عسی الایام ان یرجعن قوما کالذی کانوا

ہم نے بنی ذہل سے درگزر کیا، اور اعلان کر دیا کہ یہ سب لوگ بھائی بھائی ہیں عن قریب زمانہ ان سب لوگوں کو ویسا ہی بنا دے گا جیسے وہ تھے۔

میرے ایک دوست ساکن کڑا مولوی عبدالسمیع صاحب حیدرآباد محلہ افضل گنج عقب مسجد افضل گنج میں مقیم ہیں۔ وہ تم سے ملیں گے یا تم ان سے ملو۔ حزب البحر ان سے سن لو اور درود وطریقہ ان کو بتا دو۔ اگر کوئی نسخہ فاضل ہو تو دے دو اور پھر تم میاں ایوب سے منگا لو۔ معانی کا ملاحظہ بھی بتا دو، اور حضرت غوث الثقلین کے حضور میں ان کے روزگار کے لیے عرض کرو، وہ پریشان ہیں۔ ان کا کام میرا ہی کام سمجھو۔ مجھے ان سے بظاہر ملاقات نہیں مگر میرے قلب کو ان سے بڑی مناسبت معلوم ہوتی ہے۔ تم اپنے احباب وغیرہ کو سلام کہو۔ سب لوگ مل کر حضرت

خواجۂ خواجگان کے لیے ایک ختم کر ڈالو۔ ۱۰ تاریخ ختم ہو تو بہتر ہے۔

---

(۳۲)

فرزند صوفی! اوصیک بتقوی اللہ۔

مرید کو پیر پر معترض نہ ہونا چاہیے

امابعد سالک راہ طریقت کو بہترین زادِ راہ ارتباطِ قلب با شیخ ہے اور ربط کامل بغیر سلسلۂ محبت و عشق مشکل ہے اس لیے شیخ محبوب ہے اور محبوب کی کسی بات پر اعتراض کرنا شانِ عاشقی و دیوانگی کے محض خلاف ہے۔ ان تمہیدی تقریروں کے بعد صاف صاف یوں سمجھو کہ پیر کے کسی قول و فعل پر مرید کو اعتراض کرنا اور شک و شبہ کرنا اپنے کشودِ باطن کے لیے حرمان و حیرانی ہی پیدا کرنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلك ملفوظات پیران چشت قدس اللہ سرہٗ میں یہ ادب بہ بسط تمام بیان کیے گئے ہیں۔ بشرطِ فرصت کبھی اس کی بھی سیر کرو۔ مختصراً اتنا خوب سمجھو کہ ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

اور اکابر نے فرمایا: مرشد نائب رسول خدا ہے۔ پس اس پر انکار و اعتراض گویا خدا و رسول ہی پر ایراد اور شبہات ہیں۔ اے عزیز! ؎

چونکہ کردی ذاتِ مرشد را قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

مرشد کامل باد ہوائی باتیں نہیں کرتا مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى مرشد کے ہر امر و ارشاد پر سرِ تسلیم خم ہی کرنا چاہیے ؎

در دائرۂ فرماں ما نقطۂ تسلیم
لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی

تمھیں مجھ سے شکوک رفع کرنے کی اجازت ہے

ہم کو بھی انھی آداب سے محلّی رہنا چاہیے۔ ہاں چونکہ علم ظاہری کا سلسلہ تمھارا ہنوز منقطع نہیں ہوا ہے اس لیے تم کو میری طرف سے اجازت ہے کہ میری علمی تحریر و تقریر پر جو شکوک ہوں انھیں دفع شبہ و ازالۂ شکوک و رفع خلجانِ خاطر و طمانیت قلبیہ کے لیے مجھ سے استفسار کر لیا کرو۔ عزیز من! میرا یہ خیال ہے کہ جوگ اور رہبانیت و تصوف باعتبار مقصود و مطلوب حقیقی کے ایک ہیں اور تینوں صاحبان اہل اشراق ہیں اور مشاہدۂ جمال لم یزلی کے طالب ہیں بخلاف غیرہم من اہل الادیان۔

فانهم لا يحومون حول المشاهدة وهم بمعزل منها وللعارف بين هؤلاء هوان لاتباع شريعة نبيّنا صلى الله عليه وآله وسلّم شرط في التصوّف لانّ ابواب الوصول والمشاهدة كلها مسدودةٌ الّا الباب المحمدى فهو لله ومن لم يقصد ذلك الباب فله الخيبة والخسران وان سلك طريقًا بزعمه انه يوصله لكن لا يصل اليّ الستّ الابواب دونه ۔ واما ما قلت يا ولدى بان بطلان طرقهم يظهر بانه ليس المطلب فان المطالب يطلب رضاء المطلوب وهم على خلاف رضاء مطلوبهم فذلك امر عجيب ولو تعمقت النظر في كلامي بتلك الاقاويل اَمَا تعلم ان البراهمة بل غيرهم من اهل الاديان كلهم في زعمهم على هدى من ربهم ولو كانوا في حق الواقع على غير مرضات ربهم فيطلق عليهم اسم الطالب يطلبهم في زعمهم وذلك لا يخاف نهج ما بيّنّاه في كتابنا تامّل فيه ۔

وہ مشاہدے کے قریب پھٹکتے بھی نہیں بلکہ اس سے بہت دور ہیں عارف کے نزدیک شریعت نبوی کا اتباع تصوف کی شرط اوّلین

ہے کیونکہ رسائی اور مشاہدے کے تمام دروازے بند ہیں بجز محمدی در کے جو خدائی در ہے۔ جو اس دروازے کے پیچھے نہیں وہ اگرچہ یہ زعم رکھتا ہے کہ وہ ایسے طریقے پر چل رہا ہے جو اسے منزل مقصود تک پہنچا دے گا لیکن اس کے لیے بجز ناکامی و نامرادی کے کچھ نہیں۔ اور چونکہ اس در کے سوا تمام در بند ہیں اس لیے وہ منزل مقصود تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اے فرزند تمھارا کہنا یہ ہے کہ ان کے طریقوں کے بطلان ہی سے ظاہر ہے کہ ان کے اندر طلب نہیں کیونکہ طالب اپنے مطلوب کی رضا چاہتا ہے اور وہ مطلوب کی رضا کے خلاف جا رہے ہیں۔ لیکن تمھارا یہ کہنا عجیب ہی سا ہے۔ کاش تم نے میری بات پر اچھی طرح غور کر لیا ہوتا۔ تم اتنا نہیں سمجھتے کہ براہمہ اور جوگیہ بلکہ دوسرے اہل ادیان سبھوں کو یہ زعم ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر قائم ہیں اگرچہ یہ صحیح ہے کہ درحقیقت وہ اپنے رب کی مرضی کے خلاف جا رہے ہیں مگر چونکہ وہ اپنے زعم میں طلب رکھتے ہیں اس لیے ان پر "طالب" کے لفظ کا اطلاق ہوگا۔ ہم نے جو کچھ اپنے خط میں لکھا ہے وہ ہماری مذکورہ تصریح کے خلاف نہیں تم ذرا غور کرو۔"

کئی شبہات علم کلام اور علم تصوف پڑھنے کے بعد دور ہوں گے

دوسرا شبہ تمھارا اور بھی مہمل ہے۔ جب علم کلام و علم تصوف پڑھو گے تو اس کی تفصیل سمجھو گے اور آپ سے آپ شبہ بھاگ جائے گا۔ ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ (کھیتوں کو تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں) ابھی خوب سمجھ لوگے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایک سال ہی کے اندر تم کو مشاہدہ بھی اس امر کا ہو جائے گا۔ ابھی بطور اصول موضوعۂ اقلیدس اس بات کو تسلیم کر لو کہ تمھیں کوئی چلاتا ہے تو چلتے ہو، کھلاتا ہے تو کھاتے ہو، پلاتا ہے تو پیتے ہو، بلواتا ہے تو بولتے ہو، سلاتا ہے تو سوتے ہو، جگاتا

ہے تو جاگتے ہو وغیر ذلک وھو فعال لما یرید (وہ جو کچھ چاہتا ہے بے تامل کر لیتا ہے)
تھوڑے ہی دن اگر یہ خیال جما دُ تو آیۂ پاک "مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی" (جب
تم نے تیر چلائے تو تم نے نہیں بلکہ اللہ نے چلائے) اور حدیث قدسی بِی یَسْمَعُ وَبِی
یُبْصِرُ وَبِی یَبْطِشُ میرے ہی سنائے سنتا ہے، میرے ہی دکھائے دیکھتا ہے
اور میرے ہی اشارے پر حرکت کرتا ہے) اور حدیث "ان الحق ینطق علی لسان عمر"
(حق عمر کی زبان پر بولتا ہے) یہ سب مضمون تم پر کھل جائیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ
ایک خاص تحریر اس مضمون کی تمہارے پاس پہنچے گی۔ ہاں اتنا ضرور خیال رکھو کہ اردو
تحریر میں بہتیری مثالیں محض ادنیٰ تشبیہ و مناسبت کی وجہ سے بیان کی جاتی ہیں۔ اس
سے تشابہ تام و مماثلت کلیہ نہ سمجھنا چاہیے۔ چونکہ تم ابھی درسی کتابیں پڑھتے ہو اس
لیے اردو تحریروں کو کتابی انداز سے مطالعہ کرتے ہو۔ ابتدائے زمانہ میں میری بھی یہی
حالت تھی۔ مگر اب اردو تحریرات پڑھتے پڑھتے یہ خیالات جاتے رہے اور کسی نہج
کی تحریر ہو اپنا فی الجملہ مطلب صحیح ہم نکال لیتے ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔

وحدت وجود کا وجدان

تمہاری اس طولانی تقریر میں وحدت وجود کا بھی ذکر ہے اور تم نے یہ بھی لکھا
ہے کہ "یہ تو مشاہدہ اور وجدان ہے۔ انکار نہ کریں۔ ولو کان مع الدلائل البراہین
(اگرچہ دلائل و براہین کے ساتھ ہو) اس مشاہدے اور ذوق کو مٹا ہی نہیں سکتا۔"
عزیز من! یہ حال تمہارا البتہ سچا ہے، مگر خوب یاد رکھو کہ انکشاف (توحید و مکاشفہ
و مشاہدہ) اس کا آسان نباشد۔ ہزار سالک میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتا ہے اور
محض فضلٌ من اللہ ہے۔ البتہ اہل سلوک کو تقلیداً للاولیا ابتداء اس کا عقیدہ ہونا چاہیے
من حیث الاجمال، اور تفصیلی خوض و فکر کی اس مسئلے میں ضرورت نہیں جب واردات
اس پر ہونے لگیں گے اس اجمال کی تفصیل آپ سمجھ لے گا اور اس عقیدۂ حقہ کو
معاذ اللہ خلاف عقل و شرع نہ سمجھنا چاہیے۔

بے شمار اکابر امت قائل ہیں

ہزاروں اکابر ہم چو شیخ محی الدین اکبر و امام غزالی و پیران قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ، یہ سب بھی اس کے قائل تھے۔ یہ سب کے سب خلاف عقل و شرع شریف کیونکر متفق ہو سکتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی، علامہ ہروی، شیخ علی مہائمی، شاہ ولی اللہ محدث، شیخ محب اللہ، مولوی رفیع الدین دہلوی، مولوی عبدالعلی بحرالعلوم، مولوی فضل حق خیرآبادی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسائل میں صدہا دلائل عقلیہ اس محققہ مسئلے کے متعلق پیش کیے ہیں۔ کیا یہ لوگ علوم رسمیہ و فنون عقلیہ سے نابلد تھے؟ لا واللہ۔

پس مناسب ہے کہ اگر دلائل سمجھ میں نہ آئیں تو اپنے قصور کا اعتراف کرنا چاہیے نہ یہ کہ اتہام اذکیا و۔

متکلمین اور صوفیہ

عزیز من! یہ مسئلہ "ربط الحادث بالقدیم" کا ہے یعنی حادث کو قدیم کے ساتھ، واجب کو ممکن کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ متکلمین و دیگر علمائے ظواہر بجز نسبت ظہور، خلق و صانعیت و مصنوعیت اور کچھ ثابت نہیں کرتے، اور اس کی مثال میں "ہمچو ں نسبت کلال دکوزہ" کہا کرتے ہیں۔ اور صوفیۂ کرام کی دو جماعتیں ہیں۔

شہودیہ اور وجودیہ

علاء الدولہ سمنانی اور شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حق و خلق کے درمیان میں نسبت تجلی کی ہے۔ یعنی "نسبت اصل باظل" ہمچوں نسبت منبسط شمس باشمس۔ اور تمام اکابر اشارۃً وکنایۃً اور شیخ محی الدین اکبر اور ان کے مابعد جم غفیر ارباب عرفان صراحۃً اس بات کے قائل ہیں کہ یہ "نسبت ظہور" ہے۔ یعنی ظہور وحدت درکثرت ہمچوں ظہور آب در صور امواج و حباب۔ اور یہ کثرت اعتباریہ مزاحم و مصادم وحدت کی حقیقۃً نہیں۔ اور تینوں جماعتیں دلائل عقلیہ و قرآن و حدیث سے استدلال لاتی ہیں۔ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا اور كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ہمارے حضرات صوفیہ

کرام قدست اسرارہم کے لیے ماورا ازان دلیلوں کے مشاہدہ و وجدان بھی دو شاہد عدل ہیں۔ اور حضرات وجودیہ وشہودیہ کا جو باہمی اختلاف ہے میرے خیال میں وہ کوئی چیز نہیں۔" تھوڑی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔"

شہودیہ کا ایک قول

حضرات شہودیہ نے خود لکھا ہے کہ:

"ظل را در حقیقت حقیقتے دیگر غیر از اصل او نیست، ہماں اصل در قرینۂ ثانی ظہور کردہ خود را ظل وانمودہ است۔"

دونوں کا فرق

کثرتِ ظلی مخلِ وحدتِ حقیقی نہیں۔ بہر حال وجود ایک ہی قرار پاتا ہے۔ ہاں اتنا فرق دونوں میں ضروری ہے کہ ارباب شہود کے نزدیک یہاں پر "حمل بالمواطات" صحیح نہ ہوگا۔ "دھوپ آفتاب ہے آفتاب دھوپ ہے" ہرگز نہیں کہا جائے گا۔ بخلاف حضرات وجودیہ کے کہ ان کے یہاں بے تکلف "حمل بالمواطات" یہاں پر صحیح و درست ہے۔ "موج وحباب، دریا ہے" کہہ سکتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ۔ آخر میں کہاں تک بولتا جاؤں۔ اب خاموش رہنا چاہیے۔ تمہارا نیا علم اور نئی ریاضت و محنت ہے، تم ان باتوں کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہو گے۔

اب تمہارا امتحان لیتا ہوں ؎

معنیٔ حسن تو در صورتِ جاں می بینم — عکس رخسار تو در جامِ جہاں می بینم
دفتر حسن بتاں را بہ نظر می آرم — از تو در ہر ورقے نام ونشاں می بینم

ان دو شعروں سے کیا مترشح ہے؟ مذاقِ وجودیا شہود؟ بینوا توجروا۔

بے حجابی یہ کہ ہر ذرے میں ہے وہ آشکار
اور گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

استعانت غیر اللہ

مسئلہ متعلقہ سوال۔ عزیز من! مشکوٰۃ شریف کے باب التوکل والصبر میں یہ حدیث ہے:

اذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ۔
جب مانگو تو اللہ ہی سے مانگو اور مدد چاہو تو اللہ ہی سے چاہو۔

اور حضرت غوث الثقلین نے بھی فتوح الغیب میں اس حدیث کا ذکر فرمایا ہے۔ پس سالک کو چاہیے کہ اس کا مراقبہ کرے۔ اور غیر خدا سے کسی قسم کا سوال نہ کرے۔ خدا کے فیوض وعطیات کے میزاب، ابواب اولیاء طریقت ہیں اور وہی لوگ اس کے وسائل اور ذرائع ہیں پس خدا سے مانگیے اولیاء کے ذریعے سے۔ پس تم کو جو ضرورت پیش آئے اپنے مشکل کشا وحاجت روا حضرت غوث پاک سے عرض کرو وہ فانی فی اللہ باقی باللہ ہیں۔ ان سے مانگنا خدا ہی سے مانگنا ہے ع

درصورت عبدی ومعنی قادر

مجھے اپنے آقائے نامدار حضرت غوث الاعظم کے کرم سے امید ہے کہ وہ تمھیں مایوس نہیں فرمائیں گے۔ اور تین دن سے زیادہ عرض حاجت کی نوبت نہ آئے گی۔ اگر اہم امور پیش آئیں تو اس جناب کے قدم پر سر رکھ کر لوٹ جایا کرو ؎

تو بے نیازی واز من نیاز می طلبی
چرا بہ بے کسیٔ من نمی کنی نظرے

الغیاث الغیاث، کرمے کرمے، رحمے رحمے ؎

قبلۂ اہل صفا حضرت غوث الثقلین ۔۔۔ دستگیر ہمہ جا حضرت غوث الثقلین
مردہ دل گشتم ونام تو محی الدین ست ۔۔۔ مردہ را زندہ نما حضرت غوث الثقلین

مگر حاجات دنیوی کبھی کبھی موقعے سے پیش کیا کرو اور اگر اس جناب سے کوئی عرضی وغیرہ دینے کا حکم پاؤ تو فی الفور تعمیل کر لیا کرو۔

فرزند من! تمھارے منامات صالحہ اور مواجید قلبیہ کے ادراک سے میں نہایت مسرور ہوں۔ بحمد اللہ اب مزے آنے لگے۔ جس قدر مشغولی بڑھاؤ گے لذت فراواں روز افزوں ہی پاؤ گے۔

ذکرِ قلبی

ذکرِ قلبی اسمِ ذات کی بہ نسبت جو تم نے لکھا ہے مجھے تعجب ہے کہ تمھیں کیوں نہیں بتایا گیا۔ خیر اب سمجھو، زبان کو تالو سے لگا کر قلب کی طرف متوجہ ہو کر بلا حرکت زبان دتحریک نفس دلی اللہ، اللہ، اللہ کرو اور کم سے کم بیک جلسہ تین ہزار بار پڑھنا چاہیے۔ مشق بڑھاؤ آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر بُن مو سے رسم جاری ہوگا جس کو "سلطان الاذکار" کہتے ہیں۔ تم جب کرو گے تو مجھے اپنے سامنے یا داہنے بازو پر خیال کرنا۔ اور اسمٰعیل خاں سلمہ اللہ تعالیٰ جب اس شغل میں مشغول ہوں تو تمھارا خیال اسی طرح کریں۔ پہلا کشود زمانۂ طالب علمی میں مجھے اس شغل کی بدولت ہوا ہے اگر اس کے ساتھ حبس نفس بھی ہو تو سبحان اللہ۔ عجیب لذت و محویت پیدا ہوتی ہے عزیزم اسمٰعیل خاں ضرور اس شغل میں آدھ گھنٹہ مصروف رہیں اور کچھ حبس نفس کے ساتھ، پھر کچھ دنوں بعد مشغول ہونے کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہر دم وہ اس شغل میں ہو جائیں گے۔ اور غفلت کبھی بھولے سے بھی پاس نہیں آئے گی۔ اسمٰعیل خاں و غلام عبدالحمید و غلام محبوب و امیر الدین صاحبان سلمہم اللہ تعالیٰ کو میرا سلام شوق پہنچا دو۔ ان سب عزیزوں کو ہم مثل اپنے روحانی فرزندوں کے سمجھتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجیو کہ اگر تم لوگوں میں سے کوئی مجھے دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔

ہاں ایک اور بات یاد آئی بزرگوں نے لکھا ہے کہ طالب کے لیے طمانیتِ قلبیہ کی نہایت ضرورت ہے ورنہ اشتغال و اوراد کا اثر قرار نہیں پکڑتا۔ اور ضروریات بشر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس لیے طالبِ حق و سالکِ راہِ حقیقت کو بعضے اعمال کے ذریعوں سے اطمینان حاصل کرنا بہتر ہوتا ہے۔ ہم تو فلاحِ دارین کے لیے بعض چیزیں تم کو بتلا دیتے ہیں۔ تم سورۂ واقعہ بیک جلسہ پنجشنبے کے دن اکتالیس بار روزہ رکھ کر پڑھو اور پھر روز حسبِ معمول ایک بار پڑھ لیا کرو۔ "یا مغنی" ہر روز بعد نماز عصر گیارہ سو گیارہ بار پڑھا کرو۔ غنائے قلبی و مالی دونوں کو مفید ہے۔ اسمِ اعظم غوث اعظم کی زکوٰۃ دے دو۔ یعنی بروز چہار شنبہ، پنجشنبہ، جمعہ کو روزہ رکھ کر سوتے، جاگتے،

اٹھتے، بیٹھتے سوا لاکھ بار پڑھ لو۔ درود بیک جلسہ کئی آدمی مل کر ایک ختم کر ڈالیں۔ ہر فرض نماز جمعہ کے بعد، قبل از دیگر وظائف بلا تبدیلِ ہیات، نماز یعنی بہاں جلسہ ایک سو ایک بار یہ پڑھا کرو:

یاغنی یا حمید یا مبدئ یا معید یا رحیم یا ودود
اغننی بحلالك عن حرامك وبفضلك عمن سواك

جس چیز کو چاہو کرو، تم کو اختیار ہے، ہم نے تمھیں بتا دیا اور مجاز کیا۔ میں دو ماہ چار دن کے بعد امروہے و فتحپور وغیرہما من البلاد والقریات سے لوٹ کر داخلِ وطن ہوا ہوں۔ اب کے سفر میں ہم نے فیض پایا اور بہت لوگ مستفیض ہوئے۔ پرسوں بروز جمعہ بعد نماز، حسین میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کی بسم اللہ ہے۔ ہفتے کے دن میں کلکتے جاؤں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ تمھارے خطوط مجھے وطن آکر ملے۔

---

(۱۴۳)

نورچشم من صوفی وصی الدین سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ ایک مدت سے تمھارا کچھ حال معلوم نہیں۔ طبیعت کو تعلق ہے، امید کرتا ہوں کہ تفصیلی حالات جسمانی و روحانی سے مطلع کرو گے۔

میرے قلبی حالات آج کل بہت اچھے ہیں بحمد اللہ والمنہ۔ کچھ دن میں لاہور رہا پھر امرتسر اور جالندھر گیا۔ بہت لوگ داخلِ حلقہ ہوئے۔

مرزائے قادیانی کا فرار

قادیانی کا فتنہ بہت گرم تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے اس کی امت ضالہ پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔ اب وہ مباحثے اور مقابلے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا نے مجھے منع کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی خدا نے تم سے تخاطب کو منع فرمایا ہے کہ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (ناد انوں سے پہلو تہی کرو) اور وَاِذَا خَاطَبَهُمُ

الجاھِلُونَ قَالُوا سَلٰماً" (جب انھیں نادان مخاطب کرتے ہیں تو وہ دور سے سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں) ہمارے شواہد ہیں۔

پاکپٹن کی حاضری

میں جالندھر میں تھا کہ حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ کی زیارت کی کشش نے مجھے اپنی طرف کھینچا اور افتاں وخیزاں "پاک پٹن شریف" پہنچا۔ وزیر آباد، لاہور، امرتسر سے میرے اخوان طریقت میں کوئی ہمراہ ہو گیا تھا اور کوئی وہاں جاکر مجھے ملا۔ بیس آدمی میرے خاص تھے۔ پاک پٹن کے ہر ذرۂ خاک میں نور برستا ہے بالخصوص حضرت بابا گنج شکر قدس سرہٗ کا قبۂ شریف تو نور ہی نور ہے۔ بمجرد زیارت و توجہ، سالک کی عجیب حالت ہو جاتی تھی۔ فیضان حق کی بارش ہوتی تھی۔ میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ وہاں کی حاضری سے کیا کیا نعمتیں ملیں۔ ؎ "دل من داند و من دانم و داند دل من"

پیر مہر علی شاہ صاحبؒ

بڑے بڑے مشائخ و فقرائے اہل حلقہ موجود تھے۔ منجملہ ان کے پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑہ سے مجھے بہت ہی مناسبت معلوم ہوئی۔ وہ حضرت غوث الثقلین کی اولاد پاک سے ہیں۔ اور چشتی نظامی مشرب ہیں۔ علم ظاہر میں یگانۂ عصر ہیں۔ جناب مولوی لطف اللہ صاحب قبلہ کے شاگرد اور حدیث میں جناب مولانا سید نذیر حسین محدث، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے شاگرد ہیں۔ ریاضت انھوں نے بہت کی ہے۔ ان کے پاس بیٹھنے میں رنگ آتا ہے۔ صاحب سماع ہیں۔ وجد بھی مزیدار کرتے ہیں۔ اس فقیر سے وہ بھی خوش ہوئے۔

چند صابریہ عورتیں

جس وقت بہشتی دروازہ کھلا تھا اس وقت دو تین عورتیں صابریہ بھی اپنے حلقے میں بیٹھی تھیں۔ ایک نے میرا قدم لیا اور دوسری نے دور سے سلام کیا۔ اور ایک نے نگاہ مجھ پر کی۔ کیا نگاہ تھی کہ اب تک اس کا اثر میرے قلب میں ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس وقت شغل درود شریف میں مصروف نہ ہو جاتا تو شاید وہ نگاہ مجھ کو

جذب کر لیتی۔ اور وہ عورت نوجوان تھی، خدا جانے وہ کس شیخ کی دیکھنے والی تھی۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ تمام مشائخ و فقرا اس کی حالت پر متحیر اور سب اس کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے مجھے سلام کیا تو اس پر بھی لوگوں کو حیرت تھی۔ اسے عزیز! اللہ تعالیٰ کا فیض اور اس کا عرفان کسی قوم وجماعت پر منحصر نہیں۔ جسے چاہے وہ ممتاز کرے۔

آستانوں کی دوڑ

تمہیں حیرت ہوگی کہ میں مولوی ہو کر کیوں درگاہ مارا مارا پھرتا ہوں۔ اسے عزیز!

"ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی"

جس راستے پر میں نے تم کو لگایا ہے اگر تم لگے رہے تو ایک دن تمھاری بھی یہی نوبت آئے گی اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کہتے ہوئے آستانہائے اولیا پر دوڑو گے اور یوں کہو گے ؎

ساقیا مے دہ کہ ما دردی کش میخانہ ایم

با خرابات آشنا و از خرد بیگانہ ایم

اسے فرزند تم ابھی میری قدر نہیں سمجھتے ہو مگر سمجھو گے اور صحبت کو نعمت عظمیٰ نہیں جانتے مگر جانو گے خوب یاد رکھو ؎

گر بعلم ظاہری حق ہیں بدے ۔۔۔ فخر رازی راز دار دیں بدے
ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد ۔۔۔ ہیچ آہن خود بخود تیزے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد ملائے روم ۔۔۔ تا غلام شمس تبریزے نہ شد

شیخ دقاق اور ضرورت مرشد

شیخ ابو علی دقاق سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

دستة الله جادية على انه لابد من السبب فلما ان التوالد و التناسل الصورى لا يحصل بغير الوالد والوالدة كذلك التوالد المعنوى حصوله بغير المرشد ممتنع د

سنۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ سبب کا ہونا ضروری ہے، لہذا جس طرح ظاہری وصوری طور پر والدین کے بغیر نسل جاری نہیں ہوتی، اسی طرح معنوی نسل کا حصول بھی بغیر مرشد کے سخت دشوار ہے۔

والسلام

---

(۳۴)

نور دیدۂ من میاں صوفی وصی الدین سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام مسنون و دعائے خیر مدعا یہ ہے کہ یہ میرا سفر سوا دو ماہ کا تھا۔ کلکتہ، مدراس، حیدرآباد اور کئی جگہ گیا۔ زیادہ زمانہ علالت اور انقباض میں گزرتا تھا مگر احیاناً قلبی ادراکات اور صفائی و انجلا کبھی ایسا نصیب ہو جاتا تھا کہ ساری کلفتیں دور ہو جاتی تھیں۔ کلکتے میں تمہارے اخوان طریقت میں مولوی حافظ عبد الغنی ہیں وہ اب کام کے ہو گئے ہیں اور مناسبت اچھی پیدا ہو گئی ہے۔ بوجہ مدرسہ قلیل الفرصت ہیں مگر پھر بھی غفلت مٹاتے جاتے ہیں۔ الحمد للہ اسی طرح سے چلے چلائے تو ایک زمانے میں مستفیض سے مفیض ہو جائیں گے۔ کچھ لوگوں نے کلکتے میں بیعت بھی کی مگر وہ رسمی بیعت ہے۔ شجرہ لے کر گھر کو سدھارے۔

ہلال احمر اور سفر جنوبی ہند و مدراس و بنگلور و حیدرآباد

مدراس میں ہلال احمر اور مدارس و مکاتیب کی طرف متوجہ رہا۔ ویلور شریف کے سجادہ نشین صاحب سے بھی ملا وغیرہ وغیرہ۔ مگر اپنے قلبی جذبات کو بالکل دبائے رہا۔ مگر آخر کب تک؟ بنگلور کے چند اہل علم اور دولت مند تاجر مجھے مل گئے اور عرفانی استفاضے کی جانب مجھے مجبور کیا۔ پھر تو خوب ہی رنگ رہا اور صدہا زن و مرد سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئے۔ ایک صاحب نے اپنے خواب کی ہدایت سے طریقۂ چشتیہ اخذ کیا، باقی سب سلسلۂ قادریہ تھا۔

فرزندم حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کیا کہ یہاں لوگوں کو حضرت میاں صاحب قدس اللہ نفسہ کے طریقۂ انیقہ قادریہ قلندریہ میں قبول فرما یئے۔ میں نے قبول کیا اور شجرۂ قادریہ قلندریہ سب کو دیا۔

مولوی عبد الغفور اور ان کے بھائی دونوں عالم ہیں اور ورد طریقہ ختم کر رہے ہیں۔ حزب البحر و اوراد فتحیہ و دلائل وغیرہ کی اجازت ان کو دی گئی ہے۔ ایک ہفتے میں بنگلور میں بہت ہی رشد و ہدایت پھیلی۔ جب میں واپسی کے لیے اسٹیشن آیا، اس وقت لوگوں کا گریہ و بکا د فریاد و فغاں عجیب و غریب سماں رکھتا تھا۔ پانچ چھ سو سے زیادہ آدمی تھے۔ قصائد و غزل فراقیہ پڑھتے جاتے تھے۔ وہاں سے لوٹ کر میں مدراس آیا اور سخت علیل ہو گیا۔ مگر یہاں بھی لوگوں نے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا ضروری سمجھا۔ پھر حیدرآباد سے خطوط و تار بہت آئے بالخصوص حضرت سیدی و مولائی سید جمال الدین آفندی صاحب سجادۂ بغداد شریف نے ہلال احمر کے لیے باصرار تمام مجھے بلایا۔ جب میں حیدرآباد اسٹیشن پر پہنچا تو ایک ہزار سے زیادہ آدمی استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ اور مرحبا و سلام کا غل ہوا۔ حضرت قبلہ پیر صاحب بغدادی نے مجھے آغوش میں لیا اور اپنا مہمان بنایا۔ اور نواب فخر الملک کے کاشانے میں ٹھہرا۔ بالاخانے پر حضرت پیر صاحب جلوہ افروز تھے اور اس کے نیچے یہ فقیر۔ میں وہاں جب تک رہا ہمیشہ یہی مراقبہ تھا کہ حضرت غوث الثقلینؓ کا قدم مبارک میرے سر پر ہے اور حسن میاں روزانہ قصیدۂ غوثیہ گیارہ بار پڑھتے رہے۔ ان چیزوں نے حضرت غوث الثقلین کی جناب میں ایک خاص ارادت مندانہ خلوص پیدا کیا اور بفیوض غوثیہ سے بحمد اللہ اب تک سرشار ہوں۔ حیدرآباد کے مواعظ میں ہمارا اویسی محمدی رنگ بہت غالب رہا۔ قوالی کی مجالس بھی کئی بار ہوئیں۔ مگر محفل خاص۔ ایک مجلس میں مجھے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی جانب سے بے شمار فیض پہنچا۔ اس وقت قوال یہ کہہ رہا تھا۔

محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

میں نے اپنے مواجید پر بہت ضبط چاہا مگر سنبھل نہ سکا اور کھڑا ہوگیا۔ پھر تمام محفل گرم ہوگئی اور جدھر میں توجہ کرتا تھا ادھر رنگ آجاتا تھا۔ ایک صاحب جو انگریزی وضع تھے اور ان چیزوں کے بالکل منکر، وہ بھی متکیف ہوئے۔ اور وجد وحال سے بے تاب ہوئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی میں نے اپنے پیروں کے کرم پر ناز کرکے یوں کہا ۔

زاہد از حلقۂ ما چوں دگراں برخیزد　　　کف زناں جامہ دراں رقص کناں برخیزد

صلاحیتوں کی بے قدری

مرزا نظیر بیگ کا قلب بھی بہت اچھا ہے اور عشقی مادے سے معمور ہے۔ اگر ان کو صحبت نصیب ہو تو بہت فائدہ مند ہو۔ مگر بارہ سو ماہوار تنخواہ پاتے ہیں۔ سرکاری حاضری سے انھیں فرصت کہاں جو دولت فقر کی جانب متوجہ ہوں۔ افسوس یہ لوگ اپنی قلبی صلاحیت کی قدر نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہاک دنیا نے ان کے ادراک کو مٹا دیا ہے۔ وہ اس کو سمجھتے ہی نہیں پھر قدر کیا کریں۔ حسرت حسرت افسوس صد افسوس۔

میر عثمان صاحب بھی وہاں ایک عجیب شخص ہیں۔ لباس دنیا اور دلِ درویش۔ عارف باخدا ہیں مجھے ان کے حالات اور دلی جذبات پر عجیب حیرت ہے۔ اور سب سے عجیب وغریب داستان حضرت اخی مولانا انوار اللہ صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کی ہے کہ وہ اس جدید عہد سلطنت دکن میں وزیر کے ہمپایہ ہیں۔ بڑی تنخواہ پاتے ہیں، دولت مند ہیں۔ کثرت مشاغل سے قلیل الفرصت مگر عرفانی حالات پہلے سے بھی زیادہ ہیں۔ ان کے وظائف مقررہ صوم وصلوٰۃ وتہجد وغیرہ میں ذرا بھی فرق نہیں آتا۔ صوم داؤدی کے مداوم۔ شب بیدار، قائم اللیل۔ فتوحات مکیہ روزانہ شب کو پڑھی جاتی ہے۔ حلقہ ہوتا ہے۔ مجھے تو ان پہ بے حد رشک ہے۔ لوگ انھیں بے فیض کہتے ہیں۔ مگر میرے لیے ظاہری وباطنی ہر قسم کے فیوض کا دروازہ کھلا رکھتے تھے اور برادرانہ برتاؤ خوب ہی کیا۔ جزاہ اللہ عنا۔

اس فقیر کے لیے قوالی ہوئی۔ حضرت مولانا مع اپنے حلقے کے جلوہ افروز اور مزامیر وغیرہ سب موجود تھے۔ فرمایا تمھارے ساتھ سب سنوں گا۔ مگر ہمارے مولانا شیخ اکبر کے فتوحات سے مستفیض ہیں اس لیے وجد و حال سے وہ بالا مقام رکھتے ہیں۔ اور ان کے قلب پر نزول سکینہ بدرجہ اتم ہے۔ اور انوار توحیدیہ ان پر غالب ہیں۔

اکثر قدیم طلبا اور مہتمم صاحب تمھیں پوچھا کرتے تھے۔ کاش تم اس سفر میں ہمراہ ہوتے تو بہت اچھا تھا۔ استقامت احوال کا اچھا موقع ملتا۔

اے عزیز جب تک مختلف حالات پر غور نہ کروگے اپنے اوراکات کی قدر نہ ہوگی۔ تم ربیع الاول شریف میں ذرا پہلے سے آجاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ حیدرآباد جانے کے متعلق تم کو رائے دوں۔ پھر وہاں سے سفر حرمین شریفین کرو۔ حسن میاں بھی اس سال ضرور روانہ ہوں گے۔ تم مصارف کا کچھ خیال نہ کرو۔ فقط ہمت مردانہ کرو۔ اور یہ سمجھ لو کہ محمدی ڈوری تم کو کھینچ رہی ہے اور تم کشاں کشاں مگر ذوق و شوق کے ساتھ جارہے ہو ؎

من نہ باختیار خود می روم از قفائے او
آں دو کمند عنبریں می بردم کشاں کشاں

میرا یقین ہے کہ جب تم مدینۂ منورہ پہنچو گے نور ہو جاؤ گے اور وہ محمدیت جو تم میں جوہر فرد کی طرح خفا میں ہے وہ وہاں کی حاضری سے بروز کرے گی۔ پھر تم جو چاہو گے وہ تو ہو ہی جاؤ گے۔ دوسروں کے لیے بھی آئینہ ہو جاؤ گے۔

هاتيك روضته تفوح نسيما
صلوا عليه وسلموا تسليما

وہ دیکھو حضورؐ کا روضہ عطر بیزی کر رہا ہے، حضور پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔

اللهم اجعلني محمديا واحييني محمديا وامتني محمديا واحشرني محمديا

اے اللہ! مجھے محمدی بنا، محمدی ہی بنا کر زندہ رکھ، محمدیت پر موت دے اور محمدیت پر حشر فرما۔

والسلام۔ از پھلواری۔ ۲۷ جنوری۔

(۳۵)

اللّٰھمّ صلّ علی محمد وآلہ وعترتہ وحبیبہ دفقتہ

فرزند وصی! السلام علیکم۔ ایک پوسٹ کارڈ شریف کے نام میں نے ابھی روانہ کیا ہے۔ پھر اس کے بعد پندرہ منٹ کے لیے سو گیا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ کی محفل ہے۔ وہاں کچھ لوگ ہیں۔ اور میں اور تم اور شریف بھی وہاں بیٹھے ہیں۔ بلا مزامیر کے پہلے ایک شخص (قوال) نے کچھ گایا۔ پھر اس کے بعد دوسرے قوال نے مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع کی جس سے مجھے ذوق پیدا ہوا اور لوگ مدح خواں کا ادب کرنے لگے۔ پھر دیکھا کہ ایک درویش وضع کھڑے ہوکر رقص کناں گاتے ہیں۔ اور ان کے پیر میں گھنگرو بھی ہے۔ میں بھی اس سے خوش نہ ہوا اور تم کو بھی غائب پایا پس بیدار ہو گیا۔ میرے اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل تم کو اور شریف کو ادھر میری طرف تعلق زیادہ ہے۔ اسی کا ثمرہ ہے جو ایسا دیکھتا ہوں۔

مرشد کی ضرورت

عزیز من! بہت ٹھیک ہے کہ اولاً اس راہ میں تعلق قوی و ربطہ کامل ہی کی ضرورت ہے۔ پھر اسی سے ہوتا ہے جو ہوتا ہے۔ مرشد کی ضرورت اسی لیے ہے کہ وہ اس ربطہ انجذابی کے ذریعے سے آگے بڑھا دے۔ مجھ میں اگر یہ قوت نہیں تو میرا شیخ اور اس کا شیخ اور پھر اس کا اور اس کا ھلم جرا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اسی طرح حضورؐ تک چلے جاؤ) کوئی تو دستگیری کرے گا اور اپنا بنا لے گا۔ اور میں گویا واسطۂ محض ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ ”رجل فاجر“ کے ذریعے سے بھی دین کی تائید کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ مجھ بدکار ”بدنام کنندۂ نکو نامے چند“ کے واسطۂ محض سے اللہ تمہاری روحانی حالت کی مدد کرے۔ اور غیرت پیران طریقت تمہیں ناکامیاب و نامراد نہ رکھے۔

برکریماں کارہا دشوار نیست

دستِ شیخ کی رومی تصریحات

اے عزیز! دستِ شیخ پر دستِ خدا ہے۔ اور مرشد کامل خلیفۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور وہ جسے قبول کرتا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فنا ہو کر نیابتہً ہاتھ پکڑتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا رومی مثنوی شریف دفتر پنجم میں فرماتے ہیں:

دست را مسپار جز در دستِ پیر	حق شد است آں دست او را دستگیر
چونکہ دستِ خود بدستِ او دہی	پس ز دستِ آکلاں بیروں جہی
دستِ تو از اہلِ آں بیعت شود	کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ بود
کو نبیِ وقتِ خویش است اے مرید	زانکہ از نورِ نبی آمد پدید
در حُدَیبیہ شدی حاضر بدیں	واں صحابہ بیعتی را ہم قریں

مثنوی شریف نکال کر یہ مقام پڑھو۔

آج کل نماز میں بعض وقت عجب حالت رہتی ہے۔ کیفیت شوقیہ ہوتی ہے اور روح ملاءِ اعلیٰ کی طرف کھنچتی ہے اور خدا جانے کیا کیا کیفیت ہوتی ہے۔ میں اسے بیان میں نہیں لا سکتا۔

اب میں عصر کی نماز پڑھنے کے لیے اٹھتا ہوں۔ رخصت۔ بڑی لڑکی کے آماس و ورمِ لب کے لیے دعا کرو کہ جلد صحت ہو۔

میرے خطوط مولوی عبدالہادی اور شاہ حبیب اللہ اور شریف اور دیگر یاران و مخلصان کو سنا دیا کرو۔

از پھلواری۔ روز جمعہ۔ وقت عصر۔

---

(۱۴۷)

عزیزم صوفی وصی الدین! السلام علیکم۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ دربارۂ زمین بوسی

سجدۂ تعظیمی تم نے کوئی گفتگو کی تھی۔ اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے استدلال جواز کو جو اُن کے ملفوظات شریف میں ہے تم نے نہایت تعجب سے ذکر کیا تھا۔ آج میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس مسئلے میں کوئی تقریر کروں۔

سجدۂ تعظیمی کی تحقیق

عزیز من! اس میں کوئی شک نہیں کہ سجدۂ تعظیمی و زمیں بوسی حضرت بابا فرید گنج شکر اور حضرت قطب الاقطاب اور حضرت سلطان المشائخ اور شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری کے حضرات میں ہوا کرتا تھا اور یہ حضرات اس کے جواز کی طرف مائل تھے عوام الناس ملاؤں کے معتقدین تو اس بات پر بہت شور و غوغا کرتے ہیں اور اس سجدے کو کفر جانتے ہیں۔ مگر ان جاہلوں کو کتاب و سنت اور روایات فقہیہ سے خبر ہی نہیں ہے۔ ورنہ ایسی بے باکی نہ کرتے۔

عزیز من! سجدے کی دو قسمیں ہیں۔ سجدۂ تعبدی و سجدۂ تحیت جسے سجدۂ تعظیمی کہتے ہیں۔ سجدۂ تعبدی تو باتفاق علمار ملت خدا کے سوا دوسرے کے لیے ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جو ایسا تجویز کرے وہ کافر و مشرک ہے۔ اب رہا سجدۂ تعظیمی وہ اگلی امت میں جائز و مستحب تھا۔ آدم علیہ السلام کے قصے میں قاسجدوا لآدم (اے فرشتو آدم کو سجدہ کرو) کو خیال کرو۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں ورفع ابویہ علی العرش وخروا لہ سجدا (حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور ان سب نے یوسف کو سجدہ کیا) کو بغور پڑھو۔ نص قرآنی شاہد ہے کہ یہ سجدۂ تعظیمی انبیار علیہم السلام میں نہیں ہو سکتا۔ کما ھو ظاھر اب اس امت محمدیہ میں اس سجدۂ تعظیمی کی بمصلحت زمانہ ممانعت کی گئی۔ اور حضرت صادق مصدوق صلعم نے فرمایا:

لو کنت امرا احدا لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا ولکن
لا ینبغی لبشر ان یسجد لغیر اللہ

اگر میں کسی کو سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے
لیکن کسی بشر کے لیے یہ زیبا نہیں کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرے۔

دیا جن الفاظ میں فرمایا گیا ہو، اس سجدۂ تعظیمی کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہے۔

فقہی اختلاف

اب فقہا میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ ان حدیثوں سے حرام مطلق ثابت ہوا۔ اور بعضے کہتے ہیں مکروہ تحریمی۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ نہی تنزیہی ہے اور اصل جواز میں کچھ عذر نہیں۔ فتاویٰ فقہیہ دیکھنے سے ان اختلافات کا پتہ معلوم ہوتا ہے۔

شیخ عبدالحق کی تصریح

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمۂ مشکوٰۃ میں بابت سجدۂ شکر فرماتے ہیں:

"اینجا قسمے دیگر است از سجدہ کہ آں را سجدۂ تحیت گویند۔ رخصتے دراں در بعضے روایات فقہیہ آمدہ است۔"

اور مدارج النبوۃ اور شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں کہ

"یک قسم دیگر است کہ آنرا سجدۂ تحیت گویند و در بعضے روایات فقہیہ رخصتے دراں واقع شدہ است و مختار کراہت و حرمت آنست" انتہیٰ

مجدد الف ثانی کی رائے

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ان اختلافات کو ذکر کر کے عدم جواز ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ جلد دوم مکتوب ۹۲ میں فرماتے ہیں کہ

"بعضے از فقہا ہرچند سجدۂ سہو . . . . . الخ"

اصل کتاب میں اس مقام کو دیکھ لو بہت کچھ اطمینان ہو جائے گا۔

---

(۴۷)

نور چشم من کان اللہ لک۔ بعد سلام مسنون و دعائے خیر معلوم ہو کہ

ذکر ہو الحق کا ملاحظہ

پہلے خط میں میں نے تم کو لکھا ہے کہ 'ہو الحق' کا ذکر تابعین کو القا کرو۔ غالباً آپ

نے ان لوگوں کو بتادیا ہوگا۔ اور وہ مصروف ہو گئے ہوں گے۔ مگر اتنا کہنا مجھے اس وقت نہایت ضروری ہے کہ ہر ذکر کے ساتھ اس کا ملاحظہ بتلانا بھی ضرور چاہیے ورنہ مطلب نہ سمجھنے سے اصل مقصود فوت ہو جائے گا۔ ہاں حرقتِ قلبیہ پیدا ہو گی مگر وہ کس کام کی ڈنڈ پیلنے سے بھی حرقتِ قلب پیدا ہو جاتی ہے مگر اس سے روحانی فائدہ کیا ہے؟ اشراقِ نورانی اور محویت بغیر ملاحظۂ معانی نہیں ہو سکتا۔ آپ تو مولوی ہیں وہ بھی منطقی "ہو الحق" کے معنی خوب سمجھتے ہوں گے اور اعلیٰ وارفع خیال آپ کا ہوگا۔ مگر طالب کے بتلانے میں اس کی استعداد و فہم زمانۂ سیر و سلوک کا خیال مقدم ہے، وہ لوگ بھی منتوقی الجملہ اہلِ علم ہیں ان کو یوں بتلائیے گا کہ:

الحق عندنا الذات والعالم کله ظهور الصفات

ہمارے نزدیک حق وہ ذات ہے اور یہ سارا عالم اس کی صفات کا ظہور ہے۔

پس "ہو الحق" یعنی یہ صفات عین ذات ہیں۔ یا مختصر یوں کہیے کہ یہ تفصیل (یعنی ظہورِ صفات) عین اجمال (یعنی عین ذات) ہے ؎

حقا کہ ہمو نست کہ اندر عرہ نشین بود در حجلۂ غیبت
با صورتِ زیبا ز نہاں خانہ بر آمد در عین عیاں شد

یا یوں کہو کہ "ہو" سے اشارہ ہویت کی جانب اور "الحق" سے جمعیت کی طرف۔ مبتدی محض کو فقط اسی قدر خیال کرنا چاہیے کہ ہو الحق یعنی اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ پس ہو سے مراد ذات ہوئی اور حق سے ضدِ باطل۔ پس یہ ذکر گویا الا کل شیءٍ ما خلا اللہ باطل کا لب لباب ہے۔

---

(۳۸)

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ

امامتِ مسافر کا مسئلہ

جہاں عوام الناس ہوں وہاں کسی عالم کو اگرچہ وہ مسافر ہی ہو نماز جماعت پنج گانہ یا جمعہ پڑھا دینا مناسب ہے۔ اور اگر وہاں اہل علم بھی موجود ہوں اور کسی نو وارد کو مقدس یا واعظ سمجھ کر امامت کے لیے پیش کیا جائے تو یہ خلافِ سنتِ نبویہ ہے۔ واعظ مسافر کو امامت سے احتیاط کرنی چاہیے۔ اور نماز قصر پڑھتا ہو تو اس کے لیے امامت بالکل غیر مناسب ہے۔ لیکن فقہ مذہب حنفی میں نماز پڑھا دے تو بلا کراہت جائز ہے۔ مگر خلاف اولیٰ ہے۔ اور اگر امام معین ہو وہ اجازت دے تو خلاف اولیٰ بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لکھنؤ کی دونوں مسجدوں میں جب میں جاتا ہوں تو امامت سے گریز کرتا ہوں۔ تم لوگ اہل علم وہاں موجود ہو پھر نئے امام کی کیا ضرورت؟

تم نے صحاح ستہ پڑھی ہے۔ سنن ترمذی کا یہ باب پڑھو۔

باب ما جاء فی من زار قوماً فلا یصلّ بہم اور بعد اسناد اصل حدیث یوں ہے:

قال کان مالک بن الحویرث یاتینا فی مصلانا یتحدث فحضرت الصلوٰۃ یوماً فقلنا لہ تقدم فقال لیتقدم بعضکم حتی احدثکم لِمَ لا اتقدم سمعت رسول اللہ صلعم یقول من زار قوماً فلا یؤمہم ولیؤمہم رجل منہم

(خلاصہ اس کا یہ ہے) کہ ایک تابعی کہتے ہیں کہ مالک بن حویرث صحابی ہماری نماز گاہ میں آکر اپنی باتوں سے مستفید کرتے تھے۔ ایک دن نماز کا وقت ہو گیا، ہم نے کہا حضرت نماز آپ ہی پڑھا دیجیے۔ انھوں نے کہا کہ نہیں بلکہ تمھیں لوگوں سے کوئی امامت کرے اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص کسی قوم سے ملنے جائے تو وہ اس کا امام نہ بنے۔ آپس ہی میں وہ لوگ کسی کو امام بنا لیں۔

مسلکِ صوفیہ

ترمذی نے اس حدیث کے متعلق مذاہب اہل علم کو نقل کیا ہے۔ مگر صحابہ کے مسلک کو اختیار کرنا اور اختلاف سے بچنا صوفیہ کا اصلی مسلک ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد میں داخل و خارج ہوتے وقت کی دعائیں

دخول مسجد و خروج از مسجد کے وقت بہت دعائیں صحاح و سنن و حصن حصین میں منقول ہیں جو چاہو پڑھو۔ مگر اس فقیر کا معمول یہ ہے کہ اول وایاں قدم مسجد میں بسم اللہ کہہ کر رکھا اور پھر درود شریف پڑھا اور اس کے بعد

رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک

اے اللہ! میرے گناہوں کی پوشش فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے۔

اور نکلنے کے وقت بھی درود شریف اور

رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک

اے اللہ! میرے گناہوں کی پوشش فرما اور میرے لیے اپنے فضل کا دروازہ کھول دے۔

یہ روایت ترمذی شریف وغیرہ میں بروایت حضرت عبد اللہ محض بن حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسن سلام اللہ علیہم مروی ہے۔ وہ جناب اپنی والدۂ ماجدہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت سیدنا امام حسین سلام اللہ علیہما سے روایت فرماتے ہیں اور حضرت فاطمہ صغریٰ اپنی جدۂ محترمہ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے روایت فرماتی ہیں۔ اور وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ مگر انھوں نے خود بنفسہا اپنی دادی کو نہ دیکھا تھا، اس لیے یہ حدیث حسن تو ہے مگر متصل نہیں۔ غالباً درمیان میں واسطہ حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

از بنگلور

---

(۲۹)

نور چشم من سلمکم اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ خط تمھارا ملا۔ حال معلوم ہوا

اے عزیز! یہ ملتِ محمدیہ عین ملتِ ابراہیمیہ ہے۔ اس لیے اس کو دین فطرت کہتے ہیں۔ دین حنیفیہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقامِ خلّت کی تکمیل کے لیے مصائب وبلایا سے زیادہ سامنا کرنا پڑا اس لیے اس امتِ محمدیہ کو بھی ارشاد ہوا :

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ الخ

اور ہم تم کو کچھ خوف اور بھوک سے اور مال وغیرہ کے نقصان سے آزمائیں گے۔

رمضان ابتلا وصبر کا مہینہ ہے

پس اس ماہ مبارک رمضان کا اس گرمی مئی جون میں پڑنا اور صائمین کی بھوک اور پیاس اُدھر شدت تمازتِ آفتاب وہوائے گرم، یہ سب ابتلا ہے۔ تو اگر قلب بے چین ہوا اور صبر کی لگام ڈھیلی ہوئی تو مصیبت ہی مصیبت ہے۔ اور اگر دل مضبوط ہے اور صبر کی لگام اپنے انداز پر ہے تو مزہ ہی مزہ ہے۔ مصیبت وتکلیف آرام وراحت سے مبدّل ہو جاتی ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا زحمت آخر کو رحمت لاتی ہے دیکھو کیسی سخت ہوائے گرم تھی گویا آگ برستی تھی مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ (جہنم کی پھنکار) کا مشاہدہ تھا۔ مگر تین دن ہوتے ہیں کہ حکم ہوا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا " (اے آگ ٹھنڈک اور سلامتی بن جا) ہوائے سرد چلنے لگی۔ ابر آیا۔ تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی ہے۔ آج شام کو نہ برف کی ضرورت ہے نہ شربت کی۔ کل اور آج روزے دار ٹھنڈی نیند سوئے اور باطمینان تمام تلاوت قرآن شریف وغیرہ اذکار میں مشغول ہیں۔

مگر اے عزیز! میں ایسا کم نصیب ہوں کہ بیماری اور سن شیخوخت نے ۲۔ روزے سے زیادہ بسر کرنے کا موقع نہ دیا اور جمعے کے دن اس قدر ضعف آ گیا کہ نماز فرض بھی کھڑے ہو کر ادا کرنا دشوار ہو گیا۔ بس ہفتے سے نعمتِ صوم سے محروم ہوں۔ اگرچہ شرعی طور سے مجھے افطار ہی انسب ہے مگر اے عزیز! رمضان میں محرومیٔ صوم سے سخت انقباض ہو جاتا ہے۔ جس کی مکافات دوسرے وظائف سے ہوتی ہی نہیں۔

ایک ختم دلائل الخیرات بھی تاختم ہفتہ رمضان میں میرا اور میرے اہل حلقہ کا معمول ہے مگر اس سال ایسی کم نصیبی ہے کہ بس ایک حزب معمول سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ اللہ تعالیٰ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا (شاید اللہ تعالیٰ کے بعد ہی کوئی بات پیدا کر دے) یہ خط لکھنے کے کئی دن بعد حسب معمول ختم دلائل تمام و کمال مع سورۂ یوسف جاری ہو گیا۔ لنگر حسب معمول بلکہ معمول سے زائد جاری ہے۔ مسجد میں ۳۰-آدمیوں کی افطاری اور روٹی بھیجتا ہوں اور یہاں خیر خانے میں ۲۰-آدمی روزانہ افطار و تناول ماحضر میں شریک ہوتے ہیں۔ زنان خانے میں بھی دس آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

سربرہنہ شاہ سے کہو کہ تقرر نسبت میں جلدی نہ کریں۔ دیر آید درست آید۔ بعد برسات خدا نے چاہا تو اطمینان سے انجام کار ہوگا۔ ماہ مبارک میں آسمانی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اور یہاں واپس آجائیں۔ اور آخر ہفتہ مسجد میں بسر کریں۔ والسلام۔ منشی حکیم، یعقوب ماسٹر، سربرہنہ شاہ کو سلام کہو۔

از پھلواری شریف۔ روز دوشنبہ۔ ۹ رمضان ۱۳۳۲ھ

---

(۴۰)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام و دعا مدعا یہ ہے کہ میں تمہارے حلقۂ ذکر سے بہت خوش ہوا۔ اور اس کی تاثیر گریہ و بکا و وجد و حال و قال سب باتیں گوش زد ہوئیں مگر اے عزیز بزمانۂ سابق بھی میں نے تم کو آگاہ کیا ہے کہ تاثیر محض ادون درجے میں ہے۔ اگر ہر ذکر کے ساتھ مشغولی بھی قائم رکھو گے تو اصل مقصود میں کامیابی ہے ورنہ سب اہل حلقہ ابتدائی منزل ہی میں اٹک جائیں گے اور آگے نہ بڑھ سکیں گے۔

ذکر کے تین درجے

پھر سنو ذکر کے تین درجے ہیں۔ اول درجہ ذکر میں ایسی مشغولی ہو کہ غیر بالکل فراموش۔ دوم درجہ یہ ہے کہ ذکر کا ایسا غلبہ ہو کہ غیر تو فراموش ہے ہی خود بھی فراموش و

گم۔ درجۂ سوم یہ ہے کہ اس قدر استیلائے ذکر ہو کہ غیر بھی گم اور خود بھی ندارد اور ذکر بھی فراموش۔ اول میں خیال غیر مفقود ہے مگر ذاکر و ذکر باقی۔ دوم میں ذاکر بھی ندارد۔ سوم میں سب غائب ذکر بھی ندارد۔ اصل کام کی بات یہی ہے ؎

تو مباش اصلا کمال این است و بس　　تو درو گم شو وصال این است و بس

خویش را گم کن کہ توحید این بود　　گم شدن گم کن کہ تفرید این بود

والسلام

۱۷

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شمس المعارف

۹

مکاتیب

قدوۃ العلماء تاج العرفاء حضرت قبلہ مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی

تزکیۂ نفس، تربیت اخلاق، احسان وعرفان اور تاریخ وادب کا نادر علمی مجموعہ

مرتبہ

مولانا شاہ غلام حسنین قادری چشتی سلیمانی پھلواروی

مولانا شاہ محمد جعفر ندوی پھلواروی

ناشر

مرکزِ علومِ اسلامیہ

۵- گارڈن - کراچی